جملہ حقوق محفوظ ہین

185
ز ز
ز

وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

المصنفین
سلسلۂ اشاعت

(نمبر۲۱)

سیر انصار رض

حصۂ اوّل

جس مین پہلے انصار کی تاریخ قبل از اسلام اور اُن کے تمدّنی، معاشرتی اور اُن کے باہمی جنگ و صلح کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسکے بعد پچاس انصارِ کرام رضی اللہ عنہم کے سوانح و حالات اور اُن کے فضائل و کمالات نہایت مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف تہجی لکھے گئے ہین،

از

مولینا سعید صاحب انصاری سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڈھ

باہتمام:- مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

طبع دوم ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء

فہرست مضامین

سیر الانصار حصہ اول

مضمون	صفحہ
مقدمہ	
انصار قبل از اسلام	
۱ - ۶۷	
انصار کا نسب نامہ	۱
انصار کی تاریخ	۱۵
مورخین عرب کا بیان	〃
ہمارا خیال	۱۸
انصار کی شاخیں	۲۷
انصار کی آبادی	۳۰
انصار کی خانہ جنگیاں	۳۵
جنگ سمیر	۳۶
جنگ کعب بن عمرو	۳۷
جنگ سمیرا	〃
جنگ حصین بن اسامت	۳۸
جنگ ربیع	〃
جنگ فارع	〃
جنگ حاطب	〃
جنگ ربیع	۳۹
جنگ بقیع	۴۰
جنگ فجار اول	〃
جنگ معبس اور مضرس	۴۱
جنگ فجار ثانی	۴۲
جنگ بعاث	۴۳
بعض غیر معروف جنگیں	۴۵
انصار کا مذہب	۴۸
انصار کا تمدن	۵۶
نظام اجتماعی	〃
نظام عسکری	۵۹
انصار کے قلعے	۶۰
نظام مذہبی	۶۶
نظارت نافعہ	۶۷
متفرقات	〃
زراعت	۷۰
تجارت	۷۲
صنعت و حرفت	۷۵
تعلیم	۷۶
انصار بعد از اسلام	
۷۷ - ۱۰۸	
انصار مین اسلام کی ابتدا	۷۷
بیعت عقبۂ اولیٰ	۸۰
بیعت عقبہ ثانیہ	۸۳
سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کا اسلام	۸۵
بیعت عقبہ کبیرہ	۸۸
مدینہ مین اس کا اثر	۹۵
مہاجرین مکہ	۹۸
ہجرت نبوت	۱۰۰
مسجد نبوی کی تعمیر	۱۰۳
یہودی سے معاہدہ	۱۰۴
مواخاۃ	۱۰۵
حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کا خواب	۱۰۸
حکم اذان	〃

Marfat.com
Marfat.com

اسمائے انصار کرام

نام	صفحہ
(الف)	
حضرت ابو ایوب انصاریؓ	۱۰۹
حضرت انس بنؓ نضر	۱۲۰
حضرت انس بنؓ مالک	۱۲۲
حضرت ابیؓ بن کعب	۱۵۰
حضرت ابو طلحہؓ انصاری	۱۷۶
حضرت ابو درداءؓ	۱۸۹
حضرت ابو سعید خدریؓ	۲۰۶
حضرت ابو مسعودؓ بدری	۲۱۷
حضرت ابو قتادہؓ	۲۲۰
حضرت اسید بنؓ حضیر	۲۲۸
حضرت ابو دجانہؓ	۲۳۵
حضرت ابو الیسر کعب بن عمروؓ	۲۳۸
حضرت ابو لبابہؓ	۲۴۱
حضرت ابو الہیثم بنؓ التیہان	۲۴۶
حضرت اسعد بنؓ زرارہ	۲۵۰
حضرت ابو قیس صرمہؓ	۲۵۴
حضرت ابو حمید ساعدیؓ	۲۵۸
حضرت اجیرمؓ	۲۶۱
حضرت ابو بردہؓ	۲۶۲
حضرت ابو عمرہؓ	۲۶۶
حضرت اوس بنؓ خولی	۲۶۷
حضرت ابو عبسؓ بن جبیر	۲۶۹
حضرت ابو زیدؓ	۲۷۱
حضرت ابو اسید ساعدیؓ	۲۷۲
(ب)	
حضرت براء بنؓ مالک	۲۷۳
حضرت براء بنؓ عازب	۲۷۷
حضرت براء بنؓ معرور	۲۸۳
(ث)	
حضرت ثابت بنؓ قیس	۲۸۶
حضرت ثابت بنؓ ضحاک	۳۹۱
(ج)	
حضرت جابر بنؓ عبداللہ	۲۹۴
حضرت جبار بنؓ صخر	۳۱۱
حضرت جلیبیبؓ	۳۱۳
(ح)	
حضرت حباب بن منذرؓ	۳۱۵
حضرت حرام بنؓ ملحان	۳۱۸
حضرت حسان بنؓ ثابت	۳۲۰
حضرت حارثہ بنؓ سراقہ	۳۴۳
حضرت حارث بنؓ صمہ	۳۴۵
حضرت حنظلہ بنؓ ابی عامر	۳۴۷
(خ)	
حضرت خبیب بنؓ عدی	۳۵۰
حضرت خارجہ بنؓ زید بن ابی زہیر	۳۵۴
حضرت خزیمہ بنؓ ثابت	۳۵۶
حضرت خوات بنؓ جبیر	۳۵۹
حضرت خلاد بنؓ سوید	۳۶۱
(س)	
حضرت رافع بنؓ مالک	۳۶۲
حضرت رفاعہ بنؓ رافع زرقی	۳۶۵
حضرت رافع بنؓ خدیج	۳۶۸
حضرت رویفع بنؓ ثابت	۳۷۲
(ز)	
حضرت زید بنؓ ارقم	۳۷۴
حضرت زید بنؓ ثابت	۳۸۰
حضرت زیاد بنؓ لبید	۴۰۹
حضرت زید بنؓ دثنہ	۴۱۱

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ والہ واصحابہ اجمعین

دیباچہ

سیر الصحابہ کے نام سے دار المصنفین کے زیر اہتمام جو سلسلہ تیار ہو رہا ہے پیش نظر کتاب اس کی ایک جلد ہے، اس مین انصار کرام کے حالات وسوانح، اور انکے علمی، مذہبی، اخلاقی، اور سیاسی کارنامون کی پوری تفصیل کی گئی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس صف مین انصار کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اور سیر الصحابہ کا یہ حصہ اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس مین انہی مقدس بزرگون کے اکابر اور مشاہیر کے سوانح وحالات مذکور ہین، یہ واقعات کتب احادیث اور سیر و رجال کی مستند کتابون کے سینکڑون، ہزارون صفحات کی ورق گردانی کرکے فراہم کیے گئے ہین،

ان حالات وخدمات کی تفصیل سے پہلے ایک بسیط مقدمہ مین انصار کی قبل اسلام کی مفصل تاریخ، ان کے نسب نامے، آداب وتمدن اور معاشرت واخلاق

Marfat.com
Marfat.com

کو نمایاں کیا گیا ہے، اس طرح یہ حصہ انصار کی تاریخ قبل الاسلام اور بعد الاسلام کا ایک بہترین مجموعہ بن گیا ہے،

اس سے پہلے سیر الصحابیات کی جو جلد شائع ہوئی تھی ملک کے بعض مشہور اہلِ قلم نے اس "لف و نشر مرتب" کو "غیر مرتب" کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے، اب اسی سلسلہ کی ایک اور نئی جلد ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

"دار المصنفین"

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انصار کا نسب نامہ

اہلِ عرب تین بڑے قبیلوں میں منقسم ہیں، بائدہ، عاربہ، مستعربہ، بائدہ میں وہ قبائل شامل ہیں جنھوں نے طوفان نوحؑ کے بعد عرب میں حکومت کی اور ناپید ہوگئے۔ عاد، ثمود، عمالقہ، طسم، جدیس وغیرہ انہی میں داخل ہیں، عاربہ سے وہ قبائل مراد ہیں جو بائدہ کے ہمعصر تھے اور ان کے بعد عرب کے مالک ہوئے، قحطان، سبا، حمیر، معین وغیرہ انکی شاخیں ہیں مستعربہ سے وہ خاندان مراد ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے اور عرب کے شمالی حصہ میں بود و باش رکھتے تھے،

انصار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عرب عاربہ کی اولاد ہیں، اس بنا پر عرب کے تمام نسّاب ان کے نسب نامے قحطان بن عابر تک پہنچاتے ہیں جو عرب عاربہ کا مورث تھا، لیکن قحطان پہونچ کر اختلاف شروع ہوتا ہے، اور نسابہ عرب دو گروہ میں منقسم ہو جاتے ہیں،

(۱) ایک گروہ کہتا ہے کہ قحطان خود ایک مستقل خاندان کا بانی تھا، جس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام، اس کے نزدیک قحطان اور یقطن جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے ایک ہیں،

(۲) دوسرا گروہ قحطان کو کوئی علیحدہ شاخ نہیں مانتا، بلکہ ثابت بن اسمٰعیل کی اولاد بتاتا ہے، چنانچہ کلبی نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے، کہ

انہ ادرکت اھل العلم بالنسب	انھوں نے اہل علم اور نسابین کو
یقولون کذالک	قحطان کی نسبت یہی فیصلہ کرتے پایا ہے،

Marfat.com
Marfat.com

کلبی کے علاوہ بعض اہل یمن بھی اس کے مدعی ہیں[1]،

لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے حد درجہ کمزور ہے اور اس کی تردید میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ تمام اہل یمن اس کے مخالف ہیں، چنانچہ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ

واسائر الیمانیۃ تابی ذالک و	یعنی تمام اہل یمن اس کے منکر ہیں، اور
تذھب الی انہ قحطان بن عابر[2]	قحطان کو عابر کا بیٹا سمجھتے ہیں،

دوسری جگہ ہے (ص ۸۲)

والقوم اعرف بانسابھم ینقلہ	اہل یمن اپنے نسب کو زیادہ جانتے ہیں،
الباقی عن الماضی قولا وعملا متواترا	اور سلسلہ بہ سلسلہ نقل کرتے آئے ہیں کہ
انھم من ولد قحطان بن عابر	وہ قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں، ان کے
لا یعرف فوت غیر ذالک	سوا ان کا کوئی خیال نہیں،

البتہ پہلے خیال سے ہم کو اتفاق ہے، قحطان ایک مستقل قوم اور ایک مستقل سلطنت کا بانی تھا یمن میں اسکی اولاد موجود تھی اور سیکڑوں برس تک برسر حکومت رہی لیکن یہ کہنا کہ انصار بھی قحطان کی اولاد ہیں ہمارے نزدیک صحیح نہیں، اور یہ وہ خیال ہے جس کی تردید نہایت مشکل ہے، نسابہ عرب میں جو لوگ انصار کو قحطان کی اولاد مانتے ہیں ان کے دلائل اگرچہ کسی تاریخ میں مذکور نہیں تاہم ایسے مواقع پر وہ اشعار عرب سے استناد کرتے ہیں، اس بنا پر ہم اس دعویٰ کی تقویت کے لئے چند اشعار بھی درج کرتے ہیں، حضرت حسانؓ کا شعر ہے[3]،

تعلمتموا من منطق الشیخ یعرب	ابینا فصرتم معربین ذوی نفر

اس میں اگرچہ قحطان کا نام مذکور نہیں تاہم چونکہ یہ عدنانیوں (اسمٰعیلیوں) کے مقابلہ میں کہا گیا ہے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۷، [2] کتاب التنبیہ الاشراف ص ۸۱ [3] العرب واطوارہم ص ۳۱،

Marfat.com
Marfat.com

اس لئے ضرور ہے کہ یعرب۔ قحطان کی اولاد سے ہو اور تھا،

عبدالرحمن بن حسان یا نعمان بن بشیر کا شعر ہے[1]،

لنا من بنی قحطان سبعون تبعا اقرّت لها بالخرج منها الاعاجم

لیکن یہ دونوں شعر صحت کے لحاظ سے بالکل مشکوک ہیں، پہلا شعر جو حضرت حسان کی طرف منسوب ہے، انکے دیوان میں موجود نہیں، اور حسان کے اشعار کی نسبت عام فیصلہ ہی کہ

تنسب الیہ اشیاء لا تصح عنہ[2] ان کی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب ہیں جو ان سے ثابت نہیں،

دوسرے شعر کی یہ کیفیت ہے کہ خود کہنے والے کا پتہ نہیں، پھر مضمون ایسا ہی کہ اسکو دیکھکر ہنسی آجاتی ہے، عبدالرحمان ہوں یا نعمان کوئی بھی اتنا صریح جھوٹ گوارا نہیں کر سکتا تھا

ہمارا خیال یہ ہے کہ انصار قحطانی نہیں، بلکہ ثابت بن اسمٰعیل کی اولاد ہیں یعنی وہ عرب عاربہ نہیں بلکہ مستعربہ ہیں، یہ خیال مورخین اور نسابین کے خیال سے بالکل جدا ہی، اور ہم اسکو کسی قدر پھیلا کر لکھنا چاہتے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں، یہ بتلانا ضروری ہے، کہ اس باب میں ہمارا طریقۂ استدلال کیا ہوگا؟

مورخینِ عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرنے میں عموماً دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں (۱) نسابین کی روایت (۲) شعرائے قبیلہ کے اشعار، اور یہ دونوں چیزیں تنہا قابلِ اعتماد نہیں، نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل ہوتی ہیں کہ ان پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، پرانے نسب نامے اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام عالم آبائے تورات کے اندر سمٹ آیا ہی، مثلاً منوچہر حضرت اسحٰق کا پرتو ہے، صنہاجہ کتامہ سبا کی اولاد ہیں، ہند، یونان، ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں سام

---

[1] التنبیہ الاشراف ص ۸۵ [2] استیعاب ص ۳۰ ج ۱ [3] ابن اثیر ص ۱۱۵ و ۱۱۶ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حام اور یافث کی اولاد ہیں قحطان بن عابر (یہودیوں کے نزدیک) حام کی اولاد ہے وغیر ذلک یمن کے تبع، السحارۃ القریش کے نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں، یہانتک کہ طبری نے ایک جگہ اسکو سبا اصغر کی اولاد بتایا ہے لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں ہیں، وقس علیٰ ھذا،

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، یہ ظاہر ہے کہ عرب بالکل امی تھے اور ان میں لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا، اس بنا پر ان کے پاس قدما کا ذخیرہ کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت کا جو کچھ کلام ہم تک پہنچا ہے، بہت کم ہے، اور وہ بھی اسلام سے صدی دو صدی آگے کا نہیں،

اس کے علاوہ عرب میں بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈمڈ ہو گئے، چنانچہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبیلہ لخم سے تھا لیکن جبیر نے حضرت عمرؓ کے سامنے اسکو عجم بن قیس کی اولاد بتایا[1]، قضاعہ، انمار، بجیلہ اسمٰعیلی اور زراری تھے، اور مکہ ہی سے یمن گئے تھے لیکن امتداد زمانہ اور جہالت کے باعث قحطانیوں میں ضم ہو گئے اور جدید نسب نامے تیار کر لئے[2] اوروں کا بھی یہی حشر ہوا جن میں غسان، خزاعہ اور انصار بھی داخل ہیں، ایسی صورت میں ان قبائل کے شعراء اگر اپنے نسب نامے کسی غیر نسل تک پہنچائیں اور اسکو اشعار میں ظاہر کریں تو انکا کہانتک اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ انصار کے نسب نامہ میں سخت دقتیں واقع ہو گئی ہیں جن کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم قدیم طرز استدلال کو چھوڑ کر تحقیق و تفتیش کی ایک نئی راہ نکالیں جو نہایت صاف

[1] طبری ص ۲۴۵۵ ج ۵ [2] سیرت ابن ہشام ص ۱۱۱،۱۱۸ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

واضح اور مستقیم ہو، چنانچہ اس کے لئے ہم نے حسبِ ذیل ماخذ قرار دیئے ہیں،

(۱) قرآن مجید،

(۲) احادیث صحیحہ،

(۳) اشعارِ عرب، جو روایت اور درایت کے اصول سے صحیح ہوں،

(۴) اکتشافاتِ اثریہ،

۱۔ قرآن مجید سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اسکی صحت میں کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا، لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان قوموں کے نام آئے ہیں، جن کے حالات نہایت موثر اور عبرت خیز ہیں، اور چونکہ انصار اور تمام اسمٰعیلیوں نے جاہلیت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے، اس لئے قرآن مجید میں ان کا ذکر کیونکر آسکتا ہے،

۲۔ حدیث میں البتہ انصار کے متعلق کچھ اشارے اور تصریحیں موجود ہیں، مثلاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ

مر النبی صلعم علی نفر من اسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسلم کے پاس سے
ینتضلون فقال ارموا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا[1]	گذرے جو تیر اندازی میں مصروف تھے اور فرمایا آل اسمٰعیل! تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ قدر انداز تھا،

اسلم کا قبیلہ عرب میں خزاعہ کی اولاد مشہور تھا، اور خزاعہ، حارثہ بن مزیقیا کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا، چنانچہ امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسی طرح نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے، اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر[2] اور اس کے بعد لکھا ہے من خزاعۃ

[1] صحیح بخاری ص۴۰۸ ج ۱ باب التحریض علی الرمی [2] ایضاً ص۴۹۳ باب نزل القرآن بلسان قریش،

Marfat.com
Marfat.com

ہم کو اس وقت اس نسب نامہ کی صحت اور سقم سے بحث نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ ایک مسلم الثبوت قحطانی خاندان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمٰعیلی فرمایا، اور تمام مجمع نے اس کو قبول کیا،

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی ہے، وہ حضرت ہاجرہؓ کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے[۱] مخاطب ہو کر کہتے ہیں[۲]،

تلک امکم یا بنی ماء السماء — اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمھاری ماں تھیں،

ماء السماء عامر کا لقب ہے جو مزیقیا کا باپ تھا، ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ صرف ابوہریرہؓ اسکو بیان کر سکتے، اور نہ انصار میں اسکو کوئی سُن سکتا، اس حدیث کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملاؤ جس میں غیر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانے کی خبر دی گئی ہے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے،

مذکورۂ بالا حدیثیں بخاری میں متعدد جگہ آئی ہیں اور صحت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہیں کہ ان میں شک نہیں کیا جا سکتا، اس بنا پر ان سے زیادہ انصار کے اسمٰعیلی ہونے پر اور کوئی شہادت نہیں پیش کیجا سکتی، انہی وجوہ سے خطابی نے اہل یمن کو اسمٰعیلی کہا ہے، بخاری نے جامع صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام "باب نسبۃ الیمن الی اسمٰعیل" ہے، ابن حجر تحقیق و کاوش کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں، ھذا ھو الذی یرجح فی نفسی[۳]، قاضی عیاض بھی اسی کی طرف مائل ہیں[۴]، اور سعید سمہودی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے[۵]،

لیکن ان بزرگوں کی رایوں میں کچھ مبالغہ ہے، مذکورۂ بالا حدیثوں میں صرف دو قبیلوں کی

---

[۱] فتح الباری ۱۹۳ ج ۳ باب نسبۃ الیمن الی اسمٰعیل [۲] صحیح بخاری ص۴۷۱ ج ۲ باب اتخاذ السراری ومن اعتق جاریۃ ثم تزوجہا [۳] فتح الباری ص۳۹۱ ج ۶ [۴] عمدۃ القاری شرح عینی ص۲۵۵ ج ۱۵، مطبوعہ مصر [۵] خلاصۃ الوفا ص۸۱

Marfat.com
Marfat.com

نسبت تصریح آئی ہے، اسلئے ہم کو یہیں توقف کرنا چاہیئے، اصل یہ ہے کہ یمن میں کچھ قبیلے یقیناً اسمٰعیلی تھے جو قحطانی مشہور ہو گئے تھے، لیکن اس سے تمام یمن اور خود قحطان کا اسمٰعیلی ہونا لازم نہیں آتا،

(۳) اشعار عرب میں سے دو شعر ہمارے پاس نہایت مستند ذریعہ سے پہنچے ہیں، جو حضرت حسان کے دادا منذر بن عمرو کے ہیں، وہ کہتا ہے[1]

ورثنا من البهلول عمرو بن عامر ... وحارثة الغطريف مجدا مؤثلا

موارثة من آل لين بنت بن مالك ... ونبت بن اسمٰعيل ما ان تحولا

اس میں شاعر نے اپنے تمام سربرآوردہ بزرگوں کے اس ترتیب سے نام لئے ہیں، عمرو بن عامر، حارثۃ الغطریف، ثابت بن مالک اور پھر ثابت بن اسمٰعیل،

اسی شاعر کی ابو طاہر مقدسی نے جو نہایت قدیم مصنف ہے ایک روایت بھی نقل کی ہے وہ یہ ہے[2]

وقال المنذر بن حرام جد ... حسان بن ثابت بن المنذر فی الجاهلية

العمياء يذكر نسبه الى ... غسان .. ثم الى ثابت بن مالك

ثم الى ثابت اسمٰعيل بن ابراهيم

حسان بن ثابت کا دادا منذر بن حرام جو
زمانہ جاہلیت میں تھا انکا (اوس خزرج)
کا نسب غسان تک اور غسان سے ثابت بن
مالک تک اور ثابت بن مالک سے ثابت بن
اسمٰعیل بن ابراہیم تک پہنچاتا ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر اپنے کو غسان کا ہم نسب سمجھتا تھا، اور ان کا سلسلہ قحطان کے بجائے ثابت بن اسمٰعیل تک پہنچاتا تھا، اب اگر اس کے ساتھ اتنا اور بڑھایا جائے کہ یہ شاعر شاہانِ غسان کا معاصر تھا، اور یہ اشعار انہی کے زمانہ میں لکھے گئے تو انصار اور آل غسان کے نسب کے

---

[1] فتح الباری ص۲۹۳ ج ۷ [2] کتاب البدء والتاریخ لابی طاہر المقدسی المنسوب الی ابی زید البلخی ص۱۲۲ و ص۱۲۳ ج ۴

Marfat.com
Marfat.com

متعلق اس سے موثوق تر شہادت کوئی نہیں مل سکتی،

۴- اکتشافات اثریہ میں ہمیں حسب ذیل چیزوں سے بحث کرنا ہے،

(۱) نظام اجتماعی یا طرز بود و ماند (۲) زبان (۳) مذہب، (۴) نام (۵) قرابت (۶) شکل و صورت،

۱- نظام اجتماعی:- سامی زبانوں میں عرب کے معنی صحرا اور بادیہ کے ہیں، اس بنا پر عرب درحقیقت وہ ہیں جو بدوی بھی ہوں، یہی وجہ ہے کہ فراعنہ، اشوریوں اور فنیقیوں کے زمانہ میں عرب صرف شمالی حصہ کا نام تھا جو نیل سے دریائے فرات تک پھیلا ہوا ہے، اور یہ مسلم ہے کہ یہاں قاطبۃً اسمٰعیلی عربوں کی آبادی تھی،

انصار کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا، کہ ان کی زندگی بھی مدت تک بدویانہ رہی ہے، چنانچہ وہ نابت بن اسمٰعیل کی وفات کے بعد یمن گئے ہیں، اور ۱۰۰ء تک یعنی تقریباً ڈھائی ہزار برس عرب کے مختلف حصوں میں مارے مارے پھرے ہیں، قدیم تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف مزیقیا اور اسکی اولاد ہی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ سے یثرب کے قیام تک ان لوگوں نے سیکڑوں مقامات کی خاک چھانی ہے چنانچہ ان مقامات کے نام ہم نے انصار کی تاریخ میں لکھدیئے ہیں،

اس بدویت کے ساتھ انصار میں کسی قدر حضریت بھی پیدا ہوگئی تھی یعنی وہ مدینہ اگر کاشت کرتے تھے، قلعے بناتے تھے، اور یہ انکے قحطانی ہونے کا اثر تھا، اور اپنی حفاظت کیلئے قلعے تیار کرتے تھے،

۲- زبان:- قحطانیوں اور اسمٰعیلیوں میں دوسرا فرق زبان کا ہے، قحطانیوں (یا اہل یمن) کی زبان حمیری تھی اور وہ حجاز کی زبانوں سے بہت مختلف تھی، چنانچہ مورخ مسعودی نے اسکی صاف تصریح کی ہے وجد نا لغۃ ولد قحطان بخلاف لغۃ ولد نزار بن معد (مروج الذہب ص۱۰۰ ج۱) ہمدانی نے اس کو اور بھی مفصل بیان کیا ہے، مثلاً ایک یمنی قبیلہ (خثعم) کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں،

والخثعمی عربی یخلط حمیریۃ — اور خثعم کی زبان حمیری ملی ہوئی عربی ہے،

Marfat.com
Marfat.com

حیوان کی نسبت

فصاحا وفیهم حمیریة کثیرة	فصیح ہیں لیکن حمیری بہت بولتے ہیں،
اهل صنعا،	
فی اهلها بقایا من العربیة المحضة	اُن کے باشندوں میں کسی قدر خالص عربی
وبقیة من کلام حمیر،	اور کچھ حمیری باقی ہے،

شام، ایمان، مصالع، تخلی،

حمیریة محضة	ان کی زبان خالص حمیری ہے،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمیری عربی زبان سے بالکل جدا گانہ تھی، اور اگر عربی زبان کو جو مکہ میں رائج تھی، اور حمیر کو جو یمن میں رائج تھی، دونوں زبانوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں زبانوں کی اصل ایک تھی، لیکن ان میں جو جو تغیر مختلف اوقات اور مختلف مقامات کے لحاظ سے جس قسم کا اختلاف موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے بولنے والوں میں اخلاق و عادات کے لحاظ سے کتنا فرق تھا،

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یمن کی عربی حمیری زبان سے مخلوط تھی، اور اکثر مقامات میں غیر فصیح بھی تھی، بخلاف اس کے جس قدر شمال کی طرف بڑھو گے زبان زیادہ صاف اور شستہ ملے گی یہانتک کہ حجاز پہنچکر نظر آئیگا

کلما تیامنت فنجد السفلی فالشام والی دیار مضر، ودیار ربیعة فهما الفصاحة ...	حجاز، نجد سفلی، اور دمشام، دیار مضر اور دیار ربیعہ فصاحت کے معدن ہیں،

یمن اور حجاز کی عربی میں جس قسم کے اختلافات تھے انکو مختصر طور پر علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں بیان کیا ہے اور ہم طوالت کے خیال سے انکو قلم انداز کرتے ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

زبان کے اختلافات کے ساتھ حجاز و یمن کے رسم خط میں بھی اختلاف ہی، اہل یمن کا خط مسند تھا، بخلاف اس کے اہل حجاز کا نبطی اور ان دونوں میں بڑا فرق ہی،

(۳) مذہب، حجاز و یمن کے باشندوں میں بڑا فرق طرق عبادت اور بتوں کے ناموں کا ہی، اہل یمن یا بنو قحطان کے بت اہل بابل کے بتوں سے مشابہ تھے، مثلاً ان کے نام یہ تھے عشتار، ایل، بعل وغیرہ، بخلاف اس کے اسمٰعیلیوں کے بت ان سے بالکل علیحدہ تھے، چنانچہ انکے نام یہ ہیں لات، منات، عزیٰ، ہبل، وغیرہ، نبطیوں کے جن بتوں کا کتبات میں ذکر آیا ہی وہ یہ ہیں، ذوالشرا، خراشہ، لات عمند، منوت یا منوتو (منات) قیس یا قیسنہ،

اب انصار اور قریش کے بتوں کا ان بتوں سے مقابلہ کرو تو صاف معلوم ہوگا کہ انکے اور نبطیوں کے بت بالکل ایک تھے، چنانچہ ہم نے اوپر جو نام لکھے ہیں ان میں ذوالشریٰ، قبیلۂ دوس کا، لات ثقیف کا اور مناۃ انصار اور غسان کا بت تھا،

ہم اس سے بیخبر نہیں ہیں کہ اسماعیلیوں میں بھی بعض قبیلے بابلیوں کے بت پوجتے تھے، مثلاً قبیلہ ہذیل اور کلب بن وبرہ (قضاعہ) سواع اور ود کی پرستش کرتے تھے، لیکن یہ بالکل ترکی واقعات ہیں جن سے ہمارے کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

اہل حجاز اور اہل یمن کے ہاں عبادت کے طریقے اس قدر مختلف تھے کہ اسماعیلیوں میں حج و بت پرستی کے بعد بھی مذہب حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں، مثلاً حج کعبہ، چنانچہ انصار کے متعلق متفقاً مذکور ہی کہ وہ حج کرتے تھے، بخلاف اسکے اہل یمن کی نسبت اسکے مخالف شہادتیں ملتی ہیں، چنانچہ جب ابرہۃ الاشرم نے حج روکنے کیلئے کعبہ پر حملہ کیا ہی تو ان کے ساتھ یمنیوں کی ایک

---

۵۲ کامل ص ۵۲ قاموس ص ۹۴۹ ج ۲ ۵۳ سیرت ابن ہشام ص ۵ ج ۱ ۵۴ صحیح بخاری ص ۲۲۲ ج ۱ باب وجوب الصفا والمروۃ الخ وطبقات ابن سعد ص ۱۰۶ ج ۲ قسم ۱ ۵۵ سیرت ابن ہشام ص ۴۸ ج ۱ ۵۶ صحیح بخاری ص ۲۴۲ ج ۱ باب قول اللہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم۔

Marfat.com
Marfat.com

جماعت تھی جس کا سرغنہ خاطہ حمیری تھا، اور خود بادشاہ حمیر بھی اسکے ساتھ آیا تھا۔ اب اگر انصار یمانی النسل تھے تو انکو قدرۃً ابرہہ کے حملہ سے خوش ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ کعبہ کے بجائے یمن میں ایک دوسرا کعبہ بنایا گیا تھا، اور ابرہہ اسکی طرف تمام عرب کو بجبر مائل کرنا چاہتا تھا، لیکن واقعات شاہد ہیں کہ انصار کو مسرت نہیں بلکہ حد درجہ غم ہوا، اور جس طرح قریش نے اس حملہ کی نسبت نہایت پر درد اشعار لکھے، انصار نے بھی لکھے، چنانچہ انکے ایک شاعر ابو قیس صیفی بن اسلت نے متعدد قصیدوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے[۵۱]،

ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا[۵۲]، انصار کے مورثوں میں ایک شخص کا نام تیم اللات ہے، اسکے نسبت یہ روایت ہے کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا، اور اسی وجہ سے بخار مشہور ہوا[۵۳]، اسکے ماسوا انصار نے مسلمان ہوئے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا ہے لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان لوگوں نے مسلمان ہو کر ختنہ بھی کیا تھا،

(۴) نام، ہر قوم کے ناموں میں کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیاز پایا جاتا ہے، قحطانی اور عدنانی قوموں کے ناموں میں بھی صریح تفاوت موجود ہے، قحطانیوں کے نام حمورابیوں یا بابلیوں سے ملتے جلتے ہیں جیسے اب، یذع، یقمع، یشجب، سعدی کرب، ابوکرب۔ عدنان، الیشرح، کرب ایل، ذمر علی، وہب ایل، یاسر انعم، شمر یرعش، بخلاف اس کے اسماعیلیوں کے نام ان سے بالکل الگ ہوتے تھے مثلاً اسد، نمر، ثعلبہ، کلب، بکر، صخر، ثعبان، ہبل وغیرہ اس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ قحطانی مدت سے صاحب حکومت تھے اور انھوں نے مال و دولت کے آغوش میں پرورش پائی تھی، اسلئے انکے ناموں میں تمدن کی جھلک

---

[۵۱] سیرت ابن ہشام ص۳۳ ج۱ [۵۲] طبری ص۴۴ ج۱ [۵۳] سیرت ابن ہشام ص۶۰ ج۱ [۵۴] صحیح بخاری ص۴۷۴ ج۱ باب قول اللہ عزوجل: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا الخ [۵۵] عمدۃ القاری عینی ص۵ ج۸،

Marfat.com
Marfat.com

نظر آتی تھی، بخلاف اس کے اسمٰعیلی ازل سے بدو تھے، اس لئے حالات گرد و پیش کے اثر سے کتا بھیڑیا، شیر، چیتا، پہاڑ، پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے، کیونکہ یہی چیزیں ہر وقت ان کی نگاہ کے سامنے رہتی تھیں انصار، قریش اور نبطیوں کے ناموں میں یہ فرق صاف معلوم ہوگا مثلاً

قریش کے نام یہ ہیں، فہر، کنانہ، نزار، مضر، زہرہ، عدی، کعب، سعد، عمرو، عثمان، حرب، خالد،

نبطیوں کے نام یہ ہیں، حارث، عبادہ، مالک، جمیلہ،

انصار کے نام یہ ہیں، غضب، خزرج، اوس، خالد، زید، کلیب، ثعلبہ، غنم، عبادہ، عمرو، عامر، حارثہ،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اور قریش کے نام، قحطانیوں کی بہ نسبت نبطیوں سے زیادہ ملتے ہیں،

۵ قرابت:- یہ مسلم ہے کہ عرب میں خاندان اور کفو کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا، انصار کے اسمٰعیلی ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ انکی قرابتیں مکہ میں اور خاص قریش میں ہوتی تھیں، چنانچہ اسکو ہم کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں،

انصار کے مورثین میں ایک شخص کا نام ازد ہے، جس کی نسبت حضرت حسانؓ کہتے ہیں[1]،

اما سألت فانا معشر نجب الا ترى نسبتنا و لماء غسان

قریش کی اسکی اولاد سے قرابتیں نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہیں، چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثۃ الغطریف کی حقیقی پوتی تھی[2]،

کنانہ کے بعد غالب بن فہر نے قبیلۂ خزاعہ میں شادی کی[3]، اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہے کہ وہ عمرو مزیقیاء کی اولاد تھا[4]،

مرہ بن کعب نے جو غالب کی نسل سے تھا، ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھی،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ص ۱۰۳ ج ۱ [2] تاریخ یعقوبی ص ۲۶۲ ج ۱ [3] سیرۃ ابن ہشام ص ۸۰ ج ۱ [4] یعقوبی ص ۲۳۰ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

اور بارق متفقاً مزیقیا رکی نسل تسلیم کیا جاتا تھا،

قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا، جن سے عبد مناف پیدا ہوئے،[۲]

ہاشم بن عبد مناف نے سلمی بنت عمرو سے شادی کی جو خاندانِ بنو نجار سے تھیں، عبد المطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد بزرگوار تھے، انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

رفت شیبۃ والبطحاء قد جعلت ابناءہا حولہ بالبذل تنتضل

ہاشم نے نتیلہ بن خزرج میں بھی ایک شادی کی تھی، اور ابو صیفی انہی سے پیدا ہوئے تھے،[۳]

عبد المطلب نے قبیلۂ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں، جن سے ابو لہب اور حجل پیدا ہوئے تھے،[۴]

عبد المطلب کے بیٹوں میں مقوم اور حضرت حمزہؓ کا نکاح مدینہ میں ہوا، چنانچہ مقوم کی بیوی مالک بن نجار کے خاندان سے تھیں، حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں ایک بیوی بنو نجار سے تھیں اور دوسری قبیلۂ اوس سے، جو بنو نجار سے تھیں ان کا نام خولہ بنت قیس تھا،[۵]

ان لوگوں کے علاوہ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کئے تھے، چنانچہ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں،

انیس بن قتادہ، عمرو بن عوف کے خاندان سے تھے، ان کی شادی جنامہ بنت وہب سے ہوئی، جو بنو اسد (خزیمہ بن مدرکہ کی اولاد) سے تھیں،[۵]

ابو قیس بن اسلت قبیلہ اوس سے تھے، ارنب بنت اسد سے جو قصی بن کلاب کے خاندان سے تھیں، شادی کی، ارنب حضرت خدیجہؓ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی دادی ہوتی تھیں،[۵]

خیر یہ تو زمانۂ جاہلیت کا زمانہ تھا، اسلام کے زمانہ میں مہاجرین سے مدینہ آکر جو قرابتیں کیں وہ

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص۶ ج۱ [۲] طبری ص۱۰۹۱ ج۲ [۳] سیرت ابن ہشام ص۶ ج۱ [۴] یعقوبی ص۲۹ ج۱

[۵] زرقانی ص۲ ج۳ مسند ص۴۱۲ ج۶ [۵] اسد الغابہ ص۳۱۱ ج۵ [۵] سیرت ابن ہشام ص۱۴۸ ج۳،

Marfat.com
Marfat.com

ان سے الگ ہیں، مہاجرین مکہ سے عموماً یکہ و تنہا آئے تھے، کیونکہ ان میں سے مہتوں کی بیویاں یا تو علانیہ اسلام سے منحرف تھیں یا ہجرت کرنے میں ان کے خاندان مزاحم تھے، اس بنا پر مدینہ آکر مہاجرین نے انصار میں شادیاں شروع کیں، چنانچہ مسند احمد میں ہے[1]،

لما قدم المهاجرون المدينة — یعنی جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار کی

على الانصار تزوجوا من نسائهم — عورتوں سے شادیاں کیں،

چونکہ مہاجرین عموماً قریشی تھے اور قریش سے انصار کی قدیم قرابتیں چلی آتی تھیں، اسلئے انصار کو ان سے قرابت کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؟ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انصار کے مختلف خاندانوں میں شادیاں کیں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دو نکاح کئے جن میں سے ایک کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے[2]، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں کوئی شادی نہیں کی لیکن اس شرف سے نہ صرف انصار بلکہ خود بنو ہاشم بھی محروم رہے، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیب (حضرت عباسؓ کی صاحبزادی) کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ میری زندگی میں جوان ہو گئی تو تو اس سے نکاح کرونگا لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی انتقال فرما گئے[3]، انصار کے متعلق بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن جب انصار کی غیرت کا خیال آیا تو یہ خیال چھوڑ دیا[4]،

(۶) **شکل و صورت**:۔ انصار شکل و شباہت میں بھی اسماعیلیوں سے مشابہ تھے، انکا عام حلیہ یہ تھا کہ وہ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور صاف ستھرے ہوتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ہے،

---

[1] مسند ص۳۱۵ ج ۶ [2] صحیح بخاری ص۷۵۵ ج ۲ باب قول الرجل لاخیہ انظر ای زوجتی شئت الخ
[3] اسد الغابہ ص۵۶۲ ج ۵، [4] طبقات ابن سعد ج ۸ ص۳۲۶،

Marfat.com
Marfat.com

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ (منافقون)	اور تم جب ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں،

اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں لکھا ہے،

کانوا رجالاً اجمل شئ	یعنی وہ نہایت خوبصورت لوگ تھے،

یہ ظاہر ہے کہ منافقین انصار ہی کے قبیلوں سے تھے، چنانچہ عبداللہ ابن ابی جو راس المنافقین تھا اور جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی خود انصار کے ایک قبیلہ کا سردار تھا، اس کے ماسوا انصار میں بہت سے بزرگوں کے حالات ہم انکے حالات میں لکھیں گے، انکو پڑھ کر ایک مرتبہ قریش کے حلیوں پر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوگا کہ دونوں قوموں کی شکل و شباہت میں کچھ فرق نہیں، بخلاف اس کے قحطانی چونکہ یمن میں رہتے تھے اس لئے انکا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا چنانچہ عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید میں ذکر آیا ہے،

بہرحال انصار کے نسب نامہ کے متعلق ہماری جو رائے تھی اسکو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھدیا ہے، متقدمین کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں، اور اب ناظرین کو موقع ہے کہ ان رایوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دے لیں،

انصار کی تاریخ

مورخین عرب کا بیان

چونکہ عرب کے مورخین انصار کو قحطان کی اولاد سمجھتے ہیں، اسلئے وہ انکی تاریخ قحطان کے عہد سے شروع کرتے ہیں، قحطان کی اولاد میں عبد شمس نامی ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور ہے اور یمن کی سبائی سلطنت کا بانی سمجھا جاتا ہے، اس کے دو بیٹے تھے حمیر اور کہلان، اس نے اپنی وفات کے وقت دونوں بیٹوں، خاندان شاہی اور عمائد سلطنت کو طلب کیا اور وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا بڑا

Marfat.com
Marfat.com

لڑکا ہی، سلطنت کا دایاں قطعہ اور کھلان کو بایاں قطعہ دینا، چونکہ داہنے ہاتھ کے لئے تلوار کوڑے اور قلم کی ضرورت ہوتی ہی اور بائیں کے لئے عنان، ڈھال اور کمان کی، اس لئے سب نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنانا چاہئے اور کھلان صرف سلطنت کا محافظ رہیگا، چنانچہ حمیر یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد اسکی اولاد نسلاً بعد نسلٍ مسند حکومت پر متمکن ہوتی رہی، کھلان اور اسکی اولاد سلطنت کے استحکام حفاظت اور مدافعت کا کام انجام دیتی تھی، الحارث الرائش کے زمانہ میں عامر بن حارثہ جو ماء السماء کے لقب سے مشہور ہی اور اس کے بعد اسکا بیٹا عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے، عمرو کی بیوی نے جس کا نام طریفہ بنت جبر تھا اور کاہنہ تھی ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہو گیا ہی، بجلی نے چمک چمک کر تمام یمن میں زلزلہ ڈال دیا ہی، اور جہاں گرتی ہی وہ مقام ایک تودہ خاکستر ہو جاتا ہی، گھبرا کر اٹھی تو عمرو سے یہ خواب بیان کیا اور کہا اب خیر نہیں، عمرو نے کہا پھر کیا کرنا چاہئے؟ بولی کہ یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہئے ورنہ دیوار (عرم) ٹوٹنے والی ہی جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائیگا،

عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعۃً کوچ نہیں کر سکتا تھا، اس کے علاوہ لوگوں سے کیا کہتا؟ اس لئے اس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے ثعلبہ سے کہا کہ میں تمکو ازدیوں کے سامنے کوئی حکم دونگا، تم اسکی تعمیل سے انکار کرنا اور جب تنبیہ کروں تو ایک تھپڑ مارنا، ثعلبہ نے کہا یہ گستاخی کیونکر ممکن ہی، بولا کہ مصلحت اسی میں ہی، غرض تمام سرداروں کو ایک پرتکلف دعوت دی، جب سب جمع ہو گئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا، اس نے انکار کیا تو عمرو نے نیزہ اٹھایا، ثعلبہ نے فوراً ایک تھپڑ کھینچ مارا، عمرو بولا ہائے افسوس! یہ ذلت! اتنا سننا تھا کہ ثعلبہ کے بھائی اسکے قتل پر کمربستہ ہو گئے، عمرو نے روکا اور کہا، اسکو چھوڑ دو، میں اپنی جائداد فروخت کر کے کہیں نکل جاتا ہوں، اور اسکو اس گستاخی کے عوض ایک حبہ بھی نہ دونگا، غرض اس بہانہ

Marfat.com
Marfat.com

سے عمرو نے اپنی تمام جائداد نہایت اچھے داموں فروخت کی اور اپنے بیٹوں، پوتوں، اور کنبہ والوں کو لے کر یمن سے نکل کھڑا ہوا، اس کے بعد یمن میں عام تباہی آئی اور سد عرم ٹوٹ گیا،

عمرو نے مارب سے نکل کر بلاد عک میں پناہ لی اور اپنے تین بیٹوں یعنی حارث، مالک، اور حارثہ کو آگے روانہ کیا، یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی، اور ثعلبۃ الغنقاء اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا،[1] اس کے بعد ان لوگوں نے عک سے بھی کوچ کیا، اور عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئے، چنانچہ خزاعہ، حجاز (مکہ) میں، غسان شام میں، اوس و خزرج، یثرب میں مقیم ہوئے،[2] اور اس طرح سبا اولیٰ کا خاتمہ ہوگیا، عرب میں یہ مثل "تفرقوا ایدی سبا" اسی وقت سے مستعمل ہوئی،

یہ روایت اگرچہ تمام تر خرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس میں اصولی حیثیت سے جو غلطیاں ہیں ان کا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے،

(۱) مزیقیا نے محض ایک کاہنہ کے کہنے سے یمن کو خیرباد کہا، اور چاروں طرف مارا مارا پھرا، نہایت لغو ہے، اور اگر ہمارے مورخین کی یہ روایت صحیح ہے کہ "عمران بن عامر اور اس کا بھائی عمرو (مزیقیا) یمن کے بادشاہ تھے اور عمران کے زمانہ میں سلطنت حمیر سے کہلان میں منتقل ہوگئی تھی،[3] تو اس لغویت کی کیا انتہا رہ جاتی ہے،

(۲) بند، مارب میں تھا، اس لیے اس کے ٹوٹنے سے تمام یمن تباہ نہیں ہوا سکتا تھا، اور نہ اس لیے مزیقیا کو مارب چھوڑنے کی ضرورت تھی نہ کہ تمام یمن کی،

(۳) یہ بند، مزیقیا کے بعد بھی کئی بار ٹوٹا ہے، چنانچہ ابرہۃ کے زمانہ میں بھی ۴۴۲ء (۶۵۷ حمیری) میں ٹوٹ گیا تھا، لیکن اسکی مرمت کرادی گئی، اور جیسا کہ ابرہۃ نے کتبہ میں ظاہر کیا ہے، اسکی تعمیر میں ۱۱ ماہ،

---

[1] العقود اللؤلؤیۃ ص ۱۲ ج ۱، [2] ابن اثیر ص ۲۹۲ ج ۱، [3] تاریخ ابو الفدا ص ۶۰ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اٹھاون دن صرف ہوئے تھے،[1] عمرو مزیقیا، جو عرب مورخین کے نزدیک بڑے سطوت و جبروت کا بادشاہ گذرا ہے کیا اس کی تعمیر سے عاجز تھا؟

(۴) سب سے اخیر یہ کہ سبا اولیٰ کی تباہی سیلاب کی وجہ سے نہیں ہوئی، اسکی وجہ سے مارب کے صرف وہ باغ ویران ہوئے جو اسکے دائین اور بائین واقع تھے، اور جن کو قرآن مجید نے "جنتین" کے نام سے یاد کیا ہے، سبا کی بربادی کا اصلی راز حبش پر اکسومی خاندان کا تسلط، شمالی عرب میں اسماعیلیون کا خروج، اور یمن میں حمیر کا ظہور تھا، جس کی وجہ سے انکی نوآبادیان نکل گئین، تجارت مسدود ہوگئی، اور قوت و شوکت کا شیرازہ بکھر گیا،

ہمارا خیال

ہم انصار کو نابط کی اولاد بتلا چکے ہین، اس لیے ہم کو ان کی تاریخ نابط کے عہد سے شروع کرنا چاہیئے،

نابط نابط (نابت) یا نبت، عبرانی مین نبایوت (נבית) ہے، توراۃ مین ان کا نام حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹون کے سلسلہ مین آیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے،[2] مورخین عرب نے بھی انکا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں،[3]

من نابت وقیدار نشر اللہ العرب	یعنی خدا نے عرب کو نابت اور قیدار سے پھیلایا،

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں لکھا ہے،[4]

ولی البیت بعد اسماعیل بنہ نابت	یعنی حضرت اسماعیلؑ کے بعد کعبہ کی تولیت ان کے بیٹے نابت کو پہنچی،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابت، مکہ مین رہتے تھے، اور خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے تعمیر کیا تھا، ان کی تولیت مین تھا، اس کے علاوہ ان کے حالات کچھ معلوم نہیں، اور معلوم بھی کیونکر ہون،

---

[1] Smith 1897، [2] سفر تکوین ۲۵-۱۳، [3] تاریخ طبری ص ۳۵۲ ج ۱، [4] سیرت ابن ہشام ص ۶۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اس زمانہ تک اسماعیلی عربوں نے کوئی تمدن پیدا نہیں کیا تھا، بلکہ محض بدویانہ حیثیت سے رہتے تھے،

نابط کی اولاد چونکہ مکہ کی سرزمین بالکل بے آب وگیاہ تھی، اس لیے نابت کی وفات کے بعد ان کی اور ان کے بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں جاکر آباد ہوگئی[1]، چنانچہ دومۃ الجندل میں تیما، نجد میں، نابیش، وادی القریٰ میں، مسا، حدر (حدد) قیدماہ، یمن میں، اور نابت کی اولاد عرب کے شمالی مغربی حصہ میں مقیم ہوئی، لیکن قیدار بن اسمٰعیل اب تک مکہ ہی میں تھے[2]، لیکن جب مضاض یمنی نے خانۂ کعبہ پر قبضہ کرلیا[3]، تو انھوں نے بھی مکہ کی سکونت ترک کردی اور کاظمہ، عمر ذی کندہ، اور شعثمین وغیرہ میں جا بسے، اور اس طرح حضرت موسیٰؑ کے اس بیان کی تصدیق کی، جس میں انھوں نے آل اسمٰعیلؑ کی آبادی کی نسبت فرمایا ہے کہ "وہ حویلاہ (یمن سے شور (شام) تک آباد ہوئے[4]"

انباط اوپر گذر چکا ہے کہ نابت کی اولاد، حجاز کے شمالی حصہ میں مقیم ہوئی تھی، چنانچہ یہاں انھوں نے ایک زمانہ کے بعد حضرت مسیحؑ سے چار سو برس پہلے ایک حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولۃ الانباط کے نام سے مشہور ہے، اس کی حکومت کا پایۂ تخت حجر (پٹرا) تھا جس کو یہودی "سلاع" یا عربی میں کہتے ہیں، سکندر اعظم کے زمانہ میں یہ حکومت اس درجہ قوی تھی کہ جب اس نے ایران، مصر پر فوج کشی کی تو اسکی فوجیں بھی رومی فوجوں کے پہلو بہ پہلو لڑ رہی تھیں، انٹیگون (Antigon) جانشین سکندر نے ۶۲ ق م میں اس پر حملہ کیا، لیکن شکست کھائی، اس کے بعد ڈیمتریوس نے پٹرا کا محاصرہ کیا، اور ناکام واپس ہوا[5]،

۲۰۰ ق م میں نبطی حکومت نہایت پرزور ہوگئی اور سبا کا (شمال سے اکھاڑ دیا[6]، ۶۲ ق م میں حارث تخت نشین ہوا، جو اس حکومت کا سب سے بڑا بادشاہ گذرا ہے، اس کے عہد میں اس حکومت کے

---

[1] یعقوبی ص ۲۵۳ ج ۱ [2] الاخبار الطوال ص ۱۱ [3] طبری ص ۱۱۳۱ ج ۲ [4] تکوین ۲۵-۱۸،

Encyclsbrepuol „P264 و Sharpe 1.274 [5]

Marfat.com
Marfat.com

حدود، جنوب مین وادی القریٰ تک، مشرق مین حدود عراق تک، اور مغرب مین جزیرہ نمائے سینا تک تھے، اسطرابواس (Strabo) نے نبطیون کا ملک اس سے بھی وسیع بتایا ہے، اور بائبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے زمانہ مین نہایت مشہور اور زبردست تھی،[1]

غرض دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک نبطیون نے نہایت زور و قوت کے ساتھ حکومت کی، یہان تک کہ ۱۰۶ء مین ٹراگان شاہنشاہ روم نے ایک کثیر لشکر بھیجکر ان کو بالکل برباد کردیا، وشجان من یرث الارض ومن علیھا!

ازد انباط کی طرح آل نابت کی ایک شاخ اور بھی ہے، جو کسی نامعلوم زمانہ مین یمن جاکر آباد ہوئی، ہماری مراد اس سے قبیلۂ ازد یا اسد[2] ہے، جو نبت بن مالک[3] کی اولاد مین تھا، چنانچہ حضرت حسانؓ کہتے ہیں[4]

اما سالت فانا معشر نجب ۔۔۔ الازد نسبتنا والماء عثمان

ونحن بنو الغوث بن نبت بن مالک ابن ۔۔۔ زید بن کھلان واھل المفاخر

من تک عنا معشر الاسد سائلا ۔۔۔ فنحن بنو الغوث بن زید بن مالک

اوپر گذر چکا ہے کہ اسماعیلیون کے چند خاندان، یمن مین مقیم ہوئے تھے، غالباً اسی زمانہ مین یا اس کے بعد یہ لوگ بھی یمن گئے ہون گے، چنانچہ ان کی اقامت کا سب سے پہلے مارب مین پتہ چلتا ہے، جب یہ خاندان وسیع ہوا تو قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بنا پر مارب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی، اس زمانہ مین اس خاندان کا رئیس عمرو بن عامر تھا، جو تاریخ عرب مین مزیقیا کے لقب سے مشہور ہے، اور جو تمام انصار و عثمان کا مورث اعلیٰ ہے، چنانچہ اوس بن حارثہ پدر قبیلۂ اوس کہتا ہے،[5]

تقربھم من آل عمرو بن عامر ۔۔۔ عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

---

[1] اشعیاء ۶۰-۷، [2] البتہ والاشراف ص۳۳، [3] الشاب سمعانی ص۱۰۶، [4] سیرت ابن ہشام ص۱۰، ج۱، [5] یعقوبی ص۲۳۰ ج۱، [6] دیوان حسان ص۱۰، [7] خلاصۃ الوفا ص۳۰،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حسانؓ فرماتے ہیں،

اروني سعود اكالسعود التي سمت　　بمكة من اولاد عمرو بن عامر[1]

الم ترنا اولاد عمرو بن عامر　　لنا شرف يعلو على كل مرتق[2]

كجفنة والقمقام عمرو بن عامر　　واولاد ماء المزن وابني محرق

حضرت اوس بنؓ صامت کا شعر ہے[3]،

انا ابن مزيقيا عمرو وجدي　　ابو عامر ماء السماء

انصار کی تاریخ اسی کے زمانہ سے روشنی میں آئی ہے، چنانچہ اس کے اور اسکی اولاد کے مقاماتِ سفر نہایت تفصیل سے کتابون مین قلمبند ہیں، اور ہم ان ہی کی مدد سے انصار کی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہین،

عمرو نے اولاً مالک بن یمان اور قبیلہ ازد کو لے کر مارب[1] سے کوچ کیا، نواح خولان[2]، سرزمین عنس[3]، اور کشت زار صنعا[4] مین قیام کرتے ہوئے ازال[5] اور ہمدان[6] مین مقیم ہوئے، چونکہ آدمیون کا ایک جم غفیر ساتھ تھا، اور اونٹ، گھوڑے، گائے، بکریان بھی بافراط تھین، اس لیے ان کو شاداب مقامون کی تلاش رہتی تھی، اور ان کے آدمی اس مقصد کے لیے عرب کے مختلف حصون مین گشت لگاتے تھے جب پانی اور سبزی کا ذخیرہ ختم ہوجاتا اور کسی دوسرے مقام کی اطلاع ملتی تو وہان روانہ ہوجاتے اور اس جگہ کو چھوڑ دیتے تھے، ہمدانی لکھتے ہیں[7]

فاقبلوا لا يمرون بماء الا انتزحوه　　یہ لوگ جہان جاتے تھے پانی کو صاف کر دیتے

ولا بكلأ الا سحقوه .....　　تھے اور گھاس کو چرا دیتے تھے،

غرض کچھ زمانہ تک ازال اور ہمدان مین ٹھہرنے کے بعد جب پہاڑون پر چڑھنے کی قوت پیدا ہوگئی تو سہام[8] اور رمع[9] کی سمت سے پہاڑون پر چڑھ کر وادی ذوال[10] مین اترے اور

---

[1] اصابہ ص۷۰ ج ۲، [2] دیوان حسان ص ۴، ۵، ۷، [3] استیعاب ص۳۵ ج ۱، [4] صفت جزیرۃ العرب ص۲۰۰،

Marfat.com
Marfat.com

قبیلۂ غافق کو شکست دی[1]، اس کے بعد یہان سے نکل کر تہامہ یا غور کے اس حصہ میں قیام کیا جہان قبیلۂ عک کی آبادی تھی، یہ ایک تالاب تھا جس کا نام عنّان تھا[2]، قبیلۂ عک جو ایک اسماعیلی قبیلہ تھا، یمن آکر آباد ہوا تھا، چنانچہ عباس بن مرواس عدنانی کہتا ہے[3]

وعك بن عدنان الذين تلعبوا بعنان حتى طردوا كل مطرد

عمرو بن عامر کے عنّان پر مقیم ہونے کی شہادت حضرت حسانؓ کے ایک شعر سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں[4]:-

اما سألت فانا معشر نجب الازد نسبتنا والماء عنان

لیکن اس کے قیام کا زمانہ مورخین عرب متعین نہیں کرتے، البتہ یونانی مورخین نے متعین کیا ہے، چنانچہ بطلیموس نے ۲۰۰ء کے اواسط میں قبیلۂ عنان کا تذکرہ کیا ہے[5]، اور یہ معلوم ہے کہ عنان اور مزیقیا، کوئی جداگانہ چیز نہیں[6]،

معارف ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اولاد عک سے کسی قدر دور رہکونت اختیار کی تھی، لیکن جب وبا پھیلی اور عمرو نے انتقال کیا تو ثعلبہ بن عمرو نے جو غنقا کے لقب سے مشہور ہے، عک کے رئیس شملقہ بن الجباب کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے ہان کی آب و ہوا خراب ہو گئی ہے، اس لیے ہم تمہارے پاس آنا چاہتے ہین، اور چند روز ٹھہر کر کہیں اور چلے جائیں گے، لیکن عک نے اس کو نامنظور کیا، اور دونون قبیلون میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی، جس مین عک نے شکست کھائی، اور شملقہ مارا گیا، اب ثعلبہ کو عنان مین رہنے کا موقع تھا لیکن جیسا کہ علامۂ ہمدانی نے لکھا ہے، عک کا تمام خاندان ان لوگون کا دشمن ہو گیا تھا، اس کے

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص۲۰۹ [2] عقد الفرید ص۵۲ ج ۲ [3] سیرت ابن ہشام ص۷ ج ۱ [4] خلاصۃ الوفا، ص۲۰۲،
[5] اسپرنگر ۴۲ و ۵۲ [6] تاریخ یعقوبی ص۲۳۲ ج ۱،

58934

Marfat.com
Marfat.com

علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا، سخت چالاک اور مکار واقع ہوا تھا، اس کی چال بازیون نے ثعلبہ کو اور بھی تکلیفین پہونچائین، جن کی وجہ سے وہ غسان سے کوچ کرنے پر بالکل آمادہ ہوگیا،[1]

ثعلبۃ العنقاء، عمرو مزیقیا، کا سب سے بڑا لڑکا اور اوس و خزرج کا جد اعلیٰ ہے حضرت حسانؓ اس کی نسبت فرماتے ہیں،[2]

ولدنا بنی العنقاء وابنی محرق فاکرم بنا خالا واکرم بنا ابنما

اس نے بلاد عک سے نکل کر نجران میں اقامت کی اور یہان قبیلۂ مذحج سے جنگ ہوئی،[3] اس کے بعد حجاز کا قصد کیا، اور چلتے پھرتے مکہ کے قریب آکر فروکش ہوا، مکہ میں قبیلۂ جرہم آباد تھا، اس لیے ثعلبہ نے اس سے سکونت کی اجازت طلب کی اور کہلا بھیجا کہ "ہم جہان گئے وہان ہما انہایت تپاک سے خیر مقدم ہوا ہے، اس بنا پر ہم تم سے بھی اسی کے آرزو مند ہیں، ہم کو چند روز مکہ میں قیام کرنے دو، جس وقت کوئی عمدہ اور پر فضا مقام مل جائے گا، یہاں سے چلے جائیں گے، ہمارے آدمی شام اور مشرق مین اس غرض سے گئے ہوئے ہیں، لیکن جرہم پر ان باتون کا کچھ اثر نہ پڑا، اور اس کو ٹھہرانے سے صاف انکار کردیا، ثعلبہ نے کہا "اب ہم ضرور ٹھہریں گے، خواہ تم خوش ہو یا ناخوش"۔ غرض تین دن تک لڑائی ہوئی، جس میں جرہم نے شکست کھائی،[4] اور ثعلبہ نے مکہ، طوی یا سراۃ (عرفہ کا پہاڑ) سروم، اور حدود طائف تک تمام مقامات پر قبضہ کرلیا،[5]

چونکہ یہان کی آب و ہوا ان لوگون کے ناموافق تھی، اس لیے ایک ہی سال قیام

[1] صفہ جزیرۃ العرب ص۲۰۹ [2] دیوان حسان ص۹۷ [3] تاریخ یعقوبی ص۲۳۲ ج۱ [4] خلاصۃ الوفا ص۸۲
[5] صفہ جزیرۃ العرب ص۲۱۰،

Marfat.com
Marfat.com

کے بعد بخار مین مبتلا ہوگئے،[1] اور ثعلبہ مکہ میں وفات پاگیا، اب ان قبائل کو دوسرے مقامات تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ ثعلبہ کی اولاد مکہ سے نکل کر ثعلبیہ اور ذی قار تک مقیم ہوئی، اور وہان کے تالاب پر قبضہ کرلیا،[2] خزاعہ نے مکہ ہی میں رہنا پسند کیا، اور تمام وادی مر (مرالظہران) پر اپنا تسلط جمالیا، عوف بن ایوب انصاری سلمی کہتے ہین،[3]

فلما هبطنا بطن مر تخزعت خزاعة منا فی حلول کداکد

اسماعیل بن رافع انصاری کا شعر ہے،[4]

فلما هبطنا بطن مکة احمدت خزاعة دار الاکل المتخامل

نضر بن ازد نے عمان اور بحرین مین اقامت کی،[5] مالک بن فہم نے عراق کا راستہ لیا، اور جفنہ بن عمرو نے شام کی سکونت اختیار کی، غرض اس طرح یہ تمام قبائل نجد، یمامہ، بحرین، عمان، عراق، حجاز اور شام تک پھیل گئے،[6]

اوس وخزرج ثعلبہ مین ان قبائل کی جو شاخ قیام پذیر تھی، جب اس کی تعداد میں اضافہ ہوگیا، تو وہ اس مقام سے کوچ کرکے یثرب کی سمت روانہ ہوئی، اور قریظہ، نضیر، خیبر، تیماء وادی القری کے درمیان اقامت کی اور ان کا بیشتر حصہ یثرب میں اترا،[7] اور صرار میں مقیم ہوا،[8]

یثرب میں اس وقت یہودیون کی آبادی تھی، جو بقول بعض حضرت سلیمانؑ کے زمانہ یا ایک خیال کے مطابق بخت نصر (بخت نصر) کی تباہی بیت المقدس کے بعد سے عرب مین آباد ہوئے،[9] اور یثرب اس کے نواح پر قابض تھے، اوس وخزرج نے یہان قلعے اور مکانات بناکر رہنا شروع کیا،[10] اور یہود سے جان ومال کی محافظت کا عہد وپیمان

---

[1] خلاصۃ الوفا، ص۸۲، [2] معجم البلدان ص۲۵۶ ج۱، [3] ابوالفداء ص۱۰۱ ج۱، [4] سیرت ابن ہشام ص۵۲ ج۱، [5] صفۃ جزیرۃ العرب ص۲۱۰، [6] معجم البلدان ص۳۵۶ ج۱، [7] آغانی ص۹۵ ج۱۶،

Marfat.com
Marfat.com

گزرا، اور یہود سالانہ کچھ خراج دیتے رہے[1]، لیکن جب ان کی اولاد اور مال و دولت میں ترقی ہونے لگی تو یہودی خائف ہوئے کہ مبادا کہیں ہم پر غالب نہ آجائیں، اوس و خزرج کو بھی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہودی ان کو جلاوطن نہ کردیں، اس بنا پر سخت کشمکش پیدا ہوئی، اور دونوں قبیلے جنگ و جدل پر بالکل آمادہ ہوگئے،

مالک بن عجلان کے زمانہ میں جو اوس و خزرج کا سردار تھا[2] اور سالم بن عوف ابن خزرج کے خاندان سے تھا، فیطون، یہودیوں کا سردار مقرر ہوا، چونکہ وہ نہایت جابر اور بدباطن شخص تھا، اس لیے مالک نے اس کے ظلم و استبداد کی غسان کے ایک رئیس سے فریاد کی، غسانی رئیس جس کا نام ابوجبیلہ تھا ایک کثیر لشکر لے کر شام سے یثرب آیا، اور ذی حُرض نامی ایک مقام مین یہود کے تمام سردارون کو جمع کرکے قتل کرا دیا، اس وقت سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ[3] گئی اور اوس و خزرج کا تمام یثرب پر تسلط ہوگیا، رمق بن زید خزرجی ابوجبیلہ کی تعریف مین کہتا ہے

وابوجبیلة خیر من یمشی وأوفاه یمینا

وابرهم برا واعلمهم بهدی الصالحینا

ابقت لنا الأیام لحرب المهمة تعترینا

کبشاله قرن بعض حسامه الذکر السنینا

اس کے بعد یمن کا ایک تبع جس کا نام مسعودی نے ابن حسان بن کلیکرب[4] اور طبری نے تبان اسعد ابوکرب بتایا ہے، یثرب سے گذرا، چونکہ یہان اس کا ایک لڑکا مارا گیا تھا اس لیے اس نے یثرب کے بالکل تباہ کردینے کا فیصلہ کرلیا، اوس و خزرج کے رئیس عمر ابن طلتہ نجاری کو خبر ہوئی تو مدافعت کے لیے آمادہ ہوا اور تبع سے چند لڑائیان ہوئیں لیکن ان ایام مین اوس و خزرج نے

[1] معجم البلدان ص۴۲۶ ج۴، [2] خلاصة الوفا ص۸۳، [3] ابن اثیر ص۴۹۳ و ص۴۹۴ ج۱، [4] مروج الذہب، نفح الطیب ج۱ ص۵۴۲

اس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا یعنی باایں ہمہ کہ برسر پیکار تھے، رات کو اسکی ضیافت کرتے تھے، وہ ان کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا، اور ان کی دل سے عزت کرتا تھا، اسی اثنا میں یہود کے دو عالم اس کے پاس گئے اور اس نے یہودی مذہب قبول کیا، اور محاصرہ اٹھا کر یمن چلا گیا، انصار کے ایک شاعر خالد بن عبدالعزی نجاری نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے:

اصحا ام انتھی .... ذکرہ　　اہ قضیٰ من لذۃ وطرہ

ام تذکرت الشباب وما　　ذکرک الشباب او عصرہ

انھا حرب ربا عیۃ　　مثلھا اتی الفتی عبرۃ

فسلا عمران او فسلا　　اسدا اذ یغدو مع الزھرہ

فیلق فیھا ابو کرب　　سابغا ابدا نھاذ فرہ

ثم قالوا من یا مرھا　　أبنی عوف ام النجرۃ

یا بنی النجار ان لنا　　فیھم قبل الاوان ترہ

فتلقتھم عشنقہ　　مدھا کالغبیۃ النشرۃ

سید سامی الملوک ومن　　یغز عمرا لایجد قدرہ

دوسرا انصاری کہتا ہے۔

تکلفنی من تکالیفھا　　نخیل الاساویف والمنصعۃ

نخیلا حمتھا بنو مالک　　خیول ابی کرب المقطعۃ

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ۲۴۰ برس قبل کا ہے،

۱؎ طبری ص ۹۰۱ ج ۲　۲؎ حمزہ ص ۱۲۴،

Marfat.com
Marfat.com

انصار کی شاخین

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ انصار کے تمام خاندان دو شخصون پر جاکر مل جاتے ہین، جن کے نام اوس اور خزرج ہین، یہ دونون اگرچہ حارثہ (مزیقیا کے پوتے) کے بیٹے تھے، لیکن قیلہ کے بیٹے مشہور ہین جو ان کی ماں تھی، ابن حزم اور ابن کلبی کے نزدیک وہ عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی،[1] لیکن قبیلۂ قضاعہ کے لوگ اس کو اپنے قبیلہ سے بتلاتے ہیں،[2] بہرحال وہ دونون صورتون مین اسماعیلی تھی، پہلی صورت مین وہ جفنہ کی پوتی تھی، جو عمرو مزیقیا، کا بیٹا[3] اور شاہان غسان کا پدر اعلیٰ تھا، اور عمرو کو ہم اسماعیلی ثابت کرچکے ہین، دوسری صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ قبیلۂ قضاعہ حضرت اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد تھا،[4]

اوس و خزرج، جہان تک ہمین معلوم ہے تین بھائی تھے، اور تیسرے کا نام عدی تھا،[5] اسکی اولاد بھی مدینہ مین موجود تھی، چنانچہ ابوزید عمرو بن اخطب کو بعض لوگون نے اسی کی نسل بتایا ہے، خزرج کے حالات کچھ معلوم نہین، البتہ اوس کے کسی قدر معلوم ہیں، وہ خطیب اور شاعر تھا، اس کے چند جملے محفوظ ہین جو اس نے اپنی وفات کے وقت کہے تھے، کہتا ہے:

لن یهلك هالك ترك مثل مالك ان الذی یخرج النّاس لزندة

قادر علی ان یجعل لمالك نسلا وحلا بسلا[6] المنیة ولا الدمینة والنّاو لاعا[7]

اس کے اشعار یہ ہیں[8]:-

---

[1] خلاصۃ الوفا ص۲۰۲ [2] التنبیہ والاشراف ص۲۰۲ [3] حمزہ ص۱۰۱ [4] ابن ہشام ص۵ ج۱ [5] اسد الغابہ ج۱ ص۲۰۳

[6] خلاصۃ الوفا ص۲۰۳ [7] کتاب الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص۳۳ [8] خلاصۃ الوفا ص۲۰۳

Marfat.com
Marfat.com

ففعل الذی اودی ثمودًا وجرهما　　سیعقب لی شلا علی آخر الدهر

تقرهم من آل عمرو بن عامر　　عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

اس مین کچھ اشعار لحاقی معلوم ہوتے ہیں. مثلاً

اذا بعث المبعوث من آل غالب　　بمکة فیما بین زمزم والحجر

هنالک فانبغوا نصرة ببلادکم　　بنی عامر ان السعادة فی النصر

فارسٹر صاحب نے حصن غراب (حضرت موت) کے کتبون مین سے ایک کتبہ مین لفظ عوص (S ۷۷۸) کو اوس اور عوس پڑھا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ "یہ عرب کے خانہ بدوش خاندانون کا نام ہے[1]، چونکہ اس نام کے عرب مین دو قبیلے ہیں عوص (عاد) اور اوس (یثرب) اس بنا پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اس سے کہیں وہ اوس تو مراد نہین جو انصار مدینہ کا پدر اعلیٰ تھا،

اگر فارسٹر صاحب نے یہی سمجھا ہے تو ہم کو کہنا پڑتا ہے، کہ اس مین انھون نے سخت غلطی کی اولاً تو یہ کہ انصار کے مورثین مین عمرو بن عامر نے یمن سے ہجرت کی تھی، اور اس وقت اوس و خزرج کا پتہ تک نہ تھا، دوسرے ان قبائل نے اپنی خانہ بدوشی کے زمانہ مین کبھی حضرموت مین سکونت نہین کی، اور سب سے آخر یہ کہ یہ نام عوص بن ارم بن سام (پدر عاد) کا ہے، اور اس کے متعلق مسلم ہے کہ وہ یمن اور حضرموت ہی مین آباد تھا[2]،

غرض اوس و خزرج اور عدی کی اولاد مین یثرب مین رہ کر خوب پھلین پھولین اور متعدد خاندانون مین تقسیم ہوگئین جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

عدی اس کے نام سے کوئی جداگانہ شاخ نہین، بعض لوگون کا خیال ہے کہ اسکی اولاد بھی اوس و خزرج مین ضم ہوکر انصار کہلاتی تھی، اور اسکی وجہ بیان کرتے ہین کہ عرب مین بھتیجا

[1] جغرافیہ عرب فارسٹر ص۳۲۹ ج ۲، [2] ابو الفدا ص۹۷ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اپنے چچا کی شہرت کی وجہ سے اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا تھا[1]

اوس کے صرف ایک بیٹا تھا، جس کا نام مالک تھا، مالک کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جو مختلف شاخوں کے مورث ہو گئے،

عمرو بن مالک ہیں ابتداءً دو شاخیں ہوئیں خزرج اصغر، اور عامر، عامر عمان میں رہتے تھے، اور چونکہ مدینہ میں ان کا ایک متنفس بھی نہ تھا، اس لیے وہ انصار میں داخل نہیں[2] خزرج میں کعب (ظفر) اور حارث بن جشم اور حارثہ، اور جشم میں زعور (اہل راتج) اور عبدالاشہل داخل ہیں، یہ نبی چاروں بطنوں یعنی کعب (ظفر) حارثہ، زعور اور عبدالاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے

عوف بن مالک میں عمرو اور زید ابن مالک بن عوف عمرو میں جو قبائل میں رہتے تھے، بہت سے بطون تھے جنہیں شہوریہ ہیں، لوذان و بنو سمیعہ عبید بن زید صبیعہ، معاویہ (بن مالک بن عوف)، حجبا ابن کلفہ بن عوف حبیب، بنو لوذان میں جو بنو سمیعہ کے نام سے مشہور ہیں، لوذان عوف (پدر معاویہ و حجبا) اور ثعلبہ (بن عمرو) داخل سمجھے جاتے ہیں،

مرہ بن مالک، میں سعد (اہل راتج) اور عامر، امر بن امیہ، وائل اور عطیہ، مالک بن اوس کے یہ تینوں خاندان (عمرو، عوف، مرہ) جباوہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور ہیں،

امرء القیس بن مالک ہیں واقف اور سلم،

جشم بن مالک میں خطمہ (عبداللہ)

خزرج کے پانچ بیٹے تھے، عمرو، عوف، جشم، کعب، حارث، ان کی اولاد حسب ذیل ہے:-

عمرو بن خزرج: اس میں بنو نجار کی تمام شاخیں شامل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا ننہال یہیں تھا، نجار سے دینار، عدی، مازن، مالک، مالک سے

---

[1] اسد الغابہ ص۲۳۲ ج ۵، [2] خلاصۃ الوفا ص۳۳،

Marfat.com
Marfat.com

عمرو، غنم، عامر (مبذول)، عمرو سے عدی (بنو معاویہ)، اور معاویہ (بنو جدیلہ)،
عوف بن خزرج سے سالم، عمرو، قطن، قطن سے سائب، یہ لوگ عمان میں رہتے تھے،
عمرو سے عوف اور غنم (قوقل) عوف سے جبلی (مالک بنو سالم، قبیلہ عبداللہ بن ابی) اور عجلان،
جشم بن خزرج سے زید اور غضب، زید سے سلمہ، اور سلمہ سے مرا اور غنم، اور غنم سے عبید (بن
عدی)
سواد اور حرام، غضب سے عبد حارثہ، کعب (بنو غدارہ) معاویہ (بنو اجدع)، عبد حارثہ
سے زریق اور حبیب، زریق سے بیاضہ اور زریق،
کعب بن خزرج سے ساعدہ، ساعدہ سے ظریف، قشبہ، عمرو، ثعلبہ، ظریف سے وقش،
عنان، ابو خزیمہ، (خاندان سعد بن عبادہ)
حارث بن خزرج سے جشم، زید، عوف، عوف سے خدرہ اور خدارہ،[1]
چونکہ اوس، خزرج اور عدی میں تعداد اور غلبہ کے لحاظ سے خزرج کا نمبر سب سے بڑھا ہوا
تھا، اس لیے ان قبائل کو عرب تغلیباً خزرج کہا کرتے تھے،[2]

انصار کی آبادی

اوس و خزرج پہلے ایک ہی جگہ آباد تھے، لیکن جب ابو جبیلہ کی وجہ سے یہود کا زور
ٹوٹ گیا تو وہ یثرب کے تمام نشیبی اور بالائی حصوں میں منتشر ہو گئے، اور اپنی علیحدہ علیحدہ آبادیاں
قائم کر لیں، چنانچہ قبیلہ اوس میں سے عبدالاشہل اور حارثہ کا خاندان یثرب کے شرقی سنگستان
میں، آباد ہوا اور وہاں کئی قلعے تعمیر کیے جن میں سے ایک کا نام واقم تھا، اور ان کا محلہ بھی

[1] اس تمام تفصیل کے لیے دیکھو خلاصۃ الوفا ص ۵۸۳ تا ۸۹ عقد الفرید ص ۵ ج ۳ و معارف ابن قتیبہ ص ۳۶ و ۳۷ [2] سیرت ابن ہشام ص ۲۴ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

اسی نام سے مشہور تھا، انصار کا ایک شاعر کہتا ہے:

نحن بینا واق ما بالحرۃ بلا نزب الطین وبالاصرۃ

یہ قلعہ حضیر بن سماک کے قبضہ میں تھا،

اس کے بعد بنو حارثہ عبدالاشہل کے پاس سے ہٹ کر ان سے شمال کیطرف رہنے لگے،

بنو ظفر کعب بن خزرج اصغر بقیع سے مغرب طرف عبدالاشہل کے پاس مقیم تھے، وہان انھوں نے اسلام لانے کے بعد ایک مسجد بنائی تھی، جسکا نام مسجد نبلہ تھا، بنو زعوراء بن جشم بھی یہیں سکونت کرتے تھے،

یہ چاروں خاندان نبیت کہلاتے ہیں، جو ان کا مورث اعلیٰ تھا اور عمرو بن مالک ابن اوس کی اولاد میں تھا،

عوف بن مالک بن اوس، اس کے خاندان میں بہت سی شاخین ہیں جو سب کی سب قبا میں آباد تھیں، ان میں سے بنو ضبیعہ ثقیف نامی ایک قلعہ میں رہتے تھے، جو احجار المراء اور مجلس بنی الموالی کے درمیان واقع تھا، کلثوم بن الہدم کا قلعہ عبداللہ بن ابی احمد کے احاطہ میں تھا، اور اجیحہ ابن الجلاح حجحی کا بھی ایک قلعہ تھا،

زید بن مالک بن عوف میں ۴ قلعے تھے، اور صیاصی کے نام سے مشہور تھے، ان کا ایک قلعہ مسجد قبا سے مشرقی جانب مسکبہ میں بھی تھا، دوسرا جس کا نام مستطل تھا، چاہ غرس کے پاس تھا، اور اجیحہ کا تھا،

بنو حجبا کچھ دنوں بنو ضبیعہ کے ساتھ رہ کر، مسجد قبا کے مغرب عصبہ میں چلے گئے، یہاں اجیحہ نے سفید پتھروں کا ایک قلعہ بنایا لیکن وہ گر گیا تو ایک مربع سیاہ قلعہ تیار کرایا، بنو مجدعہ اور حجبا نے ہیم نامی بھی ایک قلعہ تعمیر کیا تھا، جو اس مسجد کے قریب واقع تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ وفاء الوفا، صـ۲۳۲ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

نے ایک بار نماز پڑھی تھی،

معاویہ بن مالک پہلے قبا مین رہتے تھے، پھر بقیع الغرقد کے باہر رہے، (جہان انکی مسجد اجاڑ پڑی ہے)

بنو سمیعہ (لوذان بن عمرو بن عوف) ریحہ کے کوچہ کے پاس آباد تھے، اور سعدان نامی

ایک قلعہ بنایا تھا،

واقف اور سلم (مالک بن اوس) مسجد فضیح کے پاس رہتے تھے، بعد مین سلم، عمرو بن عوف

مین چلے گئے، اور تقریباً ۱۹۹ برس وہین مقیم رہے، اور ان کی آبادی نے اتنی ترقی کی کہ زمانۂ جاہلیت

ہی مین ایک ہزار جوان (اسلحہ) موجود تھے،

جعادرۃ مین سے بنو وائل بن زید اپنے نام کی مسجد کے پاس جو مسجد قبا کے پورب ایک بلند

مقام پر واقع تھی سکونت کرتے تھے،

امیہ بن زید عبس کے مشرقی سمت جہان مذینیت کا پانی بھرتا ہے اور کھیت سینچے جاتے ہین بود و باش

رکھتے تھے،

عطیہ بن زید بنو جبلی کے قریب رہتے تھے، اور شاش نامی ایک قلعہ بنایا تھا، مسجد قبا مین

قبلہ رخ کھڑے ہونے پر یہ قلعہ بائین ہاتھ کی طرف پڑتا تھا،

سعد بن مرۃ، راتج مین رہتے تھے،

خطمہ بن جشم، ماجشونیہ اور غرس کے پاس بود و باش رکھتے تھے، اور دور تک قلعے بنائے تھے، چونکہ یہ مقام

شہر کے باہر اور نسبتہً کم آباد تھا، اس لیے جب اسلام کے زمانہ مین ان لوگون نے مسجد بنائی اور ایک شخص کو اسکی

حفاظت کیلیے مقرر کیا تو روزانہ صبح اٹھکر اس کی خیریت دریافت کرتے تھے، کہ کوئی درندہ تو نہیں اٹھالے گیا،

اس کے بعد پھر ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اس بستی کا نام ہی غزہ پڑ گیا، جو شام کا ایک نہایت آباد شہر ہے۔

قبیلۂ خزرج مین سے بنو حارث وادی بطحان اور تربہ صعیب کے مشرق جانب آباد ہوئے،

Marfat.com
Marfat.com

ان کا محلہ حارث کہلاتا تھا، حارث کے لڑکوں جشم اور زید نے اپنے قلعہ سخ میں اقامت کی جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر اور مدینہ کے بالائی حصہ کی منزل اول ہے، حدرہ بن عوف بن حارث کا خاندان بازار مدینہ کے شمالی جانب، جرار سعد میں مقیم ہوا، حدرہ ابن عوف نے چاہ بصہ کے پاس اجرد نامی ایک قلعہ میں سکونت اختیار کی، یہ قلعہ ابو سعید خدری کے دادا کا تھا، سالم اور غنم (عوف بن عمرو بن خزرج) مغربی سنگستان میں مسجد جمعہ کے پاس اترے، قوا قل کا قلعہ انہی کا تھا، بنو جبلی (مالک بن سالم بن غنم) بنو نجار اور ساعدہ کے درمیان ٹھہرے، ان کی آبادی کی پشت پر ایک قلعہ تھا جس کا نام مزاحم تھا اور وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی ملکیت تھا۔

بنو سلمہ (جشم بن خزرج) میں بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد ہوئے، ایک قلعہ بھی تعمیر کیا، جابر بن عتیک کی زمین میں بھی ان کا ایک قلعہ تھا، ان کی آبادی میں ایک چشمہ تھا جو حضرت جابرؓ کے دادا عمرو کے قبضہ میں تھا، امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسکی مرمت کرائی، بنو سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کے قریب بنانا چاہا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ویرانی کے خیال سے منع کیا اور فرمایا "تم کو وہاں سے نماز کے لئے آنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے"[1] حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں بنو حرام کو سلع میں منتقل کر لیا اور یہاں انھوں نے ایک عالی شان مسجد بنائی،

بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن صید دینار کی زمین تک تھی، (مسجد قبلتین انہی کی تھی) بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ دو نخیل تک رہتے تھے مسجد خربہ اور دو قلعے انکی ملکیت میں تھے، بنو بیاضہ، زریق، حبیب، غدارہ، اجدع (معاویہ بن مالک) مغربی سنگستان سے یلیلان تک بنو سالم کے شمالی جانب رہتے تھے، ان کے پاس بیس قلعے تھے، بعض کے نام یہ ہیں، عقرب، سویداوی، سرار،

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۵ ج ۱ باب کراہیۃ النبی صلعم ان تعری المدینۃ،

Marfat.com
Marfat.com

بنو ساعدہ (کعب بن خزرج) نے چار جگہ سکونت کی، بنو عمرو اور بنو ثعلبہ بازار مدینہ کے مشرقی اور شمالی حد تک آباد ہوئے، ان کے دو قلعے تھے، ایک ابو دجانہ کے مکان کے پاس اور دوسرا مسجد بنو ساعدہ کے سامنے، مدینہ میں سب سے آخری قلعہ تعمیر ہوا، بنو قنبہ ان لوگوں سے پورب جانب بنو جدیلہ کے قریب مقیم ہوئے، بنو ابی خزیمہ (سعد بن عبادہ کے خاندان نے جرار سعد میں جو بازار مدینہ انتہائی حد پر واقع تھا، سکونت کی، اور بنو دفش اور عثمان مسجد الرایہ کے پاس (جرار سعد کے قریب) اترے،

بنو مالک بن نجار میں سے بنو غنم، مسجد نبوی کے پورب طرف رہتے تھے اور ایک قلعہ بنایا تھا، جس کا نام قویرع تھا، مسجد نبوی انہی کی تھی، بنو مغالہ (عدی بن عمرو) مسجد سے مغربی جانب باب الرحمہ کے پاس مقیم تھے، ان کے قلعہ کا نام فارع اور جائداد کا بیرحا تھا، فارع حسان بن ثابت کے قبضہ میں تھا، بنو جدیلہ (معاویہ بن عمرو) مسجد کے شمالی اور شرقی جانب بقیع اور بیرحا کے قریب آباد تھے، ان کے قلعہ کا نام مشعط تھا جو مسجد ابی بن کعب کے پاس واقع تھا، بنو مبذول (عامر بن مالک) بنو غنم سے پورب طرف رہتے تھے،

بنو عدی بن نجار مسجد سے مغرب طرف آباد تھے، لیکن حضرت انسؓ کا مکان باہنیہ کہ بنو عدی سے تھے مسجد سے شمال اور مشرق کی طرف تھا، ان کے قلعہ کا نام زاہر یہ تھا،

بنو مازن بن نجار، بنو زریق سے پورب طرف سکونت کرتے تھے، انکا محلہ بنو مازن کہلاتا تھا،

بنو دینار بن نجار بطحان کی پشت پر رہتے تھے،[1]

---

[1] یہ پورا مضمون خلاصۃ الوفا و اخبار دار المصطفیٰ ص ۸۵ تا ۸۹ سے ماخوذ ہے،

Marfat.com
Marfat.com

ایام الانصار

یعنی

انصار کی خانہ جنگیاں

بنی کے بعد اوس و خزرج عرصہ تک متحد رہے لیکن پھر خانہ جنگیوں کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قوم صفحۂ ہستی سے یقیناً نیست و نابود ہو جاتی، سید محمود نے خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں

ثم وقعت بینھم حرب کثیرۃ	پھر ان میں اس قدر لڑائیاں ہوئیں کہ کسی قوم
لم یسمع فی قوم اکثر منھا ولا اطول	میں ان سے زیادہ اور دیرپا جنگیں نہیں سنی گئیں

لڑائیوں کی ابتداء جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس برس تک جاری رہ کر جنگ بعاث پر اختتام ہوا جو ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اس طویل زمانہ میں خدا معلوم کتنے معرکے پیش آئے ہونگے، لیکن ان میں سے جو زیادہ مشہور ہیں، تاریخوں میں انہی کا ذکر آتا ہے، علامہ ابن اثیر ایک مقام پر فرماتے ہیں[1]،

بینھا وبین حرب سمیر نحو مائۃ	حرب حاطب اور حرب سمیر میں تقریباً سو برس
سنۃ وکانت بینھما ایام ذکرنا المشھور	کا فرق ہے، اور ان دونوں کے درمیان بہت سی
منھا وترکنا ما لیس بمشھور	لڑائیاں ہوئی تھیں جنہیں ہم نے مشہور لڑائیوں کو
وحرب حاطب آخر وقعۃ	درج کیا ہے اور غیر مشہور کو چھوڑ دیا ہے اور حرب
کانت بینھم الیوم بعاث	حاطب بعاث کے ماسوا سب سے اخیر لڑائی تھی،

[1] خلاصۃ الوفا ص ۵۲، ابن اثیر ص ۵۰۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

جس جنگ کو علامہ نے سب سے اخیر جنگ قرار دیا ہے، اسکی یہ حالت ہے کہ وہ بھی متعدد جنگوں کا مجموعہ ہے[1]، پھر ان تمام مشہور لڑائیوں کی نسبت کیا کہا جا سکتا ہے جن کے ضمن میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئی ہونگی اور جن کو ہمارے مورخین نے قلم انداز کر دیا،

جنگ سمیر | انصار کی سب سے پہلی جنگ جنگ سمیر ہے، اس کا سبب یہ ہوا کہ مالک بن عجلان سالمی کا کعب ذبیانی حلیف بنا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع میں پھر رہا تھا کہ ایک غطفانی کی آواز سنی کہ میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو، کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی، کسی نے احیحہ بن الجلاح وہبی کا نام پیش کیا اور بعضوں نے ایک یہودی کی نسبت کہا کہ وہ مدینہ کا سب سے بڑا شخص ہے، اس بنا پر گھوڑے کا مستحق وہی ہے، غطفانی نے گھوڑا مالک بن عجلان کو دیدیا، اس پر کعب نے فخراً کہا "کیوں! میں نہ کہتا تھا کہ مدینہ میں مالک سے بڑھ کر کوئی نہیں"، عمرو بن عوف کا ایک شخص جس کا نام سمیر تھا یہ گفتگو سن رہا تھا، غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا، کعب دوسرے بازار میں جو قباء میں لگتا تھا، ایک مرتبہ گیا، چونکہ یہ عمرو بن عوف کا محلہ تھا، سمیر نے موقع پاکر اسکو قتل کیا، مالک بن عجلان کو خبر ہوئی تو اس نے عمرو بن عوف کے پاس کہلا بھیجا کہ قاتل ہمارے حوالہ کر دو" عمرو بن عوف نے انکار کیا، اور کہا "تم دیت لے سکتے ہو"، مالک نے اس شرط پر منظور کیا کہ دیت پوری دینا ہوگی، چونکہ انصار میں حلیف کی دیت نصف دیجاتی تھی عمرو بن عوف نے نہایت شدت سے انکار کیا، مالک کو اصرار تھا اس بنا پر لڑائی کی تیاریاں ہوئیں جس میں انصار کے تمام قبیلے شریک ہو گئے، دو مرتبہ نہایت معرکہ کا رن پڑا، اخیر میں اوس نے فتح پائی اور مالک کو کہلا بھیجا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسانؓ کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہیے، منذر نے کہا کہ

[1] ابن اثیر ص۵۰۲ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

اس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کردو، آیندہ پھر اپنے قدیم دستور کے مطابق دینا دونوں فریق نے اس رائے کو پسند کیا، اور دیت ادا کردی گئی، لیکن دلوں میں جو غبار اور کدورت پیدا ہوگئی تھی وہ کسی طرح دفع نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے چند ہی روز کے بعد دوسری لڑائی کا افتتاح ہوا،

جنگ کعب بن عمرو کعب بن عمرو مازنی نے جو بنو نجار سے تھا، بنی سالم میں شادی کی تھی، اور اپنی سسرال اکثر آیا جایا کرتا تھا، احیحہ بن جلاح سردار حجیا (اوس) نے چند آدمیوں کو اس کے قتل پر آمادہ کیا، اور کامیابی حاصل کی، کعب کے بھائی عاصم کو اطلاع ہوئی تو اس نے حجیا کو اعلانِ جنگ دیدیا، اور رحایہ میں نہایت سخت لڑائی ہوئی، جس میں حجیا نے شکست کھائی، احیحہ بھاگ گیا، عاصم نے تعاقب کرکے اس پر تیر چلایا، احیحہ قلعہ کے اندر جاچکا تھا، وہ تیر اس کے بھائی کے لگا اور وہ مر گیا، عاصم کو اب بھی چین نہ تھا، اس لئے احیحہ کی گھات میں لگا رہا،

احیحہ نے شنجون مارنے کی تجویز سوچی، سلمی بنت عمرو اس کی بیوی خاندانِ نجار سے تھی، اس نے ایک رات موقع پاکر اپنی قوم کو مطلع کردیا اور بنو نجار ہتھیاروں سے آراستہ ہوگئے صبح اٹھ کر احیحہ اور بنو نجار میں مڈبھیڑ ہوگئی، اور تھوڑی دیر لڑائی رہی، احیحہ کو سلمہ کی نسبت پتہ لگ چکا تھا، اس لئے اس کو زدوکوب کرکے اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا،

جنگ سرارۃ اس کے بعد عمرو بن عوف اور حارث بن خزرج میں نہایت معرکے کی ایک لڑائی ہوئی، بنی حارث کے ایک شخص نے بنی عمرو کے ایک شخص کو قتل کیا تھا، بنی عمرو اس کی فکر میں تھے ایک روز موقع پاکر اس کو مار ڈالا، بنو حارث نے جنگ کا اعلان کیا، اور سرارۃ میں دونوں فوجیں جمع ہوئیں، اوس پر حضیر بن سماک (حضرت اسیدؓ کے والد) اور خزرج پر

Marfat.com
Marfat.com

پر عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس تھا، چار دن تک جنگ جاری رہی جس میں اوس ہزیمت اٹھا کر واپس گئے،

جنگ حصین بن اسلت حصین بن اسلت وائلی (اوس) اور قبیلۂ مازن بن نجار کے ایک آدمی میں کچھ جھگڑا ہوا، اور حصین نے اسکو قتل کر دیا، بنو مازن کو خبر ہوئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑے اور گھیر کر مار ڈالا، حصین کے بھائی ابو قیس بن اسلت نے بنو وائل کو ابھارا، تمام اوس اس کی حمایت پر کمربستہ ہو گیا، ادھر مازن کی طرف سے خزرج نے ساتھ دیا، اور دونوں قبیلے نہایت جوش سے لڑے اور بہت آدمی کام آئے، اخیر میں اس نے شکست کھائی،

جنگ بیع ربیع ظفری (اوس) مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین پر سے گذر رہا تھا، اس نے منع کیا، لیکن ربیع نے نہ مانا اور اس کو مار ڈالا، اس پر دونوں قبیلے جمع ہو گئے اور ایسا کشت و خون ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا، اس میں بنو نجار نے شکست کھائی،

جنگ فارع بنو نجار کے ایک شخص نے قبیلۂ قضاعہ (بلی) کا ایک غلام پایا تھا، جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعدؓ) کے پڑوس میں رہتا تھا، ایک دن وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے آیا تو نجاری نے اسکو قتل کر دیا، معاذ نے کہا کہ، بنو نجار یا دیت دیں یا قاتل کو میرے حوالہ کریں، بنو نجار نے انکار کیا، اس لئے حضرت حسانؓ کے قلعہ فارع کے سامنے دونوں میں لڑائی ہوئی، چونکہ عبداللہ سہل کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت میں عامر بن اطنابہ کو قتل کریں گے اور عامر خزرج کے ممتاز اشخاص میں تھا اس لئے عامر نے دیت خود ادا کی، اور دونوں قبیلوں میں مصالحت ہو گئی، عامر نے اس کے متعلق کچھ اشعار بھی لکھے ہیں جو نہایت بہتر ہیں،

جنگ حاطب اس کو جنگ جسر بھی کہتے ہیں، جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی اس کا سبب

Marfat.com
Marfat.com

یہ ہوا کہ حاطب بن قیس اوسی کے ہاں قبیلۂ ثعلبہ (ذبیان) کا ایک شخص مہمان اترا تھا۔ ایک روز وہ بازار قینقاع میں گھوم رہا تھا کہ ابن فسحم (یزید بن حارث خزرجی) نے ایک یہودی سے کہا "میں تم کو اپنی چادر دونگا تم اس ثعلبی کو یہاں سے نکال دو" یہودی نے چادر لیکر اسکو اس بری طرح نکالا کہ بازار کے تمام لوگوں نے اسکی آواز سنی، ثعلبی نے اپنے میزبان کو پکارا کہ حاطب تمہارے مہمان کی بڑی ذلت ہوئی، حاطب نے جوش غضب میں اس یہودی کا سر اڑا دیا، ابن فسحم کو معلوم ہوا تو حاطب کا تعاقب کیا، حاطب اپنے قبیلہ کے کسی شخص کے ہاں چھپ گیا لیکن ابن فسحم کو تسکین نہیں ہوئی، بنی معاویہ (اوس) کا ایک شخص جلا آرہا تھا، اسکو قتل کر دیا، اس پر اوس و خزرج میں بنو حارث بن خزرج کے پل پر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی، خزرج کا لشکر عمرو بن نعمان بیاضی کے تحت میں تھا اور اوس کی زمام حضیر بن سماک اشہلی کے ہاتھ میں تھی، چونکہ ان لڑائیوں کا چرچا مدینہ کی آس پاس کی تمام آبادیوں میں پھیل چکا تھا اس لئے عیینہ بن حصن اور خیار بن مالک فزاری مدینہ میں آئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے ان دونوں قبیلوں میں صلح ہو جائے، انہی ایام میں یہ لڑائی پیش آگئی، عیینہ اور خیار دونوں میدان جنگ میں موجود تھے، جس جوش و خروش سے دونوں قبیلے معرکہ آرا ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ صلح ناممکن ہے، اس لڑائی میں میدان خزرج کے ہاتھ رہا، اس کے بعد چند اور لڑائیاں ہوئیں جو درحقیقت اسی کا ضمیمہ تھیں، چنانچہ

جنگ ربیع سنح کے ایک گوشہ میں دیوار ربیع کے پاس اوس و خزرج میں ایک نہایت شدت کا معرکہ ہوا، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں،

فاقتتلوا قتالا شدیدا حتی	یہ لوگ نہایت خونریز لڑائی لڑے یہاں تک
کاد یفنی بعضهم بعضا،	کہ ایک دوسرے کو فنا کر دینے پر بالکل تل گیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو دستور کے خلاف خزرج نے ان کے گھروں تک ان کا پیچھا کیا، اس پر اوس نے امان چاہی، لیکن بنو نجار نے امان دینے سے انکار کیا، اس کے بعد اوس قلعہ بند ہو گئے، اس وقت خزرج نے مصالحت منظور کی، اس معرکہ میں قبیلۂ خزرج میں سے سوید بن صامت اور اوس میں سے ابن اسلت اور صخر بن سلمان بیاضی زیادہ نمایاں تھے،

جنگ بقیع | یہ لڑائی بقیع الغرقد میں ہوئی، ابو قیس بن اسلت وائلی اوس کی فوجوں کا سردار تھا، اس میں اس نے فتح پائی،

اس کے بعد ابو قیس نے قبیلۂ اوس کو جمع کر کے کہا کہ "میں جس قوم کا سردار ہوتا ہوں وہ شکست کھاتی ہے، اس لئے تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کر لو، چنانچہ سب نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو سردار لشکر بنایا، حضیر نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور ہوشیاری سے ادا کئے، چنانچہ جب قبا میں عرس کے پاس دونوں قبیلوں میں جنگ ہوئی تو محض حضیر کی تدبیر و سیاست کی بدولت اوس نے فتح حاصل کی، اور اس شرط پر صلح ہوئی، کہ "کہ مقتولین کا شمار کیا جائے، جس کے زیادہ نکلیں وہ منہا کرنے کے بعد باقی کی دیت لے لے، چنانچہ اوس کے ۳۰ آدمی زیادہ تھے. قبیلۂ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر اوس کو ۳۰ غلام دئے، اوس نے غلاموں کو قتل کر ڈالا اور معاہدۂ سابق ٹوٹ گیا،

جنگ فجار اول | خزرج کو اوس کی یہ پیمان شکنی حد درجہ ناگوار ہوئی، اور مدینہ کے باغات میں نہایت شدت کا رن پڑا، خزرج کا سپہ سالار عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اوس کا ابو قیس بن اسلت تھا، اس معرکہ میں قیس بن خطیم نے بڑی جانبازی دکھائی تھی، یہاں پر یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگِ فجار اس کے علاوہ ہے، جو کنانہ اور قیس میں برپا ہوئی تھی، اور جو تمام

Marfat.com
Marfat.com

عرب میں مشہور ہے،

جنگ معبس اور حضرس، لعبس اور مضرس دو دیواریں ہیں، جن کی آڑ میں بالترتیب اوس اور خزرج نے چند دنوں تک جنگیں کیں، اس میں اوس نے ایسی شکست کھائی کہ اس سے پہلے کبھی نہ کھائی تھی، یہانتک کہ ان کے لئے گھروں اور قلعوں میں چھپنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہگیا عمرو بن عوف اور اوس مناۃ نے جداگانہ صلح کرنا چاہی، لیکن عبدالاشہل اور ظفر نے انکار کیا اور کہا کہ" ہمکو خزرج سے پورا بدلہ لے کر مصالحت کرنا چاہئے"، خزرج کو معلوم ہوا تو انھوں نے اشہل اور ظفر کو قتل وغارت کی دھمکی دی، جس کی وجہ سے اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہوگیا،

ادھر بنو سلمہ نے عبدالاشہل کی ایک زمین کو جس کا نام رعل تھا لوٹ لیا، اور دونوں قبیلوں میں لڑائی شروع ہوگئی، سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس کے سخت چوٹ آئی وہ عمرو بن حموح خزرجی کے ہاں اٹھا کر لائے گئے عمرو نے ان کو پناہ دی اور خزرج کو رعل کے جلانے اور درختوں کے کاٹنے سے منع کیا، چونکہ اوس لڑتے لڑتے بہت کمزور ہوگئے تھے، اس لئے وہ عمرہ کے بہانہ سے مکہ گئے اور قریش سے حلف کا سلسلہ قائم کیا، ابوجہل موجود نہ تھا، اس کو معلوم ہوا تو قریش کے اس فعل کو برا کہا اور بولا تم نے اگلے لوگوں کا قول نہیں سنا" باہر کے آنے والے گھر والوں پر تباہی لاتے ہیں" اور جو دوسروں کو اپنے ہاں بلا کر ٹھہراتا ہے وہ بنا ملک کھو بیٹھتا ہے، یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہیں، قریش نے کہا پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ کام میں کئے دیتا ہوں، چنانچہ وہاں سے اٹھ کر اوس کے آدمیوں کے پاس گیا، اور کہا میں نے سنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہو اور میں اس کو پسند کرتا ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیاں بازار

Marfat.com
Marfat.com

میں پھرتی ہیں اور جو چاہتا ہے ان کو بازار میں مار پیٹ لیتا ہے تم یہاں آگر رہو گے تو جو حشر ہماری عورتوں کا ہوتا ہے وہی تمہاری عورتوں کا بھی ہوگا، اگر تم یہ ذلت گوارا کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ، ورنہ حلف منقطع کر دو،، چونکہ انصار میں حد درجہ غیرت تھی، اس لئے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر کے واپس چلے گئے،

جنگ فجار ثانی قریش کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اوس نے قریظہ اور نضیر سے حلیف بننے کی درخواست کی، خزرج کو معلوم ہوا تو انھوں نے یہود کو اعلانِ جنگ دیدیا، یہود نے کہلا بھیجا کہ ہمکو یہ منظور نہیں اور ضمانت کے لئے خزرج کے پاس ۴۰ غلام بھیج دیئے اور معاملہ دب گیا،

ایک دن زید بن قسم خزرجی نے نشہ کی حالت میں چند اشعار پڑھے جن میں اس واقعہ کا نہایت ذلت آمیز طریقہ سے ذکر کیا، یہود کو خبر ہوئی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا ہم اتنے بے غیرت نہیں،، یہ کہہ کر اوس کو اپنا حلیف بنا لیا، خزرج نے سنا تو چند غلاموں کے علاوہ باقی سب کو قتل کر ڈالا، اور اوس یہود اور خزرج کے مابین ایک سخت لڑائی ہوئی،

بعض لوگوں نے اس کا اور سبب بیان کیا، جو بظاہر زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ بنو بیاضہ کو رہنے کے لئے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی، عمرو بن نعمان بیاضی نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم کو رہنے کے لئے قریظہ اور نضیر کے مقامات دلاؤنگا ورنہ پھر ان کے غلاموں کو قتل کر ڈالوں گا، چونکہ ان لوگوں کی سکونت مدینہ کے بہترین حصہ میں تھی، اس لئے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم ان مقامات کو ہمارے لئے خالی کر دو، یہود نے اسکو عملاً تسلیم کر لینا چاہا، لیکن کعب بن اسد قرظی نے کہا، تم اپنے گھروں کی حفاظت کرو اور غلاموں کو قتل کرنے دو، اس پر تمام یہودی متفق ہوگئے، اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے گھروں کو نہیں چھوڑ سکتے عمرو نے یہ دیکھکر غلاموں کے قتل کا فیصلہ کر لیا، عبد اللہ بن ابی بن سلول نے منع کیا اور

Marfat.com
Marfat.com

کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے، اور تم کو میں دیکھتا ہوں کہ مقتول ہو کر چار آدمیوں پر لدے چلے آرہے ہو لیکن عمرو نے نہ مانا اور اس کے قبضہ میں جتنے غلام تھے، سب کو قتل کرا دیا، ابن ابی اور اس کے طرف داروں کے پاس جو غلام تھے رہا کئے گئے، چنانچہ محمد بن کعب قرظی کا دادا سلیم بن اسد انہی لوگوں میں تھا،

جنگ بعاث اب قریظہ اور نضیر خزرج کی مخالفت پر بالکل تل گئے، اور اوس کے ساتھ نہایت مستحکم عہد و پیمان کر کے لڑائی کا سلسلہ بند و بست کرنا شروع کیا، آس پاس کے یہودیوں کو جنگ پر ابھارا، اُس نے اپنے حلیف مزینہ سے مدد طلب کی، اور ۴۰ روز تک جنگ کا سامان مہیا کیا، خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے بھی لڑائی کی تیاریاں کیں، اور اپنے حلفا بنی سلیم اور جہینہ کو مدد پر آمادہ کیا، غرض اس سر و سامان سے بعاث کے مقام میں جو بنو قریظہ کے علاقہ میں شامل تھا ایک نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں اولاً تو اوس و خزرج نہایت بامردی سے لڑے لیکن پھر اوس نے ہمت ہار کر بھاگنا شروع کیا، یہ دیکھ کر حضیر الکتائب جو اوس کا سپہ سالار تھا گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا، نیزہ کی نوک پیر میں چبھ لی اور پکارا ارہاے! اونٹ کی طرح ہاتھ پیر کٹ گئے، گروہ اوس! اگر تم مجھ کو بچا سکتے ہو تو بچاؤ، خدا کی قسم! میں بغیر قتل ہوئے یہاں سے نہ جاؤنگا، اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ عبد الاشہل کے دو لڑکے محمود اور یزید مدد کو پہنچ گئے، اور لڑ کر قتل ہوئے،

ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی سردار خزرج کے لگا اور وہ مر گیا، عبد اللہ بن ابی اس جنگ میں بالکل ناطرفدار تھا، وہ لڑائی کی خبریں لینے گیا تو دیکھا کہ عمرو بن نعمان کی لاش چار آدمی اٹھائے ہوئے چلے آرہے ہیں، بولا ذاق وبال ای بغی! یعنی اب اپنے ظلم کا مزہ چکھا، عمرو کے قتل ہونے سے خزرج کے قدم ڈگمگا گئے، اور وہ فرار ہونے لگے،

Marfat.com
Marfat.com

اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر تمام خزرج کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا، اتنے میں ایک آواز آئی کہ گروہ اوس! اپنے بھائیوں کے قتل سے باز آؤ کیونکہ ان کا رہنا لوہڑیوں کے رہنے سے بہتر ہے،، اوسیوں نے یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا، لیکن قرنطیہ اور نضیر کو یہ فقرہ باز نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے انھوں نے لوٹ مار برابر جاری رکھی، اوس، حضیر کو میدان سے زخمی اٹھائے گئے اور خزرج کے مکانات اور باغات میں آگ لگادی، اس موقع پر بنو سلمہ کے مکانات اور جائدادیں سعد بن معاذ کی وجہ سے تمام آفتوں سے محفوظ رہیں،

جنگ بعاث، انصار کی مشہور جنگوں میں سب سے آخری جنگ تھی، اور ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، ان لڑائیوں کی بدولت انصار کے دونوں قبیلے جس درجہ کمزور ہو گئے تھے، اس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے[1]،

کان یوم بعاث یوما قدمہ اللہ	جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول کیلئے
عز وجل لرسولہ فقدم	کرایا تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلعم وقد افترق	آئے تو انصار کے معززین متفرق اور روسا
ملؤھم وقتلت سراتھم	قتل ہو چکے تھے، اور انصار بہت خستہ اور
وجرحوا فقدمہ اللہ لرسولہ	نزار ہو گئے تھے، اسلئے یہ دن خدا نے
فی دخولھم فی الاسلام	اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کیلئے بھیجا تھا،

حضرت انس، عبیلان بن جریر اور دوسرے راویوں کو یہ واقعات سنایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تمہاری قوم نے فلاں فلاں جنگ میں فلاں فلاں کام کئے[2]،

انصار کی مشہور لڑائیوں کے بعد اب ہم ان کی چند غیر مشہور لڑائیوں کا تذکرہ کرتے

---

[1] صحیح بخاری ص۵۴۳ ج ۱ باب القسامۃ فی الجاہلیۃ [2] ایضاً ص۵۳۲ ج ۱ باب مناقب الانصار

Marfat.com
Marfat.com

ہیں، اور چونکہ ان کا سنہ معلوم نہیں اس لئے انکو کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہیں لکھ سکتے،

سید سمہودی نے انصار کی مشہور جنگوں کے سلسلہ میں جنگ سرارہ کے بعد جنگ "دیک"[1] کا نام لیا ہے، اور دیک کے متعلق لکھا ہے کہ انصار کی ایک جگہ کا نام تھا، غالباً یہ "دیک" نہیں بلکہ "دریک" ہے۔ جس کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہاں اوس و خزرج میں ایک لڑائی ہوئی تھی[2]، اور اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو یہ جنگ بنو خطمہ میں ہوئی ہوگی کیونکہ ان لوگوں کا سکونت کا وہیں واقع ہے[3] اور اس میں ایک قلعہ بھی تھا[4] تاہم علامہ ابن اثیر نے یوم الدریک کے عنوان سے کسی معرکہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی معرکہ کی نسبت یہ تصریح کی کہ وہ مقام دریک میں برپا ہوا تھا، اس بنا پر ہم یوم الدریک، کو انصار کی غیر معروف جنگوں میں شمار کرتے ہیں

یوم الدریک کے بعد انصار کی چند خانہ جنگیوں کا جستہ جستہ ذکر آگیا ہے، چنانچہ بنو حارثہ (اوس) اور عبدالاشہل میں ایک لڑائی چھڑی تھی، جس میں حارثہ نے بنو ظفر کے ساتھ مل کر عبدالاشہل کو شکست دی، اور سماک بن رافع (حضرت اسید بن حضیر کے دادا) کو قتل کر کے عبدالاشہل کو بنی سلیم کے علاقہ میں جلاوطن کر دیا، حضیر بن سماک نے بنی سلیم میں رہ کر زور وقت پیدا کر لی تھی، چنانچہ ان کو لے کر بنو حارثہ پر حملہ کیا اور فتح پانے کے بعد خیبر کی طرف بھیج دیا بنو حارثہ تقریباً سال بھر تک خیبر میں رہے، پھر حضیر کو خود رحم آیا اور انکو مدینہ بلا لیا اور صلح ہو گئی[5]

یہ غالباً یوم السرارہ سے قبل کا واقعہ ہے،

احیحہ اور بنی عبدالمنذر میں بھی ایک خفیف سی جنگ ہوئی تھی، جس میں ان کا دادا مارا

---

[1] خلاصۃ الوفا ص۸۹ [2] وفاء الوفا ص۳۰۶ ج ۲ [3] وفاء الوفا ص۲۵۲ ج ۲،

[4] خلاصۃ الوفا ص۸۵،

Marfat.com
Marfat.com

گیا تھا، اور اسیحہ کو اپنا قلعہ جس کا نام دائم تھا، اسکی دیت میں دینا پڑا تھا، بنو نجیحا نے رفاعہ اور غنم کو بھی قتل کیا تھا اور اسکی وجہ سے انکو قبا کی سکونت ترک کرنا پڑی،[۵۲]

وقف اور سلم میں بھی کسی قدر شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی،[۵۳]

بنو سلمہ ایک زمانہ تک متحد ہو کر رہے اور امۃ بن حرام کو اپنا سردار بنایا لیکن پھر اس میں اور صخر (بنی عبید) میں جائداد کی بابت نزاع پیدا ہوئی، صخر تلوار لے کر مارنے اٹھا تو بنو عبید اور سواد درمیان میں پڑے اور امۃ کو بچا لیا، امۃ نے نذر مانی کہ اس کو ضرور قتل کروں گا، لوگوں کو خبر ہوئی تو صخر کو بلا لائے اور امۃ نے کچھ جائداد دے کر اس کا قصور معاف کر دیا،[۵۴]

بنو حبیب اور بنو زریق میں حبیب کے قتل سے مخالفت پیدا ہو گئی تھی، جس سے بنو زریق اپنے قدیم مکانات چھوڑ کر چلے آئے،[۵۵]

بنو غدارہ، مالک بن غضب کے قبیلہ میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے اور یا ہنیم نہایت حریص واقع ہوئے تھے، اس بنا پر بنو لین یا بنو اجدع میں ایک شخص کو مار ڈالا اور جب بات زیادہ بڑھی اور مقتول کے ورثہ دیت پر راضی نہ ہوئے، تو ان لوگوں نے اپنے مکانات چھوڑ کر عمرو بن عوف میں سکونت اختیار کی،[۵۶]

انہی بنی مالک کی دو شاخوں میں میراث کے متعلق ایک جھگڑا ہوا تھا، جس کا یہ حشر ہوا کہ دونوں قبیلے بنو بیاضہ کے باغ میں گھس کر اس قدر لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور سب اسی جگہ کٹ کر رہ گئے، اس باغ کا نام اسی وجہ سے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا،[۵۷]

---

[۵۱] خلاصۃ الوفا ص۸۶ [۵۲] ایضاً [۵۳] ایضاً ص۸۷ [۵۴] ایضاً ص۸۸ [۵۵] ایضاً ص۸۸ [۵۶] ایضاً ص۸۸ [۵۷] ایضاً ص۸۸،

Marfat.com
Marfat.com

ابن واضح کاتب عباسی نے بعض نام اور بھی لئے ہیں اور وہ یہ ہیں[1]،

(۱) یوم الصفینہ :- اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی جنگ تھی، ممکن ہے کہ صفینہ، کسی مقام کا نام ہو اور جنگِ سمیر جو انصار کی سب سے پہلی لڑائی شمار ہوتی ہے وہیں ہوئی ہو،

(۲) یوم وفاق بنی خطمہ،

(۳) یوم اطم بنی سالم

(۴) یوم ابترودہ، ممکن ہے کہ اس سے صدیقۃ الموت کی لڑائی مراد ہو،

(۵) یوم الدار،

(۶) یوم بعاث ثانی :- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بعاث دو مرتبہ ہوئی،

[1] یعقوبی ص ۳۴، ۳۵ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

انصار کا مذہب

ہمارے نزدیک چونکہ انصار، ثابت بن اسمٰعیل کی اولاد ہیں، اس لئے ابتداءً ان کا مذہب بھی وہی رہا ہوگا، جو حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد کا تھا پھر جب عمرو بن لحی کے ذریعہ سے بت پرستی پھیلی تو اور اسماعیلیوں کی طرح انھوں نے بھی اس کو اختیار کیا ہوگا چنانچہ واقعات حرف بحرف اسکی شہادت دیتے ہیں، انصار کے یمن کے زمانۂ سکونت میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا' البتہ جب سے انھوں نے یثرب میں اقامت اختیار کی اس کا حال کسی قدر معلوم ہے، خزرج اکبر سے چوتھی پشت میں بخار گذرا ہے جو بنو نجار کا مورث اعلیٰ تھا اس کا نام جیسا کہ تاریخوں میں مذکور ہے تیم اللات تھا[1] لیکن بعد میں تیم اللہ ہوگیا، چنانچہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں یہی اخیر نام لکھا ہے، جو ممکن ہے انصار کے مسلمان ہونے کے بعد بدلا گیا ہو' اور اس قسم کی بہت سی نظیریں موجود ہیں، بنو سمیعہ جاہلیت میں بنو صماء کہلاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سمیعہ رکھدیا[2]، قبیلے کے نام بدلنے کے ساتھ بہت سے اشخاص کے نام بھی تبدیل کئے تھے،

غرض تیم اللات کے نام سے معلوم ہوتا ہے' کہ انصار میں لات کی پوجا ہوتی تھی' انصار میں بعض قبائل اوس اللہ کہلاتے تھے، عجب نہیں کہ اوس اللہ بھی پہلے اوس اللات رہا ہو، اور اگر یہ صحیح ہو تو انصار میں بت پرستی کی مدت چار پشت اور آگے بڑھ جاتی ہے' اور

---

[1] طبری ص۱۰۸۵ ج ۳ [2] اسد الغابہ ص۱۰۹ ج ۵

Marfat.com
Marfat.com

اس کی ابتدا متعین ہو جاتی ہے، کیونکہ اوس، عمرو بن لحی کا بھتیجا ہوتا تھا،

مورخین عرب انصار کے بت کا نام مناۃ بتاتے ہیں، جو بنطیوں کا بت تھا، اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے،

وَمَنٰوٰۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی (سورہ نجم)

اور سب سے اخیر تیسرا مناۃ۔

یہ بت بنو اسمٰعیل میں سب سے پرانا تھا، اس کے بعد لات پوجا گیا ہے، مناۃ، قدید میں سمندر کے ساحل سے متصل مشلل نام ایک پہاڑ پر نصب تھا، جو مدینہ سے سات میل تھا، اوس و خزرج اور غسان اس کی پوجا کرتے تھے، ان کے علاوہ اور قبائل بھی اس کو پوجتے تھے مثلاً ہذیل، خزاعہ، ازد شنوءہ، (اہل عمان) بنی کعب، ان کا بیان ہے کہ انہیں کہنا سننا نہیں کہ اس کو صرف انصار پوجتے تھے۔ یا انصار میں صرف اسی کی پوجا ہوتی تھی، اور دوسرے قبائل کو نہیں ہوتی تھی بلکہ جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے، مدینہ میں اور بھی بہت سے بت پوجے جاتے تھے چنانچہ یاقوت نے لات کے تذکرہ میں لکھا ہے،

وکانت قریش وجمیع العرب یعظمونہا (ص ج)

منٰوۃ کے متعلق بھی بعینہٖ یہی عبارت لکھی ہے (ص ج) اور عزیٰ کے متعلق بھی اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں،

ولم تکن قریش بمکۃ ومن اقام بہا من العرب یعظمون شیئا من

الاصنام مثل العزیٰ ثم اللات ثم منٰوۃ (ص ج) اس سے معلوم ہوا کہ ان بتوں کی پرستش کسی خاص قوم یا قبیلہ میں محدود نہ تھی، انصار کے بتوں کی نسبت مورخ طبری

۱؎ یعقوبی ص ج ۲؎ معجم البلدان ص ج ۳؎ ایضاً ص ج ۴؎ یعقوبی ص ج ۵؎ معجم البلدان ص ج

۶؎ ایضاً ص ۷؎ طبقات ابن سعد ص ج ۸؎ معجم البلدان ص ج ۹؎ اسد الغابہ ص ج

Marfat.com
Marfat.com

ہجرت نبویؐ کے ضمن میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک مسلمان عورت کے ہاں جس کے شوہر نہ تھا اور قبا میں رہتی تھی، ایک دو رات مقیم ہوئے تھے، اثنائے قیام میں روزانہ رات کو دروازہ کھلتا اور وہ عورت باہر سے کچھ لاکر رکھتی، چونکہ اس کے شوہر نہ تھا، حضرت علیؓ نے پوچھا رات کو دروازہ کیوں کھلتا ہے؟ بولی بات یہ ہے کہ میں بالکل لاوارث ہوں، اس لئے سہل بن حنیف رات کو اپنی قوم کے بت توڑتے ہیں اور خفیہ لاکر مجھ کو دیجاتے ہیں کہ ان کا ایندھن بنانا[1]، حضرت علیؓ پر سہل بن حنیف کے اس فعل کا بڑا اثر پڑا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ انصار کے گھروں میں لکڑی کے بت کثرت سے تھے،

بنوسلمہ میں عمرو بن جموح ایک نہایت ممتاز شخص تھا، جب حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ مسلمان ہوئے، تو اس کے بت کو جس کا نام مناۃ تھا اور لکڑی کا تھا اٹھا کر پھینک آتے تھے، عمرو کے ماسوا تمام سربرآوردہ لوگوں کے گھروں میں بت موجود تھے[2]، اور مندروں میں جو بت موجود تھے ان کا شمار ان کے علاوہ تھا، چنانچہ غنم بن مالک بن نجار کا ایک بت خانہ تھا جس میں بہت سے بت تھے، اور عمرو بن قیس اس کا متولی تھا[3]، مذکورۂ بالا قرائن کے باوجود کیا ان تمام بتوں کو مناۃ کی مورتیں فرض کیا جاسکتا ہے؟ علاوہ بریں انصار میں مختلف بتوں کے انتساب سے نام رکھے جاتے تھے، اور یہ خود ان کی متعدد بتوں کی پرستش پر دلالت کرتا ہے، تیم اللات کا ذکر اوپر گذر چکا، بنو عدیلہ (نجار) کے مورتوں میں ایک شخص کا نام زید اللات تھا، جس کو ابن ہشام نے اپنی عادت کے مطابق زید اللہ لکھا ہے[4]، حضرت ابوطلحہؓ کے بزرگوں میں ایک شخص کا نام زید مناۃ تھا[5]، بنی ساعدہ میں جو خزرج اکبر کی

---

[1] طبری ص۱۲۴۴ ج ۳ [2] سیرت ابن ہشام ص۲۴۸ ج ۱ [3] ایضاً ص۲۹۵ ج ۱ [4] سیرت ص۳۵ ج ۱
[5] تہذیب التہذیب ص۴۱۲ ج ۳

Marfat.com
Marfat.com

اولاد تھے، ایک آدمی کا نام عبدود تھا، حارث بن خزرج کے ایک شخص مسمی بہ سفیان بن بشر کا نام ابن ہشام نے سفیان بن فسر بتایا ہے[۲]، ابو عقیل عبدالرحمن کا نام عبدالعزیٰ تھا[۳]،

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ انصار میں مناۃ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا یا کم از کم تعظیم کا خیال ضرور موجود تھا، ہمارے مورخین نے مناۃ کی جو تخصیص کی اس کے یہ معنی ہیں کہ اس بت کی انصار کے دلوں میں زیادہ عظمت تھی، چنانچہ یاقوت نے لکھا ہے[۴]،

ولم یکن احد اشد تعظاما لہ	اوس و خزرج سے زیادہ کوئی قبیلہ منا
من الاوس والخزرج،	کی عزت نہیں کرتا تھا،

تعظیم کی وجہ ظاہر ہے اور یہ خود مناۃ کے مادہ میں موجود ہے، مناۃ، منا سے نکلا ہے جس کے معنی قدر یعنی اندازہ کرنے کے ہیں، چونکہ انصار اسکو قضا و قدر کا حاکم سمجھتے تھے اسلئے اسکی حد درجہ تعظیم کرتے تھے اور اس کی رضا جوئی کے لئے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کر لی تھیں، مثلاً وہیں سے احرام باندھتے تھے، وہیں ہدی بھیجتے تھے، حج سے واپس آکر وہیں سر منڈواتے اور قربانی کرتے تھے،

غرض انصار کا مذہب، عام اہل عرب کی طرح بت پرستی تھا، تاہم بعض بعض لوگ خدا پرستی کی طرف بھی مائل تھے اور اس کی مختلف صورتیں اختیار کی تھیں، چنانچہ بعض لوگ یہودی ہو گئے تھے اور یہ خیبر کے یہود اور قریظہ اور نضیر کے میل جول کا نتیجہ تھا[۵]، یہودی مذہب نے انصار میں جو مقبولیت حاصل کی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ جب کسی عورت کے لڑکا زندہ نہ رہتا تو منت مانتی تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوئی اور زندہ بچی تو اس کو یہودی

---

[۱] اصابہ ص ۱۳۹ ج ۶ [۲] سیرت ص ۴۰۲ ج ۱ [۳] اسد الغابہ ص ۲۵۷ ج ۵ [۴] معجم البلدان ص ۲۷۸ ج ۸ [۵] یعقوبی ص ۲۹۸ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

بناؤں گی،، اس طرح انصار میں یہودی مذہب اختیار کرنے والوں کی ایک خاصی تعداد ہوگئی تھی، جس میں قبائل عوف، نجار، حارث، ساعدہ، جشم اوس، ثعلبہ، داخل تھے[۲]، صرمہ ابو قیس[۳]، سلسلہ بن برہام، (بنو نجار میں) لبید بن عاصم (بنو زریق میں) کنانہ بن صوریا (بنو حارثہ میں) اور قروم بن عمرو[۴] (بنو عمرو بن عوف میں) ان قبائل کے مشہور اور سربرآوردہ یہودی ہیں،

بعض لوگوں نے حنیفی مذہب اختیار کر لیا تھا، چنانچہ ابو قیس صرمہ کے متعلق مذکور ہے کہ انھوں نے یہودی مذہب اختیار کر کے چھوڑ دیا اور عیسائی بننا چاہا لیکن پھر اپنے گھر کو عبادت گاہ بنا کر گوشہ نشین ہو گئے، اور کہنے لگے اعبد رب ابراھیم! میں ابراہیم کے خدا کی عبادت کرتا ہوں[۵]

ابو قیس حنیفی بن اسلت بھی اسی مذہب میں داخل تھا،

بعض صرف توحید کے قائل تھے، چنانچہ اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہا کا اسی میں شمار تھا[۶]، بعض عیسائی ہو گئے تھے، ابو الحصین کے بیٹے انہی میں شامل تھے[۷]، بعض ان کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو تھے، مثلاً سوید بن صامت لقمان کی حکمتوں پر عمل کرتا تھا[۸]،

با ایں ہمہ انصار کا ہر فرد مذہب ابراہیمی کے کچھ نہ کچھ احکام کا پابند تھا، حج بیت اللہ، قربانی، مہمان نوازی، اشہر حرم کی عزت، فواحش کو برا سمجھنا، اور جرائم پر سزا دینا، یہ تمام باتیں دین ابراہیمی کا جزو تھیں اور انصار ان پر کاربند تھے،

نماز کی ایک بگڑی ہوئی صورت انصار میں باقی تھی، چنانچہ ان کا ایک شاعر ابو قیس ابن اسلت حبشیوں کی مکہ میں شکست پر، فرط مسرت سے کہتا ہے،

فقوموا فصلوا لربکم وتمسحوا ۔۔۔ برکان ھذا البیت بیتا لاحفا[۹]

---

[۱] ابو داؤد ص ۹ ج ۲ باب الاسیر یکرہ علی الاسلام، [۲] سیرت ابن ہشام ص ۲۷۹ و ۲۸۰ ج ۱ [۳] اسد الغابہ ص ۲۷۸ ج ۵ [۴] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۷ ج ۱ [۵] اسد الغابہ ص ۲۷۸ ج ۵ [۶] طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۱ قسم ۱ [۷] اسد الغابہ ص ۳۱۲ ج ۵ [۸] طبری ص ۱۲۸۲ ج ۵ [۹] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

حج کرتے تھے اور اس کا یہ طریقہ تھا، کہ گھر سے چلتے وقت تناخت کے طور پر کھجور کی جڑیں کاٹ کر دروازہ پر لٹکا دیتے تھے[1]، اس کے بعد قدید جاتے اور مناۃ کے سامنے نماز پڑھتے، پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آتے[2]، تلبیہ یہ تھا، لبیک رب غسان لبیک اہلہا والغسانات[3] مکہ میں منی کی گھاٹی کے قریب ٹھہرتے، صفا اور مروہ کا طواف کرتے[4]، پھر حج کے تمام رسوم ادا کر کے واپس ہوتے اور قدید پہونچ کر مناۃ کے سامنے سر منڈواتے (مکہ میں سر نہیں منڈواتے تھے) اور وہاں چند روز قیام کرتے تھے، اس کے بغیر حج کو ناتمام سمجھتے، ہدی بھی یہیں بھیجتے اور یہیں قربانی کرتے تھے[5]، اس کے بعد گھر آتے اور مکانات میں دروازہ کے بجائے پشت کی کھڑکیوں سے داخل ہوتے[6]، اور جب تک محرم رہتے اسی پر عمل کرتے تھے[7]۔

حج کے ایام میں شکار کھیلتے[8]، لڑائیوں کو موقوف کرتے اور دشمنوں سے تعرض نہیں کرتے تھے[9]۔

مکہ و زور سے نفرت کرتے، چنانچہ ثعلبہ لعنقا کے متعلق اوپر گذر چکا ہے کہ محض ظلم بن سنان کی مکاری کی وجہ سے غسان کی حکومت چھوڑ دی تھی[10]۔

مہمان نواز تھے، اور دشمنوں تک کی ضیافت کرتے تھے، چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں انصار اور تبع سے جنگ ہو رہی تھی انصار دن کو لڑتے اور شب کو اس کی ضیافت کرتے تھے[11]۔

عہد کو پورا کرتے اور اس کے لئے جان لڑا دیتے تھے۔ جنگ سمیر جو انصار کی پہلی لڑائی تھی، اسی کا نتیجہ تھی اور قبیلۂ ذبیان کے ایک شخص کی بدولت برپا ہوئی تھی[12]۔ دشمنی اور مخالفت

---

[1] ابن اثیر ص۵۰۸ ج۱ [2] یعقوبی ص۲۹۶ ج۱ [3] ایضاً ص۲۹۵ ج۱ [4] طبقات ابن سعد ص۱۲۹ ج۱ قسم ۱
[5] صحیح بخاری ص۲۲۳ ج۱ [6] معجم البلدان ص۱۲۶ ج۴ [7] صحیح بخاری ص۶۴۸ ج۲ [8] یعقوبی ص۲۹۸ ج۱
[9] صحیح بخاری ص۲۲۵ ج۱ [10] ابن اثیر ص۵۰۸ ج۱ [11] معارف ابن قتیبہ ص۶۱۲ [12] طبری ص۹۰۰ ج۱ [13] ابن اثیر ص۲۹۲ ج۱

Marfat.com
Marfat.com

کی وجہ سے ان کو ایک دوسرے کا غلام بننا پڑتا تھا، لیکن وہ بدعہدی کے مقابلہ میں اس ننگ کو گوارا کرتے تھے،

میدانِ جنگ سے اگر ایک گروہ شکست کھا کر فرار ہوتا اور اپنے گھر چلا آتا تو دوسرا گروہ تعاقب سے احتراز کرتا تھا،[۱]

ان عمدہ باتوں کے ساتھ ساتھ ان میں بعض انتہا درجہ کی بداخلاقیاں موجود تھیں مثلاً، وہ سوتیلی ماں سے شادی کرتے تھے، اور یہ رسم آغاز اسلام تک جاری تھی، چنانچہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کو نکاح کا پیغام دیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ خاموش ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء، اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سے پہلی عورت ہے جو اپنے شوہر کی اولاد پر حرام ہوئی، اس کا نام کبشہ بنت معن بن عاصم تھا،[۲]

آبائی جائداد میں بیٹیوں کا کچھ حق نہ تھا، اولاد ذکور بھی جب تک نابالغ رہتی میراث کی مستحق نہیں ہوتی تھی،[۳]

ان باتوں کے علاوہ ان کے عقائد میں چند اور باتیں بھی داخل تھیں، جن میں ایک جھاڑ پھونک بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اس کے جاننے والے موجود تھے، چنانچہ طبرانی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے ممانعت فرمائی تو عمرو بن حبہ نے جو سانپ کے کاٹے کو جھاڑتا تھا آکر کہا کہ آپ اس سے منع فرماتے ہیں حالانکہ میں اس کا منتر جانتا ہوں اور جھاڑتا ہوں (یعنی اس ممانعت کی تعمیل کے باوجود نفس منتر کے جاننے اور اس کام کے کرنے کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے) آنحضرت

---

[۱] اسد الغابہ ص۵۳۶ ج ۵ [۲] ابن اثیر ص۵۳ ج ۱ [۳] اصابہ ص۱۵۹ ج ۴، [۴] اسد الغابہ ص۹۶ ج ۷،

Marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منتر سنا تو فرمایا اس میں کچھ ہرج نہیں، اس کے بعد ایک دوسرا انصاری آیا، اور کہا میں بچھو کو جھاڑتا ہوں آپ نے کہا کہ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچائے[1]

اسلام لانے کے بعد بھی انصار میں جھاڑ پھونک کا رواج باقی تھا، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت آئی ہے کہ ان لوگوں نے ایک سفر میں کسی قبیلے کے رئیس کو جسے بچھو نے ڈسا تھا، جھاڑا تھا اور اس کے معاوضہ میں تیس بکریاں لی تھیں[2]،

طہارت کا خیال حد درجہ تھا، تمام عرب طہارت میں ڈھیلے استعمال کرتے تھے لیکن انصار ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی لیتے تھے، اسلام کے زمانہ میں ان کا یہ فعل نہایت مستحسن سمجھا گیا، اور قرآن میں ان کی تعریف نازل ہوئی[3]،

مردوں کو دفن کرتے تھے اور بقیع الغرقد کو قبرستان بنایا تھا[4]،

ابن ہشام میں ایک موقع پر انصار کے عقائد کا ضمناً تذکرہ آگیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں[5]

الاوس والخزرج اھل شرک	اوس و خزرج مشرک تھے، بت پوجتے
یعبدون الاوثان لا یعرفون	تھے، جنت و دوزخ، بعث و نشر، قیامت
جنۃ ولا نارا ولا بعثا ولا	کتاب، حلال اور حرام کو نہیں
قیامۃ ولا کتابا ولا حلالا	جانتے تھے۔

اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں، کہ یہ لوگ قیدیوں کا فدیہ، تورات کے بموجب دیتے تھے اور یہ یہود کی صحبت کا اثر تھا[6]،

---

[1] اسد الغابہ ص۱۵ ج ۴ [2] صحیح بخاری ص۸۴۹ ج ۲ باب فضل فاتحۃ الکتاب [3] سنن ابن ماجہ ص۳۰

[4] خلاصۃ الوفاء ص۳۶۲ [5] سیرت ابن ہشام ص۳۰۲ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

انصار کا تمدّن

اوپر گذر چکا ہے کہ نبطی، بنو اسمٰعیل میں سب سے زیادہ متمدن تھے، انصار کو چونکہ ہم نبطی الاصل سمجھتے ہیں، اسلئے ہمکو دکھانا چاہیئے کہ ان میں تمدن کا کہاں تک اثر تھا؟ ذیل کی سطور میں اسی کو پیش کرنا ہے،

نظام اجتماعی انسان چونکہ بالطبع مدنیت کا دلدادہ واقع ہوا ہے، اس لئے وحشی قبائل بھی ایک نظام بناکر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان قبائل میں بھی ایک شخص سردار ضرور ہوتا ہے، پھر جب تمدّن پھیلتا ہے اور وحشت کم ہوتی ہے تو یہ نظام بھی وسیع ہوتا ہے اور اس میں متعدد شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں،

انصار میں مازن بن ازد سے حارثہ الغطریف کے زمانہ تک صرف سرداروں کے نام نظر آتے ہیں، عمرو بن عامر عرف مزیقیا کے وقت میں سردار قبیلہ کے ساتھ ایک اور نام بھی معلوم ہوتا ہے (مالک بن یمان) لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ اس کی حیثیت کیا تھی؟

عمرو کے بیٹے ثعلبۃ العنقا کے عہد میں جب وہ غسان میں مقیم تھا، ملک سے نہایت خونریز جنگ ہوتی ہے، تو اس موقع پر ثعلبہ کی قوم ایک باقاعدہ فوج نظر آتی ہے، جو جذع بن سنان کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی، چونکہ جذع نے فوج کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اس لئے مورخین اسکو سپہ سالار لکھتے ہیں[۲]،

---

[۱] صفۃ جزیرۃ العرب ص۲۱۵ [۲] کتاب المعارف ابن قتیبہ،

Marfat.com
Marfat.com

غرض تغلبہ کے وقت سے انصار میں دو عہدے قائم ہوئے، رئیس اور سپہ سالار اور یہ دونوں ایک زمانہ تک برقرار رہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ رئیس ہی نے سپہ سالاری کی خدمت بھی انجام دی، چنانچہ مالک بن عجلان خزرجی، اور عمرو بن طلحہ نجاری کے متعلق اسی قسم کے واقعات ملتے ہیں،

اس وقت تک چونکہ انصار کے قبائل باہم متحد تھے، اسلئے ان میں رئیس ایک شخص ہوتا، اور وہ عموماً قبیلۂ خزرج سے ہوتا تھا، چنانچہ مدینہ کی سکونت کے زمانہ میں ہمکو رؤسائے انصار میں سے جس شخص کا نام سب سے قدیم ملا ہے وہ مالک بن عجلان ہے جو سالم بن عوف بن خزرج کی اولاد تھا، سید سمہودی اس کی نسبت لکھتے ہیں[1]،

وسودہ الخیاط الاوس والخزرج — اسکو اوس اور خزرج دونوں نے سردار بنایا تھا،

مالک کے بعد ریاست خاندان سالم سے نکل کر خاندان نجار میں چلی گئی، چنانچہ بعاث اور انصار سے جو جنگ ہوئی اس میں عمرو بن طلحہ نجاری سپہ سالار افواج تھا، جس کے متعلق علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہی اس زمانہ میں انصار کا رئیس بھی تھا[2]، ان دونوں روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انصار کی ریاست جمہوری اصول پر قائم تھی، ورنہ شخصی ہونے کی صورت میں رئیس صرف ایک خاندان سے ہوتا، اور دوسرے خاندان میں انتقال ریاست کے وقت فتنہ و جنگ پیش آتیں، حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا،

لیکن جب انصار میں نزاع پیدا ہوئی تو ریاست دو حصوں میں منقسم ہو گئی اوس اور خزرج، اوس میں عبدالاشہل اور خزرج میں ساعدہ کا خاندان اپنے اپنے قبائل پر حکومت کرتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اوس کے سعد بن معاذ اور خزرج کے

[1] خلاصۃ الوفاء ص۸۳ [2] طبری ص۱۱۰۱ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

سعد بن عبادہ رئیس تھے[۱]

یہ تقسیم کچھ یہیں تک محدود نہیں رہی، بلکہ ان دونوں قبیلوں میں جتنے خاندان تھے سب نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ رئیس تجویز کر لئے، چنانچہ قبیلۂ اوس میں سے بجا نے اسید بن حضیر کو سردار بنایا[۲]، خزرج میں بھی اسی طرح تفریق ہوئی، بنو مازن بن نجار کی سیادت عاصم کو ملی[۳]، بنو سلمہ نے امۃ بن حزام کو سردار بنایا[۴]، امہ کے بعد بنو سلمہ باہمی خونریزیوں کی بدولت متفرق ہو گئے تھے لیکن پھر جد بن قیس نے سب کو مجتمع کیا اور خود سردار بن بیٹھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنو سلمہ کا یہی سردار تھا[۵]،

جنگ بعاث کے بعد جب دونوں قبیلوں نے زچ ہو کر ہمت ہار دی تو پھر قدیم نظام پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص عبد اللہ بن ابی پر سب نے اتفاق کیا اور اس کو یثرب کا رئیس بنانے کی تجویز پیش کی، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کی زبانی منقول ہے[۶]،

لقد اصطلح اھل ھذہ البحیرۃ	اس شہر کے باشندوں نے اس (ابن ابی) کو
علی ان یتوجوہ فیعصبونہ بالعصابۃ	تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا

ابن ابی پر اتفاق کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی جنگ و جدال سے حتی الامکان گریز کرتا تھا چنانچہ جنگ فجار کے ضمن میں گذر چکا ہے کہ اس نے عمر بن نعمان کو یہودی غلاموں کے قتل سے منع کیا تھا[۷]، اسی طرح وہ جنگ بعاث میں بھی بالکل الگ تھا[۸]، ایک موقع پر اس نے انصار اور قریش کی جنگ کو بھی ٹالا تھا[۹]، لیکن ابھی تخت نشینی کی نوبت نہ آئی

---

[۱] صحیح بخاری ص۵۹۵ ج ۲ باب حدیث الافک [۲] ابن اثیر ص۴۹۵ ج ۱ [۳] ایضاً [۴] خلاصۃ الوفا ص۸۶
[۵] اسد الغابہ ص۲۷۴ ج ۱ [۶] صحیح بخاری ص۶۵۱ ج ۲ باب ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب [۷] ابن اثیر ص۵۱۰ ج ۱
[۸] ایضاً ص۵۱۱ [۹] طبقات ابن سعد ص۱۵۰ ج ۱ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

تھی کہ انصار نے اسلام قبول کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا کی حکمرانی کیلئے مدینہ بلایا اور ابن ابی کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں،

ریاست کے ساتھ سپہ سالاری کا بھی یہی حشر ہوا، جب دونوں قبائل میں جنگ کا آغاز ہوا تو ہر قبیلے کا سپہ سالار علیحدہ علیحدہ تھا، چنانچہ حضیر بن سماک[1]، ابو قیس بن اسلت اور عمرو بن نعمان بیاضی[2] مختلف جنگوں میں دونوں قبیلوں کی طرف سے اس منصب پر فائز ہوئے ہیں، اسلام سے پہلے قبیلۂ اوس کا یہ عہدہ حضیر کے بیٹے اسید کو تفویض ہوا تھا،[3] امیر اور سالار لشکر کے عہدوں کے ساتھ انصار میں ایک اور اعزاز بھی تھا، یعنی بت خانہ کی تولیت، اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس عہدہ پر عمرو بن قیس بخاری، بنو نجار کی طرف سے مامور تھا،[4] اور قبائل میں بھی کچھ لوگ رہے ہونگے، لیکن ہمکو ان کے نام معلوم نہیں

نظام عسکری انصار نے چونکہ باقاعدہ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد قائم کی تھی، اسلئے ان کو ریاست کے تمام لوازمات رکھنے پڑتے تھے، مثلاً فوج، قلعے، فصیلیں، قبرستان،

فوج کے متعلق یہ تصریح نہیں کہ تعداد میں کتنی تھی، جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے کوئی مخصوص فوج نہ تھی، بلکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا، جو وقت پر اپنے قبیلہ اور وطن کی طرف سے جان نثاری کے لئے برابر تیار رہتا تھا، چنانچہ جنگ (احد) میں ایک موقع پر ایک ہزار جوان موجود تھے، جن مالک بن عجلان کی (بنی زریق کے علاوہ) سب کی تعداد تھی،[5]

لڑائی کے وقت صف بندی کا طریقہ نہ تھا، چنانچہ حضرت ابو ایوب نے جنگ بدر میں صف آرائی کی نسبت بیان کیا ہے کہ ہم لوگ جس وقت تیار ہوئے تو کچھ لوگ صف سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۹۲ [2] ایضاً ص ۲۳۸ ج ۵ [3] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۵ [4] ایضاً

[5] خلاصۃ الوفا ص ۱۵۲ ج ۱ ایضاً ص ۱۵۱

Marfat.com
Marfat.com

باہر نکل کر کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے ساتھ رہو"، انصار کی لڑائیوں کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ گتھ جاتے تھے، البتہ ہزیمت کے وقت یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک فریق بھاگ کر اپنے محلہ میں چلا جاتا، تو دوسرا فریق تعاقب چھوڑ دیتا تھا، لیکن کبھی یہ قانون ٹوٹ بھی جاتا، اور گھروں میں بھی پناہ نہ ملتی، اس وقت دوسرا فریق قلعہ بند ہو جاتا تھا،

جب آتشِ منافرت زیادہ بھڑکتی تو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام شروع ہوتا، مالک ابن غضب کے دو قبیلے اسی طرح لڑ کر فنا ہوئے، کہ ایک رونے والا بھی ان میں باقی نہ رہا، جنگ بعاث میں اوس نے خزرج کی گردنوں پر تلوار رکھی، لیکن پھر باز آ گئے،

فوج میں جو لوگ صرف حالات معلوم کرنے اور لڑائی دیکھنے کے لئے آتے ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا، جنگ جسر میں عینیہ اور جبار لڑائی کا نظارہ کر رہے تھے، جنگ بعاث میں عبداللہ بن ابی گھوڑے پر چڑھ کر میدان کے ارد گرد پھر رہا تھا، اور حالات پوچھ رہا تھا،

لڑائی کے لئے کوئی ایک میدان مقرر نہ تھا، بلکہ ہر قبیلے کا سکونت گاہ میدان جنگ کا کام دیتی تھی، کیونکہ قبیلے اور ہر محلے میں تھے کبھی کبھی قلعوں کو چھوڑ کر باغوں میں بھی لڑائی ہوتی تھی،

قلعے نہایت کثرت سے تھے، اور ایک ایک قبیلے کے پاس متعدد تھے، مثلاً زید بن مالک کے پاس ۱۴ قلعے تھے، عبدالاشہل خطمہ کے پاس بھی چند تھے، اور بنو جدرع نے ۲۰ قلعے تعمیر کئے تھے، ان قلعوں کی مختصر فہرست یہ ہے،

---

۱ مسند ابن حنبل ص۴۲۲ ج ۵ ۲ ابن اثیر ص۵۰۴ ج ۱ ۳ خلاصۃ الوفا، ص۸۵ ۴ ابن اثیر ص۵۱۱ ج ۱ ۵ ایضاً ص۵۰۶ ۶ ایضاً ص۵۱۱ ۷ خلاصۃ الوفا ص۸۶ ۸ ایضاً ص۸۵،

Marfat.com
Marfat.com

۱- آل ساعدہ					
نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱- اجم	زباب		۵- عسید		
۲- تیس	+	عثمان کا تھا	۱۵- الطول	مسجد خربہ	
۳- معرض	+		۱۶- اعماد	مدادادور دیخل میں	۴ قلعے
۴- واسطہ	"	ابو خزیمہ کا تھا	۱۷- بیس	+	
۲- عبدالاشہل			۶- حرام		
۵- رعل	+		۱۸- اعماد	+	دیکھو عکبیہ
۶- عاصم	فقارہ		۱۹- جاعس	مساجد فتح	
۷- مسیر	+		۲۰- مذاد	"	
۸- دائم	+		۷- واقصہ		
۳- ثدر ۹			۲۱- -	مسجد فضیح	
۹- اجرد	نعمہ		۲۲- ریدان	"	
۱۰ واسط	"		۸- اوس		
۴- انیف			۲۳- ۷	جذمان	
۱۱- اجنس	قبا		۹- سلم		
۱۲ +	قبا		۲۴- خضمی	مسجد قبا	
۱۳- +	"		۱۰- حارثہ		
۱۴ نواحاں	"	۲ قلعے تھے	۲۵- خضمی		

Marfat.com
Marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۳۶- ریان	۰	
۳۷- مربع	۰	
۳۸ نیار	نیار	
۱۱- سواد		
۳۹ بنیط	مسجد قبلتین	
۴۰- بیع	〃 ۱۳- نہ کورا	
۴۱ رابح	رابح	
۱۳- زریق		
۴۲- ریان	۰	
۱۴- نجار		
۴۳- زاہریہ	۰	
۴۴- عریاں	۰ نقر	
۴۵- نافع	۰ مغالہ	
۴۶- فویرع	۰ غنم	
۴۷- مشعط	مسجد ابی جدیلہ	
۴۸- بنیت	مسجد بنو دینار دینار	
۴۹ واسط	مازن	
۱۵- جشم		

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۴۰- سخ	سخ	
۱۶- سمیعہ		
۴۱- سعدان	ریح	
۱۷- بیاضہ		
۴۲- سوید	جاضہ	یہ قلعہ سیاہ تھا
۴۳- سرارہ	۰	
۴۴- عقرب	روحا	
۴۵- عقبان	سبخہ	
۴۶- لوی	〃	
۱۸- عطیہ		
۴۷- شاس	مسجد قبا	
۱۹- سالم		
۴۸- شماخ	۰	
۴۹- قواقل	عصبہ	
۲۰- ضبیعہ		
۵۰- شنیف	قبا	
۲۱- زید بن مالک		
۵۱- صباصی	قبا	۱۴ قلعے تھے

Marfat.com
Marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	تعداد
۲۲- حجیا					
۵۲- ضحیان	عصبہ		۶۲- ہجیم	عصبہ	
۵۳- مستنطل	چاہ غرس		۳۰- نامعلوم قلعے		
۵۴- ہجیم	عصبہ		۶۳- اشنف	مسجد خربہ	
۲۳- خمّہ			۶۴- ہرا الجیم	عصبہ	
۵۵- ضبع ذرع	چاہ ذرع		۲۵- بخرج	قبا	
۵۶- نفاع	چاہ عمارہ		۶۶ بقیع	,,	
۲۴- امیہ بن زید			۶۷ ہجان	بنجرہ	
۵۷- عذق	۰		۶۸ ثعبان	نقیع	
۲۵- غنم			۶۹ صرار	مزرعہ نقیع خیل	
۵۸- قواقل	عصبہ		۷۰ صیعہ	قبا	
۲۶- جبلیٰ			۷۱ ناصح	,,	
۵۹- مزاحم	۰		۷۲- عدنیہ	عصبہ	
۲۷- مالک بن نجلان			۷۳- غزہ	قبا	سبہ قبا کا بنیاد اس جگہ پر تھا
۶۰ مزدلفہ	مسجد تمیہ		۷۴- قبایہ	۰	
۲۸- وائل بن زید			۷۵- کلب	۰	
۶۱ موجا	۰		۷۶- کنس حصین	مہراس (قبا)	
۲۹- مجدعہ			۷۷- کومۃ المدر	تنعیم	

Marfat.com
Marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۷۸ - مراد ح	قبا		۸۰ - ثنیخان	دالح	دو قلعے تھے،
۷۹ واقم	.	۲ قلعے تھے	۸۱ - ازرق	قناۃ	

قلعوں کے علاوہ انصار نے جابجا دیواریں بنا رکھی تھیں جو سیلاب کے ساتھ دشمنوں کیلئے بھی مزاحم ہوتی تھیں، مدینہ کی سب سے بڑی دیوار وہ تھی جو شہر کے چاروں طرف کھنچی ہوئی تھی، اور جس کو سور مدینہ کہا جاتا ہے[1]، بنو بیاضہ کے محلہ میں ایک دیوار تھی، اس کا نام حاضہ تھا[2]، بنی زریق نے بھی ایک دیوار بنائی تھی[3]، ایک دیوار وہ بھی جو حرہ کی آتشزدگی میں جلی تھی[4]، ایک دیوار کا نام ربیع تھا[5]، اور انصار کا ایک معرکہ یہیں ہوا تھا، معیص اور مفرس نامی بھی دو دیواریں تھیں، جن کی آڑ میں چند دنوں تک انصار نے جنگ کی تھی[6]، ان دیواروں، قلعوں اور گنجان آبادی کی وجہ سے مدینہ نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر بن گیا تھا، طبقات میں ہے[7]،

کان سائر المدینۃ مشبکا	مدینہ اپنی گنجان عمارتوں کی وجہ سے گویا
بالبنیان فھی کالحصن	ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا،

عبداللہ بن ابی کا قول ہے، فواللہ ما خرج منھا الی عدو لنا قط الا اصاب منھا ولا دخلھا علینا الا اصبنا منھم[8]، یعنی ہم نے جب مدینہ سے نکل کر مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور جب یہیں رہ کر لڑے تو ہمیشہ فتح ہوئی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی استحکام کی وجہ سے مدینہ کو "درع حصینہ" مضبوط زرہ کہا ہے[9]،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص۲۵۲ [2] ایضاً ص۲۵۳ [3] ایضاً ص۲۵۸ [4] ایضاً ص۲۶۸ [5] ابن اثیر ج۱ ص۵۰۶
[6] ایضاً ص۵۰۵ [7] طبقات ابن سعد ص۲۲ ج۲ قسم ۱ [8] زرقانی ص۲۲۶ ج۲ [9] طبقات ص۲۲ ج۲ قسم ۱

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ انصار میں ہمیشہ خانہ جنگی رہا کرتی تھی، اس کے سوا مردوں کے دفن کرنے کا عرب میں قدیم دستور تھا، اس لئے انصار نے مدینہ میں مختلف قبرستان بنا لئے تھے، ایک بنو ساعدہ کا قبرستان تھا، جس پر بعد کو مدینہ کا بڑا بازار آباد ہوا[1]، عبد الاشہل کا قبرستان مغرہ کے نام سے مشہور تھا[2]، بقیع الغرقد جو آج بھی نہایت مشہور قبرستان ہے پہلے ایک زرخیز خطہ تھا، جس کے درختوں کو کاٹ کر قبرستان بنایا گیا، عمرو بن نعمان بیاضی اپنی قوم کے مرثیے میں کہتا ہے[3]،

خلت الدیار فسدت غیر مسود ۔۔۔ ومن العناء تفردی بالسودد

این الذین عهدتهم فی غبطة ۔۔۔ بین العقیق الی بقیع الغرقد

بنو سلمہ کا بھی ایک جداگانہ قبرستان تھا[4]، بنو خطمہ نے بھی ایک قبرستان بنایا تھا جو عرس کی طرف واقع تھا[5]، اور بنو نجار کا قبرستان مسجد نبوی کی جگہ پر تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو قبروں کو اکھڑوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی[6]

سب سے اخیر ہم کو یہ دکھلانا چاہئے کہ انصار میں ہتھیاروں کا کیا بندوبست تھا، اسکے متعلق زیادہ تفصیل معلوم نہیں، صرف اس قدر معلوم ہے کہ مدینہ میں رقم نامی ایک جگہ تھی، وہاں تیر بنتے تھے، یاقوت، رقم کے تحت میں لکھتے ہیں،

موضع بالمدینة تنسب الیه الرقمیات ۔۔۔ یعنی رقم مدینہ میں ایک جگہ ہے جہاں کے تیر مشہور ہیں

مدینہ میں یہود کے پاس بھی ہتھیار سازی کے آلات تھے اور وہ ہتھیار بنایا کرتے تھے[7]، ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت ان سے بھی قیمتاً لے لیتے ہوں،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص۲۰۰ [2] ایضاً ص۲۹۲ [3] ایضاً ص۱۲۳ [4] مسند ابن حنبل ص۳۹۶ ج ۳

[5] طبقات ص۲۲ ج ۲ قسم ۱ [6] صحیح بخاری ص۵۶ ج ۱ [7] معجم البلدان ص۱۰۱ ج ۴ [8] طبری ص۱۳۶۱ ج

Marfat.com
Marfat.com

نظام مذہبی انصار چونکہ صاحب مذہب تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے اسلئے انھوں نے اپنی مذہبی عبادتگاہیں بالکل جداگانہ بنائی تھیں، اور قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ ان مندروں میں بہت سے بت موجود رہتے تھے جن میں سب سے قوی ہیکل منات کا بت ہوتا تھا، ان مندروں کی نگرانی اور اہتمام ہر قبیلے کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا، چنانچہ بنو غنم ابن مالک بن نجار کے مندر کا عمرو بن قیس نجاری متولی تھا[1]، ایک عہدہ کاہن کا تھا، اور ہر قبیلے میں ایک کاہن رہتا تھا جس کو حبشی زبان میں طاغوت کہتے تھے، حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ عرب کے ہر قبیلہ میں کاہن ہوتا تھا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ غالباً انصار میں بھی یہ عہدہ تھا[2]،

ابن ہشام میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت وغیرہ اور بعض مسلمانوں میں کچھ نزاع ہوئی، مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم مانا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم حکام (حکام جاہلیت) سے فیصلہ کرائیں گے[3] اور حکام جیسا کہ صاف تصریح آئی ہے یہی کاہن ہوا کرتے تھے[4]،

انصار کے کاہنوں کے نام ہمکو معلوم نہیں، منافقین کے ذکر میں ایک شخص کا زدی ابن حارث نام آیا ہے، یہ قبیلہ عمرو بن عوف سے تھا، اس کو جب اس کے مسلمان بھائی نے مسجد سے نکالا تو یہ فقرہ کہا تھا، غلب علیک الشیطان، یعنی تجھ پر شیطان غالب آگیا[5]، اور چونکہ شیطان کاہنوں کے پاس آیا کرتا تھا[6]، اس لئے یہ قیاس کچھ بیجا نہیں کہ زدی انصار کا کاہن تھا،

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۹۵ ج ۱ [2] صحیح بخاری صفحہ ۶۵۹ ج ۲ باب قولہ ان کنتم مرضی اور علی سفر الخ
[3] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۹۳ ج ۱ [4] بخاری حوالہ مذکور [5] سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۹۶ [6] بخاری صفحہ ۶۵۹ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

انصار میں بت پرستوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے، لیکن چونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی، اس لیے ان کی کسی عبادت گاہ اور ان کے مذہبی نظام کا کچھ پتہ نہیں، قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے عبادت خانوں میں جاکر عبادت کرلیتے ہونگے مثلاً جو انصاری، مذہب یہود کے پیرو تھے، وہ یہودیوں کے گرجا میں جاتے ہوں گے، جو عیسائی ہوگئے تھے، عیسائیوں کے چرچ میں وہ ہمیشہ جاتے،

نظارتِ نافعہ مدینہ کے قرب و جوار میں چونکہ بہت سے چشمے، وادی اور نہریں بہتی تھیں اس لئے انصار نے مدینہ میں جابجا بہت سے پل بنائے تھے، چنانچہ ایک پل بنو حارثہ ابن خزرج کا تھا، اور یہاں اوس و خزرج میں جنگ بھی ہوئی تھی، ایک پل دوسرا بنی قریظہ کے پاس تھا، اور ایک[۲] نہر بطحان کے نام سے مشہور تھا[۳]

انصار پانی کی سبیلیں بھی رکھتے تھے اور اس کو نہایت ثواب کا کام سمجھتے تھے[۴] بنو دینار میں ایک سبیل تھی اس کا نام بقع تھا[۵]، اسلام لاکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج نے بھی ایک سبیل اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے رکھی تھی[۶]

متفرقات انصار اپنے نام پر اپنی آبادی کا نام رکھتے تھے، مثلاً تعلبیہ بنو ثعلبہ نے قیام کیا تھا، اس کا نام تعلبیہ تھا[۷]، مدینہ کے نواح میں ایک بستی کا نام روضۃ الخزرج تھا، چنانچہ حفص اموس کا شعر ہے،

فالملح بطن فلذ فھل تری اظعا ۔۔۔ نا بالبلیٰ قبلۃ او بروضۃ الخزرج

مدینہ کے محلوں میں بھی بعض محلے اپنے بانندوں کے نام سے مشہور تھے،

انصار میں تاج پوشی کا رواج تھا، اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ [illegible]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱ [illegible] [۲] خلاصۃ الوفا ص [illegible] [۳] ایضاً ص [illegible] [۴] خلاصۃ الوفا ص [illegible] [۵] [illegible] ص [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کرتا تھا، حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ان دونوں باتوں کی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں[1]،

لقد اصطلح اھل ھذہ البحیرۃ	یعنی اس شہر کے باشندوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا
علی ان یتوجوہ فیعصبونہ	کہ اس (ابن ابی) کو تاج پہنا دیں اور اسکی
بالعصابۃ	سلطنت کی پٹی باندھیں،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں[2]،

او لانھم یعصبون رؤسھم	یعنی رئیس کو مسند کہنے کی دوسری
بعصابۃ لا تنبغی لغیرھم	وجہ یہ ہے کہ اسکے سر پر ایک پٹی علامت
یعتمون بھا،	کے طور پر ہوتی تھی جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں[3]،

ای فیعممونہ کعمامۃ	یعنی پٹی باندھنے کا یہ مطلب ہے کہ اسکے بادشاہوں کا
الملوک	سا عمامہ باندھا جائے،

مہمات سلطنت میں مشورہ کے لئے انصار نے ایک جداگانہ مکان تعمیر کیا تھا، جو سقیفۂ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور تھا[4]، یہ عمارت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے مکان سے متصل تھی اور انہی کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، انصار میں گو باہم نہایت خونریز جنگیں واقع ہوئی تھیں، اور آپس میں سخت مخالفت تھی تاہم یہ کہیں نہیں پتہ چلتا کہ کسی زمانہ میں انکے دو دارالشوریٰ قائم ہو گئے تھے، یعنی اوس و خزرج نے اپنے مشوروں کے لئے کبھی

---

[1] صحیح بخاری ص۶۵۶ ج ۲، باب قولہ ولتسمعن اذی من اوتوا الکتب [2] فتح الباری ص۱۷۴ ج ۸، [3] عمدۃ القاری ص۵۳۳ ج ۸ [4] صحیح بخاری ص۳۳۳ ج ۱، باب ما جاء فی القبلۃ،

Marfat.com
Marfat.com

علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنائی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کی بحث اسی تقیفہ میں پیدا ہوئی تھی اور انصار کا اجتماع اسی جگہ ہوا تھا،

یہ عجیب بات ہے کہ انصار میں اس قدر تمدن موجود ہونے کے باوجود عورتوں اور مردوں کی طہارت کا کوئی بندوبست نہ تھا، ہجرت نبوی کے زمانہ اور اس کے بعد جو کچھ حالت تھی اسکو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے[1]،

فخرجت معی ام مسطح قبل المناصع	میں ام مسطح کے ہمراہ مناصع چلی جو قضائے
وھو متبرزنا..... وذالک قبل	حاجت کی جگہ تھی..... اور یہ اس زمانہ کا واقعہ
ان نتخذ الکنف قریبا من بیوتنا	ہے جب طہارت خانے ہمارے مکانوں کے
وامر نا امر العرب الاول	قریب نہیں بنے تھے اور ہماری حالت اس
فی التبرز قبل الغائط فکنا	معاملہ میں بالکل عرب قدیم جیسی تھی اور
نتاذی بالکنف ان نتخذ ھا	ہم اپنے گھروں میں طہارت خانے کا بنانا
عند بیوتنا،	ناپسند کرتے تھے.

علامہ عینی، مناصع کے تحت میں لکھتے ہیں[2]،

مواضع خارج المدینۃ کانوا	مدینہ کے باہر چند مقامات ہیں جہاں
یتبرزون فیھا.	لوگ قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے

تاہم عرب میں جس قسم کا پردہ رائج تھا، عورتیں اور مردان کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اسی لئے عورتیں رفع ضرورت کے لئے جائیں تو رات کو جاتی تھیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں،

---

[1] صحیح بخاری ص۲۹ ج ۲ باب قولہ عز وجل ان الذین جاءوا بالافک الخ

[2] عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷۳

Marfat.com
Marfat.com

وکنا لا نخرج الا لیلا الی لیل — اور ہم صرف رات کو رفع ضرورت کیلئے نکلتے تھے'

زراعت انصار زراعت پیشہ تھے' اور یہ ان کے نبطی ہونے کا اثر تھا، عرب کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی، عرب حضر اور عرب بدو، بنو اسمٰعیل میں دونوں قسم کے قبائل موجود تھے نبطی اور قریش مکہ حضری عرب تھے بخلاف اسکے عرب کے دیہاتوں اور جنگلوں میں جو خاندان آباد تھے وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، انصار چونکہ نبطی الاصل تھے، اس لئے ابتدا ہی سے حضارت کی طرف راغب تھے، چنانچہ یمن جاکر انھوں نے اس قدر باغات اور آراضی پیدا کی کہ اولاد قحطان میں بھی یمن کے حاکم ہونے کے باوجود کسی کے پاس نہ تھی[1]، وہاں سے نکل کر جہاں جہاں سکونت اختیار کی وہ تمام پر فضا اور زرخیز مقامات[2] تھے، یثرب آکر بھی انھوں نے اسی طریقہ پر بود و باش کی، یعنی کاشتکاری کرتے تھے، جو تقریباً شمالی عرب کی تمام آبادی کا واحد ذریعۂ معاش تھا، چنانچہ خیبر وغیرہ کے متعلق صحاح میں اس قسم کی بہت سی تصریحیں ملتی ہیں'

ہم نے ابھی کہا ہے کہ انصار میں زراعت کا خیال نبطی الاصل ہونے کے سبب سے تھا، اسکے ثبوت میں کہ نبطی زراعت پیشہ تھے، ہم ذیل کی روایات پیش کرتے ہیں۔

عرب مورخین کو چونکہ نبطیوں کا زیادہ علم نہیں، نیز وہ ان کو اختلاف معاشرت اور لہجہ و زبان کے لحاظ سے غیر عرب سمجھتے ہیں، اس لئے اپنی تاریخوں میں ان کا ذکر بہت کم کرتے ہیں' تاہم نبط کا لفظ ان کے ہاں بھی بالکل نامانوس نہیں، یاقوت[3] کا بیان ہے،

اما النبط فکل لم یکن راعیا — یعنی نبط عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہو

او جندیا عند العرب — جو چرواہا یا سپاہی نہ ہو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے نزدیک نبط کے مفہوم ہی میں متمدن زندگی

[1] معجم البلدان ص۳۵۵ ج، [2] ص۵۳ صفۃ جزیرۃ العرب ص۲ [3] معجم البلدان حوالہ مذکور،

Marfat.com
Marfat.com

داخل تھی، البتہ مورخین یونان نے سیاسی تعلقات کی بنا پر نبطیوں کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کئے ہیں، ایک مورخ ان کے مختلف حالات لکھ کر لکھتا ہے کہ[1]

ملک کا بڑا حصہ سرسبز ہے،

اور یہ ظاہر ہے کہ ملک کی سرسبزی زراعت کے بغیر ناممکن ہے،

نبطیوں کی زراعت کے ثبوت کے بعد اب انصار کی کاشتکاری کا حال سنو،

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں[2]،

وان اخواننا من الانصار کان	اور ہمارے انصاری بھائیوں کو ان کی زمینوں
یشغلھم العمل فی اموالھم	کا کام طلب علم سے باز رکھتا تھا،

حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں[3]،

کنا اکثر اھل المدینۃ مزدرعا	ہم مدینہ میں سب سے بڑے کاشتکار تھے،

حضرت انسؓ، حضرت ابوطلحہؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں[4]،

ابوطلحۃ اکثر انصاری	انصار میں ابوطلحہ سب سے زیادہ نخلستانوں
بالمدینۃ نخلا،	کے مالک تھے،

اسی طرح اور بھی بہت سی جزئیات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کلیۃً زراعت پیشہ تھے اور چونکہ مدینہ طبعی طور سے سیر حاصل مقام تھا، اس لئے وہاں کی آبادی کے لئے کاشتکاری اور بھی ضروری ہو گئی تھی، چنانچہ زراعت کی کثرت اور پیداوار کی صلاحیت کی وجہ سے مدینہ کے چاروں طرف جھنڈ کے جھنڈ سیکڑوں کھجور کے درخت نظر آتے تھے[5]،

---

[1] Gold mines ۲ صحیح بخاری ص۲۲ ج ۱ باب حفظ العلم [3] ایضاً ص۳۱۲ ج ۱ باب قطع الشجر والنخل [4] ایضاً ص۷۵ ج ۲ باب قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون [5] خلاصۃ الوفا ص۲۷۳،

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ انصار بالکل بدوی اور وحشی نہ تھے، بلکہ ان میں کسی قدر تمدن بھی تھا، اس لئے ان میں زمین کی کاشت کے متعلق کچھ اصول وآئین رائج تھے، مثلاً وہ جب تک یہود کے زیر اثر رہے، ان کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے[1] اسی طرح جب خود مدینہ کے مالک ہوئے تو ہر خاندان کے حصہ میں کم وبیش زمین آئی، جن لوگوں کے پاس زمین کم تھی وہ بڑے زمینداروں سے جوتنے بونے کے لئے کھیت لیتے تھے[2]،

اس زمانہ میں چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا، اس لئے کاشتکار کو زمین دیتے وقت یہ تبلا دیا جاتا تھا کہ کھیت میں اتنا حصہ تمہارا اور اتنا زمیندار کا حق ہوگا، اس میں ایسا اوقات کاشتکار کا نقصان ہوتا تھا، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کھیت کے ایک حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرا حصہ بالکل خالی رہتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر اس بے رحمانہ رسم کو بالکل اٹھا دیا[3]،

مدینہ کی پیداوار میں کھجور سب سے زیادہ مشہور ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جس افراط اور تنوع کے ساتھ پیدا ہوتی تھی ان کی نظیر عرب کے دوسرے خطوں میں مشکل سے مل سکے گی، چنانچہ بعض لوگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہاں کھجور کی ایک سو بیس قسمیں پیدا ہوتی تھیں[4]،

قسموں کی یہ تعداد خواہ صحیح نہ ہو لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ کثیر یقیناً تھی،

تجارت انصار کی سیرت میں یہ عنوان ترتیباً سب سے اخیر درجہ پر ہے، اسلئے ہم بھی اس کو اخیر میں لکھتے ہیں، انصار تجارت بھی کرتے تھے اور اس کے لئے خود مدینہ میں تمام سامان مہیا تھا یعنی بازار موجود تھے، مدینہ میں یہودیوں کے کئی بازار تھے، جن میں قینقاع

[1] معجم البلدان ص۱۲۶ ج۷، [2] صحیح مسلم ص۱۰۷ ج۱، [3] صحیح بخاری ص۳۳۳ ج۱ باب یکرہ من الشروط فی المزارعۃ، [4] زرقانی ص۲۹۰ ج۲

Marfat.com
Marfat.com

سب سے زیادہ مشہور ہے، انصار اس میں جاتے تھے، یہ بازار سال میں کئی مرتبہ لگتا تھا[1] اور یہاں عرب کے مشہور بازاروں کی طرح شعرا جمع ہو کر اپنے اپنے اشعار سناتے تھے[2] چنانچہ حضرت حسانؓ اور نابغہ سے یہیں ملاقات ہوئی تھی[3]،

لیکن انصار نے صرف اسی حد تک قناعت نہیں کی، بلکہ انھوں نے اپنے لئے یہودیوں سے علیحدہ چند بازار قائم کئے، چنانچہ مدینہ کا سب سے بڑا بازار وہ تھا جو حرہ[4] میں لگتا تھا، اور جس کے قریب بنو ساعدہ کی آبادی تھی[5]، ایک بازار قبا میں تھا، اور ہر سوموار کو لگتا تھا[6]، عمرو بن عوف کا تھا، یہ بازار قینقاع کے بعد لگا کرتا تھا[7]، ایک بازار ام العیال نامی ایک چشمہ کے کنارہ لگتا تھا[8]، ایک بازار مسجد الرایہ کے قریب تھا، یہ مدینہ کا قدیم بازار تھا، اور اس کی پشت پر ثنیۃ الوداع کی پہاڑی واقع تھی[9]، ایک بازار کا نام مزاحم تھا اور یہ اوائل اسلام تک لگتا تھا[10]، ایک بازار بقیع میں تھا[11]،

چونکہ مدینہ میں کوئی حکمہ نہ تھا، اس لئے تجارت میں نقد کے بجائے جنس سے دوسری چیز کا تبادلہ کرتے ہوں گے، چنانچہ کھجور کے متعلق بہت سی حدیثوں سے اس کی تائید ملتی ہے، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں[12]،

کنا نرزق تمر الجمع وھو الخلط	ہمکو اچھے برے ہر قسم کے چھوہارے ملتے
من التمر وکنا نبیع صاعین بصاع	اور ہم بُرے چھوہاروں کے دو صاع کو اچھوں
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کے ایک صاع کے عوض فروخت کر دیتے
لا صاعین بصاع ولا درھمین	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ دو صاع

[1] خلاصۃ الوفا ص۲۵۱ [2] ایضاً ص۲۰۰ [3] ایضاً ص۸۸ [4] ابن اثیر ص۴۹۴ ج۱
[5] خلاصۃ الوفا ص۲۶۲ [6] ایضاً ص۲۶۲ [7] ایضاً ص۲۹۸ [8] صحیح بخاری ص۲۸۵ ج۱ [9] ایضاً ص۲۶۰

Marfat.com
Marfat.com

بدر ھم — ایک صاع کے معاوضہ میں اور دو درہم ایک درہم کے معاوضہ میں نہیں دیئے جا سکتے،

خرید و فروخت کے مختلف طریقے رائج تھے، ایک طریقہ یہ تھا کہ پھلوں کو ۲ یا ۳ سال کے لئے بلا وزن اور مقدار متعین کئے بیع ڈالتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس شرط پر جائز رکھا کہ وزن اور مقدار معلوم رہنا چاہیے[1]،

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خریدار چیز کے مالک کا دن یا رات کو کپڑا چھو لیتا تھا، اور یہی بیع سمجھی جاتی تھی، تیسری صورت یہ تھی کہ بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنے کپڑے پھینک دیتے تھے، اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ باقی رہتی تھی[2]،

ایک صورت یہ تھی کہ کھجور درختوں ہی پر ہوتے تھے اور ان کا اندازہ کر کے اس کے عوض دوسرے پھل خریدے جاتے تھے، انگور بھی اسی طرح بیچتے تھے اور اس کے معاوضہ میں کشمش لیتے تھے، اس کو مزابنہ کہتے ہیں[3]،

ایک طریقہ یہ تھا کہ کھیت کرایہ پر اٹھائے جاتے تھے، اور مالک شرط کر لیتا تھا کہ نہروں اور نالیوں کے آس پاس کی زمین ہماری اور باقی تمہاری ہوگی[4]،

ایک صورت یہ تھی کہ خریدار موجود نہ ہوتا، اور چیز اس کے لئے رکھ لیجاتی، اور اس کی ملک سمجھی جاتی تھی[5]،

ایک طریقہ یہ تھا کہ مال خرید کر مشتری اسی جگہ فروخت کر ڈالتا، اور اس سے جو دام ملتے وہ بائع کو دیتا (ہدایہ ج ۳ ص ۳۸)

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۹۸ ج ۱ باب السلم فی کیل معلوم، [2] صحیح مسلم ص ۲۰ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۲۹۸ ج ۱ باب بیع المزابنہ وہی بیع الثمر، [4] صحیح مسلم ص ۲۱ ج ۱ باب کراء الارض بالذہب والورق، [5] ایضاً ص ۲۰ باب تحریم بیع الحاضر

Marfat.com
Marfat.com

ایک صورت روپیہ پیسے کے لین دین کی تھی، اور یہ امراء انصار کرتے، مثلاً زید بن ارقم[1]، کعب بن مالک[2]، ابو قتادہ[3] وغیرہ، اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ لوگ ایک مقررہ میعاد تک کے لئے درہم لیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہئے، ادھا

بعض انصار شراب کی تجارت کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے شراب کا ذکر کیا ہے، اور امید ہے کہ اس کے متعلق کچھ نازل ہو کر رہے گا، اس لئے تم میں سے جس کے پاس شراب ہو اسکو فروخت کر کے نفع حاصل کرے، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اس کے پینے اور فروخت کرنے کی قطعی ممانعت ہے، چنانچہ لوگوں نے شراب کو مدینہ کی گلیوں میں بہا دیا[4]،

ان باتوں کے بعد اب اس ضمن میں کچھ حالات اور سن لینے چاہئیں، وہ خرید و فروخت میں کثرت سے قسمیں کھاتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا[5]، بعض لوگ دھوکا دیتے تھے، چنانچہ حبان بن منقذ کے متعلق ہے کہ وہ اکثر دھوکا کھاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کچھ بیچو تو یہ کہدیا کرو کہ اس میں دھوکا نہ چلے گا اور میں جا ہونگا تو ۳ دن میں اپنی چیز واپس لے لونگا[6]،

یہ روایت صحیح بخاری، مسلم اور ابو داؤد میں بھی ہے، لیکن اس میں حبان کا نام نہیں آیا ہے،

صنعت و حرفت جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے، انصار میں صنعت و حرفت کا بالکل رواج نہ تھا یا تھا تو شاذ و نادر تھا، چنانچہ ابو شعیب انصاری کے متعلق مذکور ہے کہ، انکا غلام قصاب تھا[7] ایک

---

[1] صحیح بخاری ص۳۱۱ ج ۱ [2] صحیح مسلم ص۲۲۲ ج ۲ [3] ایضاً ص۲۲۴ [4] صحیح بخاری ص۲۷۶ جلد ۱ باب کیف اتی النبی ﷺ بن اصحمہ
[5] صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۲۴ [6] ایضاً ص۲۷۶ جلد ۱ باب النہی عن الحلف فی البیع [7] ہدایہ جلد ۴ ص۲۲ [8] صحیح بخاری جلد ۱ ص۲۷۹

Marfat.com
Marfat.com

انصاریہ کے غلام کو بخاری آتی تھی، چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے ایک منبر بنوایا تھا، جو مسجد نبوی میں رکھا گیا، اس کے پہلے مسجد نبوی میں منبر نہ تھا[1]، فروہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابو ہند حجام تھا[2]،

تعلیم انصار میں جہالت کی عمومیت کے ساتھ کچھ تعلیمافتہ لوگ بھی موجود تھے، جو عربی میں لکھ پڑھ لیتے تھے، چنانچہ اسلام کے اوائل میں حسب ذیل حضرات لکھنا جانتے تھے، سعد بن عبادہؓ، منذر بن عمروؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، رافع بن مالکؓ، اسید بن حضیرؓ، معن بن عدی البلوی، بشیر بن سعدؓ، سعد بن ربیعؓ، اوس بن خولیؓ، عبداللہ بن ابی منافق[3] ان میں زید بن ثابتؓ عربی کے ساتھ عبرانی میں بھی خط و کتابت کرتے تھے، جو شخص کتابت کے ساتھ تیراندازی اور تیراکی بھی سیکھتا اس کو کلمہ اور کامل کا خطاب دیا جاتا تھا، چنانچہ جاہلیت قدیم میں دو شخص ان کمالات کے جامع ہوئے تھے، سوید بن صامت اور حضیر کتائب[4]، اسلام کے زمانہ میں بھی رافع بن مالکؓ، سعد بن عبادہؓ، اسید بن حضیرؓ، عبداللہ بن ابیؓ، اوس بن خولیؓ، انہی خطابات سے مخاطب تھے،

---

[1] صحیح بخاری ص۲۸۱ باب البخار [2] سیرت ابن ہشام ص۳۷۲ ج ۱ [3] فتوح البلدان ص۴۷۲،

Marfat.com
Marfat.com

زمانۂ اسلام

انصار میں اسلام کی ابتداء

یہ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ انصار ایام جاہلیت میں حج کرنے جاتے اور سالانہ مکہ آتے تھے، اس کے علاوہ باہمی خانہ جنگیوں کے باعث ان میں جو کمزوری پیدا ہو گئی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ یہود ان کو دبانا چاہتے تھے اور مدینہ کو ان کے قبضہ سے نکال لینے کی فکر کرتے تھے۔ بعث خود اوس و خزرج میں اس قدر عناد پیدا ہو گیا تھا کہ اوس قریش کے حلیف بننے کے لئے مکہ آئے تھے، لیکن ابوجہل کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہ ہو سکے اور ان کو ناکام واپس ہونا پڑا یہ تھے، جن کی وجہ سے انصار کو مکہ آنا پڑتا تھا،

نبوت کے ابتدائی زمانہ میں انصار کی آمد و رفت مکہ میں برابر جاری تھی، چنانچہ سب سے پہلے اہل مدینہ میں سے جس کو حامل وحی کی زبان سے دعوت اور قرآن مجید کی آیات سننے کا اتفاق ہوا، وہ سوید بن صامت تھا، سوید قبیلۂ عمرو بن عوف میں ایک ممتاز آدمی تھا، اور چونکہ صحت جسمانی، شرافتِ نسب اور شاعری کا جامع تھا، اس لئے اس کے قبیلے والے اس کو عام عرب کی عادت کے مطابق کامل کے لقب سے پکارتے تھے، وہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، اسلام کی تبلیغ سنکر بولا کہ جو تمہارے پاس ہے وہی میرے پاس بھی ہے،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، تمہارے پاس کیا ہے؟،، کہا صحیفہ لقمان

Marfat.com
Marfat.com

ارشاد ہوا "مجھ کو سناؤ"، اس نے کچھ سنایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشنودی ظاہر کی اور فرمایا "میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے"، اور وہ قرآن ہے"، اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا لیکن نتیجہ صرف اس قدر نکلا، کہ ابن ہشام کے قول کے مطابق

فلم یبعد منہ — وہ اسلام سے دور نہیں رہا،

مکہ سے مدینہ واپس ہوا اور وہاں خزرج نے اس کو قتل کر دیا، عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ وہ مسلمان مرا، یہ بعاث سے قبل کا واقعہ ہے[1]،

اس کے بعد ابو الحیسر انس بن رافع، عبداشہل کے چند آدمیوں کو لے کر جن میں ایاس بن معاذ بھی تھے، قریش سے حلف قائم کرنے کے لئے مکہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اس مجمع کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی، قرآن مجید کو سن کر ایاس جو ابھی کمسن تھے بول اٹھے کہ "تم جس کام کے لئے آئے ہو، یہ اس سے بہتر ہے"، ابو الحیسر نے یہ سنکر ایاسؓ کے کچھ کنکریاں پھینک ماریں، وہ خاموش ہو رہے، اور مدینہ پہنچکر وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دیر کی صحبت میں ایاسؓ نے اسلام کو جو کچھ سمجھا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ مرتے وقت وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگوں کو سناتے رہے، اسی وجہ سے ان کے قبیلے کے لوگ انکو مسلمان سمجھتے تھے[2]، اور بے شبہہ وہ مسلمان بھی تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

ابن واضح کاتب عباسی نے لکھا ہے کہ ایاسؓ اوسیوں کے ساتھ آئے تھے اور ان کے ہمراہ اسعد بن زرارہ بھی تھے، لیکن ہمارے خیال میں یہ ان کی غلطی ہے، اوسی جس مقصد سے آئے تھے وہ یہ تھا کہ خزرج سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش کے حلیف بنیں، اس بنا پر وہ خزرج کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ نہیں لا سکتے تھے، اور چونکہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے جو خزرج

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۲۲ و ۲۲۳ ج ۱ [2] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۵

Marfat.com
Marfat.com

کا ایک خاندان تھا، اس لئے ان کا ساتھ آنا کیونکر ممکن تھا؟ یہ صرف ہمارا قیاس نہیں ہے بلکہ واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، جنگ معبس اور مضرس میں جب اوس نے شکست کھائی تو قریش سے حلف کا تعلق قائم کرنے مکہ گئے تھے، لیکن کس طرح گئے تھے؟ اس کا جواب ابن اثیر کی زبان سے سننا چاہیے[1]،

واظهروا انهم يريدون العمرة وكانت عادتهم انه اذا اراد احدهم العمرة او الحج لم يعرض اليه خصمه ويعلق المعتمر على على بيته كذا وكذا فلما فعلوا ذلك ..... اور انھوں (اوس) نے (حلف کیلئے جاتے وقت) ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کی غرض سے جاتے ہیں اور یہ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی حج یا عمرہ کی غرض سے جاتا تو دشمن اس سے تعرض نہ کرتا تھا اور عمرہ کرنے والا اپنے دروازہ پر کھجور

جب اوس و خزرج کی باہمی عداوتوں کا یہ حال تھا تو پھر وہ ایسے اہم معاملہ میں دوسرے خاندان کے آدمی کو کیونکر ساتھ لا سکتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے مورخ نے دو جداگانہ واقعات کو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے، اور اسی وجہ سے خلط مبحث ہو گیا ہے، چنانچہ انھوں نے آگے چل کر لکھا ہے کہ "یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے تھے"، حالانکہ جس جماعت میں ایاس تھے اس میں سے ایک متنفس بھی مسلمان نہیں ہوا، اور خود ایاس نے بھی علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا، بلکہ کنکریاں کھا کر چپ ہو رہے، اور سب کے ساتھ مدینہ واپس گئے[2]، ہمارے مورخ نے اس واقعہ اور عقبہ اولیٰ کی بیعت کو ایک سمجھ لیا، حالانکہ ان دونوں میں کم از کم ایک سال کا فصل ہے، عقبہ اولیٰ میں اسعد بن زرارہ بے شک موجود تھے لیکن اس وقت ایاس بن معاذؓ کا پتہ تک نہ تھا، کیونکہ وہ جنگِ بعاث میں فوت ہو چکے تھے

[1] ابن اثیر ص ۵۰۷ و ۵۰۸ ج ۱ [2] یعقوبی ص ۳۵ ج ۲ [3] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۳ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

اس غلطی کی ایک وجہ اور بھی ہے، اس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے پہلے کون صاحب مسلمان ہوئے؟ بعض لوگوں نے رافع بن مالک زرقی اور معاذ بن عفراء کا نام لیا ہے، بعض اسعد بن زرارہ اور ذکوان کو پہلا مسلمان سمجھتے ہیں[1]، اور بعض جابر بن عبداللہ بن رباب کو اولیت کا مستحق جانتے ہیں[2]، ابن واضح نے غالباً دوسری جماعت کا ساتھ دیا ہے لیکن اس سے اولاً تو ان کا مقصد حاصل نہیں ہوا یعنی یہ نہ لکھ سکے کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، دوسرے اس غلط مبحث کی وجہ سے کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جو قدیم مورخین کی تشویش و اضطراب سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہیں،

بیعت عقبہ اولیٰ یہ بیعت درحقیقت انصار میں اشاعتِ اسلام کا دیباچہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابتداءً اسلام کی حمایت خفی طور پر اشاعت کرتے تھے لیکن جب اس پر بھی مشرکین کا بغض و عناد بڑھتا گیا اور اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا وعظ علی الاعلان شروع کر دیا، اور منیٰ، عکاظ اور ذی المجاز وغیرہ میں جا کر جہاں دیگر قبائل کے سامنے دین الٰہی کی منادی شروع کی، اور اپنے کو ان کے وطن پہنچنے کے لئے پیش کیا، لیکن بار بار کی تکرار کے باوجود کچھ نتیجہ نہ نکلا، چنانچہ آپ اس عرصہ میں جن جن قبائل کے پاس تشریف لے گئے، ان کے نام یہ ہیں،

عامر بن صعصعہ، محارب، فزارہ، غسان، مرۃ، حنیفہ، سلیم، عبس، نضر، بکا، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمۃ[3]،

لیکن جب خدا کو اپنے دین کو غالب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور آپ سے جو کچھ وعدے کئے تھے، ان کے پورا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن سعد ج ۱ ق ۱ ص ۱۴۶ [2] زرقانی ص ۳۱۶ ج ۱ [3] زاد المعاد ابن قیم ص ۳۰ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

کو انصار کے خیموں میں پہنچا دیا جو ایام حج میں بمقام منیٰ نصب تھے، انصار کا یہ گروہ جس کی تعداد ۷۰ یا بیان کیجاتی ہے قبیلۂ خزرج سے تھا، آپ نے ان کو دین الٰہی کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتیں سنائیں تو سب کے سب مسلمان ہو گئے اور آپ سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ ہمارے درمیان باہمی لڑائیوں کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے پہلے ہم کو ان نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے، پھر آپ کو اپنے ہاں بلائیں گے اور اگر موجودہ حالت میں آپ تشریف لے گئے تو کامیابی کی کچھ زیادہ امید نہیں، اور ہم آئندہ سال آپ کے پاس پھر آئیں گے،

یہ مختصر جماعت حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث بن عفراء رافع بن مالک، قطبہ بن عامر بن حدیدہ، عقبہ بن عامر بن نابی، جابر بن عبداللہ بن ریاب[1]

اس امر میں اختلاف ہے کہ اس جماعت میں سب سے پہلے کن بزرگ نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا تھا؟ ابن کلبی اور ابو نعیم نے رافع بن مالک کو پہلا مسلمان سمجھا ہے[2]، اور طبقات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد نبی زریق میں سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا[3]، قاضی ابن عبدالبر نے جابر بن عبداللہ بن ریاب کی نسبت گمان کیا ہے[4]، مغلطائی نے اسعد بن زرارہ اور ذکوان ابن عبد قیس کو سب پر مقدم رکھا ہے[5]، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معاذ ابن عفراء نے بیعت کی تھی[6]، لیکن اصل یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے، اس لئے ہم بھی صاحب طبقات کے ساتھ مل کر صرف اس قدر کہتے ہیں کہ لم یکن قبلھم احد یعنی ان لوگوں سے قبل اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

بعض لوگوں نے اس تعداد میں دو آدمیوں کا اور اضافہ کیا ہے، وہ دو بزرگ یہ ہیں،

---

[1] زرقانی ج ۱ ص ۳۶۰، [2] طبقات ابن سعد ۱۴۶، ۱۴۷ ج ۳ قسم ۱، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵۷، [4] طبقات ۱۴۶،

[5] استیعاب ج ۱ ص ۸۶، [6] زرقانی ج ۱ ص ۳۶۱ [7] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۷۹

Marfat.com
Marfat.com

ابوالہیثمؓ بن التیہان اور عویمؓ بن ساعدہ، لیکن یہ دونوں خزرج کے قبیلہ سے نہ تھے بلکہ اوس سے تھے اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ اس جماعت میں قبیلہ اوس کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں[1]،

لقی عند العقبۃ فی الموسم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے زمانہ
ستۃ نفر من الانصار کلھم	میں انصار کے ۶ آدمیوں سے ملے جو
من الخزرج	کل کے کل خزرج سے تھے،

ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں،

قال ابن اسحاق وھم فیما ذکر	ابن اسحاق کا قول ہے کہ جہاں تک
لی ستۃ نفر من الخزرج[2]	مجھ علم ہے خزرج کے ۶ آدمی تھے،

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں،

فاسلم منھم ستۃ نفر وکلھم	پس ان میں سے ۶ آدمی مسلمان ہوئے
من الخزرج (زرقانی ص ۳۶۰ ج ۱)	جو سب کے سب خزرجی تھے،

بعض لوگوں نے عبادہؓ بن صامت کا جابرؓ بن عبداللہ بن ریاب کے بجائے نام لیا ہے، لیکن یہ وہ خیال ہے جس کی خود حضرت عبادہؓ نے تردید کردی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں[3]،

کنت فیمن حضر العقبۃ الاولیٰ	میں ان لوگوں میں ہوں جو عقبۂ اولیٰ میں
وکنا اثنی عشر رجلا	موجود تھے اور ہم بارہ آدمی تھے،

صحیح بخاری میں حضرت عبادہؓ سے منقول ہے[4]،

---

[1] زاد المعاد ص ۳۰۶، ج ۱ [2] سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵ ج ۱ [3] مسند ابن حنبل ص ۳۲۲ ج ۵،

[4] صحیح بخاری ص ۵۵۰ ج ۱ باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ وبیعۃ عقبہ،

Marfat.com
Marfat.com

انا من النقباء الذین بایعوا رسول	میں ان نقبا میں ہوں جنھوں نے آنحضرت
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی،

اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۲۔ آدمیوں کی تعداد ہمارے موجودہ عنوان کے ایک سال بعد پوری ہوئی ہے، علامہ ابن اثیرؒ، حضرت عبادہؓ کے حالات میں لکھتے ہیں[1]،

شھد العقبۃ الاولیٰ والثانیۃ	انھوں نے عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ میں شرکت کی،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ مذکورۂ بالا روایتوں میں جس عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ کا ذکر آیا ہے وہ ہمارے نزدیک ثانیہ اور ثالثہ ہے، پہلی بیعت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کا ہم موجودہ عنوان میں تذکرہ کر رہے ہیں اور اس کا ہمارے مصنفین رجال اور مورخین کے ہاں کوئی نام نہیں، اصل یہ ہے کہ عقبہ میں انصار نے ۳ مرتبہ بیعت کی ہے، پہلے سال ۶ آدمی تھے، دوسرے سال ۱۲، اور تیسرے سال ۷۵ مورخین ۱۲۔ اشخاص کی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور ۷۰ کی بیعت کو عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، لیکن ہم نے جو تقسیم کی ہے وہ زیادہ صاف اور واضح ہے، اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی ہماری تائید میں موجود ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

ان الانصار اجتمعوا بالنبی صلعم	انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثلث مرات بعقبۃ منیٰ،	منیٰ کی گھاٹی میں ۳ مرتبہ ملے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے بھی ہماری تقسیم سے موافقت ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بیعت کو جس میں ۷۰ آدمی شامل تھے عقبہ نہیں کہتے ہیں، بلکہ صرف ۲ بیعتوں کا نام عقبہ رکھتے ہیں،

بیعت عقبۂ ثانیہ	یہ ہمارے مورخین کی اصطلاح میں عقبۂ اولیٰ ہے، یاد ہوگا کہ گذشتہ بیعت میں

[1] اسد الغابہ ص۱۰۶ ج۳ [2] اصابہ ص۵۵ ج۸ [3] اسد الغابہ ص۷ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے سال آنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ اون لوگوں نے مدینہ پہونچ کر اسلام کی دعوت دی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور اکثر گھروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہونے لگا،[1] دوسرے سال اُن ۷۰ آدمیوں کے ساتھ ۷۰ مسلمان اور ساتھ ہو گئے اور ۱۲ اصحاب کا مقدس قافلہ حاملِ وحی و رسالت کی زیارت کے لئے مکہ روانہ ہوا

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملاقات ہوئی اور ان شرائط پر بیعت لی گئی (۱) شرک نہ کریں گے، (۲) چوری نہ کریں گے، (۳) زنا نہ کریں گے، (۴) اولاد کو قتل نہ کریں گے (۵) کسی پر بہتان نہ باندھیں گے، (۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی باتوں میں نافرمانی نہ کریں گے،

چونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا، اس لئے ان شرائط میں اس کا تذکرہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینے کے بعد فرمایا "اگر تم اس عہد کو پورا کروگے تو تم کو جنت ملے گی، ورنہ خدا کو اختیار ہوگا، خواہ مغفرت کرے خواہ عذاب دے"[2]

بیعت کرکے یہ لوگ واپس ہوئے تو اب مدینہ میں نہایت سرعت سے اسلام ترقی کرنے لگا، حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے باجماعت نماز کا انتظام کیا،[3] اور قبیلہ نبیت کی نشیبی زمین میں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑی، بنو زریق میں بھی ایک مسجد بن چکی تھی،[4] ان کو شوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ ہماری تعلیم کے لئے ایک قاری بھیجدیجئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس اہم کام کے لئے روانہ فرمایا، حضرت مصعبؓ، اسعدؓ بن زرارہ کے مکان میں اترے اور

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۴۰ ج ۱ قسم ۱ [2] مسند ابن حنبل ص۳۲۳ جلد ۵ [3] طبقات ابن سعد ص۱۴۱ ج ۱ قسم ۱
[4] سیرت ابن ہشام ص۲۳۷ ج ۱ [5] طبقات ص۱۴۲ ج ۱ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید کی تعلیم شروع کی،[1] اہل مدینہ ان کو مقری کہا کرتے تھے،[2]

اس کے ساتھ ہی نماز کی امامت بھی انہی کے سپرد ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار اپنی دیرینہ باہمی عداوتوں کے باعث ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تھے،[3] غرض حضرت مصعبؓ کے مدینہ پہونچ جانے سے اشاعت اسلام میں نہایت نمایاں ترقی ہوئی اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ نے دین اسلام اختیار کیا، یہ دونوں بزرگ قبیلۂ عبد الاشہل کے سردار تھے،

سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ کا اسلام

مصعبؓ بن عمیر نے اسلام کی منادی کا یہ طرز اختیار کیا تھا، کہ اسعد بن زرارہؓ کے ہمراہ ہر قبیلے میں جاتے اور وہاں جو لوگ مسلمان ہوتے ان سے باتیں کرتے اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، ایک روز عبد الاشہل اور ظفر کے محلہ میں گئے تو چونکہ سعد بن معاذ ابھی تک مشرک تھے، ان کو سخت ناگوار ہوا، لیکن اسعد بن زرارہؓ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے (سعد بن معاذ، اسعدؓ بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تاہم اسید بن حضیر سے کہا کہ "تم جاکر مصعب کو منع کردو کہ وہ آیندہ سے ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنانے نہ آئیں" اسید نے نیزہ اٹھایا اور اس باغ میں آ پہنچے جہاں مصعبؓ چند مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسعد بن زرارہؓ نے کہا "دیکھنا! جانے نہ پائیں! یہ اپنی قوم کے سردار ہیں" مصعبؓ نے جواب دیا اگر وہ بیٹھیں گے تو میں گفتگو کرونگا" اسید بن حضیر نے آتے ہی نہایت سخت گفتگو کی جس کو حضرت مصعبؓ نے نہایت متانت سے سنا اور کہا "آپ بیٹھ کر میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں؟ اگر پسند ہوں قبول فرمائیے گا ورنہ آپ کو اختیار ہے" اسید نے کہا "تم نے انصاف کی بات کہی" اس کے بعد نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے، حضرت مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقت

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۲۸ ج۱ قسم ۲ [2] سیرت ابن ہشام ص۲۳۶ ج۱ [3] اسد الغابہ ج۱ ص۳۶۰

Marfat.com
Marfat.com

بیان کی اور قرآن کی کچھ آیتیں سنائیں، اثنائے تقریر ہی میں اسید پر جادو چل چکا تھا، قرآن ختم ہوا تو بولے "کتنا اچھا کلام ہے"، پھر پوچھا اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا "غسل کیجئے، کپڑے دھوئیے، پھر کلمہ پڑھ کر نماز پڑھئے"، اسید نے اٹھ کر غسل کیا، اور کپڑے پاک کرکے دو رکعت نماز پڑھی، مسلمان ہونے کے بعد بولے "ابھی ایک آدمی باقی ہے، اگر وہ مسلمان ہوگیا تو تمام قوم مسلمان ہو جائے گی"، یہ کہہ کر نیزہ لیا اور سعد بن معاذ کے گھر پہونچے، سعد چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسید کے چہرے پر اسلام کا جو نور چمک رہا تھا، اس کو دیکھکر بولے کہ "واللہ! اب وہ چہرہ نہیں"، اسید ان کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے، سعد نے کہا "کیا ہوا"، جواب دیا "میں نے ان سے گفتگو کی، اور ان کے مذہب میں کچھ مضائقہ نہیں پایا، اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے جارہے ہیں جن سے ان کا منشا تمھاری توہین ہے، کیونکہ اسعد تمھارے خالہ زاد بھائی ہیں"، سعد بن معاذؓ نے سنا تو غصہ سے بے تاب ہوگئے اور نیزہ لے کر نہایت تیزی سے باغ میں پہنچے، وہاں کچھ بھی نہ تھا، حضرت مصعبؓ اور اسعدؓ بن زرارہ نہایت امن وسکون سے بیٹھے ہوئے تھے، سعد نے بھی وہی گفتگو شروع کی جو اسید کرچکے تھے، حضرت مصعبؓ نے ان کے وہی جوابات دیئے اور قرآن سنایا، جس کو سنتے ہی سعد بن معاذؓ کلمۂ شہادت پکار اٹھے،

وہاں سے مکان واپس ہوئے تو عبدالاشہل نے کہا "اب وہ چہرہ نہیں"، کھڑے ہوکر لوگوں سے پوچھا "تم میرے بارہ میں کیا جانتے ہو، سب نے کہا ہمارے سردار ہم میں سب سے زیادہ صائب الرائے ہمارے معتمد علیہ رئیس"، کہا تو پھر مجھے تمھاری عورتوں اور مردوں سے گفتگو حرام ہے، تاوقتیکہ تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ"، حضرت سعدؓ کا عبدالاشہل میں جو اثر تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مرد وزن شام ہوتے ہوتے مسلمان ہوگئے، اور حضرت

Marfat.com
Marfat.com

سعدؓ اور مصعبؓ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان میں منتقل ہو گئے، اور سب ساتھ مل کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے،[1]

اس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانوں میں اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا، ابن سعد لکھتے ہیں،[2]

کان مصعب یاتی الانصار فی	مصعبؓ انصار کے گھروں اور خاندانوں میں
دورھم وقبائلھم فیدعوھم	جاکر ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور
الی الاسلام ویقرئ علیھم القرآن	قرآن سناتے تھے، چنانچہ ان میں ایک دو آدمی
فیسلم الرجل والرجلان حتی	مسلمان ہو جایا کرتے تھے، یہانتک کہ اسلامؓ
ظھر الاسلام وفشا فی	بالکل ظاہر ہو گیا اور انصار کے تمام گھروں
دور الانصار کلھا والعوالی	اور بالائی حصوں میں پھیل گیا

قبیلۂ خزرج میں تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پا چکا تھا، سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کے ایمان نے اور بھی لوگوں کو متوجہ کر دیا، اور اب ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، البتہ امیہ بن زید، حطمہ، وائل اور واقف (اوس اللہ) بوقیس بن اسلت کی وجہ سے بدر اور احد تک رکے رہے،[3]

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ ج ۱ [2] طبقات ص ۸۳ ج ۳ [3] ابن ہشام ص ۳۹۰ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

بیعتِ عقبۂ کبیرہ

آخر وہ وقت آیا کہ اسلام کا خدائے قدوس اپنے پورے جاہ وجلال اور اس کی آتشیں شریعت اپنی پوری آب وتاب سے نمایاں ہو، مدینہ میں حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنے چند روزہ قیام میں جو کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت اسلام کی سب سے نمایاں فتح تھی، چنانچہ حج کے زمانہ میں جب وہ مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ اوس وخزرج کا وہ مقدس قافلہ بھی تیار ہوا جو گو تعداد کے لحاظ سے صرف چند نفوس سے عبارت تھا تاہم ان کے جوش وولولہ نے وہ منظر پیش کیا کہ روم وفارس کی سلطنتیں بھی زیروزبر ہوگئیں،

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انصار کا قافلہ جس میں کافر اور مسلم دونوں شریک تھے اور جس کی تعداد ۷۰ تھی[1]، ذوالحجہ کے مہینہ میں مکہ آیا[2]، اور منا میں عقبہ کے قریب مقیم ہوا، اس اثنا میں براء بن معرور رئیسِ خزرج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی ضرورت پیش آئی، براء مصعبؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، اور تمام مسلمانوں کے خلاف کعبہ کی سمت نماز پڑھتے تھے (اور مسلمان اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت تک شام کی طرف رخ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے) لوگ ٹوکتے اور عام جماعت کی مخالفت پر ان کو برا کہتے تھے، لیکن وہ اپنی رائے پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، لیکن مکہ پہونچ کر

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۴۹ ج ۱ قسم ۱، [2] زرقانی ص۳۲۶ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس عمل میں غلطی ہوئی ہو چنانچہ کعب بن مالک سے کہا کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنا چاہیئے، براء اور کعبؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف تھے، البتہ حضرت عباسؓ سے شناسائی تھی، لوگوں نے پتہ بتایا کہ آپ عباسؓ کے پاس بیٹھے ہیں، گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ان کے متعلق استفسار کیا، حضرت عباسؓ نے دونوں بزرگوں کا تعارف کرایا، کعب بن مالکؓ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا شاعر؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا جی ہاں، اس قدر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، براء نے کہا یا نبی اللہ! میں اس سفر میں مسلمان ہو کر نکلا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کے بجائے میں اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں اور میں ایسا کرتا ہوں، لیکن میرے ساتھی مخالفت کرتے ہیں، اب آپ جو کچھ ارشاد فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایک قبلہ پر ضرور ہو، لیکن ابھی صبر کرنا چاہیئے، چنانچہ براء اس کے بعد سے شام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے، عون بن ایوب انصاری نے اس واقعہ کو ایک شعر میں نظم کیا ہے، کہتے ہیں،

ومنا المصلی اول الناس مقبلا علی کعبۃ الرحمن بین المشاعر

براء کے ساتھ انصار کے ایک اور رئیس عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی اسلام کے ساتھ آئے تھے اور اب تک مشرک تھے، انصار نے خفیہ طور سے ان کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ بھی مسلمان ہو گئے،[1]

حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مقرر کی[2] اور تہائی رات کو یہ ۷۳ مسلمان عقبہ کی گھاٹی میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۰ و ۲۴۱ ج ۱ [2] طبری ص ۳۱۹ ج ۳

Marfat.com
Marfat.com

آپ حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے، اور حسب ذیل گفتگو ہوئی،

حضرت عباسؓ نے کہا گروہ خزرج! محمدؐ ہم میں جس درجہ کے آدمی ہیں اس سے تم بھی واقف ہو، اور ہم نے ان کی حفاظت میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے، اگر تم اپنے عہدوں کو پورا کرسکتے ہیں اور ان کو دشمنوں سے بچا سکتے ہو، تو بہتر، اور اگر ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہی تو صاف صاف اسی وقت کہدو، کیونکہ یہاں وہ اپنی قوم میں نہایت مامون اور مصئون ہیں،

انصار نے کہا ہم نے تمہاری گفتگو سنی، اب یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمائیے اور جو کچھ اپنے اور اپنے خدا کے لئے پسند ہو اسکو لیجئے، اس درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلم کا آغاز فرمایا اور قرآن مجید سنا کر اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کہ میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری حفاظت اپنی جانوں کے برابر کروگے، براؓ بن معرور نقیب خزرج نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، بے شک ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے، آپ ہم سے بیعت لیں، ہم نسلاً بعد نسلٍ سپہگر اور جنگجو واقع ہوئے ہیں" براؓ ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابو الہیثمؓ بن التیہان بولے "یا رسول اللہ! ہم یہودیوں کے ہم عہد ہیں اور اب ہم اس کو قطع کر دیں گے، اس بنا پر اگر آپ کبھی غلبہ پائیں تو کیا ہم کو چھوڑ کر اپنے قوم میں جا ملیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا،

بل الدم الدم والهدم	بلکہ میرا خون تمہارا خون اور میرا ذمہ
الهدم! انا منکم وانتم منی!	تمہارا ذمہ ہی! میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے
احارب من حاربتم واسالم	ہو! تم جس سے لڑوگے میں بھی لڑونگا اور جس سے
من سالمتم	تم صلح کروگے میں بھی صلح کرونگا،

عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا "گروہ خزرج! تمھیں خبر ہے کہ تم ان سے

Marfat.com
Marfat.com

کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ تم ان سے عرب و عجم کی جنگ پر بیعت کر رہے ہو! خوب سمجھ لو کہ تمہیں تمہاری جائدادیں ضائع ہونگی اور شرفا قتل ہونگے، اگر ایسی حالت میں تم نے ان کو چھوڑا تو خدا کی قسم اس میں دین و دنیا دونوں میں رسوائی ہے، اور اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے اور وعدہ کو پورا کیا تو دین و دنیا دونوں میں یہ سب سے بہتر ہے، اور اس کو تم حاصل کر سکتے ہو۔"

یہ باتیں نہایت جوش میں ہو رہی تھیں اور لوگوں کی آوازیں کسی قدر بلند ہو گئی تھیں، حضرت عباسؓ نے کہا "آواز پست کرو، کیونکہ مشرکین کے جاسوس ادھر ادھر پھر رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے"، حضرت اسعدؓ بن زرارہ اس مقصد کے لئے سامنے آئے اور کہا "محمد! تم اپنے رب کے لئے جو چاہو مانگو، پھر اپنے لئے اور اپنے اصحاب کے لئے مانگو، پھر ہم کو بتلاؤ۔ کہ ہمکو خدا اور تم سے اس کا کیا اجر ملے گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم سے خدا کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ، اور اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ ہمکو پناہ دو، مدد کرو، اور جس طرح اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو، ہماری بھی کرو۔" انصار نے کہا اگر یہ تمام باتیں کریں تو ہم کو کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا "جنت"، بولے "تو جو کچھ آپ چاہتے ہیں ہم اس کے لئے راضی ہیں[۲]۔"

شعبی کہا کرتے تھے کہ اتنا مختصر اور بلیغ خطبہ آج تک نہیں سنا گیا[۳]۔

خطبہ ختم ہونے کے بعد لوگ بیعت کے لئے بڑھے، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کی، بعض کا خیال ابو الہیثمؓ اور اسعدؓ بن زرارہ کی طرف بھی ہے[۴]، ان لوگوں کے بعد باقی جماعت نے بیعت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیکر فرمایا کہ "موسیٰ نے

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۲ و ۲۴۴ ج ۱ [۲] مسند ابن حنبل ص ۴۵۹ ج ۳ [۳] طبقات ابن سعد ص ۲۲۶ ج ۴ [۴] ایضاً ص ۲۲۵ ج ۴ قسم ۱

Marfat.com
Marfat.com

بنو اسرائیل ۱۲- نقیب منتخب کئے تھے، تم بھی اپنی جماعت میں سے ۱۲- آدمی منتخب کرو" چنانچہ جو لوگ منتخب ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں،

ابو امامہ اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عجلان، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام، عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو بن خنیس (یہ ۹ اصحاب خزرج سے تھے) اسید بن حضیر، سعد بن ابو الہیثم بن التیہان، (یہ تین صاحب اوس سے تھے)

بعض لوگوں نے ابو الہیثم کے بجائے رفاعہ بن عبدالمنذر کا نام لیا ہے، لیکن یہ کچھ زیادہ قابل لحاظ نہیں، حضرت کعب بن مالک نے جو انصار کے مشہور شاعر تھے اور اس بیعت میں شریک تھے نقبا کے نام اپنی ایک نظم میں بیان کئے ہیں، لیکن اس میں رفاعہ کا نام نہیں، بلکہ ان کے بجائے ابو الہیثم کا ہے،

غرض نقبار کا انتخاب ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا "تم اپنی آبادی کے اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح کہ حواری عیسیٰ بن مریم کے ذمہ دار تھے، اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں" سب نے کہا "بے شک"

یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو حضرت عباس کا وہ خیال صحیح ثابت ہوا، یعنی ایک شیطان (جاسوس) نے زور سے آواز دی کہ یا اہل المنازل! تمھیں کچھ مذمم (یہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد کے بجائے رکھا تھا) اور ان بے دینوں کی خبر ہے؟ یہ سب تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر انصار سے کہا کہ تم اپنی فرودگاہ پر واپس جاؤ" حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ سے نہ رہا گیا، بولے "خدا کی قسم

لہ اسد الغابہ ص ج ۲ ص ۵۲ سیرت ابن ہشام ص ۲۴۲ ج ۱ ص ۵۳ طبقات ص ۱۵ ج ۱ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اگر آپ چاہیں تو ہم کل اہل منیٰ پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں، فرمایا ابھی ہمیں اسکا حکم نہیں،

غرض انصار اپنے خیموں میں آکر سو رہے، صبح کو ان کے قیام میں رؤسائے قریش کی ایک جماعت پہنچی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تم نے ہم سے لڑنے کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کی، حالانکہ تمام عرب میں ہم تم سے لڑنا سب سے برا سمجھتے ہیں"، مشرکین انصار کو چونکہ اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا، اس لئے سب نے قسم کھا کر انکار کیا، اور عبداللہ بن ابی رئیس خزرج نے کہا" یہ بالکل جھوٹ ہے، اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ لیا جاتا" قریش یہ سنکر واپس گئے، لیکن ان کے آدمی ہر طرف موجود تھے، اور انصار کے آدمیوں کی ہر جگہ تلاش تھی، چونکہ ان لوگوں کو اب اپنی جانوں کا خوف پیدا ہو گیا تھا، اس لئے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہوئے، قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا، لیکن سعد بن عبادہ سردار خزرج اتفاقاً ہاتھ آگئے، قریش کے آدمیوں نے ان کو سخت تکلیف دی اور مارتے پیٹتے مکہ لائے، یہاں مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ نے ان کو چھڑایا،

اب انصار کو سعد بن عبادہ کی فکر لاحق ہوئی اور سب نے بالاتفاق مکہ چلنے کی نسبت طے کر لیا، اتنے میں حضرت سعد آتے دکھائی دئے، اور ان کو لیکر سب خوش خوش مدینہ روانہ ہو گئے[2]

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یہ بیعت عرب و عجم کی جنگ پر بیعت تھی، اس لئے ہم کو اب ان جانبازوں کے نام بتانے چاہئیں، جنھوں نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پناہ دی جبکہ ان کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی اور اس وقت اپنے کو جانثاری کے لئے پیش کیا، جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان میں اترنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، ان بزرگوں کی

---

[1] ابن ہشام ص ۲۴۵ ج ۱ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۵ ج ۱ قسم ۱

Marfat.com
Marfat.com

مجموعی تعداد ۷۳ ہے، ۷ مرد اور ۲ عورتیں، تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ قبیلۂ اوس

عبدالاشہل:- اسید[1] بن حضیر، ابوالہیثم[2] بن التیہان، سلمہ[3] بن سلامۃ بن وقش،

حارثہ:- ظہیر[4] بن رافع، ابوبردہ[5] بن نیار، نہیر[6] بن الہیثم،

عمرو بن عوف:- سعد[7] بن خیثمہ، رفاعہ[8] بن عبدالمنذر، عبداللہ[9] بن جبیر، معن[10] بن عدی، عویم[11] بن ساعدہ،

قبیلۂ اوس سے کل گیارہ اصحاب اس بیعت میں شریک تھے،

قبیلۂ خزرج

نجار:- ابوایوب[1] خالد بن زید، معاذ[2] بن حارث بن رفاعہ، عوف[3] بن حارث، عمارہ[4] ابن حزم، اسعد[5] بن زرارہ، رفاعہ[6] بن حارث، سہل[7] بن عتیک، اوس[8] بن ثابت بن منذر، ابوطلحہ[9] زید بن سہل، قیس[10] بن ابوصعصعہ، عمرو[11] بن غزیہ،

حارث بن خزرج:- سعد[12] بن ربیع، خارجہ[13] بن زید بن ابی زہیر، عبداللہ[14] بن رواحہ، بشیر[15] بن سعد، عبداللہ[16] بن زید بن ثعلبہ، ابومسعود عقبہ[17] بن عمرو، خلاد[18] بن سوید بن ثعلبہ،

بیاضہ:- زیاد[19] بن لبید، فروہ[20] بن عمرو، خالد[21] بن قیس بن مالک،

زریق:- رافع[22] بن مالک بن عجلان، ذکوان[23] بن عبدقیس، عباد[24] بن قیس بن عامر، حارث[25] ابن قیس،

سلمہ:- براء[26] بن معرور، سنان[27] بن صیفی، طفیل[28] بن نعمان، معقل[29] بن منذر،

Marfat.com
Marfat.com

یزید بن منذر، مسعود بن یزید، ضحاک بن حارثہ، یزید بن خذام، جبار بن صخر، طفیل بن مالک، بشر بن برار، کعب بن مالک، سلیم بن عمرو، قطبہ بن عامر، یزید بن عامر، ابو الیسر کعب بن عمرو، صیفی بن سواد، ثعلبہ بن غنمہ، عمرو بن غنمہ، عبس بن عامر، عبداللہ بن انیس، خالد بن عمرو بن عدی، عبداللہ بن عمرو بن حرام، جابر بن عبداللہ، معاذ بن عمرو بن جموح، ثابت بن الجذع، عمیر بن حارث، خدیج بن سلامہ، معاذ بن جبل،

عوف بن خزرج :- عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابو عبدالرحمن بن یزید، عمرو بن حارث، رفاعہ بن عمرو، عقبہ بن وہب،

ساعدہ :- سعد بن عبادہ سردار خزرج، منذر بن عمرو بن خنیس،

دو عورتیں بھی اس بیعت میں شریک تھیں، نسیبہ بنت کعب اور ام منیع، اول الذکر بنو نجار اور دوسری بنو سلمہ سے تھیں،

قبیلہ خزرج کے بیعت کرنے والوں کی تعداد ۶۴ ہے، اور اگر اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے بیعت کرنے والے بھی شامل کر لئے جائیں تو یہ تعداد عورتوں کو ملا کر ۷۵ ہو جاتی ہے،

(سیرت ابن ہشام ص ۲۴۹ تا ۲۵۵ ج ۱)

ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بیعت کے بعد مدینہ واپس آئے لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ چلے گئے، اور کچھ دن اقامت کر کے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی، ایسے لوگوں کو مہاجری انصاری کہا جاتا ہے، ان بزرگوں کی تعداد ۴۸ ہے، اور ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، ذکوان بن عبد قیس، عقبہ بن وہب، عباس بن عبادہ بن نضلہ، زید بن

مدینہ میں بیعت عقبہ کا اثر

اس بیعت کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے نہایت سرگرمی سے بت پرستی

---

۵۱ طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱

Marfat.com
Marfat.com

کی بیخ کنی شروع کی، اور مذہب اسلام کو نہایت آزادانہ طور سے اہل شہر کے سامنے پیش کیا، بنو سلمہ کی نسبت لکھا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ وغیرہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے عمرو بن جموح رئیس سلمہ کے مسلمان کرنے کی عجیب تدبیر نکالی، عمرو نے عام روسا کی طرح اپنے گھر میں پوجا کرنے کی ایک جگہ علیحدہ بنا لی تھی، اور وہاں مناۃ کی لکڑی کی ایک مورت رکھی تھی، جب عمرو کے بیٹے معاذ اور خاندان سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے، تو وہ روزانہ رات کو مناۃ کو چھپ کر اٹھا لیجاتے اور کسی گڈھے میں پھینک دیتے، صبح کو عمرو ڈھونڈھ کر اٹھا لاتا، اور اسے دھو کر خوشبو لگا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیتا، جب کئی دن تک برابر یہ واردات ہوتی رہی اور لیجانے والوں کا پتہ نہ چلا تو ایک دن عمرو نے جھنجھلا کر بت کی گردن میں تلوار باندھ دی اور کہا مجھے تو کچھ پتہ چلتا نہیں اگر تم خود کچھ کر سکتے ہو تو یہ تلوار حاضر ہے حسب معمول جب رات کو پڑ کے آئے تو تلوار اس کے گلے سے اتار لی، اور رسی کے ایک سرے میں مرا ہوا کتا اور دوسرے میں اس بت کو باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دیا، صبح کو لوگ آتے اور یہ تماشا دیکھتے تھے، عمرو جب بت ڈھونڈھنے نکلا اور اس کو اس حالت میں پایا تو چشم بصیرت وا ہو گئی، مسلمانوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا، اور وہ مسلمان ہو گیا، حضرت عمرو بن جموحؓ نے اپنے اس واقعہ کو خود نظم کیا ہے اور اس میں اپنے مسلمان ہونے پر خدا کا بڑا شکر ادا کیا ہے[۵۱]،

حضرت سہل بن حنیفؓ کے متعلق بھی تصریح ہے کہ وہ رات کو اپنی قوم کے بت خانوں اور پوجا کی جگہوں میں گھس جاتے، اور لکڑی کے بتوں کو توڑ ڈالتے اور ایک مسلمان بیوہ کو لا کر دیتے کہ اسکو جلا ڈالے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ اس عورت سے معلوم ہوا تھا، چنانچہ

---

[۵۱] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۵ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

جب حضرت سہلؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے ان لوگوں سے ان کی اس خدمت جلیلہ کا تذکرہ فرمایا[1]

ان واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ بیعت عقبہ کے بعد مشرکین انصار میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ تھی یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین گو حقیقۃً مسلمان نہ تھے لیکن چار و ناچار ان کو بھی مسلمان بننا پڑا تھا، ورنہ ان کے لئے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی،

---

[1] طبری ص ۱۲۴۴ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

ہجرتِ مہاجرین

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی پوری طرح حفاظت کریگی، اور مسلمان ضرور مدینہ ہجرت کریں گے، اس لئے بیعت عقبہ کے بعد انھوں نے مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ ظلم وستم شروع کیا، یہانتک کہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ سرزمین بطحا اپنی کشادگی کے باوجود مسلمانوں پر تنگ ہوگئی،

صحابہ نے قریش کے اس ظلم وتعدی کی بارگاہ رسالت میں فریاد کی، ارشاد ہوا میں نے تمھاری ہجرت گاہ خواب میں دیکھی ہے، وہاں کھجور کے درخت کثرت سے ہیں، اور وہ دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے، چونکہ یہ صفت مدینہ کے ساتھ سراۃ میں بھی پائی جاتی تھی، اس لئے آپ کا ذہن سراۃ کی طرف منتقل ہوا، چند روز کے بعد آپ ایک دن بہت مسرور تشریف لائے اور فرمایا کہ تمھارا دارالہجرت متعین ہوگیا، اب جس کا جی چاہے یثرب چلا جائے، اجازت پاتے ہی صحابہ نے ہجرت کی خفیہ طور پر تیاریاں شروع کیں، ابوسلمہ بن الاسد نے سب سے پہلے ہجرت کی، ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انھوں نے بیعت عقبہ سے بھی ایک سال قبل ہجرت کی تھی، ابوسلمہؓ کے بعد عامر بن ربیعہؓ اپنی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی خیثمہ کے ہمراہ مدینہ گئے، پھر عبداللہ بن جحشؓ، عبد بن جحش ابو احمد، مدینہ آئے، پھر مہاجرین متواتر پہنچنے لگے، چنانچہ عکاشہ بن محصن، سنجاعؓ، عقبہ (پسران وہب) اربد بن حمیرہ، منقذ بن نباتہ

Marfat.com
Marfat.com

سعید بن رقیشؓ، محرز بن نضلہ، یزید بن رقیش، قیس بن جابرؓ، عمرو بن محصن، مالک بن عمرو، صفوان بن عمرو، ثقیف بن عمرو، ربیعہ بن اکثم، زبیر بن عبیدہ، تمام، سنجرہ، محمد بن عبداللہ جحش، زینب بنت جحش، ام حبیبہ، جذامہ بنت جندل، ام قیس بنت محصن، ام حبیب بنت ثمامہ، آمنہ بنت رقیش، سنجرہ بنت تیم، حمنہ بنت جحشؓ نے ہجرت کی، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ آئے، ان کے بعد زید بن خطابؓ، عمروؓ، عبداللہؓ (پسران سراقہ بن معتمر) خنیسؓ بن حذافہ، سعید بن زیدؓ، واقد بن عبداللہؓ، خولیؓ، مالکؓ (پسران ابی خولی) ایاسؓ، عاقلؓ، عامرؓ، خالدؓ (پسران بکیر) اور ان کے حلفاء آئے، اور رفاعہ بن عبدالمنذرؓ کے گھر میں قبا میں قیام کیا، پھر باقی اصحاب آئے اور مدینہ میں مختلف جگہوں میں قیام کیا، چنانچہ اسکی تفصیل حسب ذیل ہے،

اسمائے مہاجرین	اسمائے انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت طلحہؓ، صہیبؓ	خبیب بن اسافؓ	بنی حارث بن خزرج
حضرت حمزہؓ، زید بن حارثہؓ، ابو مرثدؓ، ابو مرثدؓ، انسہؓ، ابو کبشہؓ	کلثوم بن الہدمؓ	قبا
عبیدہؓ بن حارث، طفیلؓ، حصینؓ، مسطح بن اثاثہؓ، سویبط بن سعدؓ، طلیبؓ بن عمیر، خباب بن الارتؓ	عبداللہ	حارث بن خزرج
حضرت زبیرؓ، ابو سبرہؓ	منذرؓ بن محمد نجیبی	عصبہ
مصعبؓ بن عمیرؓ، ابو حذیفہؓ، سالمؓ	سعدؓ بن معاذ، نسیبہ بنت یعارؓ	عبدالاشہل، قبا

Marfat.com
Marfat.com

اسمائے مہاجرین	اسمائے انصار	نام قبیلہ یا محلہ
عتبہؓ بن غزوان[۲۱]	عباد بن بشرؓ	عبدالاشہل
حضرت عثمانؓ[۲۲]	اوس بن ثابتؓ	نجار
غراب مہاجرینؓ	سعد بن خیثمہؓ	قبا

ان لوگوں کے ہجرت کرنے کے بعد مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا، البتہ وہ لوگ مستثنیٰ تھے، جو یا تو قید تھے یا بیمار، اور یا ہجرت سے معذور،[۱]

ہجرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

بیعت عقبہ سے تقریباً ڈھائی مہینہ کے بعد وہ زمانہ آیا کہ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا عزم فرمایا، صحابہؓ کے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے سے گو ایک حد تک قریش کو سکون نصیب ہو گیا تھا لیکن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اب بھی ان کے دل میں کھٹک پیدا کرتی تھی، اور آپ کی ہجرت کا خیال ان کو اور بھی آتش زیر پا بنا رہا تھا، چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے دارالندوہ میں ایک مجلس شوریٰ طلب کی اور نجد کے ایک بوڑھے شیطان کے مشورہ سے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا، لیکن آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے، اور وہاں سے خیفہ مدینہ کا رخ فرمایا،

مدینہ میں آپ کا نہایت بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا، انصار اور مہاجرین روزانہ صبح اٹھ کر عقیق کے سنگستان تک جاتے اور جب دھوپ سے زمین تپ اٹھتی، اُس وقت

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۱ قسم ۱، سیرت ابن ہشام ص ۲۵۷ تا ۲۶۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

واپس آتے تھے، ایک روز اسی طرح انتظار کے بعد واپس ہو رہے تھے کہ یہودی نے ٹیلہ پر سے آواز دی بنو قیلہ! (انصار کی وادی کا نام ہے) لو! تمھارے صاحب آگئے"۔ انصار یہ سُن کر پلٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس وقت صحابہ کے جوش کی عجیب حالت تھی، تمام مسلمان ہتھیاروں سے آراستہ تھے، اور عمرو بن عوف کے محلہ میں تکبیر کا اس قدر شور تھا کہ زمین لرز اٹھتی تھی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قبا میں اترے اور کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، لوگوں سے ملنے جلنے کے لئے سعد بن خیثمہؓ کے مکان میں نشست رہتی تھی، اس لئے بعض کو شبہ ہوا، اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن سعد کے مکان کو سمجھا، یہاں آپ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق ۱۴ روز اور صحیح بخاری کے رو سے ۲۴ روز مقیم رہے اور ایک مسجد کی بنیاد قائم کی،

جمعہ کے روز مدینہ تشریف لیجانے کا خیال ہوا، اور بنو نجار کو اطلاع کرائی، بنو نجار ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے قبا پہونچے اور عرض کیا بسم اللہ تشریف لے چلئے، موکب رسالت قبا سے روانہ ہوا تو شہر یثرب کے در و دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اٹھے، اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ کتنا مبارک دن تھا، انصار کے تمام قبیلے شہنشاہ رسالتؐ کے انتظار میں ہتھیاروں سے آراستہ دور رویہ صف بستہ تھے، روسا اپنے اپنے محلوں میں قرینہ سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام خوشی مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر طلع البدر کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں۔ غرض آن شان و شکوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داخلہ ہوا کہ وداع کی گھڑیاں مسرت کے ترانوں

Marfat.com
Marfat.com

سے گونج اٹھیں، اور مدینہ کے روز نہانے، دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا!

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبانِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، چنانچہ جب آپ رانونا کی مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آئے اور بنو سالم میں پہنچے تو عتبان بن مالکؓ اور عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ نے اَھْلاً و سَھْلاً کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا، پھر بالترتیب بیاضہ میں زیاد بن لبیدؓ، اور فروہ بن عمروؓ، ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ سردار قبیلہ خزرج، اور منذر بن عمروؓ، حارث بن خزرج میں سعد بن ربیعؓ خارجہ بن زیدؓ اور عبداللہ ابن رواحہؓ، عدی بن نجار میں سلیط بن قیسؓ اور ابو سلیط اسیرہ بن ابی خارجہ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور اپنے اپنے گھروں میں قیام کی خواہش ظاہر کی، لیکن کارکنانِ قضا و قدر نے اس شرف کے لئے جس گھر کو چنا تھا وہ حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، اس لئے جس شخص نے آپ سے اس کی خواہش کی جواب ملا خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ! اس کو چھوڑ دو، یہ حکم کی پابند ہے، آخر ناقۂ وحی نے سفر کی منزل متعین کی اور ناقہ قصوا نے خانہ ایوبؓ کے سامنے دم لیا، اب بنو نجار میں قیام کا مسئلہ پیش ہوا، اور امیدوار ہر طرف سے ہجوم کر آئے لیکن اسی اثنا میں حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے آکر کہا "میرا مکان یہ ہے اور یہ اس کا دروازہ ہے" آپ نے اجازت دی تو انھوں نے مہبط وحی و رسالت کو اپنے گھر میں اتار لیا[1]،

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

یہاں پہنچتے ہی اشاعت اسلام کا کام نہایت تیزی سے شروع ہو گیا، جس وقت آپ شہر آرہے تھے، ایک گھر کی بیوی آپ کی منتظر تھیں، مکان کے سامنے گذر ہوا تو

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ و ابن سعد ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۶۰، ابن ہشام ۳۷۳ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

تو اُنھوں نے اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ اسلام قبول کیا،

حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہود کے ایک بڑے عالم تھے، وہ بھی اب تک اسلام سے محروم تھے، خانۂ ایوبؓ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہو گئے تو انھوں نے بھی آکر کلمۂ شہادت پڑھا[1]،

تعمیر مسجد نبویؐ چونکہ بنو نجار میں ابتک مستقل طور سے کوئی مسجد نہیں بنی تھی، اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں موجود ہوتے، وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے، چند روز کے بعد ایک مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا، جس جگہ اس وقت مسجد نبوی ہے، یہ انصار کے چھوہارے پھیلانے کی جگہ تھی اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے مسلمان ہو کر نماز باجماعت کا یہیں انتظام کیا تھا، اس لئے آپ کو مسجد کا خیال پیدا ہوا تو اسی مقام کو منتخب فرمایا، جہاں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی چند مقدس نفوس کے ہاتھوں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی،

یہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے تھے، آپ نے اُن سے قیمت پوچھی تو بولے کہ ہم یہ زمین آپ کے لئے ہبہ کرتے ہیں، لیکن آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اس کی قیمت ادا فرمائی[2]، اس امر میں اختلاف ہے کہ زمین کا روپیہ کس نے دیا تھا؟ صحیح بخاری میں کوئی تصریح نہیں، واقدی نے زہری کے سلسلہ سے لکھا ہے کہ اس کے دام حضرت ابوبکرؓ کے روپیہ سے دیئے گئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اس زمین کے معاوضہ میں انکو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا تھا[3]، اور عجب نہیں کہ یہ صحیح بھی ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ وہ لڑکے انہی کے زیر تربیت تھے، زبیر اور ابو معشر کے نزدیک

[1] اسد الغابہ ص۶۰ ج ۵ [2] صحیح بخاری ص۵۵۶ ج ۱ [3] زرقانی ص۲۲۱ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اس کی قیمت حضرت ابوایوبؓ نے ادا کی تھی[1]

غرض زمین کا معاملہ طے ہونے پر اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا لیکن جانتے ہو کہ اس مقدس مسجد کے کون لوگ معمار تھے؟ یہ مسجد خدا کی تھی، اس لئے اس کے مزدور وہ تھے جو خدا کے محبوب اور اس کے محبوب کے پیارے تھے یعنی انصار کرام اور مہاجرین اول (رضوان اللہ علیہم) اور پھر اس کا سب سے بڑا معمار وہ تھا، جس نے قصر نبوت میں آخری اینٹ لگائی تھی، اور جس کی غلامی پر جبرئیل امین بھی ناز کیا کرتے تھے، وہ اپنے باپ (حضرت ابراہیمؑ) کی طرح خدائے قدوس کی عبادت کے لئے عرب کے ظلمتکدہ میں ایک گھر تیار کر رہا تھا، اور عبداللہ بنؓ رواحہ انصاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا،

اللّٰھم ان الاجر اجر الاٰخرۃ　　فارحم الانصار والمھاجرۃ[2]

خدایا! اجر تو بس آخرت کا اجر ہے　　پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

مسجد نبویؐ کے ساتھ آپ کی سکونت کے لئے چند مکانات بھی بنائے گئے، اور جب یہ عمارتیں تیار ہو گئیں، تو آپ حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مکان سے اپنے مکان میں منتقل ہو گئے[3]

یہود سے معاہدہ اس کے بعد یہود اور مسلمان میں ایک معاہدہ لکھا گیا، جس میں یہود کو ان کے مذہب پر قائم رہنے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی، اور یہ شرط کی گئی کہ اگر مسلمان کسی قبیلہ سے جنگ کریں تو یہود پر ان کی اعانت لازمی ہوگی، یہود کے ساتھ خود انصارؓ مہاجرین کے باہمی تعلقات کا بھی اس میں تذکرہ کیا گیا تھا[4]

---

[1] فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۷، [2] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ [3] سیرت ابن ہشام ص ۲۷۵ ج ۱ [4] ایضاً ص ۲۷۸،

Marfat.com
Marfat.com

مواخاۃ ہجرت مقدسہ کے وجود پر جو آسمانی برکتیں موقوف تھیں، ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ مواخاۃ بھی ہے، مواخاۃ مذہب اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے، جس کی نظیر سے اخلاق اور تمدن دونوں کی تاریخ یکسر خالی ہے، اہل عرب عموماً اور اہل یثرب خصوصاً باہمی معرکہ آرائیوں کی بدولت، حسد، دشمنی، بغض اور کینہ توزی کے اس درجہ عادی ہو گئے تھے کہ غیر تو غیر خود اپنوں پر بھی کسی کو اعتماد نہ ہوتا تھا، اوس و خزرج بھائی بھائی تھے، لیکن پیہم خانہ جنگیوں نے وہ دن دکھایا تھا کہ ایک دوسرے کی صورت سے بھی نفرت کرتے تھے، واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام بن کر مدینہ آئے تو انصار نے ان کو صرف اس وجہ سے امام بنایا تھا کہ وہ اپنے کسی ہم قبیلہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے تھے[1]، لیکن اسلام کی برکات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یہ حالت بہت جلد بدل گئی، اور وہ دن آگیا کہ انصار باہمی بغض وعناد کو چھوڑ کر مہاجرین اور اجنبی مسلمانوں کے ساتھ وہ کریں جو دنیا خود اپنے بڑے سے بڑے عزیز کے ساتھ نہیں کر سکتی، ہجرت کے ۵ ماہ بعد[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کے مکان میں انصار و مہاجرین کا ایک مجمع طلب کیا[3]، اور ان میں برادری قائم کی، کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کی تعداد ۹۰ تھی جن میں نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے، ابن سعد نے واقدی سے یہی روایت کی ہے، بعض کا خیال ہے کہ دونوں فریق ۵۰-۵۰ تھے، اس لحاظ سے یہ تعداد ۹۰ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے، ان بزرگوں میں سے بعض کے نام جو ہم کو معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔

---

[1] اسد الغابہ ص۳۶۹ ج ۴ [2] زرقانی ص۳۳ ج۱ [3] صحیح بخاری ص۵۶۰ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

مہاجرین	انصار
۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علیؓ
۲- حضرت حمزہؓ	زید بن حارثہ
۳- جعفر طیارؓ	معاذ بن جبلؓ
۴- ابوبکر صدیقؓ	خارجہ بن زہیرؓ
۵- عمر بن الخطابؓ	عتبان بن مالکؓ
۶- ابوعبیدہؓ	سعد بن معاذؓ
۷- عبدالرحمٰن بن عوفؓ	سعد بن ربیعؓ
۸- زبیر بن عوامؓ	سلمہ بن سلامہ بن وقشؓ
۹- عثمان بن عفانؓ	اوس بن ثابت بن منذرؓ
۱۰- طلحہ بن عبیداللہؓ	کعب بن مالکؓ
۱۱ سعیدؓ بن زید	ابی بن کعبؓ
۱۲- مصعب بن عمیرؓ	ابوایوب خالد بن زید
۱۳- ابوحذیفہ بن عتبہؓ	عباد بن بشر بن وقشؓ
۱۴- ابوذر غفاریؓ	منذر بن عمروؓ
۱۵- عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن یمانؓ
۱۶- حاطب بن ابی بلتعہؓ	عویم بن ساعدہؓ
۱۷- سلمان فارسیؓ	ابوالدرداؓ
۱۸- بلال حبشیؓ	ابورویحہ خثعمیؓ

یہ دونوں مہاجر تھے

Marfat.com
Marfat.com

اس مواخاۃ کا کیا اثر ہوا؟ اس کا جواب ذیل کے واقعات میں ملتا ہے:

مہاجرین جس وقت مکہ سے مدینہ آئے ہیں تو ان کے پاس کچھ نہ تھا، انصار نے اپنی جائدادیں ان کے لئے علٰحدہ کر دیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ مہاجرین ان کی زمینیں جوتیں بوئیں اور اس محنت کے معاوضہ میں نصف پھل لے لیا کریں[1]، آنحضرتؐ اور مہاجرینؓ نے اس رائے کو پسند کیا،

انصار کی وراثت بجائے ان کے اعزہ کے مہاجرین کو ملتی تھی، جب یہ آیت (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) نازل ہوئی، تو وراثت کا یہ طریقہ منسوخ ہو گیا[2]،

عام انصار کے ساتھ حضرت سعدؓ بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مواخاۃ کا عجیب غریب منظر پیش کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تو انھوں نے درخواست کی کہ میرا آدھا مال لے لیں اور دو بیویوں میں ایک بیوی منتخب کر لیں (حضرت سعدؓ کے دو بیویاں تھیں) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ الفاظ سنے تو ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کی[3]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بحرین میں زمین دینا چاہی، تو انھوں نے صرف اس بنا پر لینے سے انکار کیا کہ قریش کو بھی اسی قدر ملنا چاہئے[4]،

غزوۂ موتہ میں امرائے لشکر کی شہادت کے بعد کوئی امیر نہ تھا، ایک انصاری نے جھنڈا لیجا کر حضرت خالدؓ کو دیا، انھوں نے ہر چند چاہا کہ انصاری امیر بن جائیں لیکن وہ برابر انکار کرتے رہے اور بولے کہ میں اس کو صرف تمہارے لئے لایا ہوں[5]،

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ مواخاۃ کی بدولت انصار میں ایثار کا عجیب و غریب مادہ

---

[1] صحیح مسلم ص ۸۰ ج ۲ [2] صحیح بخاری ص ۳۰۰ ج ۱ [3] ایضاً ص ۵۳۰ [4] ایضاً ص ۵۶۰ [5] طبقات ابن سعد ص ۱۲۵ ج ۳ قسم ۱

Marfat.com
Marfat.com

پیدا ہوگیا تھا، نفسانیت بالکل فنا ہوگئی تھی، اور جاہلیت کی تمام ادعائی آوازیں پست ہوگئی تھیں،

اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کچھ ایسی پر پیچ مشکلات میں گھری ہوئی گذری تھی کہ نماز کے علاوہ اور کوئی شے مسلمانوں پر فرض نہیں ہوسکتی تھی، مدینہ آکر جب کسی قدر امن وسکون میسر ہوا تو فرائض کی حد بندی اور احکامات میں اضافہ شروع ہوا، چنانچہ زکوٰۃ اور روزے فرض ہوئے حدود مقرر کئے گئے اور حلال وحرام کی تشریح کی گئی، اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے جو جماعت قائم کی تھی اس کی صرف یہ صورت ہوتی تھی کہ لوگ نماز کے اوقات میں جمع ہوجاتے تھے اور نماز ہوجاتی تھی، لیکن اس کی اطلاع کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا، اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تجویز فرمائی کہ نماز کے وقت یہود کی طرح بوق بجایا جائے، پھر ناقوس کا خیال ہوا، اسی اثنار میں انصار کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ نے خواب دیکھا اور اس میں اذان کے کلمات سنے، بیدار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، ارشاد ہوا کہ تمہارا خواب سچا ہے، اور حضرت بلالؓ کو اذان سکھانے کا حکم دیا، وہ اذان دے ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا خواب آکر بیان کیا، اور کہا میں نے بھی یہی کلمات خواب میں سنے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور دو مسلمانوں کے اس اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا[1]،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے، ایک انصاری کی رائے سے قائم ہوئی، اور یہ وہ شرف ہے جو انصار کے ناصیۂ کمال پر ہمیشہ غرۂ عظمت بن کر نمایاں رہے گا،

[1] سیرت ابن ہشام ص۲۸۳ ج ۱ و جامع ترمذی ص۳۰،

Marfat.com
Marfat.com

(الف)

حضرت ابوایوبؓ انصاری

نام ونسب اور ابتدائی حالات خالد نام، ابوایوب کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے، خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی، خاندان نجار کو قبائل مدینہ میں خود بھی ممتاز تھا، تاہم اس شرف نے کہ حامل نبوتؐ کی وہاں ننہالی قرابت تھی اس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کر دیا تھا، ابوایوبؓ اس خاندان کے رئیس تھے،

اسلام حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی ان منتخب بزرگان مدینہ میں ہیں، جنھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی،

حضرت ابوایوبؓ مکہ سے دولتِ ایمان لے کر پلٹے تو ان کی فیاض طبعی نے گوارا نہ کیا کہ اس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں، چنانچہ اپنے اہل وعیال، اعزہ واقربا اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی، اور اپنی بیوی کو حلقہ توحید میں داخل کیا،

حامل نبوت کی میزبانی خدا نے اہل مدینہ کے قبول دعوت سے اسلام کو ایک مامن عطا کر دیا اور مسلمان مہاجرین مکہ اور اطراف سے آآکر مدینہ میں پناہ گزیں ہوئے، لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستمگاریوں کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستمگاروں کے حلقہ میں تھا، آخر ماہ ربیع الاول میں نبوت کے تیرہویں سال وہ بھی عازم مدینہ ہوا، اہل مدینہ بڑی بیتابی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، انصار کا ایک گروہ جس میں حضرت ابوایوبؓ بھی تھے روزانہ حرہ تک جو مدینہ سے ۳-۴ میل ہے صبح اٹھ کر جاتا تھا، اور دوپہر تک

Marfat.com
Marfat.com

حضور کا انتظار کر کے نامراد واپس آتا تھا، ایک روز اسی طرح یہ لوگ بے نیل مرام واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی نے دور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا، انصار جن میں بنو نجار سب سے پیش پیش تھے، ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے آگے بڑھے،

مدینہ سے متصل قبار نام ایک آبادی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں قبار میں رونق افروز رہے، اس کے بعد مدینہ کا عزم فرمایا، اللہ اکبر! مدینہ کی تاریخ میں یہ عجیب مبارک دن تھا، بنو نجار اور تمام انصار ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، روسار اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام جوش مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر "طلع البدر علینا" کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں، غرض اس شان و شکوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر میں داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں اور مدینہ کے روز نہاے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا جو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا،

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیے میزبان دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہوا، جدھر سے آپ کا گذر ہوتا لوگ اھلا و سھلا مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھتے اور عرض کرتے کہ حضور یہ گھر حاضر ہے، لیکن کارکنان قضا و قدر نے اس شرف کے لئے جس گھر کو تاکا تھا وہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا کاشانہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا، خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ یعنی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو وہ خدا کی جانب سے خود منزل تلاش کر لے گی، امام مالک کا قول ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی حالت طاری تھی اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز میں حکم الٰہی کے منتظر تھے، آخر ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ بہم پہنچایا اور ناقہ قصوا نے خانہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ

Marfat.com
Marfat.com

کے سامنے سفر کی منزل ختم کی، حضرت ابو ایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے اجازت دیجئے اسباب اتاروں، امیدواروں کا ہجوم اب بھی باقی تھا اور لوگوں کا اصرار اجازت سے مانع تھا، آخر لوگوں نے قرعہ ڈالا، ابو ایوبؓ کو اس فخر لازوال کے حصول سے جو مسرت ہوئی ہوگی اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوبؓ کے گھر میں تقریباً ہ مہینے تک فروکش رہے، اس عرصہ میں حضرت ابو ایوبؓ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کے ساتھ آپ کی میزبانی کی، ان کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے، انھوں نے اوپر کا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص کیا، لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا، ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا، چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو، گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لئے صرف ایک ہی لحاف تھا، دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہوکر رہ جائے، بایں ہمہ یہ تکلیف ان میزبانوں کے لئے کوئی بڑی زحمت نہ تھی کہ اسلام کی خاطر اس سے بڑی بڑی اور شدید تکلیفوں کے تحمل کا وہ عزم کر چکے تھے، تاہم یہ خیال کہ وہ اوپر اور خود حامل وحی نیچے ہے[1] ایسا سوہان روح تھا جس نے حضرت ابو ایوبؓ اور ام ایوبؓ کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا، اور دونوں میاں بیوی نے اس سوراخ کے خوف سے چھت کے کونوں میں بیٹھ کر رات بسر کی، صبح حضرت ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ عرض کیا، اور درخواست کی حضورؐ اوپر اقامت فرمائیں، جان نثار نیچے رہیں گے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور فرمالی، اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک ان کے مکان میں تشریف فرما رہے، عموماً انصار

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۰

Marfat.com
Marfat.com

یا خود حضرت ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے، کھانے سے جو کچھ بچ جاتا، آپ حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیجدیتے تھے، حضرت ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشان دیکھتے اور جس طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہوتا، وہیں انگلی رکھتے اور کھاتے، ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضورؐ نے تناول نہیں فرمایا، مضطربانہ خدمت اقدس میں پہنچے اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا، ارشاد ہوا کھانے میں لہسن تھا اور میں لہسن پسند نہیں کرتا، حضرت ابو ایوبؓ نے کہا انی اکلک ماتکلہ جو آپ کو ناپسند ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کو ناپسند کرونگا[1]،

مواخاۃ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی بنا دیا، آپ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور اتحاد مذاق اور رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا، اس موقع پر حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعیِ اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر قریشی تھے، حضرت مصعبؓ بن عمیر وہ پرجوش صحابی ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی سختیاں جھیلی تھیں، اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اوّل داعی بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ بھیجا تھا، حضرت ابو ایوبؓ کی ان سے مواخاۃ یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہیں، اور آخر ان کی زندگی کے واقعات نے اس کو سچ کر دیا،

غزوات اور عام حالات حضرت ابو ایوبؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہؓ کی طرح برابر کے شریک رہے، اور اس التزام سے کہ ایک غزوہ کے

---

[1] صحیح مسلم ص۱۹۰ ج۲،

Marfat.com
Marfat.com

شرف شرکت سے بھی محروم نہیں رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے، حضرت ابو ایوبؓ اس میں شریک تھے، بدر کے بعد وہ احد، خندق، بیعت رضوان وغیرہ اور تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں، ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے، اور جناب امیر کی معیت میں مدائن تشریف لے گئے،

جناب امیرؓ کو آپ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت و حسن تدبیر کا جس قدر اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب انہوں نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابو ایوبؓ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے، اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی سابقہ حسن خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے جو قرب حاصل تھا وہ ظاہر ہے، حضرت ابو ایوبؓ کا وظیفہ پہلے ۴ ہزار درہم تھا، حضرت علیؓ نے اسے بڑھا کر ۵ ہزار کر دیا، پہلے مدینہ کی زمینداری کی خدمت کے لیے مقرر تھے، جناب امیر نے ان کو [illegible]

آل و اولاد: حضرت ابو ایوبؓ کی اولاد کا نام [illegible]

صحابہ تھیں: ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کے بطن سے حضرت ایک لڑکا عبدالرحمن تھا،

وفات: [illegible]

ابن عباسؓ: حضرت [illegible]

عباسؓ کی طرف [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

جس طرح آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا، میں بھی آپ کے لئے اپنا گھر خالی کر دوں اور اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا اور مکان مع اس تمام ساز وسامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ کی نذر کر دیا،

مصر کا سفر حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہؓ کی حکومت کا زمانہ آیا، عقبہ بن عامر جہنیؓ ان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت عقبہؓ کی عہد امارت میں حضرت ابو ایوبؓ کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا، پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا، انھیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہؓ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں، صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابو ایوبؓ نے عالم پیری میں سفر مصر کی زحمت گوارا کی، مصر پہنچکر پہلے مسلمہ بن مخلد کے مکان پر گئے، حضرت مسلمہؓ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کے بعد پوچھا کیسے تشریف لانا ہوا حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا کہ مجھکو عقبہ کا مکان بتا دیجئے، مسلمہ سے رخصت ہوکر عقبہ کے مکان پر پہنچے ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں، حدیث سنکر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے گئے[1]،

غزوۂ روم کی شرکت دوسری بار غزوۂ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لے گئے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے یہ پیشینگوئی کس جانباز کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے، شام کے دار الحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہؓ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا، چنانچہ ۵۲ھ میں انھوں نے روم پر فوج کشی کی، یزید بن معاویہؓ اس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۳،

Marfat.com
Marfat.com

کی طرح حضرت ابو ایوبؓ بھی اس پر جوش فوج کے ایک سپاہی تھے، مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے، مصری فوج کے سر عسکر گورنر مصر مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامرؓ جہنی تھے، ایک دستہ فضالہ بن عبید کے ماتحت تھا، ایک جماعت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زیر قیادت تھی، رومی بڑے سروسامان سے لڑائی کے لیے تیار ہوئے اور ایک فوج گران مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بھیجی، مسلمانوں نے بھی مقابلہ کی تیاریاں کیں، ان کی تعداد بھی دشمنوں سے کم نہ تھی، جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیوں کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا، ایک صاحب کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ رومیوں کی صفوں کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے، اس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانوں نے بیک آواز کہا کہ یہ صریح آیت قرآنی لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کے مصداق ہے حضرت ابوایوبؓ انصاری آگے بڑھے اور فوج کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو تم اس آیت شریفہ کے یہ معنی سمجھے؟ حالانکہ اس کا تعلق انصار کے ارادۂ تجارت سے ہے، اسلام کے امن و فراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ گزشتہ سالوں میں جہاد کی وجہ سے جو ان کو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں ان کی تلافی کی جائے، آیت کریمہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ

پس ہلاکت جہاد میں نہیں، بلکہ ترک جہاد اور فرار ہی میں ہلاکت ہے۔

وفات اسی سفر جہاد میں عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس وبا کا شکار ہو کر شہید ہوئی۔

ابوایوبؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے، یزید عیادت کے لیے گیا، اور پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے، آپ نے فرمایا تم دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جا سکو میرا جنازہ لیجا کر دفن کرنا، چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی، تمام فوج نے متعاقباً سیج کر رات کو نعش قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کی، نماز میں جس قدر مسلمان فوج

Marfat.com
Marfat.com

میں تھے سب شامل تھے، دفن کرنے کے بعد یزید نے مزار کے ساتھ کفار کی بے ادبی کے خوف سے اس کو زمین کے برابر کرا دیا، صبح کو رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف سے نظر آتے تھے، بات کیا تھی، مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کے ایک بڑے جلیل القدر دوست نے وفات پائی، ان کے دفن میں مشغول تھے، لیکن جہاں ہم نے دفن کیا ہے تمھیں معلوم ہے، اگر مزار اقدس کے ساتھ کوئی گستاخی تمہاری طرف سے روا رکھی گئی، تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا[1]

حضرت ابو ایوبؓ کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے، رومی قحط کے زمانہ میں مزار اقدس پر جمع ہوتے تھے، اس کے وسیلہ سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے[2]

فضل و کمال | حضرت ابو ایوبؓ کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، انس بن مالکؓ، ابو امامہؓ زید بن خالد جہنی، مقدام بن معدی کرب، جابر بن سمرہؓ، عبداللہ بن یزید خطمی وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے حضرت ابو ایوبؓ کے فضل سے بے نیاز نہیں تھے، تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطاء بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابو سلمہ، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، بڑے پایہ کے لوگ ہیں، تاہم وہ حضرت ابو ایوبؓ کے عام ارادتمندوں میں داخل تھے،

حضرت ابو ایوبؓ کو فضل و کمال میں مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرامؓ جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہ

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول صفحہ ۷ و اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ [2] ابن سعد ج ۳ ق ۲ صفحہ ۵،

Marfat.com
Marfat.com

میں اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر بانہ سے مل سکتا ہے یا نہیں، ابن عباسؓ کا خیال تھا سر دھو سکتا ہے مگر مسور کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں، دونوں بزرگوں نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابو ایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق یہ کہ وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے، چنانچہ انھوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا اور فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح غسل کرتے تھے[1]

عاصم بن سفیان ثقفی غزوۂ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، ابھی منزل مقصود سے دور تھے کہ اتنے میں جنگ کی خبر آئی، بیحد افسوس ہوا، اور وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں گئے، اس وقت حضرت ابو ایوبؓ اور عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے، ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابو ایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا، ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا، حضرت ابو ایوبؓ کی گدھا [illegible] اس لئے انھوں نے مسئلہ کا جواب دیکر عقبہؓ سے تصدیق کرنی کہ ان کی [illegible] پیدا ہوئی[2]

ابن اسحٰق (مولیٰ بنی [illegible] سے بحث تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں [illegible] عامری کا ادھر سے گذر ہوا تو لوگوں نے ان سے پوچھا، ایک [illegible] فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی بنا پر اس شخص نے فرع کا لفظ وہم [illegible]

حضرت ابو ایوبؓ کے حسب [illegible] بستر مرگ پر بھی انکی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فرض [illegible] انھوں نے آنحضرت صلی اللہ

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص [illegible] باب غسل الرجل مع امرأتہ [illegible] ج ۵

Marfat.com
Marfat.com

سے دو حدیثیں روایت کیں، جو پہلے کبھی انھوں نے بیان نہیں کی تھیں، ان کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگوں تک پہنچائی گئیں[1]

اخلاق حضرت ابو ایوبؓ کے مجموعۂ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں، حب رسولؐ جوشِ ایمان اور حق گوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو ایوبؓ کو جو محبت تھی اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے، میزبانی کے ذکر میں وہ واقعات گذر چکے ہیں، وفات نبویؐ کے بعد جان نثاروں کیلئے روضۂ اقدس کے سوا اور کیا شے مایۂ تسلی ہو سکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ طہر کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے، اس زمانہ میں مروان مدینہ کا گورنر تھا، وہ آگیا اسکو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا لیکن حضرت ابو ایوبؓ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا، اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا[2]

جوشِ ایمان کا تماشا تم اوپر دیکھ چکے ہو، غزوات نبویؐ میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے، اسّی برس کی عمر میں بھی وہ مصر کی راہ سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلاے کلمۃ اللہ میں مصروف تھے،

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ و شان بھی اس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا، ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہؓ بن عامر جہنی نے جو خود صحابی تھے، کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کر دی، حضرت ابو ایوبؓ نے اٹھ کر پوچھا ما ھذہ الصلوٰۃ یا عقبہ؟ عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہؐ ہو، تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت نماز پڑھتے تھے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مسند احمد ص ۴۱۲ ج ۵ [2] ایضاً ص ۴۱۶ و ۴۲۳ [3] ایضاً ص ۴۲۲

Marfat.com
Marfat.com

نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے،

حضرت خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرا دیا، حضرت ابوایوبؓ انصاری کو خبر ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا[۵۲]

غزوۂ روم کے زمانہ میں جہاز میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی نگرانی میں تھے، حضرت ابوایوبؓ ادھر سے گذرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار زار رو رہی ہے، حضرت ابوایوبؓ نے سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے، حضرت ابوایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دیدیا، افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی، امیر نے باز پرس کی تو بولے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ ستم کی ممانعت کی ہے، اور بس[۵۳]

حضرت ابوایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا، کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے اور وہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے، تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[۵۴]

حضرت ابوایوبؓ کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف سے کپڑا تان لیتے تھے[۵۵]

---

[۵۱] مسند احمد ص۴۱۷ ج ۵ [۵۲] ایضاً ص۴۲۲ [۵۳] ایضاً ص۴۱۳ [۵۴] ایضاً ص۴۱۵ [۵۵] صحیح بخاری ص۳۵ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ بن نضر

نام ونسب خاندان | انس نام، خاندان ننھیال سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام، حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہیں، سلمیٰ بنت عمرو جو عبد المطلب (جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ تھیں اسی خاندان سے تھیں، اور رشتہ میں حضرت انسؓ بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھیں، حضرت انسؓ اپنے خاندان کے رئیس تھے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں مشرف باسلام ہوئے،

غزوات اور وفات | غزوۂ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ ہو سکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی کہ یا رسول اللہؐ! افسوس ہے کہ آپ کے پہلے غزوہ میں موجود نہ تھا، لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آئندہ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں!

شوال ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا، لڑائی کی تمہید کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، صرف چند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، حضرت انسؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے، سعدؓ بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا، کہاں جاتے ہو؟ جنت وہ ہے! خدا کی قسم میں احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں! یہ کہہ کر نہایت جوش میں میدان کا قصد کیا، اور بڑی پامردی سے لڑ کر جان دی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت انسؓ کا بدن زخموں سے بالکل چھلنی تھا، شمار کیا گیا تو اسّی سے اوپر زخم نکلے،

Marfat.com
Marfat.com

کفار نے لاش کو مثلہ کر دیا تھا، اس لئے شناخت نہ ہو سکی، آپ کی بہن ربیع بنت نضر نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا،

اخلاق | جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے، غزوۂ احد کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں، ان میں حضرت انسؓ جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے، حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے چچا (انسؓ بن نضر) کے متعلق نازل ہوئی من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر الایۃ یعنی مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ میں بالکل سچے ہیں، ان میں سے بعض اپنی قرارداد کو انجام تک پہنچا چکے ہیں، اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں،

ان کی بہن ربیع بنت نضر نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا، اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انسؓ بن نضر نے آکر کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا! ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے، حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کر کے قسم کھائی تھی، اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکی کے ورثہ دیت پر لینے پر راضی ہو گئے، اب ربیع قصاص سے بچ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب قسم کھا لیتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے[۱]،

---

[۱] بخاری ج ۲ ص ۶۳۴

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انس بن مالکؓ

نام و نسب اور ابتدائی حالات انس نام، ابو حمزہ کنیت، خادم رسول اللہ لقب، قبیلۂ بنجار سے ہیں، جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا، نسب نامہ یہ ہے، انس بن مالکؓ بن نضر ابن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن بنجار، والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیمؓ سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے، جن کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت انسؓ کے آبائی سلسلہ میں مل جاتا ہے، اور رشتہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں،

حضرت انسؓ، ہجرت نبوی صلعم سے دس سال پیشتر شہر یثرب میں پیدا ہوئے، ۸، ۹ سال کا سن تھا کہ ان کی ماں نے اسلام قبول کر لیا، انکے والد بیوی سے ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا، ماں نے دوسرا نکاح ابو طلحہ سے کر لیا، جن کا شمار قبیلہ خزرج کے متمول اشخاص میں تھا، اور اپنے ساتھ حضرت انسؓ کو ابو طلحہ کے گھر لے گئیں، حضرت انسؓ نے انہی کے گھر میں پرورش پائی،

قبل اسلام عربوں کی جہالت کا یہ نقشہ تھا کہ باپ (ابو طلحہ) کی صحبت میں جب بادہ و جام کا دور چلتا تو بیٹا (انسؓ) ساقی گری کرتا، وہ پہلے دوسروں کو پلاتے اور بعد میں خود پیتے تھے اور اس دس سالہ بچے کو کوئی روکنے والا نہ تھا[1]،

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ کا نام ان کے چچا انسؓ بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا لیکن کنیت نہ تھی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی، انسؓ ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا، چنا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مناسبت سے انکی کنیت ابو حمزہ پسند فرمائی،

اسلام حضرت انسؓ کا سن ۸-۹ سال کا تھا کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی، بنو نجار نے قبول اسلام میں جو پیشدستی کی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ اس قبیلہ کے اکثر افراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب تشریف لانے سے قبل توحید و رسالت کے علمبردار ہو چکے تھے، حضرت انسؓ کی والدہ (ام سلیم) نے بھی عقبہ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا، اور جیسا کہ ابھی اوپر گذر چکا ہے کہ ان کے والد بت پرست تھے وہ بیوی کے اسلام پر برہم ہو کر شام چلے گئے تھے، ادھر ام سلیم نے ابو طلحہ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ بھی مذہب اسلام قبول کریں، چنانچہ وہ مسلمان ہو چکے تھے، اور عقبہ ثانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی، اس طرح حضرت انسؓ کا پورا گھر نور ایمان سے منور تھا، ان کی جنتی ماں (ام سلیمؓ) شمع اسلام کی پروانہ تھیں اور ان کے محترم باپ (حضرت ابو طلحہؓ) دین حنیف کا ایک پرجوش فدائی تھے بیٹے نے انہی والدین کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور مسلمان ہوا

خدمت رسول ۱۰ سال کی عمر ہوگی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظار میں اہل یثرب نے دو تہائی راتیں کاٹی تھیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائے اور شہر یثرب کو مدینۃ النبی ہونے کا شرف عطا فرمایا، حضرت انسؓ اس وقت گو صغیر السن تھے، لیکن پرجوش تھے، جس ساعت سعید میں مدینہ طیبہ کا افق آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا حضرت انسؓ اور بہت سے کم سن لڑکے "جاء رسول اللہ، جاء رسول اللہ" کا مژدۂ جاں بخش اہل یثرب کو سنا رہے تھے، اور نہایت جوش میں خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے،

Marfat.com
Marfat.com

جاء محمد" کی آواز کان میں آتی مڑکر دیکھتے کہ شاید کاروانِ قدس منزلِ مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے لیکن گرد کارواں کے سوا کچھ نظر نہ آتا، اتنے میں گرد ہٹی اور نہایت شوکت وشان سے کوکبۂ نبوت نمودار ہوا، حضرت انسؓ کی عقیدت مند نگاہ رخِ انور پر پڑی اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہِ نبوت سے حاصل کیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اقامت فرمائی تو حضرت ابوطلحہؓ حضرت انسؓ کو لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا اور حضرت انسؓ خادمانِ خاص کے زمرہ میں داخل ہوگئے،

حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا، وہ کم وبیش دس برس حاملِ نبوت کی خدمت کرتے رہے، اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا، معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر درِ اقدس پر حاضر ہوجاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے تھے، محلہ میں ایک مسجد تھی، وہاں لوگ ان کا انتظار کرتے، جب یہ پہنچتے اس وقت وہاں نماز ہوتی تھی[2]،

ان اوقات کے ماسوا بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کے لیے حاضر رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ آپ کے کاموں سے فارغ ہوکر گھر روانہ ہوئے، دوپہر کا وقت تھا، لڑکے کھیل رہے تھے، حضرت انسؓ بھی کھڑے ہوکر تماشا دیکھنے لگے، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لائے، لڑکوں نے دور سے دیکھ کر حضرت انسؓ سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کا ہاتھ

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲ [2] ایضاً ص ۲۳۲،

Marfat.com
Marfat.com

پکڑ کر کسی کام کے لیے بھیجدیا، اور خود ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما رہے، حضرت انسؓ واپس ہوئے تو حضورؐ نے مکان کی طرف مراجعت فرمائی، کام کی مصروفیت میں حضرت انسؓ کو دیر ہوگئی تھی. گھر گئے تو ام سلیمؓ نے پوچھا آج دیر کہاں لگائی؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام سے گیا تھا، وہ بہانہ سمجھیں اور پوچھا کام کیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی، حضرت ام سلیمؓ نے کہا اس کو کسی سے نہ کہنا، چنانچہ حضرت انسؓ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا،

ایک مرتبہ حضرت ثابتؓ سے جو ان کے تلامذۂ خاص تھے، فرمایا اگر میں کسی شخص کو اس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے لیکن میں بیان نہ کروں گا[1]

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، سفر و حضر اور خلوت وجلوت کی ان کے لئے کوئی تخصیص نہ تھی اور نزول حجاب سے پہلے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آزادی کے ساتھ آتے جاتے تھے،

ایک دن نماز فجر سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج روزہ کا ارادہ ہے، مجھے کچھ کھلا دو، حضرت انسؓ جلدی سے اٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لے کر حاضر ہوئے، آنحضرت نے سحری کھائی اور پھر نماز فجر کے لیے تیار ہوئے[2]

داخلۂ خیبر کے وقت جبکہ نبوت کا جاہ وجلال فاتح کی شان وشوکت دکھاتا تھا حضرت انسؓ کے قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کو چھو گئے، جس سے ازار مبارک کھسک گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زانوئے مقدس کی سفیدی لوگوں کی نظر آگئی، حضورؐ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور حضرت انسؓ کی اس خطا سے درگذر کی[3]

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹ و ص ۲۵۲ ایضاً ص ۲۵۳ ایضاً ص ۲۸۵.

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجا لاتے اور اپنی فرماں برداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن اس مدت میں کبھی آپ خفا نہ ہوئے، اور نہ کبھی کسی کام کی نسبت یہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خاص محبت ہوگئی تھی، ان کو "بیٹا" اور کبھی کبھی پیار میں "انیس" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لیجاتے، چھوہارے نوش فرماتے، کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے، دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے، نماز پڑھتے اور حضرت انسؓ کے لئے دعا فرماتے،

پہلے گذر چکا ہے، حضرت انسؓ کی ماں حضرت ام سلیمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں خالہ ہوتی تھیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کا حد درجہ خیال تھا، غزوہ خیبر میں صفیہؓ اسیر ہو کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا، تو حضرت ام سلیمؓ کے پاس بھیجدیا، ام سلیمؓ نے شادی کا سامان کیا، اور حضرت صفیہؓ کو دلہن بنا کر شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ اطہر میں پہنچایا[1]

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے عقد کیا، تو ام سلیمؓ نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ نے صحابہؓ کو طلب فرمایا، اور ایک مختصر سا جلسۂ دعوت ترتیب دیا،

غرض ان مختلف خصوصیتوں نے حضرت انسؓ کو خاندان نبوت کا ایک ممبر بنا دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی میں ان سے مزاح فرماتے تھے، ابو حمزہ کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی، ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا یا ذا الاذنین یعنی اے دو کان والے

---

[1] مسند احمد ج ۳ مسند انس بن مالکؓ ص ۱۶۲ ایضاً ص ۱۶۳،

Marfat.com
Marfat.com

عام حالات بارگاہ اقدس میں حضرت انسؓ کو جو قرب و اختصاص تھا، وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو تم نے دیکھا ہوگا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں وہ کس استقلال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدان جنگ میں بھی آقا سے علیحدہ نہ ہونے دیا، غزوہ بدر میں ان کی عمر کچھ نہ تھی، ۱۲ برس کا سن تھا لیکن مجاہدین اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خدمتگذاری کا فرض بجا لا رہے تھے ان کی اس کمسنی سے لوگوں کو شرکت بدر میں اشتباہ ہوتا تھا، چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر میں موجود تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا؟

واقعہ بدر سے ایک سال بعد غزوہ احد واقع ہوا اس میں بھی حضرت انسؓ بہت کم عمر تھے، ذیقعدہ ۶ھ میں حدیبیہ و بیعت رضوان پیش آئی، اس وقت حضرت انسؓ کا عنفوان شباب تھا یعنی ۱۷ برس کا سن تھا، اب وہ میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے قابل ہو گئے تھے ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا کیا، اس میں حضرت انسؓ تمام جان نثاروں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اسی سنہ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، اس غزوہ میں حضرت انسؓ، ابو طلحہؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ست اس قدر قریب تھے کہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے مس کرتا تھا، ۸ھ میں مکہ اور طائف میں معرکوں کا بازار گرم ہوا، اور ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع یعنی آخری حج کیا، ان سب واقعات میں حضرت انسؓ نے شرکت کی، اور سعادت دینوی و اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۷ یا ۲۸ تک پہنچتی ہے لیکن [illegible] جنگ قتال کی نوبت آئی ہے، وہ صرف نو ہیں، بدر، احد، خندق، [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

خیبر، مکہ، حنین، طائف، حضرت انسؓ ان سب میں موجود تھے، موسیٰ بن انسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے معرکوں میں شریک تھے؟ انھوں نے کہا آٹھ میں، غالباً انھوں نے بدر کو شامل نہیں کیا جس کا سبب یہ ہے کہ بدر میں حضرت انسؓ اس عمر تک نہیں پہنچے تھے، جو جہاد کی شرکت کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، انھوں نے حضرت انسؓ کو بحرین میں صدقات کا افسر بنانا چاہا، پہلے حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ انسؓ بہت ہوشیار شخص ہیں، آپ نے جو خدمت ان کے لیے تجویز کی ہے، میں اس کی [illegible] وسلم سے رسمہ چنانچہ حضرت انسؓ کو بارگاہ خلافت میں طلب کیا اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت انسؓ کو تعلیم فقہ کے لیے [illegible] کے ساتھ بصرہ روانہ کیا، اس جماعت میں تقریباً دس اشخاص تھے، حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی، اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا،

ان مشاغل کے ماسوا اس عہد کی تمام لڑائیوں میں حضرت انسؓ نے خصوصیت سے حصہ لیا ہے، فتوح عجم میں واقعۂ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے، حضرت انسؓ اس معرکہ میں پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے، شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا اور ایران کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتا تھا، مع اپنے اہل و عیال کے قید ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے روبرو حاضر کیا گیا حضرت ابوموسیٰ نے ہرمزان کو حضرت انسؓ کے ہمراہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا اور ۳۰۰ سپاہیوں کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لیے حضرت انسؓ کی ماتحتی میں دیا، حضرت انسؓ

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ منورہ پہنچے اور اپنے مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھیں روشن کیں،

کچھ دنوں مدینہ منورہ میں ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے، ذوالحجہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت حاصل کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، ان کی خلافت کا ابتدائی زمانہ نہایت پرامن تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کرلی، اور فتنوں کا دروازہ دفعتہً کھل گیا، آفاق عالم سے مفسدین اٹھ کھڑے ہوئے، جابجا باغیانہ تحریکیں نشوونما پانے لگیں، ملک کے ہر ہر گوشہ میں فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہوئی، اور شورہ پشتوں کے سیلاب نے دارالخلافت مدینہ منورہ کا رخ کیا،

لیکن اس وقت اسلامی مملکت کے مختلف حصوں میں بہت سی ایسی شخصیتیں موجود تھیں جن کا وجود ظلم وجور مرعوب نہیں کرسکتے تھے، چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق خلافت کے ایک مقدس گوشہ سے بلند ہوئی تو سب سے پہلے ان حامیان صداقت نے لبیک کہا، اور حمایت حق پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے،

سلطنت اسلامیہ کے ہر حصہ میں ان بزرگوں کا وجود تھا، بصرہ بھی جو عراق عرب کا صدر مقام تھا، ان بزرگوں سے خالی نہ تھا، چنانچہ جب بصرہ میں ان ہولناک واقعات کی خبر پہنچی، تو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور دوسرے بزرگوار نصرت دین اور تائید اسلام کے لیے مستعد ہوگئے اور اپنی پرجوش تقریروں سے تمام شہر میں آگ لگادی لیکن یہ امداد پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفۂ اسلام شہید ہوچکا تھا،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسند خلافت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی، خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ ایک عظیم الشان فتنہ نے بصرہ سے سر اٹھایا، جس کی لپیٹ میں صحابہؓ بھی آگئے، بصرہ حضرت انسؓ کا مستقل قرارگاہ

Marfat.com
Marfat.com

تھا، اور وہاں ان کا خاص اثر تھا، لیکن انھوں نے اس فتنہ سے اپنا دامن بالکل محفوظ رکھا، دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح گوشہ نشین رہے، اور اس وقت تک نہ نکلے جب تک آتش فساد سرد نہ ہو گئی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے، اور انقلاب زمانہ کے عجیب و غریب مناظر دیکھتے رہے، لیکن انھوں نے گوشہ خلوت کو مقدم جانا، اور شہرت کی گوناگوں دل فریبیوں پر اپنے نفس کو مائل نہ کیا،

باایں ہمہ وہ عمالِ حکومت کے دست ستم سے محفوظ نہ رہ سکے، عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی جو سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا، اور ظلم و جور میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، جب بصرہ آیا تو حضرت انسؓ کو بلا کر نہایت سخت تنبیہ کی، اور لوگوں میں ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوا دی،

حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انسؓ ہوا کے رُخ پر چلتے ہیں، چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا انسؓ! یہ چال بازی! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا، میں نے تمھارے لئے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے، حضرت انسؓ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا خدا امیر کو صلاحیت دے، کس کے لئے سزا تجویز ہوئی ہے، حجاج نے کہا "تمھارے لئے"، حضرت انسؓ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے، اور خلیفہ عبدالملک کے پاس ایک خط جس میں حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا، عبدالملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بیتاب ہو گیا، اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انسؓ سے فوراً ان کے مکان پر جا کر معافی مانگو، ورنہ تمھارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائیگا، حجاج مع درباریوں کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیجدیجئے، چنانچہ

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ نے اس کی عرضداشت منظور کی اور دمشق ایک خط روانہ کیا،

وفات عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی، ۹۳ھ میں پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا، چند مہینوں تک بیمار رہے، شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا، اور دور دور سے لوگ عیادت کو آتے تھے، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو ثابت بنانی سے کہ تلامذۂ خاص میں تھے، فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک رکھ دو، ثابت نے حکم کی تعمیل کی، اسی حالت میں روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کے وقت حضرت انسؓ عمر کے ۱۰۳ مرحلے طے کر چکے تھے، بصرہ میں سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا، اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابو الطفیل) صحابۂ کرام کے وجود سے خالی ہو چکا تھا، نماز جنازہ میں اہل و عیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتدبہ تعداد موجود تھی، قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنے محل کے قریب موضع طف میں دفن کئے گئے،

حضرت انسؓ کی وفات سے لوگوں کو سخت صدمہ ہوا، اور واقعی ایسا رنج و الم کا مقام تھا، ترببت یافتگان نبوت ایک ایک کر کے اٹھ گئے تھے، صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھیں شمع نبوت کے ذریعہ سے روشن ہوئی تھیں اب ان میں سے بھی ایک نے دنیائے فانی سے قطع تعلق کر لیا،

حضرت انسؓ کا انتقال ہوا تو مورق بولے افسوس! آج دفعتہً عالم جاتا رہا، لوگوں نے کہا یہ کیونکر؟ کہا میرے پاس ایک بدعتی آیا کرتا تھا، وہ جب حدیث کی مخالفت کرتا میں اسے حضرت انسؓ کے پاس حاضر کرتا تھا، حضرت انسؓ حدیث سنا کر اس کی تشفی کرتے تھے اب کون صحابی ہے جس کے پاس جاؤنگا،

Marfat.com
Marfat.com

آل واولاد اور خانگی حالات

حضرت انسؓ کثرتِ اولاد میں تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا، ایک مرتبہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، ام سلیمؓ نے عرض کی، انسؓ کے لیے دعا فرمائیے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک دعا کی، اور اخیر میں یہ فقرہ زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا،

اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئیں اور تیسری کا منتظر ہوں، مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا، اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیاں (لڑکیوں کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد ہوئیں، اور پوتوں کی تعداد اس پر مستزاد تھی، مختصر یہ کہ وفات کے وقت بیٹوں اور پوتوں کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا، حضرت انسؓ کے مشہور بیٹوں اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں، عبداللہ[۱]، عبیداللہ[۲]، زید[۳]، یحییٰ[۴]، خالد[۵]، موسیٰ[۶]، نضر[۷]، ابوبکر[۸]، براء[۹]، علاء[۱۰]، عمر[۱۱]، رملہ[۱۲]، امیمہ[۱۳]، ام حرام (نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تالیف وجیہ الدین ابوالفضائل عمر بن عبدالحسن بن ابی بکر قلمی)، حضرت انسؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، وہ اکثر اپنے مکان پر رہتے تھے، ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، اپنے لڑکوں کو خود تعلیم دیتے تھے، لڑکیوں کو بھی حلقۂ درس میں بیٹھنے کی اجازت تھی، ان کے کئی لڑکے فن حدیث میں شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے، اور طبقۂ تابعین میں خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جو حضرت انسؓ کی تعلیم کا اثر تھا،

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیر انداز تھے، اپنے لڑکوں کو تیر اندازی کی بھی مشق کراتے تھے، پہلے لڑکے نشانہ لگاتے، جس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی تو خود حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا، لڑکوں کو تیر اندازی کی مشق کراتا،

Marfat.com
Marfat.com

انصار میں ایام جاہلیت سے رائج تھا، تاریخ طبری نے تاریخ کبیر میں اس کی تصریح کی ہے،

عام حالات، حلیہ اور لباس

حضرت انسؓ کا مفصل حلیہ معلوم نہیں، اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزوں اندام تھے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، ہاتھوں میں خلوق (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے، جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی، انگوٹھی پہنتے تھے، صاحب الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ تھی، ایام پیری میں دانت ہلنے لگے تو سونے کے تاروں سے کسوائے تھے، بچپن میں ان کے گیسو تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالوں کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا تھا، ایک دفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہا تو ام سلیم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بالوں کو چھوا ہے، ان کو نہ کٹاؤ، حضرت انسؓ کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا، اس لئے زندگی امیرانہ بسر کرتے تھے، کپڑے قیمتی پہنتے تھے، خز کا لباس اس زمانہ میں اکثر امرا پہنا کرتے تھے، حضرت انسؓ بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے، خوشبودار چیزوں کو پسند کرتے، مزاج میں تکلف تھا، ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا، جو سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا، اس میں ایک سو پھول تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا،

حضرت انسؓ نے بصرہ سے دو فرسخ باہر مقام طف میں ایک محل بنوایا تھا اور وہیں اقامت پذیر تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے، کھانا اچھا کھاتے تھے، دسترخوان پر اکثر میوہ ہوتا تھا، کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی، لوکی کی ترکاری میں اکثر لوکی پڑتی تھی، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے

Marfat.com
Marfat.com

بہت مرغوب تھی، طبیعت فیاض اور سیر چشم واقع ہوئی تھی، کھانے کے وقت شاگرد موجود ہوتے تو ان کو بھی شریک کر لیتے تھے،

صبح کو ناشتہ کرتے، اور ۳ یا ۵ یا اس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے، پانی پیتے تو تین مرتبہ میں ختم کرتے،

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو ۳ مرتبہ بولتے، کسی کے مکان پر تشریف لیجاتے تو تین مرتبہ اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے[1]،

باایں ہمہ علو مرتبت طبیعت میں انکسار و تواضع تھی، لوگوں سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے، شاگردوں سے بھی چنداں تکلف نہ تھا، اکثر فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے، لیکن ہم میں سے کوئی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہو سکتا تھا؟ اور اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے،

تحمل اور بردباری بھی ان میں انتہا درجہ کی تھی، وہ جس رتبہ کے شخص تھے اسلام میں ان کا جو اعزاز تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جو مناقب بیان فرمائے تھے، حاملِ نبوت کی بارگاہ میں ان کو جو تقرب حاصل تھا، ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، لیکن حکومت امویہ کے چند حکام و عمال ایسے متکبر اور بانخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، حجاج بن یوسف ان تمام متمردوں کا سرگروہ تھا، اس نے حضرت انس رضؓ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا تھا، اور حضرت انس رضؓ نے جس حلم سے کام

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۸، ۱۸۰، ۲۲۱، ۲۳۲،

Marfat.com
Marfat.com

لیا تھا اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو بصرہ میں ایک قیامت برپا ہو جاتی،

اس تحمل کے ساتھ عظمت وجلال کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبدالملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے با اختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا ایک عام آدمی بھی اپنے لئے وہ الفاظ سننا گوارا نہ کریگا، اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنی پڑی،

شجاعت و بسالت کا کافی حصہ پایا تھا، بچپن میں اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ ایک مرتبہ مرالظہران میں خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا، حالانکہ ان کے تمام ہمعمر ناکام واپس آئے تھے، بڑے ہوئے تو فنون سپہگری میں کمال حاصل کیا، وہ بڑے بڑے شہسوار تھے، تیراندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا، اور گھوڑ دوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے،

صحابہ میں ارباب روایت تو سیکڑوں ہیں، لیکن ان میں ایک مخصوص جماعت ان لوگوں کی ہے جو روایات میں صاحبِ اصول تھے، حضرت انسؓ بھی انہی لوگوں میں تھے، چنانچہ ان کے روایات کے استقصاء سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں،

(۱) روایات کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کی، مسند احمد بن حنبل میں ہے،

"کان انسؓ بن مالک اذا حدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ففرغ منہ قال او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"، یعنی حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے وقت گھبرا جاتے تھے، اور اخیر میں کہتے تھے کہ اس طرح یا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا،

۲- جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی تھی ان کو نہیں بیان کیا،

Marfat.com
Marfat.com

(۳) جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ سنی تھی، اس میں امتیاز قائم کیا،

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی، کیونکر تعلیم حاصل کی؟ شاگردوں تک کس طرح اس فن شریف کو پہنچایا، اور ان کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟ اس کا جواب آیندہ سطور میں ملے گا،

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے، حضرت انسؓ اس باب میں اکثر صحابہ میں پیش پیش ہیں، انھوں نے اس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت ادا کی ہے، جس سے زیادہ مشکل ہے، اور انھوں نے تمام عمر اس دائرہ (تعلیم حدیث) سے قدم باہر نہ نکالا، جس زمانہ میں تمام صحابہ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خادم جامع بصرہ میں دنیا سے الگ قال رسول اللہ کا نغمہ خلائق کو سنا رہا تھا،

توسیع علم کا حال شاگردوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے، حضرت انسؓ کے حلقۂ درس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور شام کے طلبہ شامل تھے، جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد کی کثرت کے لحاظ سے وہ خوش قسمت تھے، اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا،

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ میں سے ہیں یعنی ان کی روایات کا شمار ہزاروں تک ہے، صحیح بخاری میں ان سے ۸۰ حدیثیں منقول ہیں، صحیح مسلم میں ۷۰ اور متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے،

حضرت انسؓ نے ابتداءً خود حامل وحیؐ سے اکتساب کیا، آپ کے بعد جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دامن فیض سے وابستہ رہے، ان کے نام نامی یہ ہیں، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت ابن مسعودؓ

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوذرؓ، حضرت ابو طلحہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت عبداللہؓ ابن رواحہؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس، حضرت مالک بن صعصعہؓ، حضرت ام سلیمؓ (والدہ حضرت انسؓ) حضرت ام حرامؓ (خالہ حضرت انسؓ) حضرت ام الفضلؓ (زوجہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت انسؓ کے دائرۂ تلمذ میں اگرچہ ایک جہان داخل تھا، لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہو کر نکلے اور آسمان حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے ان کے نام نامی درج ذیل ہیں، حسن بصری، سلیمان تیمی، ابو قلابہ، اسحٰق بن ابی طلحہ، ابوبکر بن عبداللہ مزنی، قتادہ، ثابت بنانی، حمید الطویل، ثمامہ بن عبداللہ (حضرت انسؓ کے پوتے ہیں) جعد، ابوعثمان، محمد بن سیرین انصاری، انس بن سیرین ازہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعۃ الرائے، سعید بن جبیر، ..... و سلمہ بن دینار (رحمہم اللہ تعالیٰ)

فقہ علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انسؓ کو کمال حاصل تھا، فقہائے صحابہؓ کے تین طبقے ہیں، حضرت انسؓ کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے، جن کے اجتہادات و فتاوی اگر ترتیب دیئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لئے بصرہ روانہ کیا تھا اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے

صحابہ کے زمانہ میں تعلیم کا طریقہ عموماً حلقۂ درس تک محدود تھا، حضرت انسؓ بھی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے، اثنائے درس میں کوئی شخص سوال کرتا، اس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے، اس قسم کے سوال و جواب کا ایک مجموعہ ہے، جس کا استقصاء طوالت سے خالی نہیں، یہاں چند مسائل درج کئے جاتے ہیں، جن سے حضرت انسؓ کے طرز اجتہاد، جودت فہم

Marfat.com
Marfat.com

وقت نظر اور اصابت رائے کا اندازہ ہو گا،

باب الاشربہ، یہ مسئلہ کہ نبیذ مخصوص برتنوں میں پینا مکروہ ہے، صحابہؓ میں عموماً متفق علیہ تھا حضرت انسؓ نے اس کو جس قدر وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے اس میں انھوں نے ان وجوہ و اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے، جن کے سبب سے ان برتنوں میں نبیذ پینے کی مخالفت آئی ہے،

قتادہ نے دریافت کیا کہ گھڑے میں نبیذ بنا سکتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے کہا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی، تاہم میں مکروہ سمجھتا ہوں، یہ استدلال اس بنا پر ہے کہ جس چیز کی حلت و حرمت میں اشتباہ ہو، اس میں حرمت کا پہلو غالب ہو گا،

ایک مرتبہ مختار بن فلفل نے پوچھا کن ظروف میں نبیذ نہ پینا چاہیے؟ فرمایا مزفتہ میں کیونکہ ہر مسکر چیز حرام ہے، مختار نے کہا شیشہ یا رانگے کے برتنوں میں پی سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا لوگ تو مکروہ سمجھتے ہیں، فرمایا جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو، پھر استفسار کیا کہ نشہ لانے والی چیز تو حرام ہے، لیکن ایک دو گھونٹ پینے میں کیا حرج ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جس کا زیادہ حصہ موجب سکر ہو، اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے، دیکھو! انگور، خرمے گیہوں، جو وغیرہ سے شراب تیار ہوتی ہے، ان میں سے جس چیز میں نشہ پیدا ہو جائے، وہ شراب ہو جاتی ہے،

حضرت انسؓ نے اس مسئلہ کو اگرچہ نہایت خوبی سے بیان کیا ہے لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے، شارع علیہ السلام نے کتاب الاشربہ کے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے ہیں، اور جو اس باب کے قواعد و اصول کے جا سکتے ہیں، یہ ہیں (۱) کل شراب اسکے

Marfat.com
Marfat.com

فھو حرام (صحیحین عن عائشہؓ) (۲) کل مسکر خمر و کل خمر حرام (صحیح مسلم عن ابن عمرؓ) (۳) ما اسکر کثیرہ وفقلیلہ حرام (سنن ابن عمرؓ) ان میں سے پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ جس پینے والی چیز میں نشہ آجائے حرام ہے، دوسرے میں یہ بیان ہے کہ ہر منشی چیز شراب ہوتی ہے، اور ہر قسم کی شراب حرام ہے، جس کا نتیجہ یہ متفرع ہوتا ہے کہ ہر منشی چیز حرام ہے، تیسرے کلیہ کا یہ منشار ہے کہ جو زیادہ پینے کی صورت میں نشہ پیدا کرے، اس کا خفیف حصہ بھی پینا حرام ہے، حضرت انسؓ نے انہی باتوں کا اپنے جواب میں ذکر کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ سوالات کی بے ترتیبی سے جواب غیر مرتب ہو گیا ہے،

اب رہا یہ سوال کہ چند مخصوص برتنوں میں نبیذ پینے کی ممانعت کیوں آئی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ عرب میں شراب رکھنے یا بنانے کے لئے وہ نفیس اور خوبصورت شیشہ کے برتن جو آج یورپ نے ایجاد کئے ہیں موجود نہ تھے، وہاں عام طور پر کدو کی تنبی صراحی کا کام دیتی تھی، یا اور اسی نوع کے چند برتن تھے، جو قدرتی پھلوں کو خشک اور صاف کر کے بادہ نوشی کے لئے مخصوص کر لئے جاتے تھے، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں شراب رکھنے سے اس کا اثر برتن میں پہونچتا ہوگا اور دھونے کے بعد بھی زائل نہ ہوتا ہوگا، یہی راز ہے کہ اول اسلام میں جب شراب حرام ہوئی تو ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز کر دیا گیا، اور گو بعد میں ان برتنوں کا جن میں شراب نہ رکھی گئی ہو استعمال جائز قرار دیا جا سکتا تھا لیکن پہلی صدی ہجری کا پرجوش مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ان برتنوں کے استعمال سے شراب نوشی کی یاد کو عہد اسلام میں از سر نو تازہ کرے،

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا ہاں! جوتہ پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پاک ہو اور نجاست آلود نہ ہو اگر

Marfat.com
Marfat.com

کوئی شخص نیا جوتہ پہن کر نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں)

یحییٰ بن یزید ہنائی نے دریافت کیا کہ نماز میں قصر کب کرنا چاہئے؟ فرمایا کہ میں جب کوفہ جاتا تھا، قصر کرتا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ میل یا ۳ فرسخ کا راستہ طے کر کے قصر کیا تھا، (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۳ میل سفر کرنے سے قصر واجب ہو جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں جس مقام پر سب سے پہلے نزول اجلال ہوا وہ ذوالحلیفہ تھا جو صحیح روایت کی بنا پر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور چونکہ حدود سفر میں داخل تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز پڑھی)

مختار بن فلفل نے پوچھا کہ مریض کس طرح نماز پڑھے، حضرت انسؓ نے کہا بیٹھ کر پڑھے، عبدالرحمٰن بن وردانؒ معہ دیگر اہالیان (مدینہ) حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت انسؓ نے پوچھا نماز عصر پڑھ چکے ہو کہا جی ہاں، پھر لوگوں نے استفسار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟ فرمایا آفتاب خوب روشن اور بلند رہتا تھا، حضرت انسؓ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی جنازہ مرد کا تھا، اس لئے میت کے سرہانے کھڑے ہوئے، اس کے بعد دوسرا جنازہ عورت کا لایا گیا، حضرت انسؓ نے کمر کے سیدھ پر کھڑے ہو کر اس کی نماز پڑھائی، علاء بن زیاد عدوی بھی نماز میں شریک تھے اس اختلاف قیام کا سبب پوچھا، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے، علاء مجمع کی جانب مخاطب ہوئے اور کہا کہ اس کو یاد رکھنا،

ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت عمرؓ نے رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے، (لیکن یہ حضرت انسؓ کا ذاتی اجتہاد

Marfat.com
Marfat.com

ہے، ورنہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عموماً صحابہ کرامؓ وتر میں رکوع کرنے کے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے) امام شافعیؒ اس مسئلہ میں حضرت انسؓ کے پیرو ہیں اور انھوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی۔ ہے کہ حضرت علیؓ بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے لیکن یہ حدیث قطع نظر اس کے کہ منقطع ہے، یعنی امام شافعیؒ نے حکایۃً بیان کی ہے اور اپنی سند ہشیم تک چھوڑ دی ہے سنداً بھی ضعیف ہے اس کے راویوں میں ہشیم اور عطار کا نام بھی شامل ہے اور ان دونوں کی ائمہ فن حدیث نے تضعیف کی ہے،

اس کے علاوہ ابن منذر نے الاشراف میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور فلاں فلاں صحابہؓ سے مجھکو جو روایتیں پہونچی ہیں، سب میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے جو روایت آئی ہے اس کی اس کی صاف تصریح ہے۔ عاصم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت قبل رکوع پڑھنا ہے یا بعد رکوع؟ انھوں نے کہا قبل رکوع، عاصم نے کہا لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد رکوع پڑھتے تھے، حضرت انسؓ نے کہا وہ ایک وقتی واقعہ تھا، قبائل نے مرتد ہو کر بہت سے صحابہ کو قتل کر دیا تھا، اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر ان کے لئے بددعا کی تھی[1]،

تم نے دیکھا کہ ان مسائل میں حضرت انسؓ کس قدر صائب الرائے ہیں، ان کے اجتہادی مسائل کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کے اجتہاد کے موافق ہیں اور اس لئے

[1] ان مسائل کے لئے دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحات ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۲۹، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۷۰، ۲۷۲ و عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۴۱۹ و ۴۲۵ ج ۳ و جوہر النقی فی الرد علی البیہقی ص ۲۱۳ ج اول،

Marfat.com
Marfat.com

قطعاً صحیح ہیں۔

اخلاق حضرت انسؓ کے گلدستۂ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک، لطیف اور شگفتہ ہیں جن پر گلدستہ کی خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے، حبِ رسول، اتباعِ سنت، امر بالمعروف، حق گوئی یہ حضرت انسؓ کے خاص اوصاف ہیں، حبِ رسول کا نقشہ تم اوپر دیکھ چکے ہو جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور ناسمجھ بچے تھے، جوشِ محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اُٹھ کر کاشانۂ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان وضو مہیا کرنے کیلئے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا، ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی، وہ شمع نبوت پر پروانہ وار شیفتہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ کرم حضرت انسؓ کے لئے باعث صد طمانیت و تسلی تھی اور آقائے نامدار کی ایک آواز ان کے قالب عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بنجاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہری آنکھیں دیدار محبوب کو ترس گئی تھیں لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا، چنانچہ کشتۂ عشق نبوت اکثر خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، اور صبح کو واقعات شبینہ کی یاد تازہ کرکے گریہ و زاری کا ایک طوفان بپا کرتا تھا، عاشق صادق کے تڑپانے اور تلملانے کے لئے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے، حضرت انسؓ بن مالک کا بعینہ یہی حال تھا، وہ محبوب دو عالم کا ذکر کرتے تھے، اور فرط محبت سے بیقرار ہو جاتے تھے، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک بیان کر رہے تھے، آپؐ کا ایک ایک خال و خط زبان مدح میں نبات محبت گھول رہا تھا، الفاظ جو ادا ہو رہے تھے اسی عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا، حرمان نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب

Marfat.com
Marfat.com

ہادیٔ برحق عالم ہادی کے گلی کوچے میں پھرا کرتا، اور حضرت انسؓ اس کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے، دفعۃً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا، اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا کہ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضورؐ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے،

حضرت انسؓ کی ہر مجلس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی، وہ عہد نبوت کے واقعات اپنے تلامذہ کے گوش گذار کیا کرتے تھے، اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اٹھتی جس سے حضرت انسؓ بے چین ہو جاتے تھے، لیکن یہ درد و [illegible] طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا، ناچار ہو کر گھر میں تشریف لیجاتے اور حضرت [illegible] وسلم کے تبرکات نکال لاتے، ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین [illegible] خاطر کا سامان بہم پہنچاتے،

حضرت انسؓ کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجالس [illegible] تلامذہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی، وہ حضرت [illegible] کے ولولۂ محبت کا کرشمہ تھا، ثابت حضرت انسؓ کے شاگرد رشید [illegible] استاد کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، ہمیشہ عہد نبوت کی [illegible] کرتے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوا ہے؟ انسؓ نے کہا ہاں، ثابت کے دل میں سوز محبت نے بے قراری پیدا کر دی، حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں چومونگا،

حب رسول کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے، محب صادق کی یہ شناخت ہے کہ جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو خود بھی اس کو پسند کرے، حضرت انسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com
Marfat.com

کی ذات ستودہ صفات سے جو عشق تھا اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آپؐ کے اقوال و افعال کی پوری طور سے تقلید کریں، چنانچہ حضرت انسؓ کی زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں،

اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمۂ توحید کے بعد نماز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس خضوع و خشوع اور جس آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے، صحابہ کو شش کرتے تھے کہ خود بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوں، چنانچہ متعدد صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے ملتی جلتی نماز پڑھتے تھے لیکن حضرت انسؓ نے آپ کے طرز و طریقہ سے جو مشابہت اختیار کی تھی، وہ ایک چراغ ہدایت تھا، جو نبوت کے قلب مبارک سے حضرت انسؓ کے قلب مصفا میں روشن ہوا تھا، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت انسؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیمؓ (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا،

نماز کے ماسوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل صحابہؓ کی نگاہ میں تھا، حضرت انسؓ نے دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انجام دی تھی، اور ہمیشہ ساتھ رہے تھے، ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل ایسا نہ تھا جو حضرت انسؓ سے مخفی رہ سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ارشاد فرماتے، یا اپنے طریق عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے تو حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے، جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی تو قوت حافظہ سے اپنی امانت طلب کرتے اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے، خلیفہ دمشق نے حضرت انسؓ کو شام میں طلب کیا تھا، وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا، شاگردوں اور جان نثاروں کو آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے، آبادی سے باہر ایک میدان پڑتا ہے، حضرت انسؓ کا اونٹ اسی طرف سے

Marfat.com
Marfat.com

آرہا تھا، نماز کا وقت تھا، اور حضرت انسؓ چوپایہ کے پیٹھ پر خالق دو جہاں کی حمد و ستایش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رُخ نہ تھا، تلامذہ نے تو استعجاب کے لہجہ میں پوچھا کہ آپ کس طرح نماز پڑھ رہے تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا،

ابراہیم بن ربیعہؒ، حضرت انسؓ کے حضور میں آئے، نماز کا وقت تھا، حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یاد الٰہی میں مصروف تھے، اور ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں، میں نے اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی، ایک کپڑے میں ادا فرمائی تھی۔ دیکھو مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لئے چراغ ہدایت تھا، وہ اسی کی روشنی میں شاہراہ عمل پر قدم رکھتے تھے، فرائض سے اتر کر واجبات و سنن میں بھی آپ کا اسوہ پیش نظر رہتا تھا، قربانی ہر صاحب استطاعت پر ضروری ہے، حضرت انسؓ رئیس اعظم تھے، جس قدر جانور چاہتے ذبح کر سکتے تھے، لیکن خیر القرون میں مقام رسولؐ کا درجہ، نام و نمود سے بالاتر تھا، وہاں قربانی شہرت کے لئے نہیں بلکہ ثواب کے لئے ہوتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جانور قربانی کئے تھے، اس لئے حضرت انسؓ بھی دو ہی کرتے تھے،

حضرت انسؓ کے بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر لڑکوں کی طرف ہوا تھا، تو آپ نے ان سے السلام علیکم فرمایا تھا، اس لئے حضرت انسؓ ضعف پیری میں بھی بچوں سے

Marfat.com
Marfat.com

سلام میں سبقت کرتے تھے،

اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے نمایاں اوصاف ہیں، خلافت شیخین کے بعد ایسے نوجوان جو اسلامی تعلیم سے بے گانہ تھے، حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر ہوئے، اس لئے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے تھے جو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف تھے، اصحاب رسولؐ نے جنھوں نے اپنی جان بیچ کر اسلام کا سودا کیا تھا، اس طرز کو گوارا نہ کر سکتے تھے، اور ان کے جوش ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا، اور وہ بلا لومۃ لائم اظہار حق پر آمادہ ہو جاتے تھے، حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمانہ دراز تک بقید حیات رہے بڑے بڑے جبار اور قہار امراء سے ان کو سابقہ پڑا جو بالاعلان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے، حضرت انسؓ سنت نبویؐ کو پامال دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے تھے، اور مجمع عام میں ایسے امراء کو تنبیہ کرتے تھے،

عبید اللہ بن زیاد یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگایا، اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو آنکھ پر مار کر آپ کے حسن کی نسبت نامناسب الفاظ استعمال کئے، حضرت انسؓ سے نہ دیکھا گیا، غصہ سے بیتاب ہو کر فرمایا یہ چہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے مشابہ ہے"

مشہور جفا کار حجاج بن یوسف ثقفی اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا، حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کرنے کی ممانعت آئی ہے، حضرت انسؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کیا ہے،

حکم بن ایوب، حکومت امویہ کا ایک امیر تھا، اسکی سفاکی انسانوں سے تجاوز کر کے حیوانوں تک پہنچی تھی، ایک دفعہ حضرت انسؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی

Marfat.com
Marfat.com

کے پاؤں باندھکر لوگ نشانہ لگا رہے ہیں، جب تیر لگتا تو بے اختیار پھڑپھڑاتی، یہ دیکھ کر حضرت انسؓ برہم ہوئے اور لوگوں کو اس حرکت پر تنبیہ کی[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایام شہزادگی میں دولت امیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اور چونکہ خاندان شاہی میں پرورش پائی تھی، اس لئے رموز ملت میں دخل نہ تھا لیکن رواج زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے تھے، اور اس میں بعض غلطیاں ہو جاتی تھیں، حضرت انسؓ ہمیشہ ان کو ٹوکتے تھے، بار بار ٹوکنے پر انھوں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے، اگر آپ اسی طرح پڑھائیں تو میری عین خوشی ہے، ورنہ آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھونگا، عمر بن عبدالعزیزؒ کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی، ان جملوں نے خاص اثر کیا، اور اسرار دین سیکھنے کی طرف توجہ صرف کی، حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کیلئے اور کون موزوں ہو سکتا تھا، چنانچہ کچھ دنوں ان کی صحبت و تعلیم کے اثر سے ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ ان کے قعدہ و قیام کی موزونیت دیکھ کر حضرت انسؓ کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سے مشابہ نہیں ہے!

وہ کسی موقع پر بھی تعلیم دین و تبلیغ سنت سے غافل نہ رہتے تھے، ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۸۰ کے قریب تھی دمشق بلایا، وہاں سے واپسی کے وقت فج الناقہ پہونچ کر عصر کا وقت آیا، چونکہ سفر ابھی ختم نہ ہوا تھا، اس لئے حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی، اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے، باقی تمام آدمیوں نے دو اور بڑھا کر چار رکعتیں پوری کیں، حضرت انسؓ کو معلوم ہوا تو

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۸،

Marfat.com
Marfat.com

تو نہایت برہم ہوئے، اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں لوگ دین میں بال کی کھال نکالیں گے اور تعمیق سے کام لیں گے، لیکن حقیقت میں وہ بالکل کورے رہیں گے،

ایک مرتبہ کچھ لوگ نماز ظہر پڑھ کر حضرت انسؓ کی ملاقات کو آئے، انھوں نے کنیز سے وضو کے لئے پانی مانگا، لوگوں نے کہا کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی، حاضرین میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہیں، امرار کی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی دیکھ کر، حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا، اور ان سے خطاب کرکے فرمایا، وہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ آدمی بیکار بیٹھا رہتا ہے، نماز کے لئے نہیں اٹھتا، جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے تو جلدی سے اٹھ کر مرغ کی طرح چار چونچیں مار لیتا ہے جس میں یاد الٰہی کا بہت تھوڑا حصہ ہوتا ہے،

امر بالمعروف

حق گوئی کے بعد مگر اس سے متصل امر بالمعروف کا رتبہ ہے، قرآن مجید میں جہاں پیروانِ دین حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے؟ امر بالمعروف کو امت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے، حضرت انسؓ میں یہ وصف خاص طور پر پایا جاتا تھا،

عبید اللہ بن زیاد کی مجلس میں ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا، اس نے اس کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا، حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ اسے میں جاکر سمجھاؤنگا، اور عبید اللہ کے ایوان امارت میں جاکر فرمایا تمہارے ہاں حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا اس نے کہا جی ہاں، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ نے حوض کوثر کے متعلق حدیث پڑھی اور مکان واپس تشریف لائے،
ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیرؓ کو کچھ اطلاع ملی، (غالباً سازش
کی خبر) اس نے انصاری کو اس جرم میں ماخوذ کرنا چاہا، لوگوں نے حضرت انسؓ کو خبر کی،
وہ سیدھے دارالامارت پہنچے، امیر تخت پر بیٹھا تھا، حضرت انسؓ نے اس کے سامنے جا کر
یہ حدیث سنائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے امراء کو یہ وصیت کی ہے، کہ ان کے
ساتھ خاص رعایت کیجائے، ان کے اچھوں سے سلوک کا اور بروں سے درگذر کا برتاؤ
کرنا چاہیئے، اس حدیث کا مصعب پر اس قدر اثر ہوا کہ تخت سے اتر گیا اور فرش پر اپنا
رخسار رکھ کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سر آنکھوں پر ہیں ان کو چھوڑتا ہوں

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اُبی بن کعبؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

ابی نام، ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، سید القراء، سیدالانصار، اور سید المرسلین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے، جو بنی عدیلہ کے نام سے مشہور تھا (عدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی) سلسلۂ نسب یہ ہے

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار[1]، والدہ کا نام صہیلہ تھا، جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں، اور حضرت ابوطلحہؓ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں، اس بنا پر حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت ابیؓ پھوپھی زاد بھائی تھے،

حضرت اُبیؓ کی دو کنیتیں تھیں ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، اور دوسری حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی،

حضرت ابیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انس بن مالکؓ کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مے نوشی ابی بن کعبؓ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی اور حضرت ابوطلحہؓ نے ندیموں کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت ابی بن کعبؓ اسکے ایک ضروری رکن تھے،

اسلام

مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے

[1] مسند احمد ص۱۱۳ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

اسی مذہبی واقفیت نے ان کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا، چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی، ان میں حضرت اُبیؓ بھی تھے، اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے،

مواخاۃ | ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری و مواخاۃ قائم ہوئی تھی، اس میں سعید ابن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان کی مواخاۃ ہوئی،

غزوات اور عام حالات | حضرت اُبیؓ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لیکر طائف تک سب کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوۂ احد میں ایک تیر مہنت اندام میں لگا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا[1]، حضرت اُبیؓ نے عہد رسالت سے لے کر خلافت عثمانی تک بہت اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں، ۹ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل صدقات کیلئے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے، تو حضرت اُبیؓ بھی خاندان ہائے بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہوکر گئے، اور نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی، ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمولی تمام جانور سامنے لاکر کھڑے کر دئے، کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کریں، حضرت اُبیؓ نے اونٹ سے ایک دوبرس کے بچہ کو چھانٹا، صدقہ دینے والے نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے، اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت اُبیؓ نے کہا "یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت صلعم

[1] مسند جابر بن عبداللہ ج ۳ ص ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵

Marfat.com
Marfat.com

جوارشاد فرمائیں اسکی تعمیل کرنا، وہ اس پر راضی ہوگیا، اور حضرت ابیؓ کے ساتھ اس اونٹنی کو لیکر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قصہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ "اگر تمھاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی وید وقبول کرلی جائے گی، اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا" اُس نے منظور کیا اور اونٹنی آپ کے حوالہ کرکے اپنے مکان واپس آیا[1]،

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اور حضرت ابوبکرؓ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے، ان کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی، حضرت ابیؓ اس کے سرگروہ تھے، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے، اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لئے کسی کسی آیت پر مذاکرہ ومباحثہ بھی رہتا تھا، چنانچہ جب سورہ برأۃ کی یہ آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابیؓ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پڑھائی تھیں، سب سے اخیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم ہے[2]،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ اُن کے جانشین ہوئے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سیکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے، یہ مجلس انصار ومہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی، جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے[3]،

خلافت فاروقی میں حضرت ابیؓ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس وتدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمرؓ

---

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۲ [2] ایضاً ص ۱۳۲ [3] کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۱،

Marfat.com
Marfat.com

ان سے استصواب فرماتے تھے،

حضرت ابیؓ حضرت عمرؓ کے پورے عہد حکومت میں مسند افتاء پر متمکن رہے، اور اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انھوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے، بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا[1]،

حضرت عمرؓ نے جب اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعبؓ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا[2]،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں لب و لہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا، اس بنا پر آپ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، اور معاذ بن جبلؓ، سب کے لہجہ (تلفظ) میں اختلاف نظر آیا، یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں،

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے، جن کو قرآن پر پورا عبور تھا، حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا، اور حضرت ابی بن کعبؓ کو جن کا لہجہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے، آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں وہ حضرت ابیؓ کی قرأت کے مطابق ہیں[3]،

وفات | ۳۹ھ میں عمر طبعی کو پہونچ کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے،

[1] کنز العمال ج ۲ ص ۱۲۵ [2] صحیح بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح [3] کنز العمال ص ۲۸۲ و ۲۸۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

آل واولاد حضرت ابیؓ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیلؓ، محمدؓ بن عبداللہ، ربیعؓ، ام عمرؓ، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے،

حضرت ابی کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے، وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے،

حلیہ، حضرت ابیؓ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا،

اخلاق وعادات مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا اور کنگھی کرتے تھے، اسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری میں جب سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے کنیز سر کے بال بناتی تھی،

مزاج میں تیزی تھی، اکثر خلاف طبع باتوں پر حرارت آجاتی تھی، حضرت عمرؓ کا مزاج بھی تیز تھا، اس لئے کبھی کبھی دونوں بزرگوں میں جھڑپ ہو جاتی تھی،

حضرت ابیؓ نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سنا تو پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھی، اس نے حضرت ابیؓ کا نام لیا، حضرت عمرؓ اس کو ساتھ لیکر ان کے مکان تشریف لے گئے اور استفسار کیا، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے تم نے سیکھا ہے، جواب دیا جی ہاں، حضرت عمرؓ نے اس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت ابیؓ کو غصہ آگیا، بولے واللہ یہ آیت خدا نے جبریل پر نازل کی تھی اور جبریل نے قلب محمدؐ پر نازل کی، اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمرؓ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے،[۵۳]

---

[۵۱] نزہۃ الابرار قلمی، [۵۲] طبقات ص۵۵ [۵۳] کنز العمال ج ۱ ص۲۸۷،

Marfat.com
Marfat.com

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ کو بلا کر ان سے وہ آیت پڑھوائی۔ اُنھوں نے پڑھ کر، حضرت عمرؓ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا، اور حضرت ابیؓ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابیؓ نے کہا واللہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھایا تھا، حضرت عمرؓ نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں[1]۔

حضرت ابو درداءؓ شامیوں کی ایک بڑی جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لائے، ان لوگوں نے حضرت ابیؓ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی، اُنھوں نے ٹوکا، اس نے کہا مجھکو ابی بن کعبؓ نے پڑھایا ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابیؓ کو بلا لاؤ، اس وقت حضرت ابیؓ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، آدمی نے پہنچ کر کہا، آپ کو امیر المومنین بلاتے ہین، اُنھوں نے پوچھا کیا کام ہے، اُنھوں نے واقعہ بیان کیا، حضرت ابیؓ دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے اور غصہ میں اسی طرح دامن چڑھائے ہاتھ میں چارہ لئے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس پہونچے، اُنھوں نے ان سے اور زید بن ثابتؓ سے آیت پڑھوائی، دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا، حضرت عمرؓ نے زید کی تائید کی، حضرت ابیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمرؓ! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا، اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، اب آج میرے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے، واللہ اگر تم کہو تو میں گھر میں بیٹھ رہوں، نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہانتک کہ موت میرا خاتمہ کر دے، حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے، تو آپ شوق سے پڑھائیے۔

[1] کنز العمال ص۔ ج۔ ۲ ص۔ ۷۰ و ۷۱۔

Marfat.com
Marfat.com

طبعاً نہایت آزاد اور خوددار تھے، ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جارہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابن عباسؓ کھڑے رہو، مڑکر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے، فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ، ابی بن کعبؓ سے پوچھنا کہ فلاں آیت اُنھوں نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابیؓ کے مکان پہونچے تھے کہ خود حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور اجازت لے کر سب اندر پہونچے، حضرت ابیؓ بال بنوا رہے تھے، دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمرؓ کو گدے پر بٹھایا گیا، حضرت ابیؓ کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی، وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے اور ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوکر کہا "مرحبا امیر المومنین میری ملاقات کے لئے تشریف لانا ہوا یا کوئی اور غرض ہے"، حضرت عمرؓ نے فرمایا کام سے آیا ہوں اور ایک آیت پڑھ کر کہا یہ تو بہت سخت ہے (یعنی تلفظ میں) حضرت ابیؓ نے کہا میں نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبریل سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ تو احسان جتانا چاہتے ہیں، مگر مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں دونوں میں ایک باغ کی بابت جھگڑا ہوگیا، حضرت ابیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں میری یہ نیت نہ تھی، آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کرا لیجئے، میں راضی ہوں، اُنھوں نے زید بن ثابتؓ کا نام لیا، حضرت عمرؓ راضی ہوگئے، اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، گو حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے، تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ کو ابیؓ کے دعوی سے انکار تھا، اُنھوں نے اُن سے کہا آپ بھولتے ہیں سوچ کر یاد کیجئے، حضرت ابیؓ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں آتا، تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی

Marfat.com
Marfat.com

صورت بیان کی، حضرت زیدؓ نے حضرت ابیؓ سے پوچھا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے، انھوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں تامل نہیں[1]،

طبیعت غیور پائی تھی، ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (سوتیلی ماں) سے ہمبستر ہوتا ہے، حضرت ابیؓ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا ابی کس قدر غیرت مند ہیں! لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں، اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے،

بڑے مہمان نواز تھے، لیکن تکلف نہ تھا، ایک بار براء بن مالکؓ ملاقات کو آئے پوچھا کیا کھاؤ گے؟ انھوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جاکر ستو لے آئے اور شکم سیر ہوکر کھلایا، براء بن مالکؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے[2]،

علم وفضل حضرت ابی بن کعبؓ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، عہد اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا حضرت ابیؓ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دوکان سجاتے تھے انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن سمجھنے اور حفظ وقرأت میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھی، یہانتک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن پڑھوا کر سنتے تھے،

جلالت علمی علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے، تورات

---

[1] کنز العمال ص ۱۸۴ - ۸ ج ۲ [2] ایضاً ص ۲۵ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

انہیں کے عالم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں، وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ ان کی تعظیم اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور خود ان کے گھر جا کر مسائل پوچھتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت ابی ابن کعبؓ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے،

حضرت ابیؓ کا فضل و کمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، انھوں نے حامل وحیؐ سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابۂ کرام میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا، کوئی شخص نہ تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو، صرف ابی بن کعبؓ کی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی،

حضرت ابی بن کعبؓ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے، لیکن وہ خاص فن جس میں ان کو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا، قرآن، تفسیر، شان نزول، ناسخ و منسوخ، حدیث و فقہ تھے، اور ہم انہی علوم میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کمالات دکھائیں گے،

قرآن مجید سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے، اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت ابیؓ اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے، حضرت ابیؓ مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں، کون سی نہایت معظم آیت ہے، حضرت ابیؓ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے، اور فرمایا! ابی تمھیں یہ علم مسرور کرے!!

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے، اب خود انکی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ

Marfat.com
Marfat.com

مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا قرآن کو دلیل راہ نہ بناؤ، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی چیز تمہارے لئے چھوڑی ہے، اس میں تمہارا اور تمہارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ بعد میں ہوگا سب حال درج ہے،

حضرت ابیؓ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے،

(۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے،

(۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے،

(۳) اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمی محفل کے لیے نہیں،

(۴) اس میں تمام قوموں کا نہایت کافی تذکرہ ہے،

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہو سکتا ہے،

حضرت ابیؓ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ورود فرما ہوئے، تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت اُبیؓ تھے،

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوتیں وہ حفظ کر لیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کرنے صحابہؓ میں پانچ بزرگ تھے، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا، لیکن حضرت ابیؓ ان سب میں ممتاز تھے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنکر یاد کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے شوق کو دیکھ کر اُن کی تعلیم کی طرف خاص توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت ابیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے، سوال کرتے تھے، ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے، اور بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ میں تمھیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات و انجیل میں ہے اور نہ قرآن میں، یہ کہہ کر باتوں میں مصروف ہو گئے، حضرت ابیؓ کہتے ہیں، میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں گے، اس لئے جب آپ گھر جانے کے لئے اُٹھے تو میں بھی ساتھ ہو لیا، آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں، اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، میں نے عرض کی وہ سورہ بتا دیجئے آپ نے بتا دی،[1] ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی، اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت ابیؓ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے، بیچ میں شریک ہوئے تھے، نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا، ابیؓ بن کعب ہیں؟ حضرت ابیؓ نماز ختم کر چکے تھے بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا منسوخ ہو گئی، یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "نہیں میں پڑھنا بھول گیا" اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمھارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہو گا۔[2]"

ان باتوں کا یہ اثر تھا، کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابیؓ کی سمجھ میں نہ آتا، تو وہ اور صحابہؓ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے

[1] مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۱۲۲ ایضاً ص ۱۲۳ و ۱۲۴،

Marfat.com
Marfat.com

اور جب سمجھ میں آجاتا تب اُٹھتے، مسجد نبویؐ میں عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی، چونکہ وہ قبیلۂ ہذیل سے تھے، ان کی قرأت علٰحدہ تھی، حضرت ابی بن کعبؓ نے سنا تو کہا، آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پڑھی ہے، انھوں نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے، حضرت ابیؓ کہتے ہیں، اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا، اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں، میں ابن مسعودؓ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور کہا میرے اور ان کے درمیان قرأت میں اختلاف ہو گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آیت پڑھوائی، اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر حضرت ابن مسعودؓ سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، میں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ٹھیک پڑھتے ہیں، یہ کیونکر؟ اس قدر کد و کاوش پر حضرت ابیؓ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا الٰہی ابی کا شک دور کر، دستِ مبارک کی تاثیر، تسلی بن کر قلب میں اتر گئی، اور ان کو کامل تشفی ہو گئی،

حضرت ابیؓ کا خاص فن قرأت ہے، اس فن میں ان کو اتنا کمال تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی، صحابہ میں چند بزرگ تھے، جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کر دی تھی، ان میں حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، واقرأھم ابی بن کعب یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمرؓ نے اس جملہ کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ

Marfat.com
Marfat.com

کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابی ہیں، شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایا من اراد القرآن فلیات ابیا یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے[1]،

فن قرأت میں حضرت ابیؓ کو جو درک تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود حضورؐ ان سے قرآن کا دورہ فرماتے تھے، چنانچہ جس سال آپ نے وفات پائی حضرت ابیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے۔

جو سورہ نازل ہوتی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابیؓ کو سناتے اور یاد کراتے تھے، سورہ لم یکن، نازل ہوئی تو فرمایا کہ خدا نے تم کو قرآن سنانے کا مجھے حکم کیا ہے، انھوں نے عرض کی، خدا نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت ابیؓ یہ سن کر فرط مسرت میں بے اختیار رو پڑے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت ابی بن کعبؓ کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا یا ابا المنذر (حضرت ابیؓ کی کنیت) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیوں نہیں، خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے، قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون[2]،

قرأۃ ابی

اسی قرأت دینی کا نتیجہ تھا کہ ایک قرأت خاص طور پر ان کی جانب منسوب ہوئی جس کا نام قرأت ابی بن کعبؓ تھا۔ اہل دمشق اسی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے تھے،

حضرت ابیؓ کی قرأت کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہئے تھا، لیکن اس وقت تک زیادہ رواج نہ پا سکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھیں اس میں

---

[1] مسند احمد ص۱۱۴ ج ۵ و مستدرک ایضاً ص۱۱۳ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

موجود تھے، حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابیؓ ہم میں سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں لیکن ہم کو بعض مواقع پر اُن سے اختلاف کرنا پڑا ہے، ان کو اصرار ہے کہ انھوں نے جو کچھ سیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں، اور اُن کو اس کا علم نہیں ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں[1]،

لیکن بعد میں اس کی اصلاح ہو گئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیتوں کا خاص خیال رکھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان کی قرأت نے قبولِ عام کی سند حاصل کر لی، اور تمام ممالکِ اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی حضرت ابیؓ کی قرأت پر مجتمع ہو گئے،

حضرت ابیؓ کے انتقال کے بعد اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجعِ انام تھے، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ،

قرأ سبعہ میں سے نافع بن عبدالرحمن ابو رویم مدنی، حضرت ابوہریرہؓ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطے سے حضرت ابی بن کعبؓ کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں،

درس و تدریس حضرت ابی بن کعبؓ کا مدرسۂ قرأت اُس وقت ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عجم، روم و شام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رُخ کرتے، اور اُن کی درس گاہ قرأت سے فیض یاب ہوتے تھے،

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے تشنگانِ علوم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لاتے، اور حضرت ابیؓ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ انصاری شام میں تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے، وہ اس درجہ کے تھے کہ

[1] مسند احمد ص ۱۱۳،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن ۵ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا، اُن میں ایک وہ بھی تھے، لیکن باایں ہمہ وہ حضرت ابیؓ کی قرأت سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لے کر حضرت ابیؓ کی خدمت میں آئے، خود قرآن پڑھا اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا،

حضرت ابیؓ اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے. لیکن مزاج تیز تھا، اس لئے بہت جلد ان کا حلم و تحمل غیظ و غضب سے بدل جاتا تھا، اس لئے تلامذۂ خاص کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلا نہ اٹھیں، زر بن حبیش جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد رشید تھے اور جن کو حضرت ابیؓ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک دن ایک سوال کیا تو تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیے میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت ابیؓ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہجائے،

اسی وجہ سے ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتوں کا جواب نہیں دیتے تھے، بلکہ ناراض ہوتے تھے مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا حضرت ابیؓ نے کہا کہ ایسا بھی ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں، فرمایا ابھی ٹھہریئے جب ایسا واقعہ پیش آئیگا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی،

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے، اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں قضا کر جاتیں تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہیں؟ اُنھوں نے کہا کر سکتے تھے زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی لایحل اللہ لک النساء من بعد حضرت ابیؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتوں کی ایک

Marfat.com
Marfat.com

قسم حلال تھی (مسند احمد ج ۵ ص۱۳۲)

حضرت ابیؓ کی زندگی بڑی پر تکلف اور باوقار تھی، اس کا اثر ان کے حلقۂ درس میں نظر آتا تھا، گھر اور مجلس دونوں جگہوں میں ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی، اور تلامذہ عام صف میں بیٹھتے تھے،

نشست و برخاست میں تلامذہ ان کی تعظیم کے لئے سرو قد کھڑے ہوتے تھے، اس زمانہ میں یہ دستور بالکل نیا تھا، ایک مرتبہ سلیم بن حنظلہ حضرت ابیؓ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے، جب وہ اٹھے تو شاگردوں کا پورا مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ان کو یہ روش ناپسند ہوئی، حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کے فتنہ اور ان لوگوں کے لئے ذلت ہے،

تلامذہ سے تحائف و ہدایا قبول کر لیتے تھے، اور اس میں کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں انھوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا، انھوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی، حضرت ابیؓ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے، انھوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اس کو واپس کر دو، اور اب آئندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا،

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا، اس میں بھی یہی صورت پیش آئی، اس لئے بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کر لیا تھا، چنانچہ ملک شام کے لوگ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے، تو مدینہ کے کاتبوں سے اس کو لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک

Marfat.com
Marfat.com

کر لیتے تھے لیکن حضرت ابیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کی، حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا، ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت ابیؓ نے کہا کہ میں انکے ہاں کھانا نہیں کھاتا،

قرأت پڑھاتے وقت حروف مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی، لیکن اعراب اور بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندوں کو جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہو سکتے تھے، انکا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا لیکن حضرت ابیؓ اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں حضرت ابیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے، جب اس کو یہ آیت پڑھائی (ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم) تو اس سے اثیم نکلتا تھا، وہ یتیم کہتا تھا، حضرت ابیؓ نہایت پریشان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھ کر خود ان کے شریک ہو گئے، اور ایرانی میں فرمایا، کہو "طعام الظالم"، اُس نے اس کو صاف طور سے ادا کر دیا، آپ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو، اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تم کو اس کا اجر دیگا،

مصحف ابی بن کعبؓ حضرت ابیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قرآن پڑھتے تھے گھر پر اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے، جو تاریخ فن قرأت میں "مصحف ابی" کے نام سے مشہور ہے، یہ مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود تھا،

اس مصحف کی شہرت دور دور تک تھی، حضرت ابیؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا، اور مدینہ ہی میں رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہیں، اُنھوں نے کہا وہ تو حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا،

Marfat.com
Marfat.com

تفسیر حضرت ابیؓ مفسرین صحابہ میں ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہے جس کے راوی امام ابوجعفر رازی ہیں تین واسطوں سے حضرت ابیؓ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے،

فن تفسیر میں حضرت ابیؓ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں لیکن اس کا بڑا حصہ ابوالعالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے ابوالعالیہ کے تلمیذ ربیع بن انسؓ تھے، جن پر امام رازی کے سلسلہ روایت کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں، حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے، حضرت ابیؓ سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں ہیں، پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے، دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابیؓ کی طرف منسوب ہیں،

حضرت ابیؓ کی تفسیر کا پہلا حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے ظن وقیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے [illegible] کی ضرورت نہیں،

قرآن کا مخاطب کون سمجھ سکتا ہے،

دوسرا حصہ حضرت ابیؓ کی رائے کا مجموعہ ہے، اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب مدنظر ہے، بعض میں لغات عصریہ کی جھلک ہے، کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے [illegible] لگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے، اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کمال ہے،

شان نزول حضرت ابیؓ سے شان نزول کی متعدد روایتیں [illegible] کی کتابوں میں

Marfat.com
Marfat.com

مندرج ہیں،

حدیث صحابہ کرامؓ میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، ان میں ایک حضرت ابیؓ بن کعب بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں،

وکان احد من سمع الکثیر یعنی حضرت ابیؓ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہؓ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن ہوتے تھے، حضرت ابیؓ کے حلقۂ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے،

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہؓ کا مجمع ہوتا تھا، حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت ابوایوب انصاری، عبادہ بن صامت، ابوہریرہ، ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، سہل بن سعد، سلیمان بن صرد، (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے، حضرت ابیؓ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے،

حضرت ابیؓ کے اوقات درس اگرچہ معین تھے، تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اسوقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی تو اس کی تشفی فرماتے تھے،

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابیؓ بن کعب سے بڑھکر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے، اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو محدث جلیل اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہونچائی ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے قیس پر حضرت ابیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر پڑا، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۱)

Marfat.com
Marfat.com

روایت حدیث میں حضرت اُبیؓ حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے، باوجود اس کے وہ حاملِ نبوت کے مقرب بارگاہ تھے اور زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صرف کیا تھا با اینہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۶۴ سے متجاوز نہیں ہے،

فقہ صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے، اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت ابیؓ کا بھی اُن میں شمار تھا، اور وہ حامل قرآن کی مقدس زندگی ہی میں مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے، اور لوگ انہی سے استفتاء کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا،

آفاق عالم سے فتوے آتے تھے جن کے مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہتے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، اُنھوں نے حضرت ابیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہو گئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمائیے، واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے، اور معترضین غلطی پر ہیں[1]،

استنباط مسائل کا طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور و خوض کرتے تھے، پھر احادیث کی تلاش ہوتی تھی، اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا، میں حاملہ تھی، اب

[1] کنز العمال ص ۲۵۱ ج ۴۔

Marfat.com
Marfat.com

وضع حمل ہو رہے، لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو، وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابیؓ کے پاس آئی، اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھنے کا حال اور اُن کا جواب ان کے گوش گذار کیا، حضرت ابیؓ نے کہا کہ جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ ابی کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی، اگر وہ مجھے پوچھیں تو میں بیٹھا ہوں آکر بلا لیجانا، عورت حضرت عمرؓ کے پاس آگئی، اُنھوں نے کہا بلا لاؤ حضرت ابیؓ آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا؟ اُنھوں نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن، اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو،[1]

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد نبوی کے متصل تھا، حضرت عمرؓ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجئے، میں اس کو مسجد میں شامل کروں گا، حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہ ہوگا، حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دیجئے، اُنھوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر راضی نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی، حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا، آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم بنایا، اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید سے کوئی

[1] کنز العمال ص ۱۲۲ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حکم نکالا ہے، یا حدیث سے؟ حضرت ابیؓ نے کہا حدیث سے، وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی، حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائے، حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے، لیکن حضرت عباسؓ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی، انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں،

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے، مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا تھا سوید نے اٹھا لیا، ان لوگوں نے کہا اسے پھینک دو، شاید کسی مسلمان کا ہو، انھوں نے کہا میں ہرگز نہ پھینکوں گا، پڑا رہے گا تو بھیڑیئے کی غذا بنے گا، اس سے تو بہتر ہے کہ میں اسے کام میں لاؤں، اس کے کچھ دنوں بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت ابیؓ کے پاس گئے، اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا، حضرت ابیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھکو بھی پیش آچکا ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپئے) پائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو، سال گذرنے کے بعد فرمایا کہ روپئے کی تعداد، تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال تک اور انتظار دیکھنا، اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا[1]،

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں، حضرت ابیؓ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کریں (کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی) حضرت ابیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں،

[1] کنز العمال ص۲۲۶ ج ۴،

Marfat.com
Marfat.com

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے[1]، (یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنا پر تھا)

طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ ابی کے چند مسائل بھی سُن لینا چاہئیں،

کتاب الصلوٰۃ حضرت ابیؓ قرأت خلف الامام کے قائل تھے، مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں[2]،

حضرت ابیؓ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا، قرآن میں ہے، واذا قُرِیَ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، یہ ظاہر ہے کہ قرأت سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے، قرآن کو کس طرح سنا جا سکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرأت سری میں مقتدی قرأت کرے، اور جہری میں خاموش کھڑا رہے۔

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کر رہا تھا، حضرت ابیؓ نے دیکھا تو غصہ ہوئے اس نے کہا میں فحش نہیں بکتا، انھوں نے کہا یہ ٹھیک ہے، مگر مسجد کے ادب کے لئے یہ بات منافی ہے[3]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورہ برأت تلاوت فرمائی تھی یہ سورہ حضرت ابو درداءؓ اور ابوذرؓ کو معلوم نہ تھی، اثنائے خطبہ میں حضرت ابیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی میں نے تو اب تک نہیں سنی تھی حضرت ابیؓ نے اشارہ سے کہا خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کیلئے اُٹھے تو دونوں

---

[1] مسند احمد ص۱۲۵ ج ۵ [2] کنز العمال ص۲۵۲ [3] ایضاً ص۲۶۲ ج ۴۔

Marfat.com
Marfat.com

بزرگوں نے حضرت ابیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، آج تمہاری نماز بیکار گئی اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے، یہ سُن کر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور بیان کیا کہ ابیؓ ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہیں[1]،

کتاب الحدید | حضرت ابیؓ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں، کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں، کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم، اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں،

شبیب کے متعلق حضرت ابیؓ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی رو سے اسکو کوڑے مارے جائیں، اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے[2]، حضرت علیؓ بھی اسی خیال کے مؤید تھے،

باب الاشربہ | نبیذ (چھوہاروں کا شربت) کی حلت پر عموماً علماء اسلام متفق ہیں، لیکن ابیؓ سے اس کے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے، ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا، حضرت ابیؓ نے کہا نبیذ میں رکھا کیا ہے، پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں، اُنھوں نے کہا شراب نوشی کی کیسے موافقت کر سکتا ہوں[3]،

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہائے صحابہ میں، اجتہاد مسائل اور استنباط احکام کی حیثیت سے، حضرت ابیؓ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا،

---

[1] کنز العمال ص۲۵۵ ومسند احمد ص۱۲۳ ج۵ [2] کنز العمال ج ۳ ص۹۱ [3] ایضاً ص۱۲۰،

Marfat.com
Marfat.com

لکھنا جانتے تھے حضرت ابیؓ لکھنا بھی جانتے تھے، اور یہ اس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی، چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے تھے، مدینہ منورہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انہی کو شرف حاصل ہوا،

اس زمانہ تک کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، سب سے اوّل حضرت ابیؓ نے اس کی ابتدا کی بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی،

حبِ رسول بدعات سے اجتناب، جرأت اظہار حق، یہ اوصاف حضرت ابیؓ میں خاص طور پر موجود تھے، عبادت الٰہی کا ذوق وشوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت ابیؓ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کے زاویۂ روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے،

رات کی ہولناک تاریکی میں جب کہ تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشۂ خواب ہوتی تھی، وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت وجلال کے تصور سے سرتاپا عجز ونیاز ہوتے تھے، زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا، اور آنکھوں کی اشک باری ان کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی،

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا ورد کرتے تھے،

محبت رسولؐ کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک رکھ لیا تھا، اور جب دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا، حضرت ابیؓ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا[۵]،

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں نہ ہوئی تھیں، ان کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں

---

[۵] مسند احمد ص۱۳۶ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

مسجد نبوی میں آئے، تراویح کا وقت تھا، لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کر دیں، حضرت ابیؓ سے کہا آپ کو امام بناتا ہوں آپ تراویح پڑھایا کیجئے، حضرت ابیؓ نے کہا جو بات پہلے نہیں کی ہے اس کو کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں، لیکن یہ کوئی بُری بات نہیں ہے[1]،

ان کا قلب مزکا صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں، اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حضرت ابیؓ موجود تھے، پوچھا چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں، حضور نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے، حضرت ابیؓ کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا، عذاب و ثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت و جباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی، اسی بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا! کاش مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا، دعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حرم اب تک پہونچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کر گئی، چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا، حرارت معلوم ہوتی تھی،

---

[1] کنز العمال ص ۲۸۴ ج ۴،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، زید بن سہل ابن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کی بیٹی تھیں، حضرت ابوطلحہؓ کے جدی رشتہ میں تھے، قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبویؐ سے غربی جانب باب الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا، اور حضرت ابوطلحہؓ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے،

قبل از اسلام ابوطلحہؓ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے، اور اس کے لئے ان کے ندیموں کی ایک مجلس تھی،[1]

اسلام

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا بہ مشکل بیس سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا، حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ (حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا، اور انھوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابوطلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، یہ وہ وقت تھا، جب حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام کے پرجوش داعی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے، مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابوطلحہؓ بھی شامل تھے،

---

[1] بخاری ص ۷۷۶ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

اس بیعت میں حضرت ابو طلحہؓ کو مزید شرف یہ حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا،

مواخاۃ بیعت کے چند مہینوں کے بعد خود حامل وحیؐ نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں مہاجرین وانصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح قریشی تھے جن کو نجنگی ایمان کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب عطا ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی،

غزوات غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے، حضرت ابو طلحہؓ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابو طلحہؓ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال آڑ کئے سینہ تانے کھڑے تھے کہ آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماج گاہ خود بنیں[1] اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے،

نفسی لنفسک الفداء ؛ ووجھی لوجھک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان ؛ اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو

اور تیردان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہوتا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے تو حضرت ابو طلحہؓ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے تجھ پر دونوں جہان سے میرا گلہ آپ کے گلے کے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر فرماتے فوج میں ابو طلحہؓ کی

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۶ و ص ۲۸۶ مسند حضرت انس بن مالکؓ، بخاری ص ۴۰۷،

Marfat.com
Marfat.com

آواز سو آدمی سے بہتر ہے[1]

حضرت ابو طلحہؓ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا، وہ بڑے تیرانداز تھے، اس دن دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں، اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرے تھے ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا مسئلہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش اس وقت صرف چند آدمی رہ گئے تھے حضرت ابو طلحہؓ نے اس جان نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی کہ جس ہاتھ سے بچاؤ کرتے تھے وہ شل ہو گیا، مگر انھوں نے اُف نہ کی،

غزوۂ خیبر میں حضرت ابو طلحہؓ کا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے ان ہی کو مخصوص فرمایا[2]،

غزوۂ حنین میں حضرت ابو طلحہؓ نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے، ۲۰-۲۱ کافروں کو قتل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائیگا، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے بیس اکیس آدمیوں کا سامان حصہ میں حاصل کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا، اور شوال میں واقع ہوا تھا،

عام حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابو طلحہؓ اپنے مکان میں تھے، ادھر مسجد نبوی میں صحابہؓ میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کون تیار

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶ و بخاری کتاب المغازی [2] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱،

Marfat.com
Marfat.com

کرے، مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھودتے تھے، مہاجرین میں ابو عبیدہؓ اور انصار میں حضرت ابو طلحہؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ صندوقی اور حضرت ابو طلحہؓ بغلی بناتے تھے اس لئے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا، اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہونچے، اس شرف کو حاصل کرے، اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے کہ مہاجری کے آنے میں دیر ہو اور ابو طلحہؓ جلد آجائیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابو طلحہؓ پہونچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابو طلحہؓ بھی ان ہی عزیزوں میں داخل تھے، لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رخ کرتے، اور مہینوں کا سفر طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے،

حضرت ابو بکرؓ کا عہد خلافت، حضرت ابو طلحہؓ نے شام میں گذارا۔ حضرت فاروقؓ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا، البتہ حضرت فاروقؓ کی وفات کے قریب وہ مدینہ میں تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظمؓ کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا، وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انھوں نے آدمیوں کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی آپ انصار کے ۵۰ آدمی لیکر ان لوگوں پر متعین رہئے، اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے، اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نہ ہوں، اور اگر تین دن گذر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے

Marfat.com
Marfat.com

سر اڑا دیجئے،

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور حضرت ابو طلحہؓ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے، اس لئے حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے، اپنا خود فیصلہ کیجئے، حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا، حضرت ابو طلحہؓ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے، حضرت علیؓ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابو طلحہؓ نے کہا لمرتع ابا الحسن! اے ابو الحسن خوف نہ کیجئے،

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ بھی پہونچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابو طلحہؓ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی وقاص جھلا آدمی تھے، ان سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے، یہ لوگ اس لئے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے، کنکری مارنے پر عمروؓ اور مغیرہؓ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابو طلحہؓ نے کہا، مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں! اس ذات کی قسم جس نے عمرؓ کو وفات دی! میں تین دن سے زیادہ کبھی مہلت نہ دونگا، پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟"

اس کے بعد حضرت ابو طلحہؓ نے نہایت خاموشی زندگی گذاری، اور عبادت الٰہی میں زندگی کے بقیہ ایام بسر کئے،

خانگی حالات حضرت ابو طلحہؓ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں، نکاح اور اولاد، ان کا نکاح حضرت ام سلیمؓ سے ہوا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انسؓ

Marfat.com
Marfat.com

کے والد ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی (ام سلیم رضؓ) سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہاں اُنھوں نے انتقال کیا، حضرت ابو طلحہ رضؓ نے ام سلیمؓ کو پیام دیا اُنھوں نے کہا کہ میں تمھارا پیام رد نہیں کرتی لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان، میرا نکاح تمھارے ساتھ جائز نہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہوگا، اور وہی میرا مہر ہوگا حضرت ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابت کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہیں سنا،

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت ابو طلحہؓ کی کئی اولادیں ہوئیں، لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا، حضرت ابو طلحہؓ کے ایک بیٹے کا نام ابو عمیر تھا، اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا، اتفاق سے لال مر گیا، اس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے گھر تشریف لے گئے تو اس کو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا، آج یہ سست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہلانے کے لئے فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہا مر گیا، اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے، ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابو طلحہؓ مسجد نبوی آ گئے اور ادھر وہ فوت ہو گیا، ام سلیمؓ نے اس کو دفن کروا دیا، اور گھر والوں سے تاکید کی ابو طلحہؓ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا ابو طلحہؓ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہؓ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیمؓ نے کہا پہلے سے اچھا ہے، ابو طلحہؓ صحابہؓ سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا، سب نے کھایا جب صحابہؓ چلے گئے تو ابو طلحہؓ اندر آئے، اور رات کو بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات میں ام سلیمؓ نے لڑکے کی وفات کا واقعہ کہا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی، اس نے

Marfat.com
Marfat.com

لے لی، اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے، ابو طلحہؓ نے انا للہ پڑھا اور صبر کیا (یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں موثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے، ان ہی سے حضرت ابو طلحہؓ کی نسل چلی، ان کے دو بیٹے تھے، اسحاق اور عبداللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحییٰ تھے، اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے،

حلیہ | حضرت ابو طلحہؓ کا حلیہ یہ تھا رنگ گندم گوں، قد متوسط، سر اور داڑھی سفید، خضاب نہیں کرتے تھے) چہرہ نورانی،

وفات | عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابو طلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے، ایک دن سورۂ برأت تلاوت فرما رہے تھے، جب اس آیت انفروا خفافا وثقالا پر پہنچے، تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا، گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، سفر کا انتظام کرو (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہو گئے تھے، گھر والوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبویؐ کے کل غزوات میں شریک ہو چکے، ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے، آپ گھر میں بیٹھئے، ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے، حضرت ابو طلحہؓ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق انکو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، بولے جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چارونا چار سامان سفر درست کیا، اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل کھڑا ہوا، غزوۂ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابو طلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ

Marfat.com
Marfat.com

کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہونچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی،

بحری سفر تھا زمین کہیں نظر نہ آتی تھی ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لئے جارہے تھے، اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا، اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا، لاش بعینہ صحیح وسالم تھی،

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے، لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے، اس کے رو سے ۳۴ھ میں حضرت ابو طلحہؓ نے انتقال فرمایا،

فضل وکمال فضل وکمال میں حضرت ابو طلحہؓ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو بڑے پایہ کے محدث تھے، اصابہ میں حضرت ابو طلحہؓ کے فضل وکمال کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلاء صحابہ میں تھے،

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے، ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائل اعمال کا بیان نہیں باوجودیکہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے، لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد (۹۲) سے زیادہ نہ ہوسکی، اس کا اصلی باعث بیان حدیث میں احتیاط تھی،

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں،

حدیث شریف میں وارد ہے لاتدخل الملئکۃ بیتاً فیہ صورۃ یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو طلحہؓ کی بیماری میں عقیدت مندوں کا ایک گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے، جس میں تصویر بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی سے کہا ہاں لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں[1]،

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ کھانا نوش فرما رہے تھے، دستر خوان پر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت انس بن مالکؓ بھی تھے، کھانا کھا کر حضرت انسؓ نے وضو کے لئے پانی مانگا، دونوں بزرگوں نے کہا شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں، اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے[2]،

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ نے نفل کا روزہ رکھا تھا، اتفاق سے اسی دن برف پڑی، وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگوں نے کہا روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے، جس کا حاصل کرنا ضروری ہے[3]،

حضرت ابو طلحہؓ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، میدانِ جنگ میں تم نے ان کو رجز پڑھتے سنا ہوگا، یہ شعر انہی کا ہے،

انا ابو طلحۃ واسمی زید وکل یوم فی سلاحی صید

اخلاق حضرت ابو طلحہؓ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حبِ رسول ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] حدیث ابو طلحہؓ ص۲، مسند احمد ج ۴ [2] ایضاً ص۳ [3] ایضاح ۲ ص۲۷۹،

(مسند انسؓ)

Marfat.com
Marfat.com

کے پاس معدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے، حضرت ابوطلحہؓ کا اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لیے بڑھنا، اور آپ کے سامنے [illegible] تیر آئے ان کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں ہاتھ بیکار کر دینا جس سے رسول کا وہ لازوال نشان ہے، جو ابد تک نہیں مٹ سکتا۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خصوصیت رکھتے، وہ عموماً تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے [illegible] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صفیہؓ زمن آرا ہے حضرت ابوطلحہؓ [illegible] چوتھا تو میں [illegible] حضرت صفیہؓ کے پاس پہنچے اور ان کا کجاوا درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔

اسی طرح ایک [illegible] حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا جس کا نام [illegible] ہوئے حضرت ابوطلحہؓ [illegible] وسلم تشریف لائے، راستہ میں ملاقات ہوئی فرمایا [illegible] رفتار ہے!۔

حضرت ابوطلحہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]

لہ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۳۸، (مسند انس)

Marfat.com
Marfat.com

بھی ظاہر ہوتا تھا، جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ ایک خرگوش پکڑ لائے، حضرت ابوطلحہؓ نے اس کو ذبح کیا، اور ایک ران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدی، آپ نے یہ حقیر لیکن پرخلوص نذر قبول کرلی[1]، اسی طرح ام سلیمؓ نے ایک طباق میں خرمے بھیجے، حضورؐ نے قبول فرماکر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کیے[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت کی نہایت قدر فرماتے تھے چنانچہ جب آپ حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال تو اور لوگوں میں تقسیم ہوگئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہؓ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آگیا،

اسی طرح جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے، تو حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ نے کچھ چھوہارے چباکر اس سے لڑکے کو گھٹی دی، لڑکے نے مزے سے اس آب حیواں کی گھٹی لی، اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا حضور نے فرمایا، دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آنحضرت صلی اللہ نے عبداللہ رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ رضؓ تمام نوجوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے[3]،

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی نسبتی ہوچکی رہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی، یہ سن کر حضرت انسؓ سے کہا تم اس گھڑے کو توڑ دو، انھوں نے توڑ دیا[4]، جب یہ آیت

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۱ (مسند ابن انسؓ)، [2] ایضاً ص ۱۲۵۔ [3] ایضاً ص ۲۵۰ (مسند انسؓ) [4] بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۶

Marfat.com
Marfat.com

نازل ہوئی ،

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران - ۱۲)

جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے ،

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیں ، حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا ،

بیرحا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی ، اس میں ایک کنواں تھا ، اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت شوق سے اس کو پیتے تھے ، یہ اراضی حضرت ابو طلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی (بعد میں اس مقام پر قصر بنی حدیلہ بنایا تھا ،

حضرت ابو طلحہؓ کے اس وقف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخ بخ ! ذالک مال رابح ، ذالک مال رابح اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کر دو ، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں یعنی حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ تھے ، تقسیم کر دیا ،[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا ، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے ، اس پر خدا رحم کرے گا ، حضرت ابو طلحہؓ نے اٹھ کر کہا میں لیے جاتا ہوں ، گھر میں کھانے کو نہ تھا ، صرف بچوں کے لیے کھانا پکا تھا ، حضرت ابو طلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کر دو اس طور پر وہ کھانا کھا لیگا

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱ (بخاری مسند انسؓ)

Marfat.com
Marfat.com

اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے۔ غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑ رہا، صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ اور حضرت ابو طلحہؓ سے کہا رات تمھارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا۔[1]

حضرت ابو طلحہؓ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمایش سے کوسوں دور بھاگتے تھے، پیرحا کو وقف کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا۔[2]

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۴۰ سال کی زندگی پائی، یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقرعید کے سوا ۶۵ برس میں کوئی دن ایسا نہ تھا (بجز بیماری کے ایام کے) جس میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰ [2] مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵ (مسند انس)

Marfat.com
Marfat.com

تذکرہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات	آپ کا نام جندب، کنیت ابوذر، قبیلہ غفار، نسب نامہ یہ ہے جندب بن جنادہ بن قیس بن ہیسہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن غفار۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والد کا نام جنادہ تھا جو تعلیبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھے۔

ابتدا میں آپ بھی اپنے قبیلہ کے دوسرے لوگوں کی طرح بت پرستی کے شغل عبادت میں مشغول تھے۔ اور اسی حالت میں آپ کے برادر اکبر انیس آپ سے ملنے آئے تو آپ نے ان سے اپنے خواب کا ذکر کیا۔ انیس نے کہا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے ملو۔ آپ نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں جانتا۔ میں کیا جاؤں۔ انیس نے کہا کہ میں بھی اس کو نہیں جانتا۔ لیکن میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کا کلام بھی سنا ہے۔ وہ اچھی باتیں کرتا ہے۔ اس کا کلام شعر نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ اچھا میں جاتا ہوں۔ انیس نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ دونوں بھائی مکہ پہنچے۔ وہاں آپ نے لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اسلام پیش کیا۔ آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کے بھائی انیس بھی مسلمان ہو گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی نہ جاؤ۔ ابھی مکہ میں رہو۔ آپ نے کہا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اپنی قوم میں جاؤ۔ جب ہمارا ظہور ہو تو ہمارے پاس آ جانا۔ آپ نے کہا کہ میں ضرور آؤں گا۔ آپ اپنی قوم میں گئے۔ ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کے بھائی انیس بھی اپنی قوم میں گئے۔ ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی والدہ بھی اپنی قوم میں گئیں۔ ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ایک سال بعد آپ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا اسلام تقلیدی نہ تھا۔ اجتہادی تھا۔ ممکن ہے کہ پہلی سال مزید تحقیق و تفتیش میں صرف ہوا ہو۔ لیکن قبول اسلام کے بعد آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے دریغ نہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری کا ذکر آپ نے خود فرمایا ہے۔

غزوات و سرایا میں شرکت	آپ غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ اس کے بعد کے غزوات میں شریک نہ تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ احد حالت ایمان میں پیش آیا، اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، گھوڑے پر سوار ہوکر میدان میں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شجاعت و بسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم انفارس عویمر[1] یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں۔

احد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابو درداء کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو درداءؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی، کہ یہاں ہر وقت آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثان نبوت کا فرض تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے یہ بھی سنا تھا کہ فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا، اس بنا پر شام کے دارالحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی،

ان کے ترک وطن کے سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ سفر کی تیاری کے بعد انھوں نے حضرت عمرؓ سے ترک وطن کی اجازت چاہی، انھوں نے کہا اجازت تو نہیں دیتا، ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجئے تو منظور کرسکتا ہوں، حضرت ابو درداءؓ نے کہا میں حاکم بننا ناپسند کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر اجازت کی امید فضول ہے حضرت ابو درداءؓ نے درخواست کی کہ حکومت کے بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤں گا اور نماز پڑھاؤں گا، فرمایا یہ البتہ قبول ہے، چنانچہ اس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا،

دمشق میں ان کا وقت زیادہ تر درس و تدریس، احکام شریعت کی تلقین اور عبادت

---

[1] مسند ص ۱۹۹ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

ریاضت میں گذرتا تھا، شام کے متوطن صحابہ کرام میں اکثر ایسے تھے جن کی زاہدانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات و تکلفات کا رنگ و روغن چڑھ گیا تھا، لیکن حضرت ابو درداؓ برابر اپنی اصلی بے تکلفی و سادگی پر قائم رہے، حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاصؓ اور ابو موسیٰؓ کے مکانوں پر جاکر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے، حضرت ابو درداؓ کے گھر پہنچے تو نہ خدم و حشم، نقیب و چاؤش، تزک و احتشام، زینت و آرایش ایک طرف، مکان میں چراغ تک نہ تھا، کشور دین و ملت کا تاجدار تاریک مکان میں ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پوچھا اس قدر عسرت سے زندگی گذارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں ہم کو اتنا ساز و سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کے لیے درکار ہے، آہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے، اس پر اثر فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام اکابر صحابہؓ کے نفقہ و وظائف مقرر کر دیے تھے مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی، حضرت ابو درداؓ مجاہدین بدر میں داخل نہ تھے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی منظوری سے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا، کبھی کبھی جب حضرت امیر معاویہؓ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو وہ ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے، دمشق میں قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا۔

[1] کنز العمال ج ۰ ص۰ بحوالہ عسکری۔

Marfat.com
Marfat.com

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا ہے لیکن یہ صحیح نہیں، حافظ ابن عبدالبر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے،

اہل وعیال حضرت ابو درداؓ کے ابواب فضائل میں یہ باب بھی قابل لحاظ ہے کہ ان کے حبالۂ نکاح میں دو بیویاں آئیں، اور دونوں فضل و کمال میں ممتاز تھیں، پہلی کا نام ام درداء کبریٰ خیرۃ بنت ابی حدرد اسلمی ہے، اور دوسری کا نام ام درداء صغریٰ جیمہ بنت حی وصابیہ تھا، ام درداء کبریٰ، مشہور صحابیہ اور بڑی فقیہ، عقلمند اور عبادت گذار بی بی تھیں، ان سے حدیث کی کتابوں میں بہت سی روایتیں مروی ہیں۔

ام درداء صغریٰ صحابیہ نہ تھیں، شوہر کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں، امیر معاویہؓ نے نکاح ثانی کا پیام دیا تھا، لیکن قبول نہ کیا، اولاد کے نام حسب ذیل ہیں: بلالؒ، یزیدؒ، دردا، نسیبہ،

بلال ابو محمد دمشقی، یزید اور خلفائے مابعد کے عہد میں دمشق کے قاضی تھے، عبدالملک نے اپنے زمانہ میں معزول کیا، ۹۲ھ میں وفات پائی،

دردا صفوان بن عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن حلف قرشی سے منسوب تھیں، جو معزز تابعی اور مکہ کے ایک رئیس جلیل القدر خاں کی یادگار تھے،

حلیہ علیہ یہ تھا، جسم خوبصورت، ناک اٹھی ہوئی، آنکھیں شربتی، داڑھی، اور سر میں خضاب لگاتے تھے جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا،

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی پہنتے تھے، عمامہ باندھتے ... تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے،

وفات اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ابو درداؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ہجرت کا

Marfat.com
Marfat.com

بتیسواں ۳۲ سنہ سال تھا کہ یہ مسافر کاروانِ سرائے عالم سے وطن مالوف کو سدھارا،

وفات کا واقعہ عجیب حسرتناک تھا، حضرت ابو درداءؓ گریہ وزاری میں مصروف تھے ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے کہا آپ صحابی ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کیوں نہ روؤں، خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو، اسی حالت میں بلال کو بلایا، اور فرمایا دیکھو! ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے، اس دن کے لیے کچھ کر رکھنا، موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجا کے درمیان ہوتا ہے، حضرت ابو درداءؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی نے جو پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھیں کہا تم موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے، لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے، یہ کہہ کر روئے، پھر فرمایا یہ میرا اخیر وقت ہے، کلمہ پڑھاؤ، چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے، اور حضرت ابو درداءؓ اس کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی،

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؒ ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئے تھے، لیکن اس وقت حضرت ابو درداءؓ بستر مرض پر تھے، پوچھا کیسے آئے، عرض کیا، میرے والد اور آپ میں جو ارتباط تھا اس کی وجہ سے زیارت کو حاضر ہوا، فرمایا جھوٹ بھی کیا بری شے ہے، لیکن جو شخص استغفار کرلے تو معاف ہو جاتا ہے[1]۔

حضرت یوسفؒ ان کی وفات تک مقیم رہے، انتقال سے پہلے یوسف کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کر دو، اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان امنڈ آیا گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے، اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجھکو یہاں سے باہر لے چلو،

[1] مسند ۴۵۰ ج ۶

Marfat.com
Marfat.com

باہر آکر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ایک حدیث بیان کی،[1] اللہ اکبر! اشاعت حدیث کا جوش اس وقت بھی قائم تھا،

فضل وکمال | حضرت ابو درداؓ کا شمار علمائے اصحاب میں ہے، صحابہ کرام ان کو نگاہِ عظمت سے دیکھتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دونوں باعمل عالموں کا کچھ ذکر کرو (معاذ اور ابو درداؓ) یزید بن معاویہ کا قول تھا کہ ابو درداؓ کا علم و تفقہ بہت سے امراض (جہل) کو شفا بخشتا ہے، معاذ بن جبل نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابو درداؓ سے علم سیکھنا، کیونکہ ان کے پاس علم ہے، حضرت ابو ذر غفاریؓ نے ابو درداء سے خطاب کر کے کہا تھا کہ ما حملت وما قاء وما اظلت خضراء اعلم منك یا ابا الدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے بڑا عالم نہیں، مسروق جو بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے، کہتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصوں میں مجتمع پایا، جس میں ایک ابو درداء ہیں"، یہی سبب ہے کہ گو حجاز میں بڑے بڑے صحابہ مسند امامت پر متمکن تھے، تاہم وہاں سے بھی طالبین حق جوق در جوق ان کے آستانہ کا رخ کرتے تھے،

درس کے وقت تشنگان علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا، مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع رکاب میں ساتھ ہوتا، ایک روز مسجد جا رہے تھے، پیچھے لوگوں کا اتنا اژدحام تھا کہ موکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، اس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہو کر آیا تھا،

حضرت ابو الدرداءؓ کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد میں درس کے لیے بیٹھ جاتے تھے، شاگرد ان کے گرد ہوتے اور مسائل پوچھتے، وہ جواب عنایت فرماتے تھے،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۴۳،

Marfat.com
Marfat.com

درس قرآن حضرت ابو درداؓ اگرچہ فقہ و حدیث میں بھی ممتاز تھے لیکن ان کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا، وہ ان لوگوں میں تھے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے، اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لیے انہی کو مامور فرمایا، دمشق کے جامع عمری میں یہ قرآن کا ... درس دیتے تھے، اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسۂ اعظم بن گیا تھا، حضرت ابو درداؓ کے ماتحت اور ۳۰ مدرسین بھی تھے، طلبہ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی، دور دور سے لوگ آ آکر شریک درس ہوتے تھے،

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے، اور ہر جماعت ایک قاری کے زیر نگرانی ہوتی تھی، قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے، جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے، یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے،

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو طالب العلم حلقۂ درس میں نکلے،

دار القرا کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبیؒ، ام درداء صغریٰ، خلیفہ بن سعد، راشد ابن سعد، خالد بن سعدان تھے، ان میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے، ام درداء، حضرت ابو درداؓ کی زوجہ، قرأت میں یگانۂ روزگار تھیں، قرأت کا فن انہی شوہر سے سیکھا تھا، عطیہ بن قیس کلابی کو انہی نے قرأت سکھائی تھی، خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداؓ کہتے تھے، اور شام کے مشہور قاریوں میں ان کا شمار تھا، باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انھوں نے خود حضرت ابو درداؓ کو

Marfat.com
Marfat.com

قرآن سنایا تھا، اور ان کے خاص تلامذہ میں داخل تھے،

تفسیر علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگرچہ حضرت ابو درداءؓ کا نام نامی ان میں شامل نہیں، تاہم ان میں سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، ان کا قول تھا لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا؛ یعنی انسان تاوقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہو سکتا،

مشکل آیتوں کے مطالب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرماتے تھے، ایک روز دریافت کیا یارسول اللہ! الذین اٰمنوا وکادوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا سے کیا مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رویائے صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے[1]

خود ابو درداءؓ سے جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ نہایت شافی جواب دیتے تھے، ایک شخص نے سوال کیا کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان، میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا،[2]؟

سورہ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے،

عتل بعد ذلک زنیم، لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کئے ہیں حضرت ابو درداءؓ نے یہ جامع معنی بیان فرمائے ہیں،

کل رحیب الجوف وثیق الخلق اکول شروب جموع للمال منوع[3] (بڑے پیٹ اور مضبوط خلق الاکثر الغذاء کثیر الشراب، مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورہ طارق میں ہے "یوم تبلی السرائر" زیان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی ص۱۳۱، [2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکرؓ [3] کنز العمال بحوالہ ابن مردویہ ص۲۵۶ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

شے کے ہیں، جن میں عقائد، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں، حضرت ابو درداؓ نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس تعمیم میں کسی قدر تخصیص کردی، چنانچہ فرمایا،

خدا نے چار چیزوں کا بندوں کو ضامن قرار دیا ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، طہارت، سرا انہی چیزوں کو کہتے ہیں[1]

حدیث کلام الٰہی کی تعلیم وخدمت کے بعد صحابہؓ کا سب سے مقدم فرض حدیث نبوی کی نشر واشاعت تھا، حضرت ابو درداؓ نے اس فرض کو بھی پوری طرح انجام دیا،

ایک دفعہ انھوں نے سعدان بن طلحہؓ سے ایک حدیث بیان کی، مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے تشریف لائے تو سعدانؓ نے توثیق مزید کی غرض سے ان سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا، حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے بالکل صحیح کہا میں خود اس واقعہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا[2]

حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی، اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداء) موجود ہیں، ان سے دریافت کرنا، لوگ حضرت ابو الدرداؓ کے پاس پہنچے، انھوں نے حدیث سن کر فرمایا، میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا تھا[3]

صحابہ جب مل کر بیٹھتے تو آپس میں احادیث نبویؐ کا مذاکرہ فرماتے حضرت ابو درداؓ بھی ان مجلسوں میں شریک رہتے تھے، کبھی کبھی خود بھی تذاکرہ کی ابتدا فرماتے تھے،

ایک مجمع میں حضرت ابو درداؓ بھی عبادہؓ بن صامت، حرث بن معاویہ کندی اور مقدام

[1] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین ص۱۵۶ ج۱ [2] مسند ۴۴۳ ج۵ [3] ایضاً ص۱۹۵

Marfat.com
Marfat.com

ابن معدی کرب تشریف فرما تھے، حدیثوں کا ذکر آیا، حضرت ابو درداءؓ نے حضرت عبادہؓ سے کہا کہ فلاں غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا؟ آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہؓ نے پورا واقعہ بیان کیا،

حضرت ابو درداءؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبویؐ کی تعلیم و اشاعت میں صرف ہوئی، جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی اس وقت بھی آپ نے اہل شہر کو جمع کر کے نماز کے متعلق آخری وصیت سنائی[1]۔

حضرت ابو درداءؓ نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود ذات اقدس نبوی سے کیا تھا، آپ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے بھی سنی تھیں،

تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا، حاشیہ نشینان نبوت میں سے متعدد بزرگ ان کے حلقۂ حدیث سے بھی مستفید ہوئے، جن کے نام نامی یہ ہیں،

حضرت انسؓ بن مالکؓ، فضالہؓ بن عبیدؓ، ابو امامہؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ، ام درداءؓ،

تابعین میں سے اکثر اعیان و اجلاے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے، بعض کے نام یہ ہیں:

سعید بن مسیبؒ، بلالؒ بن ابو درداءؓ، علقمہؒ بن قیس، ابو مرہؒ مولیٰ ام ہانی، ابو ادریسؒ خولی، بسیرؒ بن نضیر، سویدؒ بن غفلہ، زید بن وہبؒ، معدانؒ بن ابی طلحہ، ابو جلیہؒ طائی، ابو السفر ہمدانی، ابو سلمہؒ ابن عبدالرحمن، صفوان بن عبداللہ، کثیرؒ بن قیس، ابو بحریہؒ عبداللہ بن قیس، کثیرؒ بن مرہ، محمد بن سیرینؒ، محمدؒ بن سوید ابی وقاص، محمد بن کعبؒ، قرظیؒ، ہلالؒ بن یساف وغیرہم،

---

[1] مسند ص ۴۴۳ ج ۶،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو درداؓ کے سلسلہ سے جو روایات احادیث میں مدون ہیں، ان کی تعداد ۱۷۹ ہے، جن میں سے بخاری میں ۱۳ اور مسلم میں ۸ مندرج ہیں،

فقہ مسائل فقہ میں بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے، لوگ دور دراز مسافت طے کر کے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے، چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئے،

مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکور بیوی پر رضامند نہ تھا، اس کی والدہ نے جبراً شادی کردی، شادی کے بعد میاں بیوی میں محبت زیادہ بڑھ گئی، اس وقت ماں نے کہا کہ اس کو طلاق دیدو، اب طلاق کے لیے آمادہ نہ ہوا، حضرت ابو درداؓ سے فرمایا کہ میں کسی شق کی تعیین نہیں کرتا، طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں، اور نہ والدہ کی نافرمانی پر آمادہ ہوں، تمہارا اول چاہے تو طلاق دیدو یا موجودہ حالت پر قائم رہو، لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو جنت کا دروازہ کہا ہے[1]،

ابو حبیبہ طائی نے استفسار کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دیے تھے اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں ان کو کس مصرف میں لاؤں، کہ دار آخرت میں سب سے بہتر مصرف کونسا ہے؟ حضرت ابو درداؓ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تجارت سب سے بہتر ہیں[2]،

اخلاق وعادت حضرت ابو درداؓ فطرۃً نہایت نیک مزاج اور صالح تھے، اسلام کی تعلیم نے اس طلا کو اور خالص بنا دیا تھا، حضرت ابو درداؓ کی تمام عبادتیں سب سے زیادہ حق گو اور حریت مجسم تھے، اور ابتداءً شام میں رہتے تھے، یہاں بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے

[1] مسند ج ۵ ص ۱۹۸،

Marfat.com
Marfat.com

محفوظ تھے، امیر معاویہؓ وغیرہ کو برسر دربار ٹوک دیتے تھے، ابو درداءؓ کی نسبت خود ان سے انھوں نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا[1]، اس سے زیادہ حضرت ابوالدرداءؓ کی طہارت اخلاق کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

باایں ہمہ کہ وہ بساط نبوت کے حاشیہ نشین تھے، خالق کون ومکان کے جلال وجبروت کا تخیل ان کے جسم میں رعشہ پیدا کر دیتا تھا، ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؛ قرآن مجید کی ہر آیت پیکر امروز جبر بن کر نمودار ہوگی، اور مجھ سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی، آیۃ آمر کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا، پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا، آیۃ زاجرہ بولے گی بالکل نہیں، لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤنگا؟

عبادات میں قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ ۳ چیزوں کی نہایت سختی سے پابند تھے، ہر ماہ میں ۳ دن روزہ رکھتے، وتر پڑھتے، اور حضر وسفر میں چاشت کی نماز ادا کرتے، ان چیزوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت فرمائی تھی[2]،

ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے تھے، تسبیح ۳۳ مرتبہ، تحمید ۳۳ مرتبہ، تکبیر ۳۴ مرتبہ[3]،

حضرت ابو درداءؓ کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی، وہ دنیائے دوں کی دلفریبیوں اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے، فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیے،

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ ان سے ملنے ان کے گھر آئے، یہ دونوں مواخاۃ کے

---

[1] مسند عبادہ ص۱۴۶ ج۵ [2] کنز العمال ج، بحوالہ ابن عساکر [3] مسند ج۶ ص۴۴۸ [4] ایضاح ص۹۶،

Marfat.com
Marfat.com

قاعدے سے بھائی بھائی تھے، بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع میں پایا، سبب پوچھا تو نیک بخت نے جواب دیا کہ تمھارے بھائی (ابوالدرداؓ) دنیا سے بے نیاز ہو گئے ہیں، ان کو اب ان چیزوں کی کچھ پروا نہیں، حضرت ابودرداؓ آئے، سلمانؓ کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا، سلمانؓ نے کہا آپ بھی آیئے، حضرت ابودرداؓ نے کہا میں تو روزہ ہوں، سلمانؓ نے قسم کھا کر کہا آپ کو میرے ساتھ کھانا ہوگا ورنہ میں بھی نہ کھاؤں گا، رات کو سلمانؓ نے انہی کے مکان میں قیام کیا تھا، حضرت ابودرداؓ نماز کے لیے اٹھے، حضرت سلمانؓ نے روک لیا، اور فرمایا بھائی، آپ پر خدا کا بھی حق ہے، بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی، آپ کو ان سب کا حق ادا کرنا چاہیے، صبح کا تڑکا ہوا تو حضرت سلمانؓ نے ابودرداؓ کو جگایا اور کہا اب اٹھو، دونوں بزرگوں نے نماز پڑھی، اس کے بعد اداے دوگانہ کے لیے مسجد نبویؐ گئے، حضرت ابودرداؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلمانؓ کا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے ٹھیک کہا، وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔[1]

امر بالمعروف تمام تر بیت یافتگان نبوت کا فرض تھا، حضرت ابودرداؓ بھی اس فرض سے غافل نہ تھے، امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جس کی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم و بیش روپے مالک کو دیے، اسلام میں یہ ناجائز ہے، حضرت ابودرداؓ نے فوراً ٹوکا، معاویہ! یہ درست نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے۔[2]

یوسف بن عبداللہ بن سلام ان کے پاس شام گئے، سفر کا مقصد تحصیل علم تھا، یہ وہ ساعت تھی، جب حضرت ابودرداؓ مرض الموت میں گرفتار تھے، یوسف سے پوچھا

[1] بخاری عن ابی جحیفہ [2] مسند ص۴۴۸ ج۶،

Marfat.com
Marfat.com

کیسے آئے؟ انھوں نے کہا، آپ کی زیارت کو، یوسف نے یہ بات چونکہ واقعہ کے خلاف کہی تھی، حضرت ابو درداؓ نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے۔[1]

امیر معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو شام سے جلاوطن کر دیا، حضرت ابو درداؓ کو راستہ میں خبر ہی تو انہوں نے انا للہ پڑھا، اور کہا کہ اب ان لوگوں کا بھی انتظار کرو، جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ میں کہا گیا تھا" اس کے بعد نہایت جوش میں فرمایا، خدایا! ان لوگوں نے ابوذرؓ کو جھٹلایا لیکن میں نہیں جھٹلاتا ہوں، لوگوں نے ان کو متہم کیا، لیکن میں نہیں کرتا، اور ان لوگوں نے ان کو خارج البلد کیا، لیکن میں نے اس رائے میں شرکت نہیں کی، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برابر کسی کو زمین پر نہیں سمجھتے تھے، اور ان کے برابر کسی سے راز نہ کہتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو درداؓ کی جان ہے، اگر ابوذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالیں تو بھی میں ان سے بغض نہ رکھوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں نے سنا تھا کہ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجۃ اصدق من ابی ذرؓ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو وہ جنتی ہے، حضرت ابوذرؓ نے عرض کی، خواہ زانی اور چور کیوں نہ ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانوں کو سنانی چاہیے تھی، ابو درداؓ تین مرتبہ پوچھکر مسلمانوں کو یہ مژدۂ نجات سنانے چلے، راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے، حضرت ابو درداؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ عمرؓ نے صحیح کہا۔[2]

---

[1] مندرج ۶ ص ۵۳۔ [2] ایضاً ص ۱۹۶، ۳ ایضاً ص ۱۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک روز مکان میں تشریف لائے چہرہ سے غیظ و غضب عیاں تھا، بیوی نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات بھی باقی نہیں رہی، لوگوں نے سب چھوڑ دیا، صرف نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

ایک مرتبہ سعدان بن ابی طلحہ تعمری کو دیکھا پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے؟ انھوں نے کہا کاوں [illegible] مکان [illegible] تو [illegible] میں نماز پڑھ کر، کیونکہ جس مقام پر اذان [illegible] مکان [illegible] کیونکہ [illegible] مکان بدی کو پکڑتا ہے جو گلے [illegible]

تمام مسلمان ان [illegible] کرتے تھے [illegible] کے حلم میں بھی جو کچھ کہہ دیتے تھے لوگ دل سے لگا لیتے تھے، ایک دفعہ ایک قریشی نے یہودی کا دانت توڑ دیا، امیر معاویہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، امیر معاویہ نے قریشی کو [illegible] اس نے کہا کہ پہلے انصاری نے میرے دست برد مہ پہنچایا، امیر معاویہ نے کہا کہ میں انصاری کو [illegible] کروں گا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا وہ راضی نہ ہوا، امیر معاویہ نے کہا ابو درداء [illegible] ہیں جو فیصلہ کر دیں، اس کو لے کر حضرت ابو درداء نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہنچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کر دے تو اس کے [illegible] ہیں، انصاری جو محمد تھا [illegible] پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث [illegible] انھوں نے کہا ہاں، انصاری نے کہا کہ میں نے [illegible] معاف کیا۔

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کے زمانہ میں شام ایک حکومت کے ماتحت بہرحال قائم رہا، اور حجاز میں ہر سال نئی فوج کشی کا سامنا تھا، حضرت ابو درداؓ کی سکونت شام کا یہی سبب تھا، فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لیے منازعت کریں میں اس کو بھی چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں[1]،

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے، لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا، ام درداءؓ تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھیں، ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو، کہیں لوگ بیوقوف نہ بنائیں، حضرت ابو درداؓ نے فرمایا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے[2]،

مزاج فطرۃً سادہ تھا، مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے، لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے کہ آغوش پروردۂ نبوت اور امام حلقۂ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں، لیکن ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی، ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے[3]

بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے، تنگدستی کے باوجود مہمانوں کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے، اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے، جب کوئی مہمان آتا، حضرت ابو درداءؓ دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا، جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادراہ بھی ساتھ کر دیتے تھے[4]،

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے، حضرت سلمانؓ فارسی جب شام آتے تو انہی کے مکان میں قیام فرماتے تھے[5]،

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۳۱ [2] مسند ۶ ص ۴۴۳ [3] ایضاً ص ۴۴۴ [4] ایضاً ۵ ص ۱۹۶ [5] ایضاً ص ۱۹۷

Marfat.com
Marfat.com

دل کے نرم تھے، ایک دن کسی طرف جا رہے تھے، کہ دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہیں، پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا، حضرت ابو درداؓ نے کہا کہ ایک شخص کنوئیں میں گرے تو اس کو نکالنا چاہیے، گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ رہے، لوگوں نے عرض کی کہ آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے؟ فرمایا اس شخص پر طبعاً تو کوئی برائی نہیں، البتہ اس کا یہ عمل برا ہے، جب چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔[1]

طبیعت میں استغنا اور بے نیازی بھی تھی، عبداللہ بن عامر شام آیا تو بہت سے صحابہ اپنے وظائف لینے گئے، لیکن حضرت ابو درداؓ اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے، عبداللہ خود ان کا وظیفہ لے کر ان کے مکان آیا اور کہا کہ آپ تشریف نہیں لائے، اس لیے میں خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہوں، انھوں نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا، کہ جب امراء اپنی حالت بدل لیں تو تم بھی اپنے کو بدل لو۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۴، [2] کنز العمال ص ۱۷۱ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوسعید خدریؓ

نام و نسب سعد نام، ابوسعید کنیت، خاندان خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الابجر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج، والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا، وہ قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں۔

دادا (سنان) شہید کے لقب سے مشہور اور رئیس محلہ تھے، چاہ بضہ کے قریب اجر نام قلعہ ان کی ملکیت تھا، اسلام سے پیشتر قضا کی،

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا، جو پہلے پہلے عمان اوسی کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابوسعیدؓ انہی کے بطن سے تولد ہوئے، یہ ہجرت سے ابرس پیشتر کا واقعہ ہے،

اسلام مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بن کر توحید کا پیغام اپنے قبیلوں کو پہنچاتے تھے، مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لئے حضرت ابوسعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی،

غزوات اور دیگر حالات ہجرت کے پہلے سال مدینہ کی تعمیر شروع ہوئی حضرت ابوسعیدؓ نے اسکے کاموں میں حصہ لیا، غزوہ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com
Marfat.com

کے حضور میں گئے، اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے پاؤں تک دیکھا، کمسن خیال کرکے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں، تاہم آپ نے اجازت نہ دی۔

اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھکر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کے بجائے پی گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص کو ایسے شخص کے دیکھنے کی خواہش ہو جس کا خون میرے خون سے آمیزش ہو تو مالک بن سنانؓ کو دیکھے، اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑکر شہادت حاصل کی۔

باپ نے کوئی جائداد نہیں چھوڑی تھی، اس لیے ان کی شہادت سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، فاقہ کشی کی نوبت آگئی، پیٹ پر پتھر باندھا، ماں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ آج انھوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی کچھ دیں گے، پوچھا گھر میں ہے؟ ماں نے کہا واللہ نہیں، اس لیے خدمت اقدس میں پہنچے، اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے، جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کردے گا، یہ سن کر دل میں کہا کہ میری یا قوتہ (اونٹنی کا نام تھا) جو ہے سو ہے پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سوچ کر چلے آئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا پورا ہو کر رہا، رازق عالم نے باب رزق کھول دیا، یہاں تک کہ تمام انصار سے وہ بڑھ گئے، ثروت میں بڑھ گئے۔[1]

احد کے بعد بنو مصطلق کا غزوہ پیش آیا، اس میں شریک ہوئے، اس وقت غزوہ خندق ہوا، اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، عمر کی طرح ایمان کا بھی شباب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں داد شجاعت دی۔

---

[1] سند ص ۳۴۹ ج ۳، ۵۲ باب غزوہ بنی المصطلق

Marfat.com
Marfat.com

صفر ۶ھ میں عبداللہ بن غالب لیثی، لشکر لے کر فدک روانہ ہوئے، یہ بھی ساتھ تھے، عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا اور اس مصلحت کے لیے برادری قائم کرنے کی ضرورت ہوئی، حولیصہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کے بھائی بنائے گئے، برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا[1]،

ربیع الثانی ۹ھ میں علقمہ بن مخرز ایک سریہ کے ساتھ بھیجے گئے، یہ بھی فوج میں تھے، عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ میں صحابہؓ کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا، لیکن دراصل ان کا یہ منشا نہ تھا، وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے، طبیعت مذاق کی عادی تھی، لوگوں نے اس کو صحیح سمجھ کر کودنا چاہا تو خود روکا کہ میں تم سے مذاق کر رہا تھا[2]،

اسی سلسلہ میں ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے اور دار قطنی کی روایت کے بموجب حضرت ابو سعیدؓ اس کے امیر تھے، کسی مقام کی طرف روانہ ہوا، ایک جگہ پڑاؤ تھا، قریب کے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں، انھوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا، اتفاق سے سردار قبیلہ کو بچھو نے ڈنک مارا، لوگوں نے بہت علاج کیا، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہؓ کے پاس جاؤ، شاید ان کو کچھ علاج معلوم ہو، چنانچہ وہ لوگ آئے، اور واقعہ بیان کیا، بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا، میں جھاڑ سکتا ہوں لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی، انھوں نے منظور کر لیا، آپ نے جا کر سورۂ الحمد پڑھی اور زخم پر تھوک دیا، وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا، اور بے تکلف چلنے پھرنے لگا، اور ان لوگوں نے بکریاں لے کر مدینہ کا رخ کیا، سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے کہ نہیں، آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے، آپ نے پورا واقعہ سن کر تبسم کیا، اور فرمایا تم کو یہ کیسے

[1] طبقات ابن سعد ص۹۱ حصہ مغازی [2] مسند ص۶ ج ۳ و ابن سعد [3] صحیح بخاری کتاب الاجارہ

Marfat.com
Marfat.com

معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے ؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کرلو، اور میرا بھی حصہ لگانا[1]۔

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور اوطاس میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن چونکہ ان میں ان کا کوئی قابل ذکر کام نہیں ہے، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرف شرکت حاصل تھا۔

عہد نبوت کے بعد مدینہ ہی میں قیام رہا، عہد فاروقی و عثمانی میں فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جنگ نہروان پیش آئی، اس میں آپ عیش سے حصہ لیا[2]، فرماتے تھے کہ ترکوں کے بہ نسبت خوارج سے لڑنا زیادہ ضروری سمجھتا ہوں[3]، یزید کے بیعت کے وقت جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اور صحابہؓ کی طرح ابو سعید خدریؓ نے بھی یہ خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں[4]، مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا۔

سنہ ۶۱ھ میں یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے، بیعت کی، حضرت ابو سعیدؓ بھی ان میں تھے۔

سنہ ۶۳ھ میں اہالیان حرم رسول اللہ نے علانیہ یزید سے فسخ بیعت کرکے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ الغسیل، انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا جس میں اہل مدینہ کو ہزیمت ہوئی، اور حضرت عبداللہؓ نہایت جانبازی سے لڑکر مارے گئے، اس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا، مکان لوٹے جارہے

---

[1] صحیح بخاری ج اول ص ۲۵۱ [2] مسند ج ۳ ص ۳۰ [3] ایضاً ص ۳۳ [4] تاریخ الخلفا سیوطی۔

Marfat.com
Marfat.com

تھے، عورتیں بے ناموس کی جارہی تھیں، اور وہ مقام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، اہل شام کے ہاتھوں قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا،

صحابہؓ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہیں جاتی تھی، اس لیے حضرت ابو سعید خدریؓ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے، لیکن یہاں بھی پناہ نہ تھی، ایک شامی بلائے بے درماں کی طرح پہنچ گیا اور اندر آتر کر تلوار اٹھائی، انھوں نے بھی دھمکانے کی خاطر تلوار کھینچ کی، وہ آگے بڑھا، حضرت ابو سعیدؓ نے یہ دیکھ کر تلوار رکھدی اور یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العلمین، "اگر تم مجھے مارنے کو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمھارے مارنے کو تیار نہ ہوں گا، کیونکہ میں خدا، رب العالمین کا خوف کرتا ہوں"، شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا، اور کہا خدا کے لیے بتائیے آپ کون ہیں، فرمایا ابو سعید خدری، بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ؟ کہا ہاں، یہ سنکر غار سے نکل کر چلا گیا،[1]

غار سے مکان آئے تو یہاں عام دار و گیر تھی، شامی ابن دجنہ کے پاس پکڑ لے گئے، اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے جاکر کہا میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو امیروں کی بیعت کی ہے؟ فرمایا ہاں، پیشتر ابن زبیرؓ سے کی تھی، پھر شامی پکڑ لے گئے اور یزید کی بیعت کی، ابن عمرؓ نے کہا اسی کا مجھے خوف تھا، کہا بھائی! کیا کرتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ انسان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت میں گذرنے چاہییں، ابن عمرؓ نے کہا لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا،

وفات ۷۳ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی، بقیع میں دفن کیے گئے، اس وقت سن

[1] اصابہ ج ۳ و طبری ص ۲۱۵ حالات ۶۳ھ، [2] مسند ص ۲۹ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

تھے، ہاتھوں میں رعشہ تھا، لوگوں نے عمر کا تخمینہ ۷۴ سال کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی[۱]، اور یہی صحیح ہے،

اولاد | دو بیویاں تھیں، ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجرہ تھا، جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں، دوسری اُم عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں، اور قبیلہ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں، اولاد کے نام یہ ہیں، عبدالرحمٰن، حمزہ، سعید

حلیہ | حلیہ یہ تھا، مونچھیں باریک کٹی ہوئی، داڑھی میں زرد خضاب،

علم و فضل | حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے[۲]،

قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقۂ درس قائم تھے جن میں علمائے انصار درس دیتے تھے، حضرت ابوسعیدؓ کے طالب علمی کا زمانہ کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگوں کے پاس بدن کے کپڑے تک نہ تھے، ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت قاری قرأت کر رہا تھا، آپ کو دیکھ کر خاموش ہوگیا، آپ سب کے پاس بیٹھ گئے، اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل میں بیٹھیں، چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اس تمام جماعت میں صرف حضرت ابوسعیدؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے[۳]،

حدیث و فقہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے یہ بھی تھی، خلفائے اربعہ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایتیں کیں،

کثرت سے حدیثیں یاد تھیں، ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے، ان صحابہ اور ممتاز

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵، [۲] مسند ج ۳ ص ۸۳، [۳] ایضاً ص ۷، [۴] ایضاً ص ۱۸، [۵] ایضاً ص ۴۲،

[۶] اصابہ ج ۳ تذکرہ ابوسعید خدری، [۷] مسند ج ۳ ص ۶۳،

Marfat.com
Marfat.com

تابعین کے نام نامی جنھوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا، یہ ہیں :۔

زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابوقتادہؓ محمود بن لبید، ابوالطفیلؓ، ابوامامہؓ بن سہل، سعید بن مسیبؒ، طارق بن شہابؒ، عطاء، مجاہد، ابوعثمان، سندی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابونضرہ، سعید بن سیرین، عبداللہ بن نجزیہ، ابوالمتوکل ناجی وغیرہم۔

آپ کا حلقۂ درس آدمیوں سے ہر وقت معمور رہتا تھا، جو لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر میں موقع ملتا[1]،

اوقات درس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کچھ دریافت کرتا تو جواب سے مشرف فرماتے، ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابوسعیدؓ سے حدیث سن کر آؤ، اس وقت وہ باغ میں تھے، ان لوگوں کو دیکھ کر ان کے پاس آکر بیٹھے اور حدیث بھی بیان کی[2]،

روایت حدیث کے ساتھ سماع کی نوعیت بھی ظاہر فرما دیتے تھے،

عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی، وہ ابوسعیدؓ سے راوی تھا، ابن عمرؓ اس کے پاس گئے اور پوچھا، اس شخص نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی وسمع اذنی یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا[3]،

ایک راوی قزعہ کو ایک حدیث بہت پسند آئی، انھوں نے بڑھ کر پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا تھا، اس سوال پر حضرت ابوسعیدؓ کو غصہ آگیا فرمایا تو کیا

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۵۲ [2] ایضاً ص ۹۱ ج ۳، [3] ایضاً ص ۲،

Marfat.com
Marfat.com

میں بے سنے بیان کروں گا، ہاں میں نے سنا تھا[۱]

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا، اس کے بیان میں احتیاط کرتے تھے،

ایک مرتبہ ایک حدیث روایت کی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا، ایک شخص نے پوچھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے؟ فرمایا میں بھی جانتا ہوں[۲]

اخلاق وعادات | نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا[۳] ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی، ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا،[۴]

امیر معاویہؓ کے عہد میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہو گئی تھیں، حضرت ابو سعیدؓ سفر کر کے ان کے پاس گئے، اور تمام خرابیاں گوش گذار کیں[۵]

ایک مرتبہ انہی سے انصار کے متعلق گفتگو آئی تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تکلیفوں پر صبر کرنیکا حکم دیا ہے، امیر نے کہا تو صبر کیجئے[۶]

ایک مرتبہ مروان سے فضیلت صحابہؓ کی حدیث بیان کی، وہ بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابتؓ اور رافع بن خدیجؓ بھی اس کے تخت پر بیٹھے تھے، ابو سعیدؓ نے کہا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیوں بتائیں گے، ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا، دوسرے کو ڈر ہوگا کہ جنبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، یہ سن کر مروان نے مارنے کو درہ اٹھایا، اس وقت دونوں بزرگوں نے ان کی تصدیق کی،[۷]

---

[۱] مسند ج ۳ ص ۹ [۲] ایضاً ص ۲۹ [۳] ایضاً ص ۵ [۴] ایضاً ص ۶۱ و ص ۵ [۵] ایضاً ص ۳۰،

[۶] ایضاً ص ۸۹ [۷] ایضاً ص ۲۳،

Marfat.com
Marfat.com

اسی طرح مروان نے عید کے دن منبر نکلوایا، اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا کہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہو چکا، حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا چاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہیے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہیں تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے۔[1]

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گذرا، اس میں ابو سعیدؓ بھی شریک تھے، دیکھا تو دونوں جنازہ کے لیے نہیں اٹھے، فرمایا اے امیر! جنازہ کے لیے اٹھ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا کرتے تھے، یہ سنکر مروان کھڑا ہو گیا۔[2]

جب مصعب بن زبیرؓ مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تو عید الفطر میں دریافت کر لیا کہ نماز اور خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا، فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ مصعبؓ نے اس دن اسی قول پر عمل کیا۔[3]

ایک مرتبہ شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا، وہ ملاقات کو آئے، ابو سعیدؓ نے ان سے کہا تین مسجدوں کے علاوہ (اور کسی مقدس مقام کے لیے) شد رحال کی ممانعت ہے۔[4]

ابن ابی عصصہ ازنی کو جنگل پسند تھا، ان کو ہدایت کی کہ وہاں زور سے اذان دیا کریں کہ تمام جنگل نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھے۔[5]

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر تین کھانے پیے روزے رکھتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابو سعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے۔[6]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۱۰، [2] ایضاً ص ۲۶ و ۹۸، [3] ایضاً ص ۹، [4] ایضاً ص ۹۳، [5] ایضاً ص ۳۵، [6] ایضاً ص ۹۵،

Marfat.com
Marfat.com

سنت کے پورے تبع تھے، حضرت ابوہریرہؓ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے، یا کسی اور سبب سے نہ آسکے تو ابوسعید خدریؓ نے امامت کی، ان کے طریقۂ نماز سے لوگوں نے اختلاف کیا، انھوں نے منبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا میں نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح پڑھائی ہے، باقی تمھارے طریقہ کی مخالفت. تو اس کی مجھے بالکل پروا نہیں[1]

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا، ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا، پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے کہ آپ کے بھائی نے آکر اسی پاؤں پر ایک ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا، انھوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا، تم نے مجھے تکلیف پہنچائی، جانتے تھے کہ درد ہے، جواب ملا ہاں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے[2]

مگر ناحق باتوں پر غصہ بھی آجاتا تھا، ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے، ایک درخت کے نیچے قیام ہوا، ابن صیاد بھی جس کے دجال ہونے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہہ تھا اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا، ان کو برا معلوم ہوا، لیکن خاموش رہے، اس نے خود چھیڑ کر اپنی مفعولیت کی داستان سنائی، ان کو رحم آگیا، مگر جب اس نے ایک خلاف واقعہ دعوی کیا تو بگڑ کر فرمایا تبا لک سائر الیوم[3]

سادگی اور بے تکلفی فطرت ثانیہ تھی، ایک جنازہ میں بلائے گئے، سب سے اخیر میں پہنچے لوگ بیٹھ چکے تھے، ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کر دی، فرمایا یہ مناسب نہیں، انسان کو کشادہ مقام میں بیٹھنا چاہیے، چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ میں جاکر بیٹھے[4]

ابوسلمہؓ سے یارانہ تھا، ایک مرتبہ انھوں نے آواز دی، یہ چادر اوڑھے نکل آئے، ابوسلمہؓ

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۰۰، [2] ایضاً، [3] ایضاً ص ۳۰۱، [4] ایضاً ص ۳۰۰، [5] ایضاً ص ۳۰۱

Marfat.com
Marfat.com

نے کہا ذرا باغ تک چلیے، آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں، چنانچہ یہ ساتھ ہو لیے[1]، اس واقعہ میں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابو سلمہؓ تابعی اور وہ صحابی ہیں، اس کے، سوا ابو سلمہؓ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے،

یتیموں کی پرورش کرتے تھے، لیث اور سلیمان بن عمرو بن عبد العتواری انہی کے تربیت یافتہ تھے[2]،

ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے، پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں، کھجور کی شاخیں لاتے اور ان کو سیدھا کر کے چھڑی بناتے، یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا[3]،

---

[1] مسند ج ۳ ص ۶۰ [2] ایضاً ص ۱۱ و ۳۳ [3] ایضاً ص ۶۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو مسعودؓ بدری

نام ونسب	عقبہ نام، ابو مسعود کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عقبہ بن عمر بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عیرہ ابن عطیہ بن خدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج،
اسلام	عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا، اور دین حنیفی کے پرجوش داعی ثابت ہوئے،
غزوات اور عام حالات	تمام غزوات میں شرکت کی، عام خیال یہ ہے کہ بدر میں شریک نہ تھے، صرف بدر کی سکونت سے بدری مشہور ہو گئے، لیکن یہ صحیح نہیں، امام شعبہ، بخاری، مسلم ان کی شرکت بدر کا اعتراف کرتے ہیں، امام بخاری نے جامع صحیح میں اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کیا ہے[1]

اس کے سوا بیعت عقبہ کی شرکت پر تمام ائمہ فن متفق ہیں، پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ میں اقامت پذیر رہے، کچھ دنوں بدر میں سکونت رکھی، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں منتقل ہو گئے[2]، اور یہاں مکان بنوالیا تھا[3]،

جناب امیرؓ کے احباب خاص میں تھے، جب آپ جنگ صفین کے لیے روانہ ہوئے، تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنا کر گئے، اور آپ کی واپسی تک کوفہ انہی

[1] مسند ج ۴ ص ۱۲۱، [2] بخاری ج ۲ ص ۵۵۱، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۲،

Marfat.com
Marfat.com

کی ذات سے مرکز امارت رہا،[1]

جنگ صفین کے بعد وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا، اور آپ مدینہ لوٹ آئے،

وفات | ۷۴ھ میں انتقال کیا، بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ کے اخیر زمانۂ خلافت تک موجود تھے، لیکن یہ غلطی سے خالی نہیں، تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے، جس کا زمانہ قطعاً ۵۰ھ کے بعد تھا،

اولاد | لڑکے کا نام بشیر تھا، ایک صاحبزادی تھیں، جو امام حسین علیہ السلام کو منسوب تھیں، زید انہی کے بطن سے تولد ہوئے تھے،

بشیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا کچھ بعد پیدا ہوئے تھے،

فضل وکمال | حضرت ابو مسعودؓ نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کا فرض بھی انجام دیا، راویان حدیث کے تیسرے طبقہ میں ان کا شمار ہے، اور کتب حدیث میں ۱۰۲ روایتیں ان کی موجود ہیں، رواۃ میں تابعین کے کئی طبقے داخل ہیں، جن میں مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں،

بشیر، عبداللہ بن یزید خطمی، ابو وائل، علقمہ، قیس بن ابی حازم، عبدالرحمن بن یزید نخعی، یزید بن شریک تیمی، محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری،

اخلاق | پابندی احکام رسول اور امر بالمعروف آپ کے خاص اوصاف تھے، حکم نبوی کی متابعت کا یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، پیچھے سے آواز آئی ابو مسعود ذرا سوچ کر ایسا کرو! جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا، اس کو تم پر بھی قدرت

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۲ [2] مسند ج ۴ ص ۱۱۹،

Marfat.com
Marfat.com

دے سکتا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی دلپر خاص اثر پڑا، قسم کھائی کہ آئندہ کسی غلام کو نہ ماروں گا، اور اس کو آزاد کرتا ہوں[1]

امر بالمعروف کے فرض سے بھی غافل نہ رہتے تھے، ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہؓ نے امارت کوفہ کے زمانہ میں نماز عصر دیر میں پڑھائی، اسی وقت ان کو ٹوکا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت نماز پنجگانہ حضرت جبریلؑ کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ هكذا امرت[2]

سنت کی پوری اتباع کرتے تھے، ایک روز لوگوں سے کہا کہ جانتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے، پھر خود نماز پڑھا کر بتائی[3]

نماز میں مل کر کھڑے ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، لوگوں نے اس کو چھوڑا تو فرمایا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا، اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو، اسی وجہ سے تو اختلاف پیدا ہو گیا ہے،

---

[1] مسند ج ۵ ص ۲۰۳، ۲۰۴ - [2] صحیح بخاری ص ۵۱ ج ۲ [3] مسند ج ۵ ص ۱۲۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوقتادہؓ

نام ونسب حارث نام، ابوقتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید ابن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام کبشہ بنت مظہر بن حرام تھا، اور بنو سلمہ میں سواد بن غنم کے خاندان سے تھیں،

ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پیشتر مدینہ میں پیدا ہوئے،

اسلام عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے، احد اور خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی،

ربیع الاول ۶ھ میں غزوہ ذی قرد (یا غابہ) پیش آیا، اس میں ان کی شرکت نمایاں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں ذی قرد نامی ایک گاؤں میں چرا کرتی تھیں، غلام جن کا نام رباح تھا، ان کے نگراں تھے، چند غطفانی چرواہوں کو قتل کرکے اونٹنیوں کو ہانک لے گئے، سلمہ بن اکوع ایک مشہور صحابی تھے، انھوں نے سنا تو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رخ کرکے "یاصباحاہ" کے تین نعرے لگائے، اور رباح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑایا، اور خود غطفانیوں کے تعاقب میں رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد کے لیے ۳ سوار بھیجے، اور پیچھے خود بھی روانہ ہوئے، سلمہ منتظر تھے، نظر اٹھی تو مخرم اسدی ان کے پیچھے ابو قتادہؓ انصاری اور ان کے پیچھے مقداد کندی گھوڑا اڑاتے چلے آرہے تھے، غطفانی

Marfat.com
Marfat.com

سواروں کو دیکھ کر فرار ہو گئے، لیکن احرم کو شوق شہادت دامنگیر تھا، غطفانیوں کے پیچھے ہو لیے، آگے بڑھ کر ان میں اور عبدالرحمٰن غطفانی میں مقابلہ ہو گیا، اور احرم شہید ہو گئے، عبدالرحمٰن ان کا گھوڑا لے کر جانا چاہتا تھا کہ ابو قتادہؓ پہنچ گئے، اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا، اور عبدالرحمٰن کا قصہ بھی پاک ہو گیا، یہاں سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ نے قصہ سن کر فرمایا کان خیر فرساننا الیوم ابو قتادہ، یعنی آج ابو قتادہ بہترین سوار تھے،[1]

شعبان ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیوں کو روانہ فرمایا، حضرت ابو قتادہؓ ان کے امیر تھے، چھاپہ مارنا مقصود تھا، اس لیے رات بھر چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے تھے، مقام خضرہ میں قبیلہ غطفان آباد تھا، جو غارت گر امن و امان اور مسلمانوں کا قدیم دشمن تھا، حضرت ابو قتادہؓ موقع پا کر اچانک پہنچ گئے، قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور میدان کارزار گرم ہو گیا، لیکن ابو قتادہؓ نے لوگوں سے کہدیا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا، ہر شخص سے تعرض کی ضرورت نہیں،

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہو گیا، اور ۱۵ دن کے بعد مال غنیمت لے کر صحیح وسالم مدینہ واپس آئے، مال غنیمت میں اونٹ ۲۰۰، بکریاں ۲۰۰۰، اور بہت سے قیدی تھے،

اس کا خمس نکال کر باقی وہیں تقسیم کر لیا گیا، حضرت ابو قتادہؓ کے حصہ میں ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لیے مانگ کر خضرہ کو دیدی[2]

اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد غطفان کے قبیلہ میں ۸ آدمیوں کا ایک سریہ بطن قم

[1] صحیح مسلم ص۱۰۱ ج ۲، [2] طبقات حصہ مغازی ص۶،

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف بھیجا، حضرت ابو قتادہؓ اس کے بھی سرگروہ تھے، بطن اخم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے ۳ منزل کے فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کر چکے تھے، ان لوگوں کے بھیجنے کا یہ مدعا تھا کہ لوگوں کو مکہ کا خیال نہ آئے، اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو، ذی خشب پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ روانہ ہو گئے، اس لیے یہ لوگ وہاں سے چل کر سقیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ساتھ شریک ہو گئے[1]،

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین واقع ہوا، لڑائی اتنی سخت تھی کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی، ایک مسلمان اور مشرک میں لڑائی ہو رہی تھی، دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر میں تھا، حضرت ابو قتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس مشرک پر پیچھے سے حملہ کیا، تلوار کندھے پر پڑی جو زرہ کاٹتی ہوئی اچٹ ہاتھ تک پہنچی اور ہاتھ صاف ہو گیا، وہ دوسرے ہاتھ سے دست و گریباں ہو گیا، آدمی تنومند تھا، اس زور سے دبایا کہ حضرت ابو قتادہؓ گھبرا گئے، لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا، اس لیے ابو قتادہؓ نے موقع پا کر قتل کر دیا، خود کہتے ہیں کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے، لیکن قضا اسکی آئی تھی،

مکہ کا ایک آدمی ادھر سے گذر رہا تھا، اس نے مقتول کا سارا سامان اتار لیا، اس وقت لشکر اسلام میں عجیب سراسیمگی طاری تھی، لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے، یہ بھی اسی طرف چلے، ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے، ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا جو خدا کی مرضی، اتنے میں لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا

[1] طبقات، حصہ مغازی صفحہ ۹۶،

Marfat.com
Marfat.com

مال و متاع ثبوت کے بعد اس کو دلایا جائے گا، حضرت ابو قتادہؓ نے اٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے، کسی طرف سے آواز نہ آئی، ۳ مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو قتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے سارا قصہ گوش گذار کیا، ایک شخص بولا سچ کہتے ہیں، ان کا سامان میرے پاس ہے لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجئے، حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ بے انصافی ہے کہ خدا کا شیر تو اور مال سے محروم رہے، اور قریش کی ایک چڑیا مفت میں مزے اڑائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقت یہی ہے، بہتر ہے کہ ان کا مال انہی کو دیدو۔

حضرت ابو قتادہؓ نے اس کو فروخت کر کے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا، قبول اسلام کے بعد جائداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی[1]

عام حالات عہد نبوت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب میں رہے، ۳۷ھ میں خوارج نے علم بغاوت بلند کیا، حضرت علیؓ نے ان کی سرکوبی کے لئے فوج کشی کی تھی، حضرت ابو قتادہؓ اس کے پیادوں کے افسر تھے۔

وفات سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۵۴ھ میں ان لوگوں کے نزدیک کوفہ میں انتقال کیا تھا، اور جناب امیر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، بعض ۶۰ھ بتلاتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۴ھ اور ۵۸ھ کے درمیان انتقال کیا، امام بخاری نے اوسط میں یہی لکھا ہے اور اسی پر دلائل قائم کئے ہیں۔

[1] صحیح بخاری ج ۲ غزوہ حنین و مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۳۔

Marfat.com
Marfat.com

حلیہ | حلیہ مفصل مذکور نہیں، اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے، جس کو جمہ کہتے ہیں، کبھی کبھی کنگھی کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پراگندہ مو دیکھا تو فرمایا ذرا ان کو درست کرو، آدمی بال رکھے تو ان کی خبرگیری بھی کرے، ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ اس سے تو گھٹا ہوا سر اچھا ہے۔

اولاد | چار بیٹے تھے، عبداللہ، معبد، عبدالرحمٰن، ثابت۔ موخرالذکر ام ولد سے تولد ہوئے تھے، بیوی کا نام سلافہ بنت برار بن معرور بن صخر تھا[1]، خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھیں، جو خود صحابیہ اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھیں۔

فضل وکمال اگو حضرت ابوقتادہؓ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی اشاعت کے فرض سے غافل نہ رہے، لیکن روایت حدیث میں نہایت محتاط تھے، ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کذب علی الرسول کی حدیث سنی تھی، اس وقت سے وہ حدیث کے باب میں نہایت محتاط ہو گئے تھے[2]۔

تابعین کی ایک مجلس میں حدیث کا چرچا تھا، ہر شخص قال اللہ کذا، قال اللہ کذا کہہ رہا تھا، حضرت ابوقتادہؓ نے سن کر فرمایا، بدبختو! منہ سے کیا نکال رہے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے[3]۔

لیکن اس احتیاط کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد ۷۰ ہے، راویوں میں صحابہ کبار اور تابعین عظام داخل ہیں، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہ، ابومحمد نافع بن الاقرع (ان کے آزاد کردہ تھے) سعید بن کعب بن مالک (بہو کے بھائی تھے)، کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھیں)، عبداللہ بن رباح، عطار بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن

---

[1] سیر الصحابہ ج ۲ ص ۳۱۰

Marfat.com
Marfat.com

عوف، عمر بن سلیم زرقی، عبداللہ بن معبد زمانی، محمد بن سیرین، بہان مولی اتوامہ، سعید بن مسیب، ابن منکدر کہ سپہر حدیث کے آفتاب و ماہتاب ہیں، ان کے لمعاتِ فضل کے مستغنی نہیں،

اخلاق و عادات | اخوت اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز کے لیے لایا گیا، آپ نے پوچھا اس پر قرض تو نہیں ہے، لوگوں نے کہا دو دینار (۱۰ روپے) ہیں، فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں، ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو، حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں قرض ادا کر دوں تو آپ نماز پڑھائیں گے، فرمایا ہاں، چنانچہ انھوں نے قرض ادا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی، اس وقت آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھی،[1]

ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا، جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا، ایک روز گئے تو اس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، پکار کر کہا، نکلو مجھے معلوم ہو گیا ہے، اب چھپنا بیکار ہے، جب وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں نہایت تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں، اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں، پوچھا واقعی تمھارا حال خدا کی قسم ایسا ہی ہے، بولا ہاں، حضرت ابو قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے، اور اس کا قرض معاف کر دیا،[2]

حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا تو حضرت خالدؓ کو لکھا کہ وہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں، انھوں نے کسی وجہ سے مالک کو جس نے اسلام قبول کر لیا تھا، قتل کر ڈالا، حضرت ابو قتادہؓ کو اتنی ناگواری ہوئی کہ انھوں نے بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا، انھوں نے ایک مسلمان کا خون کیا ہے،[3]

[1] مسند ج ۵ ص ۳۰۳، ۳۰۴، [2] ایضاً ص ۳۰۳، [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸،

Marfat.com
Marfat.com

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں امر بالمعروف کا خیال رکھتے تھے،

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے کہ ستارہ ٹوٹا، لوگ دیکھنے لگے، فرمایا اس کا زیادہ دیکھنا منع ہے[1]،

اکثر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بھی حاصل ہوتی تھی، ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اٹھو گے، لوگ پانی ڈھونڈھنے نکل گئے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ موکب نبوی کے ساتھ رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سو رہے تھے، جب آپ اونگھ میں کسی طرف جھکتے تو یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے، ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے، انھوں نے ٹیک لگائی، آپ کی آنکھ کھل گئی، فرمایا کون؟ عرض کیا ابو قتادہؓ فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو کہا شام سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی حفظک اللہ کما حفظت رسولہ جس طرح تم نے میری نگہبانی کی، خدا تمہارا نگہبان رہے[2]،

فطرۃً نہایت رحیم تھے، جانوروں تک پر رحم کرتے تھے، ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے گھر گئے بہو نے وضو کے لیے پانی رکھا، بلی آئی اور منہ ڈال کر پانی پینے لگی، حضرت ابو قتادہؓ نے بھی نے کے بجائے برتن اس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے، بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں، کہا بیٹی اس میں تعجب کی کیا بات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں، وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے[3]،

شکار کا بیحد شوق تھا ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ جا رہے تھے، راستہ سے کچھ ساتھیوں کو لے کر نکل گئے، علاقہ پہاڑی تھا، ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنے کی مشق تھی، دوستوں کو لے کر پہاڑ پر تفریحاً چڑھے کہ ایک جانور نظر آیا، انھوں نے بڑھ کر دیکھا اور پوچھا بتاؤ کون جانور ہے؟ لوگوں نے کہا ہم ٹھیک نہیں بتا سکتے، بولے گورخر ہے، پہاڑ چڑھتے وقت کوڑا بھول آئے تھے، ساتھیوں

---

[1] مندرج ۵ صفحہ ۲۹۹ [2] ایضاً صفحہ ۲۹۸ [3] ایضاً صفحہ ۳۰۳،

Marfat.com
Marfat.com

سے کہا میرا کوڑا اٹھالاؤ، یہ لوگ احرام باندھ چکے تھے، اس بنا پر شکار میں شریک نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے خود نیزہ لے کر گورخر کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کو شکار کر کے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے اٹھانے میں ہاتھ بٹاؤ، لیکن اس میں بھی کسی نے مدد نہ کی، آخر خود اٹھا کر لائے، اور گوشت پکایا، لوگوں کو کھانے میں بھی تامل ہوا۔

بعضوں نے کھایا اور بعض محترز رہے، حضرت ابو قتادہؓ نے کہا اچھا! تھوڑی دیر میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چل کر پوچھتا ہوں، چنانچہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا اس کے کھانے میں کیا مضائقہ ہے، خدا نے تمہارے ہی لیے بھیجا تھا، اگر کچھ باقی ہو تو میرے لیے لاؤ، لوگوں نے پیش کیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا، اس کو کھاؤ۔[1]

نہایت ملنسار تھے، اس لیے احباب کا ایک حلقہ تھا، حدیبیہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ جا رہے تھے تو راستہ میں دوست احباب ملتے اور مذاق کرتے جاتے تھے،[2] ابو محمد یحییٰ ان کی مجلس کے ایک رکن تھے۔[3]

---

[1] صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۲۵ و ص ۲۲ و فتح الباری [2] مسند ج ۵ ص ۳۰۱ [3] ایضاً ص ۲۹۳۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اسیدؓ بن حضیر

نام ونسب | اسید نام، ابو یحییٰ وابو عتیک کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام ام اسید بنت اسکن تھا،

حضرت اسیدؓ کے والد (حضیر) قبیلہ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت میں اوس وخزرج میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیر ہی کے زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں جو تمام لڑائیوں کا نچوڑ تھی، سپہ سالاری کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا،

اس میں انھوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو ابن نعمان رجیلہ کے سپرد تھی، وہ نہایت تدبر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا، اور اوسی شکست کھا رہے تھے، یہ دیکھکر حضیر خود مقابلہ کو آگے بڑھے، اور عمرو مارا گیا، اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے،

اسلام | اس کے تین سال بعد بیعت عقبہ ہوئی، اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اشاعت اسلام کیلئے مدینہ تشریف لائے، حضرت اسیدؓ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے،

حضرت مصعبؓ نے اسعد بن زرارہ کے مکان میں قیام کیا تھا، اور بنو ظفر کے قبیلہ میں بیٹھ کر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے، بنو ظفر کے مکانات عبدالاشہل سے متصل واقع تھے، ایک روز

Marfat.com
Marfat.com

باغ میں مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ کو خبر ہوگئی، سعدؓ نے اسید سے کہا کہ ان کو جا کر منع کرو، ہمارے محلہ میں آئندہ نہ آئیں، اگر سعد بن زرارہ بیچ میں نہ ہوتے تو میں خود چلتا، ان کے کہنے پر اسید نیزہ اٹھا کر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے کارکنان قضا نے کہا، ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو آتا دیکھ کر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں اور آپ کے پاس آرہے ہیں، ان کو مسلمان بنا کر چھوڑیے گا، اسید نے قریب پہنچکر پوچھا تم ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف کیوں بناتے ہو، اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہاں سے چلے جاؤ، مصعبؓ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا. فرمایا آپ بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج میں آئے کیجیے گا، اسید بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کرکے کلام پاک کی چند آیتیں پڑھیں، جن کو سن کر ان پر خاص اثر طاری ہوا، اور بے اختیار منہ سے نکلا کہ اس دین میں کیونکر داخل ہوسکتا ہوں؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے. پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا، اور نماز پڑھنا، اسیدؓ اٹھے اور نہا کر مسلمان ہوگئے. چلتے وقت کہا میں جاتا ہوں اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کرنا، اور وہاں سے لوٹ کر حضرت سعد بن معاذؓ کو روانہ کیا.

یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے. بیعت عقبہ میں خود شریک ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عبد الاشہل کا نقیب تجویز فرمایا.

غزوات و دیگر حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو جو مہاجر اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کا اسلامی بھائی بنایا.

Marfat.com
Marfat.com

غزوات میں سے بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، احد میں شریک تھے، اور ۷ زخم کھائے تھے، لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ گیا، اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے تھے،

غزوۂ خندق میں لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی مسلمان ۱۰ روز تک محصور رہے، اور مشرکین شبخون کے ارادہ سے راتوں کو گشت لگاتے تھے، اس وقت حضرت اسیدؓ نے ۲۰۰ سو آدمی لے کر خندق کی حفاظت کی[1]،

جب غطفانیوں نے لوٹ مار میں زیادہ سرگرمی دکھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سرداروں (عامر بن طفیل اور زید) کو بلا بھیجا، ان دونوں نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلوں میں حصہ دلوائیے تو اس کی تدبیر کیجا سکتی ہے، اسید بن حضیر کھڑے تھے، نیزہ سے دونوں کے سر کو ٹھونکا دے کر کہا لوٹڑی جا بھاگ، عامر کو یہ الفاظ ناگوار گذرے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا اسیدؓ بن حضیر، سوال کیا حضیر کتائب کے بیٹے؟ کہا ہاں، بولا کہ تمہارے باپ تم سے اچھے تھے، جواب دیا کبھی نہیں، میں تم سے اور اپنے باپ دونوں سے اچھا ہوں، کیونکہ وہ کافر تھے،

اس کے ایک سال بعد اور غزوۂ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا، اس نے چھوٹا سا خنجر کمر میں رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھتا ہوا عبد الاشہل کی مسجد میں پہنچا، آپؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا، یہ دھوکہ دینے آیا ہے، وہ قتل کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا، حضرت اسیدؓ نے اسکی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی اور اس کا خنجر نیچے گر پڑا، وہ سمجھا کہ اب جان کی خیر نہیں، انھوں نے اس کا گریبان مضبوط پکڑ لیا تھا کہ بھاگنے کا قصد نہ کرے[2]،

---

[1] طبقات ص۴۲ حصہ مغازی [2] ایضاً ص ۶۸

Marfat.com
Marfat.com

خیبر میں سلمہ بن اکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا، مگر ان کی تلوار اچٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے، حضرت اسیدؓ اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں جو ایک طرح کی خودکشی ہے، اس لیے ان کے اعمال رائیگاں گئے، سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ارشاد ہوا کہ کہنے والوں نے غلط کہا، ان کو دوہرا ثواب ہے[1]،

فتح مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے جن کا دستہ تمام لشکر کے پیچھے تھا، اس میں حضرت اسید کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان تھے[2]،

غزوہ حنین میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا[3]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیعت سقیفہ میں نمایاں حصہ لیا، قبیلہ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لیے تفوق حاصل کر لیں گے، اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے، میرے خیال میں ابوبکرؓ سے بیعت کر لینا بہتر ہے، اور مشورہ دے کر سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لیں، اوس کی آمادگی کے بعد حضرت سعد بن عبادہؓ کی قوت ٹوٹ گئی[4]،

فتح بیت المقدس میں کہ ۱۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے،

---

[1] صحیح مسلم ص ۹۰ ج ۲ [2] طبقات ص ۳۸ حصہ مغازی [3] طبقات ص ۱۰۰

[4] تاریخ طبری ص ۱۸۴۳ ج ۶،

Marfat.com
Marfat.com

وفات | سنہ۲۳ھ میں انتقال کیا، حضرت عمرؓ نے خود ان کے مکان سے جنازہ اٹھایا اور بقیع میں لاکر نماز پڑھائی اور وہیں دفن کیا۔

قرض | حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں، آسان صورت یہی تھی، کہ جائداد فروخت کرکے قرض ادا کردیا جاتا، لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، چار ہزار درہم قرض تھا، قرض خواہوں کو بلاکر ۱۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا، اس طرح ۴ برس میں پھل فروخت کرکے ان کا کل قرض ادا کردیا، اور جائداد سالم بچ گئی، فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔

اہل وعیال | بیوی نے عہد نبوی میں انتقال کیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے کہ ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسید ابن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی، انھوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپ کی مغفرت کرے، آپ ایک جلیل القدر صحابی ہوکر ایک عورت کے لیے روتے ہیں، انھوں نے کپڑا ہٹالیا، اور کہا آپ سچ کہتی ہیں، ہم کو صرف سعد بن معاذؓ پر رونا چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو سنتے رہے[1]

لڑکا غالباً ایک ہی تھا، اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری باب نزول السکینہ والملئکۃ عند قرأۃ القرآن میں ان کا تذکرہ آیا ہے[2]

فضل وکمال | دوسرے اکابر صحابہ کی طرح قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت میں ان کا حصہ بھی ہے انھوں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ

---

[1] مسند ج ۲ ص ۳۵۲، [2] بخاری ج ۲ ص ۷۵۰

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انس بن مالک، حضرت ابو سعید انصاری، حضرت کعب بن مالک جیسے جلیل المنزلت صحابہ ان کے راوی حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں،

اخلاق و عادات تزکیۂ باطن نے تمام جذبات اٹھا دیئے تھے، ایک رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا، وہ بدکا، انھوں نے پڑھنا بند کر دیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پھر بدکا، ان کو ڈر لگا کہ بچہ پاس لیٹا ہوا ہے کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو آسمان پر ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہو چکی تھی، اس لیے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا، صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے[1]

ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو سخت اندھیرا تھا، چھڑی ہاتھ میں تھی، ایک صحابی اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، راستہ میں الگ الگ ہو گئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی[2]

اس واقعہ کو لوگوں نے کرامات صحابہ میں داخل کیا ہے،

نہایت صاف گو تھے اور اس لیے سینہ کینہ سے پاک تھا جو بات ہو کہہ دیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اسی خصلت کی وجہ سے ان کو تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے،

حدیث معراج روایت کرنے میں حضرت سعد بن معاذؓ کے بعد قبیلہ اوس میں

[1] بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴۴ و صفحہ ۵۴۵،

Marfat.com
Marfat.com

تمام تران کا تابع فرمان تھا۔ ان کے اثر و اقتدار کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں پیشتر سے تمام انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کر رہے تھے، ان کی ایک جنبش لب نے انصار کی تمام سوچی سمجھی ہوئی اسکیم درہم برہم کر دی،

انہی عظیم الشان خدمات کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نعم الرجل اسیدؓ بن حضیر، حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ ترین افراد میں داخل تھے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو دجانہؓ

نام ونسب | سماک نام، ابو دجانہ کنیت، قبیلۂ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن عم ہیں. سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماک بن خرشہ بن لوذان بن عبد ود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے ان کی برادری قائم کی، تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لیکر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے، ابو دجانہ بولے میں ادا کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تلوار عنایت فرمائی بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا اسکا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا[1]

حضرت ابو دجانہ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان آکر کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے، لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں[2]

معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، اور بہت سے کافر قتل کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے، لیکن میدان سے نہ ہٹے[3]

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۶، [2] اصابہ ج ۴ ص ۵۰ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۰

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس جانبازی سے نہایت خوش ہوئے، مکان تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے فرمایا میری تلوار دھو ڈالو، حضرت علیؓ نے بھی آکر یہی خواہش کی اور کہا کہ آج میں خوب لڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابو دجانہ بھی خوب لڑے، (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۲)

غزوۂ بنو نضیر کا کل مال اور اسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا تاہم آپ نے چند مہاجرین اور انصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا، ابو دجانہؓ کو بھی زمین دی تھی جو انہی کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی[1]

غرض تمام معرکوں میں ان کی شرکت نمایاں تھی مصنف استیعاب لکھتے ہیں[2]

لہ مقامات محمودۃ فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	غزوات نبوی میں ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی، مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا، وہ اپنے باغ کے اندر سے لڑ رہا تھا، مسلمان گھسنا چاہتے تھے، لیکن دیوار حائل تھی، ابو دجانہؓ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، اس کے بعد کہا، مسلمانو! مجھ کو ادھر پھینک دو! اس ترکیب سے اگرچہ دیوار پھاند گئے، لیکن پاؤں ٹوٹ گیا، تاہم مشرکین سے دروازہ روکے کھڑے رہے، اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے اپنی جگہ سے نہ ہلے[3]

شہادت مسلمان اندر پہنچ کر جوش و خروش سے لڑنے لگے، گو ابو دجانہ کا پاؤں ٹوٹ چکا تھا، تاہم وہ مسیلمہ کو مارنے کے لیے بڑھے اور آخر خود بھی شہید ہو گئے[4]

[1] طبقات ابن سعد حصہ قاری ص ۲ [2] اصابہ ج ۲ ص ۲۶۲ [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۲ [4] ایضاً ص ۲۶۳

Marfat.com
Marfat.com

فضل وکمال | اگرچہ حضرت ابو دجانہؓ سے حدیثیں منقول نہیں، تاہم ان کی نسبت صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں، وھو من فضلاء الصحابۃ واکابرھم، یعنی وہ فضلاء صحابہ میں تھے اور بڑے رتبہ کے شخص تھے۔[1]

اخلاق وعادات | جوش ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی میں ہو چکا ہے،

حسب دستور جنگ احد میں ظاہر ہوتی ہے، اس وقت تمام مجمع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گیا، اور صرف چند آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، ان میں دو آدمی آپؐ کے سپر بنے ہوئے تھے، مصعبؓ بن عمیر اور ابو دجانہؓ، اول الذکر جان بحق ہوئے، اور ابو دجانہؓ نے کاری زخم کی کر فدائیت کا ثبوت دیا،

شجاعت کا اندازہ بھی انہی واقعات سے کرنا چاہیے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں، کان بمنۃ من ابطال المسلمین، یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بہادروں میں تھا، اسد الغابہ میں ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سر پر سرخ پٹی باندھتے اور ناز و تبختر سے چلتے تھے،[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۵۰ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۰۰ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۶

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو

نام ونسب | کعب نام، ابوالیسر کنیت، بنوسلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عمرو ابن عباد بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج، ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مری تھا، اور بنوسلمہ سے تھیں،

اسلام | عقبہ ثانیہ میں بیعت کی،

غزوات | تمام غزوات میں شریک رہے، غزوۂ بدر میں نہایت جوش سے لڑے، مشرکین کا علم ابوعزیز بن عمیر کے ہاتھ میں تھا، انھوں نے بڑھ کر چھین لیا، ایک مشرک سنہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا، اور حضرت عباسؓ کو اسیر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے، آپؐ نے ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباسؓ کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کو گرفتار کرنے میں ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی، اس وقت ان کا سن کل ۲۰ سال کا تھا،

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے،

معرکۂ خیبر میں جبکہ صحابہ قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، ایک رات کسی یہود کی بکری قلعہ میں جا رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ کو اس کا گوشت کون کھلائے گا، ابوالیسر نے کہا میں، اور اٹھ کر نہایت تیز دوڑتے ہوئے پہنچے، بہت بکریاں بھی اندر جا رہی تھیں، انھوں نے دو بکریاں پکڑ لیں، اور بغل میں دبا کر لے آئے، لوگوں نے

Marfat.com
Marfat.com

ان کو ذبح کرکے گوشت پکایا[1]،

صفین اور دوسری لڑائیوں میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے،

وفات | ۵۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا، اصحاب بدر میں یہ سب کے بعد میں فوت ہوئے،

خیبر والی حدیث بیان کرکے رویا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اٹھالو، صحابہ میں صرف میں باقی رہ گیا ہوں[2]، وفات کے وقت سن ستر سے اوپر تھا، بعض لوگوں نے ۱۲ سال لکھا ہے، لیکن یہ بدایتہً غلط ہے،

اولاد | ایک لڑکا یادگار چھوڑا جس کا نام عمار تھا،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، پیٹ بڑا،

فضل وکمال | حدیث کم اور نہایت احتیاط سے روایت کرتے تھے، ایک مرتبہ عبادہ بن ولید سے دو حدیثیں بیان کیں، اور حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھ کر کہتے تھے، کہ ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا، اور ان کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے سنا[3]،

تلامذہ میں عبادہ بن ولید، موسیٰ بن طلحہ، عمر بن حکم بن رافع، حنظلہ بن قیس زرقی، یحییٰ مولا ابوایوب انصاریؓ، اور ربعی بن حراش کا نام داخل ہے،

اخلاق وعادات | نہایت رحیم اور نرم دل تھے، بنو حرام کے ایک شخص پر قرض آتا تھا، اس کے مکان پر جاکر آواز دی، معلوم ہوا موجود نہیں، اتنے میں اس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا، انھوں نے پوچھا تمھارے باپ کہاں ہیں، بولا اماں کی چارپائی کے نیچے چھپے ہیں، انھوں نے پکارا کہ اب نکل آؤ، تم جہاں پر ہو مجھے معلوم ہے، وہ باہر آیا، اور اپنی فقر کی داستان سنائی، ابوالیسر کا دل بھر آیا، اور کاغذ منگا کر تمام حروف قلمزد کیے اور کہا کہ اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ میں

[1] مسند ج ۵ ص ۳۲۴، [2] ایضاً ص ۳۲۲، [3] صحیح مسلم ص ۱۰۲ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

معاف کرتا ہوں[1]،

غلاموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے، ایک مرتبہ عبادہ بن ولید ان سے حدیث سننے کے لیے آئے، دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابوں کا ایک پشتارہ ہے، خود ایک چادر اور ایک معافر کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں، غلام کا بھی یہی لباس ہے، عبادہؓ نے کہا، عم محترم بہتر ہو کہ ایک جوڑا پورا کر لیجئے، یا تو آپ ان کی معافری لیجئے اور اپنی چادر ان کو دیدیجئے اور یا اپنی معافری دیدیجئے اور ان سے چادر لیجئے، حضرت ابوالیسرؓ نے یہ سن کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور دعا دی، اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ، اور جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ[2]،

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵۰ [2] ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابولبابہؓ

نام ونسب رفاعہ نام، ابولبابہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ ابن عبدالمنذر بن بحیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام عقبۂ ثانیہ میں اسلام لائے، اور نقیب بنائے گئے،

غزوات اکثر غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر میں خاص امتیاز حاصل ہوا، ہر اونٹ پر ۳، ۳ آدمی سوار تھے، ابولبابہؓ جس اونٹ پر تھے وہ شہنشاہ زماں کا مرکب ہمایوں تھا، جناب امیر علیہ السلام بھی اسی پر تھے، وہ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آتی، دونوں جاں نثار عرض کرتے کہ آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے پر قادر نہیں، اور نہ میں تم میں سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں[1]

مدینہ سے دو دن کی مسافت پر روحا ایک مقام ہے، وہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہؓ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرکے واپس کر دیا اور غنیمت میں جس طرح مجاہدین کا حصہ لگایا تھا، ان کا بھی لگایا،[2]

غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق میں بھی وہی مدینہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے،

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۳ [2] ایضاً ص ۳۰ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قریظہ کا جو یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے، محاصرہ کیا۔ یہ لوگ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، اس بنا پر انھوں نے ابولبابہ کو مشورہ کے لیے بلایا۔ یہ وہاں پہنچے تو یہود نے بڑی تعظیم کی اور ان کے سامنے اصل مسئلہ پیش کیا۔ یہودیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے۔ یہ عجیب دردناک سماں تھا، اس کو دیکھ کر دل بھر آیا، اور کہا کہ میرے خیال میں تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان لینا چاہیے، اور گلے کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت میں قتل کیے جاؤ گے کرنے کو تو اشارہ کر گئے۔ لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسولؐ کی خیانت ہوئی، تو پیروں کے نیچے کی زمین نکل گئی، وہاں سے اٹھ کر مسجد نبوی آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون میں باندھا، کہ جب تک خدا توبہ نہ قبول کرے، اسی طرح بندھا رہوں گا،

زیادہ عرصہ گذرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت کیا، قصہ معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا، اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں خود استغفار کرتا، غرض ۷، ۸ روز اسی طرح گذرے، نماز اور حوائج ضروریہ کے لیے زنجیر کھول لیتے تھے، اس سے فراغت کے بعد ان کی لڑکی پھر باندھ دیتی، کھانا پینا بالکل ترک تھا، کانوں سے بہرے ہو گئے، آنکھیں بھی معرض خطر میں پڑ گئیں، اور ناطاقتی سے بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے، اس وقت رحمت الٰہی کے نزول کا وقت آیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے کہ طلوع فجر سے پیشتر آیت توبہ اتری، آپ فرط مسرت سے مسکرا رہے تھے، حضرت ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنساتا رہے بات کیا ہے؟ فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی، اتنا کہنا تھا

Marfat.com
Marfat.com

کہ یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوگئی۔ لوگ ابولبابہؓ کو کھولنے آئے، انھوں نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آکر کھولیں گے اس وقت یہاں سے ہٹوں گا، چنانچہ نماز صبح کے لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے حضرت ابولبابہؓ کو کھولا،

ابولبابہؓ پر مسرت کا یہ عالم طاری تھا کہ درخواست کی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس رہوں گا، اور اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو[1]

توبہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا	مسلمانو! تم اللہ رسول اور اپنی امانتوں
اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ	میں خیانت نہ کرو، حالانکہ تم اس کو جانتے
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا	ہو، اور خوب سمجھ لو کہ تمہارا مال اور
أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ	اولاد آزمائش ہیں، اور خدا کے پاس
اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ يَا أَيُّهَا	بڑا اجر ہے، مسلمانو! تم اگر خدا سے
الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ	ڈروگے تو تم کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا، اور تمہاری
لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ	برائیاں دور کرنے کا، اور خدا بڑا فضل
وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	کرنے والا ہے۔

۹ھ میں مکہ فتح ہوا، اس غزوہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا، غزوۂ تبوک میں شریک تھے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے

[1] کتب رجال و سیر میں ثلث مال کی تصریح ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون میں باندھا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوۂ تبوک میں جو مسلمان بلا عذر رہ گئے تھے، وہ صرف ۳ تھے، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ، کعب بن مالکؓ، چنانچہ قرآن مجید میں بھی تین ہی کا لفظ موجود ہے، وعلی الثلثۃ الذین خلّفوا،

وفات | سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، لیکن اس قدر مسلم ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے عہد مبارک میں وفات پائی،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، سائب اور عبدالرحمٰن،

فضل وکمال | حضرت ابو لبابہؓ جلیل القدر صحابی تھے، برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف رہے تھے، اس اثناء میں بہت حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا ہوگا، لیکن ان کی مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے،

راویان حدیث کے زمرہ میں بعض اکابر صحابہ داخل ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمرؓ تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی مسند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن میں مخصوص لوگوں کے نام یہ ہیں:

عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، ابوبکر بن عمرو بن حزم، سعید بن مسیب، سلمان اغر، عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبیداللہ بن ابی یزید، نافع مولی ابن عمر، سائب، عبدالرحمٰن،

اخلاق | معمولی معمولی باتوں میں بھی حدیث نبوی پر عمل کا لحاظ رکھتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سانپ مارنے کی حدیث سنی تھی، اس کی بنا پر جہاں سانپ دیکھتے، مار ڈالتے تھے، لیکن گھر میں نکلنے والے سانپ

Marfat.com
Marfat.com

اس سے مستثنیٰ تھے، ابولبابہؓ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا، ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو، میں اسی طرف سے مسجد جاؤں گا، ابن عمرؓ اٹھے، ادھر سے وہ بھی کھول رہے تھے، پٹ کھلا تو ایک سانپ نظر آیا، عبداللہؓ نے دوڑ کر مارنا چاہا، انھوں نے روکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے سانپوں کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے[1]

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۴۵۲ و ۴۵۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان

نام ونسب | مالک نام، ابوالہیثم کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاشہل بن حارث بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس،

زعوراء، عبدالاشہل کا بھائی تھا، اس بنا پر ابوالہیثم اسید بن حضیر کے ابن عم ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبدالاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا، دراصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے، ابن سعد کی یہی رائے ہے، لیکن کثرت رائے پہلی روایت کی جانب ہے،

اسلام | وہ جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے، ابن سعد میں ہے،

وکان اسعد بن زرارۃ وابو الھیثم بن التیھان متکلمان بالتوحید بیثرب

یعنی مدینہ میں اسعد بن زرارہؓ اور ابوالہیثم بن تیہان، توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے،[1]

اسعد بن زرارہؓ ۶ آدمیوں کے ساتھ جب مکہ سے مسلمان ہوکر آئے تو ابوالہیثم سے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا، اور اسلام کی تعلیم پیش کی، ابوالہیثم پہلے ہی دین الفطرت کے متلاشی تھے، فوراً اس صدا کو لبیک کہا،

اس کے ایک سال بعد ۱۲ آدمیوں کا جو وفد مکہ گیا، ابوالہیثم اس میں شامل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مقدس پر بیعت کی، دوسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ

---

[1] طبقات ج ۱ قسم ۱ ص ۱۲۶، [2] ایضاً

Marfat.com
Marfat.com

گئے، اور بیعت حرب میں شریک ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اس میں سب سے پہلے بیعت کے لیے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابوالہیثم تھے، بنو عبدالاشہل کا یہی بیان ہے، اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل ہے،

اس بارہ میں بیانات مختلف ہیں، بنو نجار اسعدؓ بن زرارہ کے تاج عظمت پر سبقت کا طرہ لگاتے ہیں، بنو سلمہ کعبؓ بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء ابن معرور کا نام لیتے ہیں[1]،

بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا، بنو عبدالاشہل میں اسید بن حضیر اور ابوالہیثم اس منصب کے لیے پیش کیے گئے

غزوات | عثمان بن مظعون سے کم پایہ کے مہاجر تھے، انہوں نے ہجرت قائم ہوا، غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے،

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت ۲۳ھ میں وفات پائی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے عہد خلافت تک زندہ تھے، اور صفین میں ان کی طرف سے لڑکر شہید ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں، واقدی نے صاف تصریح کی ہے کہ صفین میں ان کی شرکت کی خبر بے بنیاد ہے، اس کے علاوہ ۳۷ھ میں فوت ہونے پر زہری، صالح بن کیسان اور عاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روایتیں موجود ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

فضل وکمال | حدیث کی بعض کتابوں میں چند روایتیں مذکور ہیں لیکن ان کی صحت پر مشکل سے یقین کیا جا سکتا ہے، امام ابن عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] اصابہ، ج ۲، ص ۲۵۰۔

Marfat.com
Marfat.com

والروایات عن ابی الھیثم کلھا — یعنی ابوالہیثم سے جتنی روایتیں ہیں سب مشکوک
فیھا نظر، ولیست تاتی من جھۃ — ہیں، ایک بھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی اور
یثبت وذلک لتقدم موتہ[1] — اسکا سبب یہ ہے کہ وہ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے،

اخلاق | حسب رسولؐ پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے،

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول باہر تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ بھی پہنچے، پوچھا ابوبکرؓ اس وقت کیسے آئے، عرض کی حضور کی زیارت کو، تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ بھی آگئے، ان سے بھی یہی سوال ہوا، انھوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھوک یہاں لائی، ارشاد ہوا میں بھی بھوکا ہوں، تینوں بزرگ ابوالہیثمؓ کے یہاں چلے، ابوالہیثمؓ کے پاس کھجور کے باغات اور بکریوں کے ریوڑ تھے، لیکن کوئی نوکر نہ تھا، اور تمام کام خود انجام دیتے تھے، اس وقت وہ گھر میں موجود نہ تھے، مکان پہنچ کر آواز دی، ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہیں، تھوڑی دیر میں مشک لئے ہوئے آتے دکھائی دیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مشک رکھ دی، اور آپ سے لپٹ کر نہایت ذوق وشوق سے کہنے لگے، میرے ماں باپ آپ پر فدا، اس کے بعد اپنے باغ میں لے گئے، بیٹھنے کے لیے کوئی چیز بچھا دی اور خود چھوہاروں کی ایک شاخ کاٹ لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچے چھوہارے لائے ہوتے، عرض کی، اس میں کچے، گدر ہر قسم کے ہیں، جو مرغوب خاطر ہوں، آپ اس کو نوش فرمائیں، چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا، پانی نہایت صاف اور شیریں تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد فرمایا، دیکھو کتنی نعمتیں ہیں، سیاہ، عمدہ چھوہارے، ٹھنڈا پانی، خدا کی قسم ان کا قیامت کے دن سوال ہوگا، ابوالہیثم اپنے معزز مہمانوں کو باغ میں چھوڑ کر مکان آئے اور کھانے کا سامان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دودھ

۱۵ اصابہ ۲۶۰ ص ۲۰

Marfat.com
Marfat.com

دینے والی بکری ذبح نہ کرنا، انھوں نے ایک بچہ ذبح کرایا، اور اس کو بریاں کر کے حضور کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد پوچھا تمھارے پاس کوئی نوکر ہے، عرض کیا نہیں، فرمایا جب میرے پاس قیدی آئیں تو آنا، اسی اثنا میں دو قیدی آئے، ابوالہیثم سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کر لو، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا، آپ نے ایک کو اس بنا پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا برتاؤ کرنا، غلام کو لے کر گھر آئے، اور بیوی سے یہ قول نقل کیا،

بیوی بھی نہایت سمجھدار ملی تھیں، بولیں فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے، تو ان کو آزاد کر دو، انھوں نے ایسا ہی کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے، اور میاں بیوی دونوں کی مدح فرمائی[1]۔

---

[1] جامع ترمذی ص ۳۹۱۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اسعدؓ بن زرارہ

نام ونسب اسعد نام، ابوامامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج سے تھے، اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے، نسب نامہ یہ ہے، اسعدؓ بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرہ عرب پورا خطہ کفر وظلمت کا نشیمن تھا، تاہم چند نفوس اپنی فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہو گئے تھے، حضرت اسعدؓ بن زرارہؓ بھی انہی لوگوں میں تھے[1]،

اسلام اسی زمانہ میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعد بن زرارہؓ اور ذکوان بن عبد قیس نے جو عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے، انھیں سن کر ذکوان نے اسعد سے کہا دونک ھذا دینک یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے، اب اس کو اختیار کر لو، چنانچہ حضرت اسعدؓ اٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا[2]،

مکہ سے ایمان واسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے، وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا، چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی، سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابوالہیثم بولے کہ تمھارے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں[3]،

---

[1] طبقات ص۱۴۶ ج ۱ قسم ۱، [2] اسد الغابہ ص۱۰ ج ۱، [3] طبقات ابن سعد ص۱۴۶ ج ۱ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

اس بنا پر انصار میں جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقبہ اولیٰ میں ۶ آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے بہرحال عقبۂ اولیٰ کے دوسرے سال ۱۲ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبہ کبیرہ کی بیعت میں شرکت کی، کہتے ہیں کہ اسعدؓ بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعدؓ نقیبوں میں سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے،

لیکن اس صغرسنی کے باوجود جوش ایمان شباب پر تھا، حرہ بنی بیاضہ میں جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہیں، باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس آدمیوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا،

حضرت کعب بن مالکؓ جو اصحاب عقبہ میں تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعدؓ کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے، کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھوں سے پڑی تھی، سچ ہے من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ،

اسی زمانہ میں انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لیے ایک شخص بھیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا، تو اسعدؓ بن زرارہ نے ان کو اپنے گھر میں مہمان اتارا،

ہجرت نبوی کے بعد اگرچہ وحی اسلام کا مامن حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اسعدؓ بن زرارہ کی مہمان تھی،

مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جو جگہ تجویز ہوئی تھی، وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی

---

۱ اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۰، ۲ اصابہ ج ۱ ص ۳۲، ۳ طبقات ج ۳ ق ۱ ص ۱۰۳، ۴ طبقات ج ۱ قسم ۱ ص ۱۶۰

Marfat.com
Marfat.com

ملک تھی، جو اسعدؓ بن زرارہ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اس کی قیمت چاہتے ہیں، لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا اس لیے حضرت ابوبکرؓ سے اس کے دام دلوائے،

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعدؓ بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا، اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا[2]،

وفات ابھی مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی، کہ شوال ۱ھ میں پیغام اجل آیا، حلق میں ایک درد اٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے، اور دست مبارک سے سر کو داغا، لیکن یہ درد پیغام اجل تھا، اس لیے روح جسم سے پرواز کر گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہوں؟ یہ کیسی بری موت ہوئی، اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا، حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں، یہ واقعہ غزوہ بدر سے قبل کا ہے

جنازہ کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی، اور بقیع میں لے جا کر دفن کیا، کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی نماز جنازہ انہی کی پڑھی تھی، اور انصار کے خیال کے مطابق بقیع میں سب سے پیشتر دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے[3]،

چونکہ اسعدؓ بنو نجار کے نقیب تھے، اس لیے ان کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور درخواست کی کہ ان کی

---

[1] صحیح بخاری ص۵۵۵ ج ۱، [2] زرقانی ص۲۲۰ ج ۱، [3] مسند ابن حنبل ص۱۳۲ ج ۳ و اسد الغابہ ص۱۲۶ ج

Marfat.com
Marfat.com

جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمایا جائے، ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو، اس لیے میں خود تمہارا نقیب ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نقیب بننا بنو نجار کے لیے ایسا ناز والا شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے۔[1]

اولاد حضرت اسعدؓ کے دو لڑکیاں چھوڑیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق وصیت کی، چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پروئے ہوئے تھے پہنائیں۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۳ [illegible] ج ۱ ص ۳۳۰

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو قیس صرمہؓ

نام ونسب | صرمہ نام، ابو قیس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، صرمہ بن ابی انس قیس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،

اسلام سے پہلے حضرت صرمہؓ میں چند ایسی باتیں تھیں جنھوں نے ان کو پوری قوم میں معزز بنا دیا تھا، دنیا ترک کی، راہب بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی چھوڑی اور جنابت سے غسل کیا، ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا، لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہنچایا، اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے، اسلام سے قبل ایک عبادتگاہ بھی بنائی اور فرماتے تھے، اعبد رب ابراھیم! میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں[1]،

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی[2]، حضرت صرمہؓ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور طائفہ عورت ہو نہیں جاتے تھے[3]،

اسلام | عالم پیری تھا، کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، انھوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا، اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے، اس بہجت وانبساط کے موقع پر انھوں نے جو کچھ اشعار کہے تھے وہ درج ذیل ہیں،

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۴۲، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵، [3] ایضاً، [4] اصابہ ج ۳ ص ۲۴۲،

Marfat.com
Marfat.com

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ　　یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
ویعرض فی اھل المواسم نفسہ　　فلم یلق من یومن ولم یر داعیا
فلما اتانا واطمانت بہ النوی　　واصبح مسرورا بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی عداوۃ واحد　　قریبا ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا　　وانفسنا عند الوغی والتآسیا
اقول اذا صلیت فی کل بیعۃ　　خلیلیّ لا تظھر علی الاعادیا[1]

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا،

وفات ۱۲۰ سال کے سن میں وفات پائی، ان کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

بدا لی انی عشت تسعین حجۃ　　وعشرا اولا مما بعدھا ثمانیا[2]
فلما الفتھا لما صفت وعدتھا　　بحسبھا فی الدھر الا لیالیا

فضل وکمال حضرت صرمہؓ جاہلیت کے سعدی تھے، ان کا موضوع اخلاق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

لہ اشعار کثیرۃ حسان فیھا حکما[3]　　ان کے اکثر اشعار حکمت ونصیحت سے لبریز ہیں،

چند شعر یہ ہیں:

سبحوا اللہ شرف کل صباح　　طلعت شمسہ وکل ھلال
عالم السر والبیان لدینا　　لیس ما قال ربنا بضلال
یا بنی الارحام لا تقطعوھا　　وصلوھا قصیرۃ من طوال
واتقوا اللہ فی ضعاف الیتامیٰ　　ربما یستحل غیر الحلال

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۸، [2] الاصابہ ج ۳ ص ۲۴۲، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۸،

Marfat.com
Marfat.com

واعلموا ان لليتيم وليا ... عالما يهتدي بغير السوال

ثم مال اليتيم لا تاكلوه ... ان مال اليتيم يرعاه وال

يا بني النحوم لا تخذلوها ... ان خذل النحوم جوع وعقال

يا بني الايادي لا تامنوها ... واحذروا مكرها مكر الليال

واجمعوا امركم على البر والتقوى وترك الخنا واخذ الحلال[1]

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے[2]

اخلاق | گذشتہ واقعات میں ترک بت پرستی، اخلاق حسنہ کی طرف سبقت اور رذائل سے اجتناب و تنفر کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس سے حضرت صرمہؓ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی،

ایام جاہلیت میں حق کا قائل ہونا، اور خدا کی تعظیم و تقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی، وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے، اور عظمت کے ساتھ کرتے تھے، محمد بن اسحٰق صاحب سیرت کو چند اشعار ملے تھے[3] جن کو ہم بھی اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

يقول ابو قيس واصبح ناصحا ... الا ايها الساطعة من صاني فاعلوا

اوصيكم بالله والبر والتقى ... واعراضكم والبر بالله اول

وان قومكم سادوا فلا تحسدنهم ... وان كنتم اهل الرياسة فاعدلوا

وان نزلت احدى الدواهي بقومكم ... فانفسكم دون العشيرة فاجعلوا

وان بيات عزم قاتم فارفقوا به ... وباحمالكم في الملمات فاحملوا

وان انتم املقتم فتعففوا ... وان كان فضل الخير فيكم فافضلوا

[1] استیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۳ [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۱۵ [3] ایضاً صفحہ ۲۵

Marfat.com
Marfat.com

قبول اسلام کے بعد ضعف پیری کے باوجود روزہ رکھتے اور دن بھر کھیت میں کام کرتے تھے، ایک روز شام کو مکان آئے، اور افطار کے لیے کھانا مانگا، اس کے آنے میں کچھ دیر ہوئی، یہ محنت سے چور تھے، آنکھ لگ گئی، ابتدائے اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سوجائے تو تمام رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھے، بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خیبتک، تم پر افسوس ہے، صبح اٹھے تو سخت نڈھال تھے، دن چڑھے غش آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پوچھا اداس کیسے ہو؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا،

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ[1]، یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے، اس سہولت کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہوگئے،

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۶ و ۲۵۷ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو حمیدؓ ساعدی

نام ونسب عبدالرحمٰن نام، ابو حمید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ ساعدہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج ابن ساعدہ، والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں، ان کا پورا نام یہ ہے، امامہ بنت ثعلبہ بن جل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج،

اسلام (غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات احد اور ما بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، وادی القریٰ اور تبوک کی شرکت، خود ان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے[1]،

وفات امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یا یزید کے ابتدائی دور حکومت میں وفات پائی،

اولاد ایک لڑکا چھوڑا، منذر نام تھا،

فضل وکمال ان کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عروہؒ ابن زبیر، عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء، خارجہ بن زید بن ثابت، عبدالملک بن سعید بن سوید، عمرو بن سلیم زرقی، اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے) عبدالرحمٰن بن سعید جیسے اکابر ان سے حدیث روایت کرتے ہیں،

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا،

---

[1] مسند ص ۴۲۴ ج ۵۔

Marfat.com
Marfat.com

سمع اذنی وابصر عینی وسلوا زید بن ثابت[1]، اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا، اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو،

اس کا سبب جیسا کہ ابو حمیدؓ کی حدیث سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے،[2]

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
قال اذا سمعتم الحدیث عنی	فرمایا جب تم کو کسی سے میری کوئی
تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم	حدیث سنو تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل
وابشارکم وترون انہ	کیا گواہی دیتا ہے، اگر دل بول
منکم قریب فانا اولاکم	اٹھے، نفس نرم ہو جائے، اور
بہ واذا سمعتم الحدیث	عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں
عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ	کچھ شک نہیں، اور اگر دل کراہیت
اشعارکم وابشارکم وترون	کرے، طبیعت متنفر ہو اور بعید از
انہ منکم بعید فانا	قیاس معلوم ہو تو وہ میرا قول
ابعدکم منہ	ہرگز نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث درحقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے، شارع علیہ السلام کا ہر ہر لفظ احکام، اسرار شریعت، مصالح عامہ، تزکیۂ باطن، اور اثر و تاثیر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے، اس بنا پر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، صحابہ میں فن درایت اسی کی بدولت پیدا ہوا تھا،

---

[1] مسند ص ۴۲۲ ج ۵ [2] ایضاً

Marfat.com
Marfat.com

اخلاق | ان کے تمام اوصاف میں خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نمایاں ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا، پیالہ میں لے کر آئے، لیکن کھلا لائے تھے، ارشاد ہوا اس کو ڈھانپ کے لاتے، خواہ لکڑی ہی رکھ کر۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی، ایک مرتبہ صحابہؓ کے مجمع میں (جن کی تعداد مسند میں ۱۰ ہے، اور ابو قتادہؓ کے بھی وہاں موجود ہونے کا تذکرہ ہے) انھوں نے کہا انا احفظکم بصلوۃ رسول اللہ، یعنی مجھے رسول اللہ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔[2]

---

[1] مسند ج ۵، ص ۲۵۴ [2] ایضاً و بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اجیرمؓ

نام ونسب عمرو نام، اجیرم لقب، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل، والدہ کا نام لیلیٰ بنت یمان تھا، اور حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی کی ہمشیر تھیں،

اسلام ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے، ان کے قبیلے کے تمام زن ومرد حضرت سعد بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہوگئے تھے، لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے،

لیکن غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کی تیاریاں کیں، تو ان کے دل میں یکایک حق وصداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابوداؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا، اور قرضداروں کے ذمہ روپیہ بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کرکے مسلمان ہونا چاہتے تھے، کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی، احد کے موقع پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا، اس بنا پر مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کرلیا،

احد کی روانگی کے وقت تمام صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جن میں اجیرم کے خاندان عبدالاشہل کے لوگ بھی تھے، اجیرم اپنے محلہ میں طرف سناٹا دیکھ کر گھر آئے، پوچھا میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا، احد،

گو اس وقت تک انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، تاہم زرہ اور خود پہنی، اور

Marfat.com
Marfat.com

گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہو گئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر پوچھا، لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا، دونوں کام کرو، پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو، عرض کی یا رسول اللہ! میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی، ایسی صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لیے یہ بہتر ہوگا؟ فرمایا ہاں، چنانچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے،

احد کی شرکت اور شہادت اور تلوار لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے، مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا، ان کو دیکھ کر کہا "تم یہاں سے واپس جاؤ"، جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں،

لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا، اور کفار کی صف میں گھسکر بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، قبیلہ عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اصیرمؓ بھی مردوں میں پڑے ہوئے ہیں، ابھی تک کچھ کچھ سانس آ رہی تھی، پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت یہاں کھینچ لائی؟ بولے نہیں، میں مسلمان ہو کر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا،

میدان سے اٹھا کر گھر لائے گئے، تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہو گئی، قبیلہ اشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے، اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا، ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا،

عَمِلَ قَلِيلًا وَاُجِرَ كَثِيرًا — اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا،

بعض روایتوں میں ہے کہ

انه لمن اهل الجنة — وہ یقیناً جنتی ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا، اس لیے لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابو ہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہ پڑھی ہو، اور سیدھا جنت میں داخل ہو گیا ہو، جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اجیرمؓ عبد الاشہل،[1]

---

[1] دیکھو صحیح بخاری و کتب رجال، یہ واقعہ ابو داؤد، مسلم، النسائی، حاکم سب میں منقول ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوزید عمرو بن اخطبؓ

نام ونسب عمرو نام، ابوزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود، ابن یسیر بن عبداللہ بن صیف بن لیمر بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء، اگرچہ عدی ابن ثعلبہ کی اولاد تھے، مگر اس کے برادر خزرج کی نسل سے مشہور ہوئے، اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[1]،

کثیرا ما تفعل العرب ھذا — عرب میں بسا اوقات چچا کے مشہور ہونیکی وجہ

تنسب ولد الاخ الی عمھم لشھرتہ — سے بھتیجا بھی اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا ہے،

بعض لوگوں نے ان کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات ۱۳ غزوات میں شرکت کی[2]،

وفات عہد نبوت کے بعد بصرہ میں مقیم رہے اور یہیں ۱۲۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، بشیر اور عزرہ بن ثابت محدث کی والدہ،

حلیہ حلیہ یہ تھا، خوبصورت اور میانہ رو[3] تھے، لنگڑا کر چلتے تھے،

فضل وکمال چند حدیثیں روایت کیں، جو صحیح مسلم اور سنن میں موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں، علباء بن احمر لشکری، حسن بن ابی الحسن البصری ابو نہیک ازدی

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵ [2] مسند ص ۳۴۰ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

انس بن سیرین، ابو الخلیل، تمیم بن حویص، سعید بن قطن، ابو قلابہ، عمرو بن بجدان، حسن بن محمد عبد بن تمیم بن یقین

اخلاق حب رسول علانیہ نمایاں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اٹھا کر فرمایا یہاں آؤ اور میری پیٹھ چھوؤ، ہاتھ پیٹھ سے خاتم نبوت پر پھیرا اور فرمایا خدایا اس کو اچھی طرح دیکھا[۱]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا، پیالہ میں بال پڑا تھا، انھوں نے جلدی نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے، سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدایا اس کو صاحبِ جمال کر، جن لوگوں نے ان کو ۹۳-۹۴ سال کے سن میں دیکھا بیان کرتے ہیں کہ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا[۳]، وفات کے وقت جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی، سر کے بال سفید ہو گئے تھے[۴]

---

[۱] مندرج ۵ ص ۳۴۰ [۲] ایضاً ص ۳۴۰ و ۳۴۱ [۳] ایضاً ص ۳۴۱ [۴] ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو عمرہؓ

نام ونسب | بشیر نام، ابو عمرہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجارؓ والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا، قبیلۂ نجار سے تھیں اور حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہمشیرہ تھیں،

اسلام | بیعت عقبہ میں مشرف باسلام ہوئے،

غزوات | بدر، احد اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ نے فی کس ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے مرحمت فرمائے،

معرکہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی[1]

وفات | میدان میں پہونچے تو باایں ہمہ پیرانہ سالی ۳ تیر چلائے، اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، بیوی کا نام معلوم نہیں، مقوم بن عبد المطلب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اُن کی بیٹی تھیں[2]

---

[1] تہذیب ص۱۸۶ ج ۱۲ [2] اصابہ ص۱۳۸،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اوس بن خولیؓ

نام ونسب | اوس نام، ابولیلی کینت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن خولی ابن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث ابن الخزرج،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | شجاع بن وہب اسدی سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا، اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے[1]،

عمرۃ القضا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، چونکہ آپ کو قریش سے فریب کا خوف تھا، اس لئے مرالظہران میں ٹھہرکر، اوس کو دوسو آدمیوں کے ساتھ بطن یاجج کی طرف روانہ کیا، اوس ذی طوی پہونچ کر مقیم ہوئے[2]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، فضل، قثم اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا، صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا متمنی تھا لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کرلئے تھے، انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نانہالی اعزہ ہیں، اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے، وہ

[1] اصابہ ص۵۵ ج۱ [2] ایضاً و طبقات ابن سعد ص۵ ج۲ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

سب کو معلوم ہے، ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے بلانے کے لئے قسم دی، آپ نے فرمایا، ایک شخص جس کو منتخب کرلو اندر آسکتا ہے، سب نے اوس پر اتفاق کیا، اس وقت دروازہ کھلا اور وہ اندر جاکر بیٹھ گئے،

لیکن اس کے بعد اٹھے اور پانی پہونچانے کی خدمت انجام دی، قوی آدمی تھے، ایک ہاتھ سے گھڑا اٹھاکر لاتے تھے[1]

دفن کے وقت اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولیؓ بھی لحد میں اترے[2]،

وفات حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا، یہ ان کے محاصرہ کے قبل کا واقعہ ہے،

فضل و کمال شہواری، کتابت، اور تیراکی خوب جانتے تھے، جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا، اس کو کامل کہتے تھے، صاحب اسد الغابہ ان کے متعلق لکھتے ہیں،

کان من الکملۃ[3] کاملین میں تھے،

---

[1] طبقات ج ۲، ق ۲، ص ۶۱ و ۶۲ و ۶۳، [2] ایضاً ص ۶۷، [3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۴۵

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو عبسؓ بن جبر

نام ونسب عبدالرحمٰن نام، ابوعبس کنیت، قبیلہ اوس کے خاندانِ حارثہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبدالرحمٰن بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، جاہلیت میں عبدالعزیٰ نام تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے، اور ابوبردہؓ کو ہمراہ لیکر بنو حارثہ کے بت توڑے، جیش بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی،

غزوات تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں ۱۸ سال کا سن تھا،

بنو نضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے، اس لئے انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لئے آمادہ ہوئی، حضرت ابوعبسؓ بھی اُن میں شامل تھے،

وفات ۳۴ھ میں انتقال کیا، بیماری میں، حضرت عثمانؓ عیادت کو تشریف لائے، لیکن مرض اور پیری نے جانبر نہ ہونے دیا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع میں لے جاکر دفن کیا، ابوبردہ بن نیار، محمد بن مسلمہ، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن سلامہ بن وقش جیسے اکابر قبر میں اُترے، وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ہفتاد سالہ تھے لیکن

۱؎ اصابہ ص۳۳۶ ج ۴، ۲؎ ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

یہ صحیح نہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ بدر میں ۸۴ برس کا سن تھا، اس لئے سے اُن کی عمر ۹۰ سال قرار پائی ہے، استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے[1]،

اولاد | محمد اور زید دو لڑکے چھوٹے،

حلیہ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی، آپ نے ان کو ایک عصا دیا تھا کہ اس کو لیکر چلنے میں روشنی معلوم ہوگی، ضعیفی میں جب بال سفید ہو گئے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،

فضل و کمال | ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان یکتب بالعربی قبل الاسلام[2] — اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے،

مسلمان ہو کر قرآن و حدیث سیکھی، ۵ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ہم تک پہونچی ہیں، جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں،

---

[1] استیعاب ص۶۹ ج ۲ [2] اسد الغابہ ص۲۸۳ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوزیدؓ

نام ونسب قیس نام، ابوزید کنیت، قاری لقب، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے قیس بن السکن بن قیس بن زعورا بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن بخار، حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے،

غزوات غزوۂ بدر میں شریک ہوئے،

وفات خلافت فاروقی میں جسر ابو عبید کے معرکہ میں شہادت پائی، یہ ۱۵ھ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے،

اولاد کوئی صلبی یادگار نہ تھی، اس لئے حضرت انسؓ کو ترکہ پہونچا[1]،

فضل وکمال معنوی یادگاریں بہت ہیں، اور لاکھوں سے مبتاوز ہیں، حضرت ابوزیدؓ انصار کے اُن چار حفاظ میں ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کرلیا تھا[2]، اس بنا پر آج جس قدر حافظ موجود ہیں ان کا سلسلۂ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے،

---

[1] اصابہ ص۲۵۵ ج ۵ [2] صحیح بخاری ص۷۴۶ ج ۲، کتاب مذکور ص۵۶۸، ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو اسیدؓ ساعدی

نام و نسب | مالک نام، ابو اسید کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن ربیعہ ابن ابدن بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات | تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے[1]، فتح مکہ میں بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا،

وفات | ۶۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا، بدریین میں وہ سب سے اخیر میں فوت ہوئے، اس وقت عمر شریف ۷۸ سال تھی،

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۸

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، حمید، زبیر، منذر، حمزہ، ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت رکھتی تھی،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، بال گھنے، سر اور داڑھی سفید، کبھی خضاب بھی لگاتے تھے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں آنکھ جاتی رہی تھی،

فضل و کمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں اصحاب ذیل داخل ہیں،

حضرت انس بن مالکؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، عباس بن سہل، علی بن عبید، ابو سعید، ابو سلمہ، عبد الملک بن سعید، ابن سوید، ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ، قرہ بن ابی قرہ، یزید بن زیادہ،

Marfat.com
Marfat.com

"ب"

حضرت براء بن مالکؓ

نام ونسب براء نام، حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہیں، ماں کا نام سمحاء تھا، بعض لوگوں نے ان کو حضرت انسؓ کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے۔ جو صحیح نہیں، حضرت ام سلیمؓ کی جس قدر اولادیں پیدا ہوئیں، رجال کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں، اس میں براء کا کہیں نام نہیں۔

اسلام انصار مدینہ کے سربرآوردہ اشخاص تو مکہ جا جاکر مسلمان ہو چکے تھے، عام طبقہ بعثت نبوی سے پیشتر اور بعد تک حلقۂ اسلام میں داخل ہوتا رہا، حضرت براءؓ بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے۔

غزوات بدر میں شریک نہ تھے، احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، یمامہ کی جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی، نہایت نمایاں حصہ لیا، حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے، براءؓ نے کہا کہ تم اٹھو، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد مسلمانوں سے کہا "مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکال دو، آج تم کو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہیے"، اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی لہر پیدا ہو گئی اور لوگ گھوڑوں پر چڑھ چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

ایک سردار سے براءؓ کا مقابلہ ہوا، وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، بعضوں نے اس کے

Marfat.com
Marfat.com

پاؤں پر تلوار ماری، وار اگرچہ خالی گیا تھا، لیکن وہ ڈگمگا کر چت گرا، انھوں نے اپنی تلوار میان میں رکھی اور لپک کر اس کی تلوار چھین لی، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا،

اس کے بعد برق و باد کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے، اور ان کو ٹھیل کر باغ کی دیوار تک ہٹا دیا، باغ میں مسیلمہ موجود تھا، اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لیے ایک آخری لڑائی لڑے، لیکن حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب آیا، حضرت براءؓ نے مسلمانوں سے کہا "لوگو! مجھکو دشمن کے لشکر میں پھینکدو"، وہاں پہونچکر ایک فیصلہ کن جنگ کی، اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے، حامیان مسیلمہ آمادۂ کارزار ہوئے، انھوں نے موقع پاکر بلدی سے دروازہ کھولدیا، اور اسلامی لشکر فاتحانہ باغ میں داخل ہو گیا، اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی،

اس جانبازی سے بدن چھلنی ہو گیا تھا، ۸۰ سے زاید تیر اور نیزہ کے زخم لگے تھے، سواری پر خیمہ میں لائے گئے، ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا، اس کے بعد شفا پائی، حضرت خالدؓ علالت کے پورے زمانہ تک ان کے ہمراہ رہے،

حریق کے معرکہ میں جو عراق میں ہوا تھا، نہایت جانبازی دکھائی، شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا، دشمنوں نے آگ میں تپی ہوئی کانٹے دار زنجیریں دیوار پر ڈال رکھی تھیں، جب کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہنچتا تو اس کو زنجیر کے ذریعہ اوپر اٹھا لیتے تھے، حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لیے پہنچے، قلعہ والوں نے ان کو بھی زنجیر سے اٹھانا چاہا، وہ اوپر پہنچ رہے تھے کہ براءؓ کی نظر پڑ گئی، فوراً دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی، اور حضرت انسؓ نیچے گرے، زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ

Marfat.com
Marfat.com

کا تمام گوشت پک گیا تھا، اور ہڈیاں نکل آئی تھیں،

تستر (فارس) کے معرکہ میں وہ میمنہ کے افسر تھے انھوں نے تنہا ۱۰۰ آدمی قتل کیے، اور جو شرکت میں مارے گئے ان کا حد وشمار نہیں،

وفات ہنوز یہ معرکہ جاری تھا، اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ ایک دن حضرت انسؓ ان کے پاس گئے، وہ گانے میں مشغول تھے، کہا کہ خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن) اس کو لحن سے پڑھیے، فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ "کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے"، لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا، میں جب مروں گا میدان میں مروں گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ "بہت سے پراگندہ مو، غبار آلود جن کی لوگوں میں کوئی وقعت نہیں ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہیں تو وہ انکی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براء بھی انہی لوگوں میں ہیں"، اس بنا پر مسلمانوں کو تستر میں جب ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے، کہ آج خدا سے قسم کھائیے، فرمایا اے خدا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے، اور مجھکو رسول اللہ صلعم کی زیارت سے [illegible] فرما

اس کے بعد فوج لے کر خود حملہ کیا، ہرمزان کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چند [illegible] میں تھا، مقابلہ پر آیا، انھوں نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا، اور [illegible] سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے، عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا [illegible] پر زور مقابلہ ہوا، اور حضرت براءؓ شہید ہوئے، لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، یہ ۲۰ھ کا واقعہ ہے،

فضل وکمال حضرت براءؓ آنحضرتؐ کے مخصوص صحابہ میں تھے، وہ برسوں بارگاہِ نبوت کے حاشیہ نشین رہے، سینکڑوں ہزاروں حدیثیں سنی ہوں گی، لیکن تعجب ہے کہ ان کی

Marfat.com
Marfat.com

روایت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا، مصنف استیعاب لکھتے ہیں:

کان البراء بن مالک احد الفضلاء (استیعاب ص۷۵ ج۱) براء فضلا صحابہ میں تھے"۔

شاید جہاد کی مصروفیت بیان کرنے سے مانع رہی ہو،

اخلاق و عادات انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے ان کو کسی فوج کا افسر نہیں بناتے تھے، اور افسران کو لکھتے کہ خبردار! براءؓ کو امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہیں، بلا ہیں، سامنے ہی جائیں گے،

گانے کا بہت شوق تھا، اور آواز اچھی پائی تھی، ایک سفر میں رجز پڑھ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا، ذرا عورتوں کا خیال کرو، اس پر انھوں نے سکوت اختیار کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت براءؓ بن عازب

نام ونسب براء نام، ابوعمارہ کنیت، خاندان حارثہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس بن نانہال کی طرف سے حضرت ابوبردہ بن نیارؓ جو غزوۂ بدر میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے اور قبیلۂ بنی سے تھے، ان کے ماموں تھے، بیشتر وہ اپنی ننہال کے عدیدالنسل ہیں۔

حضرت براءؓ کے والد (عازب) صحابی تھے، انھوں نے ان کو یہ فخر دیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خریدا اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے کہو کہ میرے ساتھ بھیجے، جواب دیا، پہلے ہجرت کا قصہ سنایئے، پھر آپ جا سکتے ہیں۔

اسلام مدینہ میں دعوت اسلام عام ہو چکی تھی، مامون عقبہ میں بیعت کر چکے تھے باپ نے بھی توحید ورسالت کا اقرار کر لیا تھا، بیٹے نے ان ہی دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات قبول اسلام کے بعد احکام ومسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے، مصعب بن عمیرؓ اور ابن مکتومؓ کی درسگاہ کتاب وسنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، انھوں نے وہیں تعلیم پائی، پہلے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورۃ زیر درس تھی،

---

۱ اصابہ حالات ابوبردہ ۲ مسند ص ۲۰۲ ج ۴ ۳ صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱ ۴ ایضاً ص ۵۵۵ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

غزوۂ بدر میں اگرچہ کمسن تھے، تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا[1]،

غزوۂ احد میں پندرہ سال کی عمر میں لڑائی میں شریک[2] ہوئے، خندق[3]، حدیبیہ[4]، خیبر[5] میں بھی شرف شرکت حاصل تھا،

غزوۂ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگے تھے؟ فرمایا بہرحال میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ رسولؐ اللہ نے پیٹھ نہیں پھیری، جلد باز لوگ دور تک چلے گئے تھے[6]،

اس روایت سے لوگوں نے براءؓ کے عدم فرار پر استدلال کیا ہے، کہ بھاگنے کی صورت میں وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے، جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہیں،

غزوۂ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع کے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو کچھ لوگوں کے ہمراہ یمن روانہ کیا، حضرت براءؓ بھی ساتھ تھے، ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمادیا کہ اصحاب خالدؓ میں جو لوگ وہاں رہنا چاہیں تمھارے ساتھ رہ سکتے ہیں، اور جو آنا چاہتے ہوں وہ مدینہ چلے آئیں، حضرت براءؓ یمن میں ٹھہر گئے اور وہاں بہت سا مال غنیمت حاصل کیا[7]،

غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن میں آنحضرتؐ کی بنفس نفیس شرکت تھی، ان میں سے ۱۵ میں شرف شمولیت حاصل کیا[8]، غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملادئے جائیں تو آنحضرتؐ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہوجاتی ہے[9]،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۴ ج۱ [2] ایضاً ص۵۷۹ [3] ایضاً ص۵۸۹ [4] ایضاً ص۶۰۱ [5] ایضاً ص۶۰۷،
[6] ایضاً ص۶۱۶ [7] ص۶۲۳ [8] مسند ص۲۹۲ ج۴ [9] ایضاً ص۲۹۲،

Marfat.com
Marfat.com

۲۴ھ (خلافت فاروقی) میں رے فتح کیا، غزوہ تستر میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ تھے، اور جناب امیر علیہ السلام کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں ہوئیں، سب میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے،

کوفہ میں ایک مکان بنایا اور وہیں سکونت اختیار کی،

وفات ۷۲ھ میں کہ مصعب بن زبیر امیر کوفہ تھے، کوفہ میں انتقال فرمایا،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبیدؒ، ربیعؒ، لوطؒ، یزیدؒ، انمیں سے موخر الذکر عمان کے امیر تھے، سوید کے حالات میں صاحب بلقات نے لکھا ہے کہ عمان کے بہترین امیر ثابت ہوئے تھے، ممکن ہے کہ یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں، سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، سونا مردوں کے لیے شرعاً حرام ہے، لوگوں نے عذر کیا، فرمایا پہلے واقعہ سن لو، ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا، صرف یہ انگوٹھی رہ گئی، ادھر ادھر دیکھا، پھر مجھکو بلا کر فرمایا، "لو، اس کو پہنو، یہ خدا اور رسول نے تم کو پہنائی ہے"، اب تم ہی بتاؤ، جو چیز اللہ اور رسول نے مجھے پہنائی ہو اس کو کیونکر پھینک دیتا،

فضل وکمال فضلاء صحابہ میں تھے، حدیث کی نشر و اشاعت میں خاص اہتمام تھا، ان کے سلسلہ سے جو حدیثیں روایت کی گئیں ان کی تعداد ۳۰۵ ہے، ان میں سے ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،

روایت حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے، اور اس کی تعلیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی تھی، آنحضرتؐ نے ان کو ایک دعا بتائی، اور خود سنا کر ان سے پڑھوایا، انھوں نے برسولک پڑھا، آنحضرتؐ نے بنبیک بتایا تھا، فرمایا نہیں، بنبیک!

---

۱ مذہج ۴ ص ۲۸۵ ۲ ابن سعد ج ۶ ص ۲۰ ۳ ایضاً ص ۲۹۵ ۴ ایضاً ج ۴ ص ۲۹۳،

Marfat.com
Marfat.com

اس کا یہ اثر تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت ان نزاکتوں کا پورا خیال رکھتے تھے،
ایک مرتبہ اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی، فرمایا

ما کل الحدیث سمعناہ من رسول الله کان یحدثنا اصحابنا عنه کانت تشغلنا عنه رعیة الابل[1]

یعنی جتنی حدیثیں میں بیان کروں، ضرور نہیں کہ سب رسول اللہ سے سنی بھی ہوں، ہم اونٹ چراتے کرتے تھے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر وقت حاضر نہ رہ سکتے تھے، بہت سی حدیثیں

جن صحابہؓ سے حدیث روایت کی وہ اپنے طبقہ کے سربرآوردہ تھے، مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوایوبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عازبؓ،

جن لوگوں کو تلمذ کا فخر حاصل تھا وہ اکابر تابعین سے تھے، ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت، ابواسحاق، معاویہ بن سوید بن مقرن، ابوبردہ، ابوبکر پسران ابوموسیٰ اشعری وغیرہ،

بسا اوقات حدیث کی مجلس میں صحابہؓ بھی شریک ہوتے تھے، ابوجحیفہ اور عبداللہ ابن زید خطمی تو راویوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے تھے، ان کے علاوہ اور بھی صحابہ آتے تھے، ایک روز کعب بن عجرہؓ چند صحابہ کے ساتھ ان کی مجلس میں تشریف لائے تھے[2]

مجلس میں مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے، بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے، بعض مسائل فقہ دریافت کرتے تھے،

ایک شخص نے پوچھا کہ "لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة" (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) میں مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہیں، فرمایا کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا، فقاتل فی سبیل اللہ

[1] ابن سعد ص۲۰۳ ج۴۔ [2] مسند ص۳۰۳ ج۴

Marfat.com
Marfat.com

لاتکلف الا نفسک (خدا کی راہ میں لڑائی کرو تم صرف اپنی نفس کے مکلف ہو) تم نے جو آیت پیش کی، خرچ کے بارہ میں ہے[1] یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا میں صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائیں گے، ایسا سمجھنا ہلاکت ہے۔

ایک مرتبہ عبدالرحمن بن مطعم (ابو منہال) کے ساتھی نے بازار میں کچھ درہم ایک مدت معینہ تک کے لیے فروخت کئے، عبدالرحمن نے کہا یہ جائز بھی ہے؟ بولا ہاں، میں نے اس سے پہلے بھی بیچے ہیں لیکن کسی نے برا نہ کہا، یہ براء بن عازب کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا، فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ہم لوگ اسی طرح خرید و فروخت کرتے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن ادھار ناجائز ہے، مزید اطمینان کے لیے زید بن ارقم سے جا کر پوچھو، وہ ہم سب میں بڑے تاجر تھے، عبدالرحمن زید بن ارقمؓ کے پاس گئے، انھوں نے براء کی تائید کی[2]۔

اخلاق و عادات اخلاق و عادات میں اتباع سنت حب رسول، انکسار و تواضع نمایاں ہیں، اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھی، ایک روز گھر والوں کو جمع کر کے کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے، آج تم کو دکھا دوں، خدا معلوم میری زندگی کب تک رہے؟ اور وضو کر کے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر عصر، مغرب، عشاء، سب اسی طرح پڑھائیں[3]۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی نقل کر کے بتائی[4]۔

ایک مرتبہ ابو داؤد ملاقات کو آئے تو انھوں نے خود سلام کیا، اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر خوب ہنسے، پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے

---

[1] مسند ص ۲۸۱ ج ۴، [2] صحیح بخاری ص ۲۷۰ ج | [3] مسند ص ۳۰۳ ج ۴ [4] ایضاً ص ۳۰۳

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت کی جاتی ہے[1]،

صف نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس لیے حضرت براءؓ داہنی طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے[2]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جان و مال سے زیادہ تھی، اور اس کا اثر ہر ہر بات نمایاں تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا، فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب آدمیوں سے خوبصورت تھے، میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا، جتنی آپ پر کھلتی تھی کسی پر کھلتی تھی[3]،

ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (چمک میں) تلوار کے مانند تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ چاند کے مانند تھا[4]،

انکسار و تواضع کا یہ حال تھا کہ گو آپ جلیل القدر صحابی تھے، لیکن اپنے کو نہایت ناچیز سمجھتے تھے،

ایک شخص نے آکر کہا کہ خوش بختی مبارک! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں، فرمایا؟ برادر زادے! تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے کیا کیا؟[5]

---

[1] مسند ص ۲۸۰ ج ۴، [2] ایضاً ص ۳۰۴، [3] بخاری ص ۵۰۲ ج ۱، [4] ایضاً، [5] صحیح بخاری ص ۵۰۹ ج ۱

Marfat.com
Marfat.com

حضرت براء بن معرورؓ

نام ونسب | براء نام، ابو بشر کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے براءؓ بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد ابن علی بن اسد بن سارده بن تزید بن خزرج،

والدہ کا نام رباب تھا اور حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حضرت براءؓ اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے، جبل ودخل، مسجد خربہ اور چند قلعے ان کی ملکیت تھے،

اسلام | عقبۂ کبیرہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ عقبۂ اولیٰ میں بیعت کی تھی، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہیں، باقی تمام اصحاب سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہیں،

جس زمانہ میں انھوں نے اسلام قبول کیا تھا، اس وقت تک بیت المقدس قبلہ تھا، اور مسلمان اسی کی سمت رخ کرکے نماز پڑھتے، لیکن براءؓ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، کہ میں اس کی طرف پشت نہیں کرنا چاہتا، اس بنا پر جب عقبۂ ثانیہ کی شرکت کے لیے مکہ روانہ ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا، کہ یا نبی اللہ! مجکو خدا نے اسلام کی ہدایت دی، اور میں سفر کرکے یہاں آیا ہوں، میری خواہش ہے کہ نماز میں کعبہ

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۷۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف پشت نہ کروں، میرے ساتھی اس کے خلاف ہیں، اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا" اگر کچھ دنوں صبر کرو تو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پا جائے، اس وقت حضرت براءؓ نے فرمان نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی،

ایام تشریق میں بیعت کا وعدہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا" تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو" براءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہا" اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق وصداقت کے ساتھ مبعوث کیا! ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے، یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیجئے، خدا کی قسم ہم ایک مسلح جماعت ہیں، اور ہم نے ہتھیار اباً عن جد وراثت میں پائے ہیں"، یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، پھر تمام مجمع بیعت کے لیے بڑھا،

بیعت کے بعد نقباء کا انتخاب ہوا، حضرت براءؓ، بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے،

وفات ذی الحجہ میں بیعت کی تھی، اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال کیا، وفات کے وقت وصیت کی کہ مجکو قبر میں قبلہ رخ رکھنا، اور میرا ثلث مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر ہے، جس مصرف میں چاہیں صرف کریں، یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے،

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لے کر حضرت براءؓ کی قبر پر آئے، اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی، اور جس مال کے متعلق براءؓ نے وصیت کی تھی، اس کو قبول فرما کر پھر ان کے لڑکے کو واپس دیدیا،

اولاد اولاد کی تفصیل معلوم نہیں، حضرت بشرؓ ایک صاحبزادے تھے، جو بیعت عقبہ

Marfat.com
Marfat.com

میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے، براءؓ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا، غزوۂ خیبر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تھا تو حضرت بشرؓ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا اسی کے اثر سے انتقال فرمایا،

Marfat.com
Marfat.com

"ث"

حضرت ثابت بن قیسؓ

نام ونسب | ثابت نام، ابو محمد کنیت خطیب رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج۔ والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ خاندان بنو عدی سے تھیں[1]،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لیے تمام شہر امنڈ آیا تھا، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا اس کا ایک فقرہ یہ تھا:

نمنعک مما نمنع منہ انفسنا واولادنا فما لنا؟ قال الجنۃ!! قالوا رضینا!!![2]

یعنی ہم آپ کی ہر اس چیز کی حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت"، تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ "ہم سب راضی ہیں"،

غزوۂ بدر میں شریک تھے، اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ میں شامل نہیں کیا ہے، لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہی رائے ظاہر کی ہے[3] باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے،

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۲۹ ج ۸، [2] اصابہ ص ۲۰۳ ج ۱ [3] تہذیب التہذیب ص ۲۷ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

غزوۂ مریسیع ۵ھ میں حضرت جویریہؓ ام المومنین، اسیر ہو کر حضرت ثابتؓ اور ان کے ابن عم کے حصہ میں آئی تھیں، انھوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا، حضرت جویریہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی، آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے غلامی سے نجات دی اور اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا،[1]

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا، اور بدویانہ طریقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آکر آواز دی کہ "باہر نکلو"، آپ باہر تشریف لائے تو بارگاہ رسالت میں عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرے، عطارد اس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا، اس کی تقریر ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم اس کا جواب دو، حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا کہ اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے،[2]

اسی سال مسیلمہ کذاب، بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیسؓ کو لئے ہوئے اس کے پاس گئے، ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، مسیلمہ نے کہا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بنانے کا وعدہ کرو تو ابھی تمہاری اتباع کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت تو بڑی چیز ہے، میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کر سکتا، خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا، میں تیرے انجام کو خواب میں دیکھ چکا ہوں، اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابت موجود ہیں، یہ کہہ کر آپ خواب میں جاتا ہوں،[3]

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو انصار سعد بن عبادہ کو

[1] طبقات ابن سعد ص ۴۰، [2] ایضاً ص ۱۱۶ و طبری ص ۱۷۱۶ ج ۴، [3] صحیح بخاری ص ۶۲۸ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو لے کر پہنچے، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا وہ حسب ذیل تھا:

اما بعد! فنحن انصار الله وکتیبة	یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام
الاسلام وانتم معاشر المهاجرین	کی فوج ہیں اور مہاجرین معدودے
رهط وقد وقعت نافة من قومکم	چند ہیں، تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ
فاذا هم یریدون ان یختزلونا من	لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا
اصلنا وان یحضنونا من الامر[1]	چاہتے ہیں،

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے لیکن قریش کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

اسی سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے، انصار حضرت ثابتؓ کی ماتحتی میں تھے،[2]

وفات | سنہ ۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا، حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے، مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو حضرت انسؓ نے آکر کہا چچا! آپ نے دیکھا، وہ خوشبو میں رہے تھے، بولے کہ یہ لڑنے کا طریقہ نہیں ہے، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے، اس کے بعد اٹھے اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی۔

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی، ایک مسلمان نے اتار لی، ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں، فلاں مسلمان نے میری زرہ اتار لی ہے،

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۱۰ ج ۲ [2] طبری ص ۱۸۸۰ ج ۴،

Marfat.com
Marfat.com

تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کرلیں اور مدینہ پہونچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں، اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں، حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی، اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا،

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اسکو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے،

اہل وعیال | ایک لڑکی تھی مگر اس کا نام معلوم نہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، یحییٰ، عبداللہ، اسمٰعیل،

بیوی کا نام جمیلہ تھا، جو عبداللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھیں[1]،

فضل وکمال | صحیح بخاری میں اُن سے ایک روایت منقول ہے، اور بھی چند حدیثیں ہیں جن کو حضرت انسؓ بن مالک، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، محمد بن قیس نے روایت کیا ہے،

حضرت ثابتؓ نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے، انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دربار نبوت کا ان ہی کو خطیب تجویز فرمایا[2]،

اخلاق | احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو موجود پاکر فرمایا، کوئی ثابتؓ کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں، گھر میں جاکر دیکھا تو سر نیچا کئے بیٹھے تھے، پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت برا حال ہے، میری آواز تیز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلا کر بولتا تھا، اب

[1] طبقات ص ج ۵ [2] صحیح بخاری ص ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

میرا سارا عمل باطل ہوگیا، اور جہنمی ہوگیا ہوں، (یہ اُس آیت کی طرف اشارہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی) اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی، آپ نے فرمایا ان سے جاکر کہو کہ تم جہنمی نہیں میں تم کو جنت کی بشارت سناتا ہوں[۱]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جو محبت اور اُنس تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار جب وہ بیمار پڑے تو آپ عیادت کو تشریف لے گئے اور اُنکی شفا کی ان الفاظ میں دعا کی،

اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس[۲]،

---

[۱] صحیح بخاری ص۱۸ ج ۲ [۲] تہذیب التہذیب ص۱۲ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ثابت بن ضحاکؓ

نام ونسب | ثابت نام، ابو زید کنیت، قبیلہ اشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبدالاشہل،

بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے ۳ھ سال ولادت قرار دیا ہے لیکن یہ قطعاً غلط ہے،

غزوات | غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے، اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت رضوان میں شرکت کی تھی،

ابن مندہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے، عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی ان کے بدر میں شریک ہونے کا تذکرہ کیا ہے،

ابن سعد کی روایت کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اُنھوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی[1]،

لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روایتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا، اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابتؓ کا سال ولادت ۳ھ نبوی ہے، اس بنا پر ہجرت کے وقت اُن کی عمر کم وبیش ۱۰ سال

[1] طبقات ص ۳۵ ج ۵ بخاری ص ۵۸۳ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

تھی، غزوۂ بدر ۲ھ اور غزوۂ احد ۳ھ میں ہوا، اس لئے اس وقت ان کا سن ۱۳ سال کا تھا جو جہاد کی شرکت کے لئے ناکافی ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت آئی ہے[1] کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضہ یوم احد وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزہ وعرضہ یوم الخندق وھو ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازہ	وہ احد میں چہاردہ سالہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں پانزدہ سالہ تھے اس بنا پر

حضرت براء بن عازبؓ کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے، ان روایتوں کی موجودگی میں جو صحیح سند سے ثابت ہیں، دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا،

اس بنا پر ہمارے نزدیک بدر و احد کے بجائے اُن کا پہلا غزوہ، خندق تھا، اور حمراء الاسد میں لڑنے کے بجائے دوسرے کاموں کے لئے منتخب ہوئے تھے، چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں،

وکان دلیلہ الی حمراء الاسد[2]	یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے،

عہد نبوی کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، پھر وہاں سے بصرہ چلے آئے،

وفات حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، بعضوں نے ۷۴ھ کی تصریح کی ہے،

اولاد ایک بیٹا چھوڑا، زید نام تھا، اسی بنا پر بعض نے ان کو حضرت زید بن ثابتؓ

[1] بخاری ص۵۸۳ ج ۲، [2] کتاب مذکور ص۲۰۱ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے، لیکن یہ غلطی ہے، زید بن ثابتؓ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور کفر کی حالت میں مارے گئے، اس کے ماسوا زید خود ان کے ہمسن تھے، اس بنا پر یہ ان کے باپ کیونکر ہو سکتے ہیں،

یہ خیال اس لحاظ سے بھی نا قابل التفات ہے کہ ابو قلابہ نے ان سے روایتیں کی ہیں اور ابو قلابہؓ ۶۴ھ سے پیشتر کسی طرح روایت کے قابل نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ انھوں نے ۶۹ھ کے بعد تحصیل میں قدم رکھا تھا، اور حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ ۴۵ھ میں فوت ہو چکے تھے،

فضل و کمال | حضرت ثابتؓ کے سلسلہ سے جو روایتیں مروی ہیں، ان کی تعداد ۴۱ ہے، راویوں کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبداللہ بن معقل داخل ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

(ج)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

جابر نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ، والدہ کا نام نسیبہ تھا، جن کا سلسلہ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام پر مل جاتا ہے،

سلمہ کی اولاد اگرچہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن خاص بنو حرام، قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے،

حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے، عین الارزق (ایک چشمہ ہے) جس کو مروان بن حکم نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں درست کرایا تھا، انہی کی ملکیت تھا، بنو سلمہ کے بعض قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے کئی قلعے ان کے تحت وتصرف میں تھے،

عمرو کے بعد یہ چیزیں عبداللہ کے قبضہ میں آئیں، حضرت جابرؓ انہی عبداللہ کے فرزند ہیں، جو تقریباً ۶۱۱ء (مطابق ۳۴ سنہ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل تولد ہوئے تھے،

اسلام

عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے، اور ان کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کئے گئے، اس بیعت میں ان کا سن ۱۸-۱۹ سال کا تھا،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات اور عام حالات | اُن کے والد نے غزوۂ احد میں شہادت حاصل کی، کافروں نے مثلہ کر دیا تھا، اس بنا پر جنازہ کپڑہ میں اُڑھا کر لایا گیا، حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہا لوگوں نے منع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا، بہن پاس کھڑی تھیں بھائی کی حالت دیکھکر ایک چیخ ماری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن، فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے[1]۔ حضرت عبداللہؓ نے دس خرد سال لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں بلک رہی تھیں، انھوں نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ ابا جان کی لاش گھر لے آئیں، اور مقبرۂ بنی سلمہ میں دفن کریں، وہ تیار ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہدا) دفن کئے جائیں گے، وہیں وہ بھی دفن ہونگے چنانچہ احدؔ کے گنج شہیداں میں دفن کئے گئے،

ان پر قرض بہت تھا، حضرت جابرؓ کو اس کے ادا کرنے کی فکر ہوئی لیکن ادا کہاں سے کرتے؟ کل دو باغ تھے، جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھبرائے ہوئے آگئے اور کہا یہودیوں کو بلا کر کچھ کم کرا دیجئے، آپ نے ان لوگوں کو طلب فرما کر جابرؓ کا مدعا بیان کیا، انھوں نے چھوڑنے سے انکار کیا، پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کر لو، نصف اس سال اور نصف دوسرے سال، وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابرؓ کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمہارے ہاں آونگا، چنانچہ سنیچر کو صبح کے وقت تشریف لے گئے، پانی کے پاس بیٹھکر وضو کیا، مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ میں آکر متمکن

[1] مسلم ص۳۴۲ ج۲، بخاری ص۵۱۲ ج۲، مسند ص۳۹۲ ج۳،

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے، تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہارو کو قسم وار الگ کر کے خبر کرنا چنانچہ آپ کو خبر کی گئی آپ تشریف لائے اور ایک ڈھیر پہ بیٹھ گئے، حضرت جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا، اور آپ دعا کرتے رہے، خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بھی بہت کچھ بچ گیا، حضرت جابرؓ خوشی خوشی آپ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ قرض ادا ہو گیا، اور اتنا فاضل ہے، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھی بہت مسرت ہوئی،

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان لے گئے، اور گوشت، خرما اور پانی پیش کیا، آپ نے فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں، چلنے کا وقت آیا تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھئے، فرمایا اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ

والد کی موجودگی تک انھوں نے کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا،

صحیح مسلم میں ہے کہ انھوں نے بدر میں میدان کا عزم کیا، لیکن باپ مانع ہوئے احد میں بھی ایسا ہی اتفاق پیش آیا، لیکن باپ جب احد میں شہید ہو گئے تو باقی غزوات میں نہایت گرمجوشی سے شرکت کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو ۱۹ غزوات میں شرف شرکت حاصل ہوا[1]، ابتدائی غزووں میں والد کے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود میدان میں جانا چاہتے تھے، اور گھر میں 9 لڑکیاں تھیں، دونوں کے چلے جانے کے بعد گھر بالکل خالی ہو جاتا[2]، تاہم بعض ابتدائی غزوات میں بھی ان کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے[3]، چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگوں کو پانی پلاتے تھے

---

[1] یہ واقعہ مسند صفحات ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۱۳ و ۶۵ و ۹۱ و ۹۵ و ۹۸ میں موجود ہے، بخاری صفحہ ۵۸۰ ج ۲،

[2] مسند ۳۲۹ ج ۳ [3] یہ صحیح بخاری کی روایت ہے، لڑکیاں چھوٹی تھیں [4] اصابہ ج ۱ صفحہ ۲۲۲،

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ ذات الرقاع میں جو ۷ھ میں ہوا وہ شامل تھے[۱]، واپسی کے وقت ان کا اونٹ بھاگ گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا، آپ نے ایک لکڑی سے مار کر دعا کی، اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ تیز رو ہو گیا[۲]،

اسی سنہ میں خندق کا معرکہ پیش آیا، حضرت جابرؓ خندق کھود رہے تھے، اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کدال لے کر ایک سخت پتھر کو کھودنے کے لیے تشریف لائے، دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے[۳]، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر پہونچے اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی ہے پر صبر نہیں ہو سکتا، کچھ ہو تو پکاؤ، اور خود ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے ہاں چل کر حضر تناول فرمائیے، سرور دو عالمؐ کے کاشانہ میں تین روز سے فاقہ تھا، دعوت قبول فرمائی، اور عام منادی کرا دی کہ جابرؓ نے سب لوگوں کی دعوت کی ہے، حضرت جابرؓ نے انتظام آپ کے اور دو تین آدمیوں کے لیے کیا تھا، اس لیے نہایت تنگدل ہوئے، مگر ادب سے خاموش رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مجمع کو لے کر ان کے مکان تشریف لے گئے، خود بھی کھانا نوش فرمایا اور لوگوں نے بھی کھایا[۴]، پھر بھی بچ رہا، آپ نے ان کی بیوی سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ اور لوگوں کے یہاں بھیجو، کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں،

۶ھ میں بنو مصطلق کا غزوہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روانگی کے قصد سے اونٹ پر سوار ہوئے اور نماز پڑھنے لگے، تو ان کو کسی کام سے بھیجا تھا، جب یہ واپس آئے اس وقت کوچ کا حکم دیا،

---

[۱] مسند ص۳۷۵ ج ۳ [۲] ایضاً ص۳۰۰ [۳] بخاری ص۵۸۸ ج ۲ و ۸۹۰،

Marfat.com
Marfat.com

اس غزوہ کے بعد غزوۂ انمار واقع ہوا، اس میں بھی حضرت جابرؓ موجود تھے،[1]

اسی سنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے، ۱۵۰۰ جان نثار ہمرکاب تھے، بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیا،[2] اور حضرت جابرؓ مشرف بہ بیعت ہوئے،[3] اس میں حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے تھے،[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو،[5]

رجب ۸ھ میں ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، حضرت ابوعبیدہؓ اس کے امیر تھے، اسلام کی تاریخ میں یہ عجیب ابتلا کا وقت تھا، لیکن مسلمان اس میں پورے اترے، زادراہ ختم ہوگیا، پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانا شروع کیا، آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ آئی، اور لوگوں نے عطیۂ غیبی سمجھ کر نوش جان کیا،[6]

مچھلی اتنی بڑی تھی، کہ سردار لشکر نے اس کی ایک پسلی کھڑی کرائی، اور سب سے اونچا اونٹ انتخاب کر کے لایا گیا، اور وہ اس کے نیچے سے نکل گیا، حضرت جابرؓ پانچ آدمیوں کے ساتھ اس کی آنکھ کی ہڈی کے حلقہ میں بیٹھ گئے تو کسی کو پتہ بھی نہ لگا، اس مچھلی کا نام عنبر تھا، ۱۵ روز تک کھائی گئی، کھانے والے ۳۰۰ تھے،[7]

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن میں ان کی شرکت رہی حنین اور تبوک میں ان کا نام صراحت سے آیا ہے، حجۃ الوداع میں بھی جو ۱۰ھ میں ہوا وہ بھی شامل تھے،[8]

۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی جنگ میں حضرت جابرؓ حضرت علیؓ

---

[1] بخاری غزوۂ انمار [2] بخاری غزوۂ حدیبیہ، [3] مسند ص ۳۵۵ ج ۳ [4] مسند ص ۳۹۶ ج ۳، [5] بخاری غزوۂ حدیبیہ [6] مسند ج ۳ ص ۳۰۸ [7] ایضاً [8] مسند ج ۳ ص ۳۰۸ [9] ایضاً ص ۳۴۹، ۳۴۱، ۲۹۲

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف سے صفین میں جاکر لڑے[1]

۴۰ھ میں امیر معاویہؓ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے آیا اور مدینہ منورہ میں ایک خطبہ دیا، اس میں اس نے کہا کہ بنو سلمہ کو اس وقت تک امان نہیں مل سکتی جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہوں، حضرت جابرؓ کو جان کا خوف تھا، حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس جاکر مشورہ کیا، انھوں نے کہا میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے، تم بھی بیعت کر لو، عرض کی یہ تو گمراہی پر بیعت ہے، فرمایا مجبوری ہے، لیکن میری رائے یہی ہے، ان کے مشورہ کے مطابق بسر کے پاس آگئے اور امیر معاویہؓ کی خلافت پر بیعت کی،

۷۳ھ میں حجاج مدینہ کا امیر تھا، اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے، چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی کہ ان کی گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی،[2]

وفات | یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا، بالکل ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے، آنکھوں نے الگ جواب دیدیا تھا، عمر ۹۴ سال تک پہنچ چکی تھی، اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا،

عقبۂ کبیر کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا، ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے، اس وقت صحابۂ کرام کے طبقہ میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے، اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بسا غنیمت تھا،

حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان کا زور توڑا، طائر روح نے اسی سال قفس عنصری

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۵۷ [2] اسد الغابہ ج ۲، حالات سہل بن سعد ص ۶۶ س،

Marfat.com
Marfat.com

کی تیلیاں توڑیں، انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے، اس لیے حضرت عثمانؓ کے بیٹے اماب نے نماز پڑھائی، اور بقیع میں دفن کیا۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا، اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی پڑھائی تھی،

اہل وعیال حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، کسی کنواری سے کیا ہوتا کہ وہ تم سے کھیلتی تم اس سے کھیلتے، عرض کیا کہ بہنیں خرد سال تھیں، اس لیے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی، جو ان کے کنگھی کرتی، جوئیں دیکھتی، کپڑے سی کر پہناتی، فرمایا، اصبت[1] (تم نے ٹھیک کیا)

دوسری شادی بنو سلمہ میں کی، اسلام میں عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے اس لیے پیام کے بعد لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا، پھر شادی کی،[2]

پہلی بیوی کا نام سہیلہ بنت مسعود تھا،[3] صحابیہ تھیں، اور انصار کے قبیلہ ظفر کی لڑکی تھیں، دوسری کا ام حارث تھا، وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلہ اوس سے تھے، اور معزز صحابی تھے، بیٹی تھیں[4]

اولاد کے نام یہ ہیں، عبدالرحمٰن،[5] عقیل،[6] محمد، حمیدہ، میمونہ، ام حبیب[7]

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھ خوب کٹی ہوئی، سر اور داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے، آنکھیں اخیر عمر میں جاتی رہی تھیں،

مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا، اس سے متصل ایک مسجد بھی بنوائی تھی،[8]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۰۸ بخاری ص ۵۰۸ ج ۲ [2] مسند ص ۳۳۴ ج ۳، [3] ۳۰۵، فتح الباری ج، [4] طبقات

[5] مسند ص ۳۳۴ ج ۳، [6] ایضاً ص ۳۴۳ ج ۳ [7] تہذیب الابرار قلمی، [8] مسند ص ۳۰۳،

Marfat.com
Marfat.com

علم وفضل تحصیل کی ابتدا، سرچشمۂ وحی سے ہوئی، لیکن تربیت یافتگان نبوت میں جو لوگ علوم وفنون کے مرکز تھے، ان کے حلقوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، عمارؓ، خالدؓ بن ولید، حضرت ابوبردہؓ بن نیار، ابوقتادہؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوحمید ساعدیؓ، عبداللہؓ بن انیسؓ، ام شریکؓ، ام مالکؓ، ام مبشرؓ، ام کلثومؓ بنت ابوبکر صدیقؓ، (تابعیہ مقیس) سب کے سب ان کے اساتذہ میں داخل ہیں،

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت کا سفر کرتے تھے، عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام میں رہتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا، تو ایک اونٹ خریدا، اور ان کے پاس جاکر کہا، کہ وہ حدیث بیان کیجئے، میں نے اس لیے نجابت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہوجاتا، اور حدیث سننے سے رہ جاتی، ابوالعالیہ مسلم بن مخلد نے مصر سے حدیث سننے کے لیے مصر کا سفر کیا، اور حدیث کی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے،

تحصیل علم سے فراغت کے بعد مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے، علقمہ دن مسجد نبوی میں قائم تھا، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے، کہ معظمہ مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر میں ان کا دریائے فیض رواں تھا،

کمالات کے مظہر تفسیر، حدیث وفقہ کے فن تھے، تفسیر میں اگرچہ روایتیں زیادہ نہیں، تاہم معتدبہ ہیں، لوگوں میں درود کے معنی میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم میں نہ داخل ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائیں گے، مگر مسلمان کو نجات

---

[1] ادب المفرد بخاری۔ [2] الاصابہ ص۱۵۹ ج۱ [3] الاصابہ ص۲۳۰ ج۱

Marfat.com
Marfat.com

جائے گی، حضرت جابرؓ سے پوچھا، فرمایا، بر و فاجر، نیک و بد سب جہنم میں داخل ہوں گے لیکن اچھوں پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا، پھر متقیوں کو نجات ملے گی اور ظالم اس میں رہ جائیں گے،[۵۱]

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، انھوں نے حضرت جابرؓ سے مناظرہ کیا، اور خلود فی النار کے متعلق جتنی آیتیں قرآن میں ہیں، سب پڑھیں، حضرت جابرؓ نے فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم جانتے ہو! انھوں نے کہا، استغفر اللہ میرا خیال بھی نہیں ہو سکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آیتیں مشرکین کے متعلق ہیں، جو لوگ عذاب دینے کے بعد نکال لئے گئے، ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کو بیان فرمایا ہے،[۵۲]

حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے، اشاعت حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا، با ایں ہمہ کہ کثیر الروایات تھے، اور ان کی مرویات ۱۵۴۰ تک پہنچتی ہیں، بیان حدیث میں نہایت احتیاط و حزم سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی سَمِعت کا لفظ بولنا چاہتے تھے، کہ رک گئے، اور اپنے اوپر موقوف کر دی، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کو الفاظ پر اطمینان نہ ہو سکا،[۵۳]

تلامذۂ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں، تابعین کا ہر طبقہ ان کے خرمن فیض کا خوشہ چیں ہے، لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

امام باقر علیہ السلام، محمد بن منکدر، سعد بن مینا، سعید بن ابی بلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری، محمد بن عمرو بن حسن علیہ السلام، حسن بن محمد حنفیہ وغیرہم،

فقہ بھی ان کی علمی موشگافیوں کا مظہر ہے، وہ مسائل و فتاویٰ جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے،

---

[۵۱] مسند ۳/۳۲۹ [۵۲] ایضاً ص ۳۳۳ [۵۳] ایضاً ص ۳۳۳،

Marfat.com
Marfat.com

اور انھوں نے جو جوابات دیے اگر وہ جمع کئے جائیں تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

اخلاق وعادات | اقامۃ حدود اللہ، جوش ایمان، جرأت اظہار حق، امر بالمعروف، مودت رسولؐ، اتباع سنت ورفق بین المسلمین، اخلاق کی بیخ وبنیاد ہیں، اور قدرت نے حضرت جابرؓ کو تمام فیاضی سے ان تمام چیزوں سے حصہ دیا تھا،

اقامت حدود اللہ ہر مسلمان کا فرض ہے، حضرت جابرؓ کو اس میں یگانہ و بیگانہ کا فرق و امتیاز روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعز بن اسلمیؓ جو مدینہ کے باشندے اور اصحاب پاک میں داخل تھے، ان کی صدر جم کے موقع پر خود جا کر اپنے ہاتھ سے پتھر مارے تھے[1]،

اظہار حق میں کسی کی وجاہت خلل انداز نہ ہو سکتی،

حضرت سعد بن معاذؓ انصاری، قبیلۂ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آج عرش اعظم جنبش میں آگیا ہے"، حضرت براء بن عازبؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمٰن کے بجائے عرف "سریر" کہتے تھے جس سے جنازہ کی ہلنا مراد ہے، حضرت جابرؓ سے لوگوں نے براءؓ کا قول نقل کیا، فرمایا، کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی، باقی براءؓ کا قول تو وہ باہمی بغض وعداوت کینہ توزی کا نتیجہ اور اثر ہے، اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی،

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت جابرؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس بنا پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ وہم نوا ہونا چاہیے تھا،

حجاج بن یوسف جب مدینہ کا امیر ہو کر آیا تو اس نے اوقات نماز میں کچھ تقدیم وتاخیر کی، لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے، فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز

[1] مسند ص۳۸۱ ج۳ و ص۳۵۲ ج۵ صحیح بخاری ص۵۳۵ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

دوپہر کے بعد، عصر کی آفتاب کے صاف اور روشن ہونے تک، مغرب کی وقت غروب، فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے، اور عشا کے وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا، اگر جلد مجمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے، ورنہ دیر میں[1]،

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جابرؓ نے تین برس کے لیے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا، ان کو خبر ہوئی تو کچھ لوگوں کو لے کر مسجد آئے اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، جب تک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائیں ان کا فروخت کرنا جائز نہیں[2]، (پھر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے)

ایک مرتبہ ایک سرگروہ فتنہ و فساد مدینہ آیا، لوگوں نے حضرت جابرؓ کو گھیرا کہ اس کو شر سے باز رکھئے، اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے، اپنے دو بیٹوں کو بلایا، اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے، اور کہا کہ خدا اس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف میں ڈال رکھا ہے، بیٹوں نے عرض کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو چکے، اب ان کو خوف کیسا؟ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، گویا خود مجھے ڈرایا[3]،

آپ اتباع رسول کے ولولہ میں ان امور میں بھی آپ کی اقتدا کرتے تھے، جن میں آپ کی تقلید ضروری نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑہ اوڑھے نماز پڑھتے دیکھا تھا، اس لیے خود بھی اسی طرح نماز پڑھی، شاگردوں نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی، اس کو کیوں نہ اوڑھ لیا، کہ ازار اور چادر دو کپڑے ہو جاتے، فرمایا اس لیے کہ تم جیسے بے وقوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رخصت کو دیکھیں اور

---

[1] مسند ۳۶۹ جلد ۳، [2] ایضاً صفحہ ۳۹۹ [3] ایضاً صفحہ ۳۵۲،

Marfat.com
Marfat.com

اعتراض کریں[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، پہلے دن نماز کے اندر قبول ہوئی تو چہرۂ مبارک پر بشارت کی موجیں نور بنکر دوڑ گئیں، حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آپڑتی تو اس خاص وقت میں وہاں جاکر دعا کرتے اور قبولیت و اجابت کا مژدہ ساتھ لاتے تھے[2]،

حب رسولؐ اور فدویت و جان نثاری اس سے ظاہر ہے کہ عقبہ ثانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں عرب و عجم سے جنگ پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی ان میں حضرت جابرؓ بھی تھے،

غزوات نبویؐ میں انھوں نے سرفروشی اور فداکاری کا علانیہ ثبوت دیا، اور غزوۂ حدیبیہ یا مشہد بیعت الرضوان میں جس قوت نے کام کیا تھا، اس کا اقرار خود مصحف ناطق میں کیا گیا ہے،

حب رسولؐ کے مناظر یہ ہیں،

غزوۂ خندق میں تمام لشکر بے آب و دانہ تھا اور سید کونینؐ ۳ دن فاقہ سے رہے، اور پیٹ پر پتھر باندھ کر مہمات جنگ میں مصروف تھے، آقا کو اس حالت میں دیکھا تو کام چھوڑ کر مکان گئے اور دعوت کا انتظام کیا[3]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعلیٰ قسم کے چھوہارے جن میں گٹھلی نہ تھی پیش کئے، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ میں گوشت سمجھا تھا، اسی وقت گھر جاکر بیوی سے کہا، انھوں نے بکری ذبح کرکے گوشت پکا دیا[4]،

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۲۲ [2] ایضاً ص ۳۳۲ [3] ایضاً ص ۳۳۰ [4] ایضاً ص ۳۳۴،

Marfat.com
Marfat.com

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے، آپ کی عادت معلوم تھی، اٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ چلایا تو آپ نے فرمایا نسل اور دودھ کیوں قطع کرتے ہو؟ عرض کی ابھی بچہ ہے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہو گئی ہے[1]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے گذرے، یہ ڈھال میں چھوہارے لئے تھے، شرکت کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی[2]،

حدیبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، سقیا میں قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا حضرت معاذ بن جبلؓ کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی پلاتا، حضرت جابرؓ چند انصار کو لیکر پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے، ۲۳ میل چل کر اثایہ میں پانی ملا وہاں سے مشکوں میں بھر کر لائے، عشار کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے، بڑھ کر مہار تھام لی، اونٹ کو بٹھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر نماز پڑھی، خود بھی پہلو میں کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہوئے[3]،

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے تھے، وہ عیادت کو آئے[4]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو ان سے لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا، اور ادائیگی کے وقت بطور اظہار خوشنودی کچھ زیادہ دیا[5]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ میں انکے لئے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا[6]، ایک مرتبہ بیمار پڑے تو خود عیادت کو تشریف لائے حضرت جابرؓ بیہوش تھے، آپ نے وضو کر کے پانی کے چھینٹے دیے تو ہوش آیا اس وقت تک ان کے کوئی اولاد نہ تھی، باپ بھی فوت ہو چکے تھے، شریعت میں ایسے شخص کے وارث کو کلالہ

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۹۶ [2] ایضاً ص ۳۹۰ [3] ایضاً ص ۳۹۰ [4] ایضاً ص ۳۹۲ [5] اصابہ ذکر جابرؓ

Marfat.com
Marfat.com

کہتے ہیں، چونکہ زندگی سے نا امید ہو چکے تھے، عرض کیا کہ میں مر گیا تو کلالہ وارث ہوگا، فرمائیے میراث کیونکر تقسیم کروں؟ کیا دو ثلث بہنوں کو دیدوں؟ فرمایا اچھا ہے دیدو، عرض کیا خواہ نصف؟ فرمایا ہاں، یہ کہہ کر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آکر کہا جابر! تم اس مرض میں نہ مروگے، تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے،

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی کلالۃ، — تم سے (اے پیغمبر) لوگ کلالہ کے بارہ میں استفسار کرتے ہیں کہو کہ خدا کا اسکے متعلق یہ

تم بہنوں کو دو ثلث دے سکتے ہو[1]،

کہیں دعوت ہوتی تو ساتھ لیجاتے[2]، کبھی خود اپنے ساتھ مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے گذرے، یہ دوڑ کر ساتھ ہو لئے، ادب کے خیال سے پیچھے چل رہے تھے، فرمایا پاس آجاؤ، ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانۂ اقدس لوا لائے اور پردہ گرا کر اندر بلایا، اندر سے ۳ ٹکیاں اور سرکہ ایک صاف کپڑے پر رکھ کر آیا، آپ نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے، جابرؓ کہتے ہیں کہ اس دن سے سرکہ کو میں نہایت محبوب رکھتا ہوں[3]،

کچھ اس واقعہ پر موقوف نہیں، نوازشاتِ خاصہ ہر صورت میں ہوتی رہتی تھیں،

غزوہ ذات الرقاع میں حضرت جابرؓ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے، جو اپنی تیز رفتاری میں تمام اونٹوں سے آگے تھا، چلتے چلتے یکایک رک گیا، پیچھے سے آواز آئی کیا ہوا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا، اونٹ

---

[1] مسند ج ۳ ص ۲۹۸ و ۳۰۷ [2] ایضاً ص ۳۸۰ [3] ایضاً ص ۳۰۹ و ۴۰۰ [4] ایضاً ص ۳۶۲،

Marfat.com
Marfat.com

پھر تیز ہو گیا اور ان کو لے اڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو، عرض کی حاضر ہے لیکن قیمت کی ضرورت نہیں، فرمایا نہیں، قیمت دیجائے گی[1] درخواست کی کہ مدینہ تک میں اسی پر چلونگا جو منظور ہوئی، شہر پہونچ کر اونٹ کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس کو گھوم گھوم کے دیکھتے تھے، اور فرماتے تھے، کیسا اچھا ہے، ؟ اس کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو، اصل کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا، اور پوچھا دام پا چکے ؟ کہا جی ہاں، فرمایا دام اور اونٹ دونوں لیجاؤ، سب تمھارا ہے[2]، ایک یہودی نے اس واقعہ کو سنا تو تعجب کیا[3]،

قیمت سے زیادہ دام چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش تھی، اس لئے اسکو ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھدیا، حرہ کے دن اہل شام نے ان کے گھر پہ چھاپہ مارا، اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی لوٹ لے گئے[4]،

ایک مرتبہ بحرین سے مال آنے والا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو ۳ آنجوڑہ بھر کر دونگا، لیکن جب مال آیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے وعدہ کیا ہو یا آپ پر کسی کا قرض باقی ہو تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے، حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ فرمایا تھا، فرمایا لے لو، ۳ آنجوڑہ میں ۱۵۰۰ لئے[5]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا، اعمال و عقائد میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل فرض و واجب کا درجہ رکھتا تھا، اور اس میں کسی کو مجال انکار نہ تھی، لیکن امور باہمی میں بھی ان کو اس کا لحاظ رہتا تھا کہ جس بات کو آنحضرت صلعم

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۱۴ [2] ایضاً ص ۳۴۲ [3] ایضاً ص ۳۱۳ [4] ایضاً ص ۳۰۵،

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ مرتبہ ارشاد فرماتے ۔ بے چون وچرا تسلیم کر لیتے ایک دو مرتبہ میں قیل و قال کی گنجائش رہتی تھی[1]، مسلمانوں سے محبت کرتے اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی مجسم تصویر تھے،

ایک مرتبہ ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا، واپس آیا تو بایں جلالت قدر ملاقات کو تشریف لے گئے، اس نے لوگوں کے اختلاف اور جماعت بندی کی داستان سنائی، بدعات کا رائج ہونا بیان کیا، صحابہ نے کشت اسلام، اپنے بدن کے خون سے سینچی تھی، ان واقعات کے کان کب متحمل ہو سکتے تھے؟ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ در گروہ خدائی دین میں داخل ہوئے ہیں، اسی طرح خارج بھی ہو جائیں گے[2]،

ان اوصاف کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت تمام تھی، ایک میل[3] سے پنجوقتہ نماز پڑھنے آتے تھے، ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا، ہاتھ میں کنکریاں ٹھنڈی کرتے اور سجدہ کرتے وقت انکو بچھا لیتے تھے[4]، لیکن آنا ترک نہ ہوتا تھا

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے، حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں اٹھ آئیں کہ نماز کا آرام ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تمھیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، سوچو تو کتنا ثواب ہوا، سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل و جان منظور ہے[5]،

حج متعدد کئے تھے، دو کا تذکرہ حدیثوں میں آیا ہے، پہلا حجۃ الوداع اور دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا[6]،

سادگی مسلمانوں کی ترقی کا اصلی راز ہے، حضرت جابرؓ نہایت سادہ مزاج تھے، صحابہ

---

[1] مسند جلد ۳ ص ۳۲۵، ۳۵۹ [2] ایضاً ص ۳۴۳ [3] ایضاً ص ۳۰۳ [4] ایضاً ص ۳۲۶ [5] ایضاً ص ۳۹۶ [6] ایضاً ص ۳۹۲

Marfat.com
Marfat.com

کا ایک گروہ مکان پر ملنے آیا، اندر سے روٹی اور سرکہ لائے، اور کہا بسم اللہ، اس کو نوش فرمائیے سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے پھر فرمایا کہ آدمی کے پاس اگر اس کے اعزہ و احباب آئیں تو جو کچھ حاضر ہو پیش کر دے، اس میں کوتاہی نہ کرے، اسی طرح ان لوگوں کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائیں اور اس کو حقیر نہ سمجھیں، کیونکہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت کا سامان ہے[1]،

ایک مرتبہ مقنع بیمار ہوئے تو حضرت جابرؓ دیکھنے کو گئے تو فرمایا، میرے خیال میں تم پچنہ لگاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اس میں شفا ہے[2]،

مزاج میں بے تکلفی تھی ملنے جلنے کا انداز بہت سادہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون محترم و معزز ہو سکتا تھا، لیکن جب آپ چلتے تو لوگ آپ کے برابر آگے چلتے تھے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے[3]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز دل و دماغ میں جاگزیں تھی، بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، لوگ اس جگہ کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ نے اسکو کٹوا دیا، مسیب بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم لوگ دوسرے ہی سال بھول گئے تھے[4]، لیکن حضرت جابرؓ کو برسوں کے بعد بھی یاد تھا، اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا کہ آج آنکھیں ہوتیں تو وہ موقع دکھلا دیتا[5]،

---

[1] مندرج ۳ ص ۲۷۱ [2] ایضاً ص ۳۳۵ [3] ایضاً ص ۳۳۲ [4] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۵۹۹ [5] ایضاً ص ۵۹۸،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت جبار بن صخرؓ

نام ونسب جبار نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے جبار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھیں،

اسلام بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے،

غزوات اور دیگر حالات مقداد اسود کندی سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے مواخاۃ ہوئی، تمام غزوات میں شرف شرکت حاصل کیا، غزوۂ بدر میں ۳۲ سالہ تھے،

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک سال خارص بنا کر بھیجا تھا، غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت ہوگئی تو جبار بن صخرؓ اس منصب کے لئے انتخاب کیا،

جبار ہر سال خیبر کے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی اسی منصب پر مامور رہے اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلا وطن کیا تو مہاجرین وانصار کو لیکر خیبر گئے تھے، اس سفر میں جبار بن صخرؓ بھی اُن کے ہمراہ تھے،

وفات سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انتقال کیا، اسوقت انکی عمر ۶۲ سال کی تھی،

فضل وکمال مسند میں چند حدیثیں اُن کے سلسلہ سے مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا، اس لئے دار الخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض ہوا تھا،

Marfat.com
Marfat.com

اخلاق | حبِّ رسولؐ پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

مکہ معظمہ کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا بہ میں کوئی جاکر پانی انتظام کرتا، حضرت جبّارؓ نے اُٹھ کر کہا میں جاتا ہوں، وہاں پہونچ کر حوض کے ارد گرد ڈھیلے رکھے، اور اُس میں پانی بھرا، محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے، آنکھ لگ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہونچے اور فرمایا مالکِ حوض! میں اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں؟ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہچان کر اجازت دی، آپ اونٹ بٹھا کر اترے اور وضوء کے لئے پانی مانگا، اُنھوں نے آپ کو وضو کرا کے خود بھی وضو کیا، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے، چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا، تھوڑی دیر میں تمام لوگ آ پہنچے[1]، اور تنہائی کا لطف صحبت مفقود ہو گیا،

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۱ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ

جلیبیب نام تھا، انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلۂ نسب معلوم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی، چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے، اس لئے لڑکی کے ماں باپ نے انکار کرنا چاہا لیکن لڑکی نہایت سمجھدار اور عقلمند تھی، اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی،

ما کان لمومن ولا مومنۃ — یعنی جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ
اذا قضی اللہ ورسولہ امرا — کر دیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون و
ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم — چرا کی گنجائش نہیں۔

اور میں بالکل رضامند ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے وہی میری بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا،

اللھم اصب علیھا الخیر صبا — خداوندا اس پر خیر کا دریا بہا دے اور
تجعل عیشھا کدا — اس کی زندگی کو تلخ نہ کر

دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی عورت تونگر اور خرچ نہ تھی، عورت کی رضامندی پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیبیب سے کہا کہ فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں، بولے یا رسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے، فرمایا لکنک عند اللہ لست بکاسد، یعنی تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو، (اس واقعہ میں اور بھی تفصیل ہے)

Marfat.com
Marfat.com

شہادت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے کہ مال غنیمت آیا، ارشاد ہوا دیکھو کون کون لوگ لاپتہ ہیں، لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنائے، آپ نے ۳ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا، لکنی افقد جلیبیبا! لیکن میں جلیبیب کو گم پاتا ہوں،

مسلمان حضرت جلیبیبؓ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، آپ خود تشریف لائے، اور لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

قتل سبعة ثم قتلوہ هذا منی — سات کو قتل کر کے قتل ہوا یہ مجھ سے ہے اور میں

انا منہ هذا منی وانا منہ — اس سے ہوں یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں

اور جلیبیب کی لاش کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر لائے، اور قبر کھدوا کر دفن کیا اور غسل نہیں دیا[1]

حضرت جلیبیبؓ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے، شہادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ یہ شرف کس عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھوں سے ان کی لاش اٹھا کر لائے، تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختوں سے تیار ہوتا ہے، لیکن حضرت جلیبیبؓ کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا،

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیازمندے — کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسید خاکی

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۷،

Marfat.com
Marfat.com

(ح)

حضرت حباب رضی اللہ عنہ بن منذر رضی اللہ عنہ

نام ونسب حباب نام، ابوعمر کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، والد کا نام منذر بن جموح بن زید تھا، والدہ کا نام ... بنت عنم بن کعب بن سلمہ تھا،

اسلام ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر میں قبیلہ خزرج کا علم ان کے پاس تھا، بدر کے قریب پہونچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جانے سے پہلے کیا یا رسول اللہ! اس مقام پر اترنے کے لئے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا میری رائے ہے، عرض کی تو یہ موزوں نہیں ہم کو پانی کے پاس اترنا چاہئے تاکہ تمام کنوؤں پر قبضہ کرکے ایک حوض تیار کرلیا جائے جس سے ہم پانی لیں اور دشمن کو پانی نہ ملے اور دشمن شدت تشنگی سے پریشان ہو جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صحیح کہتے ہو، چنانچہ تمام لشکر کو لیکر چاہ بدر پر منزل انداز ہوئے،

غزوۂ احد میں قریش اس سر و سامان سے نکلے تھے کہ ... گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جاسوس بھیجے اور ان کی ... فرمایا، تمام لشکر میں گھوم کر مختلف خبریں ہم پہنچاتے اور دشمن کی تعداد کا ... اندازہ کرکے

لہ طبقات ابن سعد ص۹، ایضاً ص۱۰ و اصابہ ج۱ ص۲۷۵، ایضاً ص۲۷،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی،

اس غزوہ میں بھی خزرج کا علم ان کے پاس تھا، بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہ علمبردار تھے، غزوہ بنی نضیر میں ایک حصہ کا اور حنین میں تمام خزرج کا علم انہی کو تفویض ہوا تھا، سقیفہ ساعدہ میں وہ سعد بن عبادہ کے سرگرم حامی تھے، اور ان کے خلیفہ بنانے پر مصر تھے،

انصار نے خطبہ میں ایک یہ فقرہ کہا تھا،

اَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ،	یعنی میں قوم کا معتمد ہوں اور لوگ میری رائے سے فائدہ اٹھاتے ہیں،

اس کے بعد یہ رائے پیش کی، کہ دو امیر ہوں ایک انصاری اور ایک مہاجری حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا، یہ ناممکن ہے، دو بادشاہ ایک اقلیم نہ گنجند!

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں فوت ہوئے، عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی، غزوۂ بدر میں ۳۳ برس کا سن تھا،

فضل و کمال حدیث میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ ان کے شاگرد ہیں،

شاعری عرب کا فطری جوہر ہے، حضرت حبابؓ بھی شعر کہتے تھے، یہ شعر انہی کی طرف منسوب ہیں

الم تعلما اللہ ذسا بیکما	وما الناس الا کمہ وبصیر
کیا تمھیں خبر نہیں تھی کہ باپ کی بھلائی خدا کی طرف سے ہے	کہ دو لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں قدرتی نابینا اور آنکھ والا
یا ناوا عدا انی محمد	اسود نعانی العالمین زئیر
چنانچہ ہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن دونوں شیر ہیں	جن کی گرج سے تمام عالم گونج اٹھا ہے
نصرنا وآوینا الیٰ وما لنا	سوانا من اھل الملتین نصیر
لیکن ہمکو یہ شرف ہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اور مدد کی	اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے

Marfat.com
Marfat.com

خطبہ اچھا دیتے تھے، اور اس میں فصاحت و بلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے، سقیفہ ساعدہ میں اُنھوں نے دو خطبے دیئے تھے جن سے قوتِ تقریر اور زورِ بیان کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، اس مفہوم کو کہ انصار چاہیں تو خلافت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں کس بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے،

اما واللہ لئن شئتم لنعیدنها جذعة!

خلافت کو اونٹ سے تعبیر کر کے کہتے ہیں، کہ تم چاہو تو میں اسکو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہوں،

اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کو اس طرح بیان کرتے ہیں،

انا جذیلها المحکک وعذیقها — میں انصار کے خارشتی اونٹ کے بدن رگڑنے کا

المرجب! — ستون اور ان کے تناور درخت کا سہارا ہوں

عرب میں جب اونٹ کے خارش نکلتی تو صحتیابی کے لئے اسکو ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے جس سے وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا، اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا، ایک دیوار بنا دیتے، یا لکڑی گاڑ دیتے تھے، تو درخت سیدھا رہتا تھا،

حضرت حبابؓ نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حرام بن ملحانؓ

نام ونسب حرام نام، قاری لقب سلسلہ نسب یہ ہے، حرام بن مالک (ملحان) بن خالدؓ بن زید بن حرام بن جندب بن عامر، بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انس بن مالکؓ صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھیں،

اسلام بنو نجار، صدائے اسلام پر لبیک کہنے میں تمام انصار کے پیش پیش رہے تھے، حضرت ام سلیمؓ کی وجہ سے خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا، اس لئے بھائی نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی،

غزوات اور وفات بدر اور احد کے معرکوں میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا، سریہ بیر معونہ میں جو احد کے بعد ہوا تھا ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لیکر آئے کہ ہمارے ملک میں اشاعت اسلام کے لئے کچھ آدمی بھیج دیجئے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکیں، آپ نے ۷۰ آدمیوں کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے ان کے ساتھ کر دیا، حرام بھی اسی جماعت میں تھے، وہاں پہونچ کر ایک مقام پر قیام کیا حرام دو آدمیوں سمیت جو تین میں سے ایک کے پاؤں میں لنگ تھا قبیلہ میں اشاعت اسلام

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۸۵،

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے گئے، اور یہ کہہ کر ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہیں ٹھہرو، پہلے میں جاتا ہوں اگر زندہ بچ گیا تو خیر، ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیوں کو خبر کر دینا، اور قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم مجھے امان دیتے ہو؟ ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی تھی کہ اُدھر قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا اس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک پہلو کو توڑ کر دوسرے پہلو سے نکل گیا، حضرت حرامؓ نے زخم کا خون لے کر چہرہ اور سر پر چھڑکا، اور فرمایا اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا، دونوں ساتھیوں میں سے جن کے پاؤں میں لنگ تھا پہاڑ میں چھپ رہے۔ دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی، واقعہ سُن کر سب موقع پر پہنچ گئے اور اسی جگہ لڑ کر جام شہادت نوش کیا،

بنا کردند خوش رسمے بخون خاک غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر ہوئی تو آپ نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی[1]،

فضل و کمال قرآن و حدیث پر اس قدر عبور تھا کہ بخدمت ان کی اشاعت کے لئے مقرر کئے گئے صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اس کا درس دیتے تھے[2] اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا[3]،

اخلاق رات کو نماز پڑھتے[4]، دن کو مختلف نیک کام کرتے، مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے[5]، اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کی غذا مہیا کرتے[6]،

ان کریمانہ اخلاق میں جوش کی جس کا نظارہ اوپر ہو چکا ہے ایسا دیدہ زیب مرقع پیش کرتا ہے جس کے بعد دوسرے مرقع کی حاجت نہیں رہتی،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۸۶ و ۱۸۱ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۸،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حسّان بن ثابتؓ

نام ونسب | حسان نام، ابو الولید کنیت، شاعر رسول اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حسان ابن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ابن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود ابن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا۔ قبیلۂ خزرج سے تھیں اور سعد ابن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں[1]، حسان نے ایک شعر میں ان کا نام ظاہر کیا ہے[2]

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا وابن الفریعة امسی بیضة البلد

وہ اسلام اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں،

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے، فارع کا قلعہ جو مسجد نبوی سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا، انہی کا سکونت گاہ تھا، حسانؓ کہتے ہیں،

ارقت لتوما من البروق اللوامع ونحن نشاوی بین سلع وفارع[3]

سلسلۂ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گذریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں، حرام کی عمر جو حضرت حسانؓ کے پردادا تھے ۱۲۰ سال کی تھی، ان کے بیٹے منذر اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت سب نے یہی عمر پائی[4]

اسلام | حضرت حسانؓ حالت ضعیفی میں ایمان لائے، ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا،

[1] صحیح بخاری ص۵۹۵ ج ۲ [2] اصابہ ص۱۶۶ ج ۸ [3] خلاصۃ الوفاء ص۲۹ [4] اسد الغابہ ص۷ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات دل کے فطرۃً کمزور تھے، اس لیے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے[1]، حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

قیل لابن عباس ندم حسان للعین	ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسان ملعون
فقال ابن عباس ما هو بلعین قد	آپ نے فرمایا ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں
جاهد مع رسول اللہ صلی اللہ	انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علیہ وسلم بنفسہ ولسانہ[2]	رکاب میں نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے

لیکن عام تذکرہ اس کے خلاف ہیں، غزوہ خندق میں عورتوں کے ساتھ قلعہ میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر یہودیوں کو اطلاع ہو گئی تو بڑی مشکل پیش آئے گی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مشغول تھے انھوں نے حسان سے کہا اس کو مارو، ورنہ یہود سے جا کر خبر کر دیگا، انھوں نے جواب دیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، حضرت صفیہؓ نے یہ جواب سنکر خود خیمہ کی چوب اٹھائی اور مردانہ وار نکل کر مقابلہ کیا، اور یہودی کو قتل کر کے حسان سے کہا اب جا کر اس کا سامان اتار لو، بولے کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں[3]،

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے، چنانچہ غزوہ بنو نضیر میں

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص [2] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۵۸ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کے واقعہ میں حضرت حسانؓ بھی منافقین کے فریب میں آکر شریک ہو گئے تھے، اس لئے بعض اصحاب حب رسول میں ان کے متعلق سخت الفاظ استعمال کر جاتے تھے، اس واقعہ میں بھی غالباً ملعون کہنے کا سبب یہی ہے

[3] اسد الغابہ ج ۲ ص ،

Marfat.com
Marfat.com

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت جلائے تو انھوں نے یہ شعر کہا،

فھان علی سراۃ بنی لوئ حریق بالبویرۃ مستطیر

بنو نضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا، اس بنا پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنو نضیر کی جس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے کچھ مدد نہ کر سکے یہ شعر مکہ پہنچا تو ابو سفیان بن حارث نے جواب دیا،

اذا مزا اللہ ذالک من صنیع وحرق فی نواحیھا السعیر

ستعلم ایتنا منھا بنزل وتلقاہ ای وادینا نضیر

یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے، یہاں تک کہ آس پاس کے شغلوں سے خود مدینہ خاکستر ہو جائے، اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں،

۶ھ میں غزوہ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہ پر اتہام لگایا، عبداللہ بن ابی ان سب میں پیش پیش تھا، مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے فریب میں آگئے، جن میں حسان، مسطح بن اثاثہ، اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھیں، جب حضرت عائشہؓ کی برأت میں آیتیں اتریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتہام لگانے والوں پر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانے کی قرآن کی مقرر کردہ حد جاری کی،[1]

گو حضرت حسانؓ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں تھے، لیکن اس کے باوجود جب اُن کے سامنے حسانؓ کو کوئی بُرا کہتا تو منع کرتیں اور فرماتیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے، اور آپ کی مدافعت کرتے تھے،[2]

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ، حضرت عائشہؓ کو شعر سنا رہے تھے کہ مسروق بھی آگئے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۵ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج ۲ ص [4] بخاری ج ۲ ص ۹۰۹،

Marfat.com
Marfat.com

اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں، حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے، فرمایا یہ اندھے ہو گئے، اس سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا، پھر فرمایا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشرکین کی ہجو کرتے تھے[1]

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا، جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کو حکم دیا کہ تم اٹھ کے اس کا جواب دو، انھوں نے اسی ردیف و قافیہ میں، برجستہ جواب دیا،

ان الذوائب من فهر و اخوتهم — قد بينوا سنة للناس تتبع

يرضى بها كل من كانت سريرته — تقوى الاله و بالامر الذى شرعوا

قوما اذا حاربوا ضروا عدوهم — او حاولوا النفع فى اشياعهم نفعوا

سجية تلك منهم غير محدثة — ان الخلائق فاعلم شرها البدع

لو كان فى الناس سباقون بعدهم — فكل سبق لادنى سبقهم تبع

لا يرفع الناس ما اوهت اكفهم — عند الدقاع ولا يوهون ما رقعوا

ولا يضنون عن جار بفضلهم — ولا يمسهم فى مطمع طمع

اعفة ذكرت فى الناس عفتهم — لا يخبثون ولا يردیهم طمع

خذ منهم ما اتوا عفوا اذا غضبوا — ولا يكن همك الامر الذى منعوا

فان فى حربهم فاترك عداوتهم — شرا يحاض اليه الناب والسلع

اكرم بقوم رسول الله شيعتهم — اذا تفرقت الاهواء والشيع

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، مسلمانوں کے لئے اس سے

[1] صحیح بخاری ص۵۱۹ ج ۲ [2] استیعاب ص۱۳۱ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

بڑھ کے کوئی غم نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ حضرت حسانؓ نے کئی پر درد مرثیے لکھے جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کئے ہیں ہم ان کے صرف مطلعوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے،

الیت حلفه برغیر ذی دخل　　منی الیته غیرا فناد،
باللہ ما حملت انثیٰ ولا وضعت　　مثل الذی نبی الرحمة الهادی

آگے چل کر لکھتے ہیں،

امسی نساءت عطلن البیوت فما　　یضربن خلف فقاستریا وتار
مثل الرواهب یلبسن المسوح وقد　　ایقن بالیؤس بعد النعمة البادی

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع

ما بال عینك لا تنام کانما　　کحلت ماقیها ما یجل الارمد

ہے اپنی مصیبت اور رنج و غم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

جنبی یقیت التراب لهفی لیتنی　　کنت المغیب فی الضریح الملحد

پھر کہتے ہیں،

اقیم بعدك بالمدینة بینهم　　یالهف نفسی لیتنی لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے،

یا عین جودی بدمع منك اسبال　　ولا تملن من سح و اهوال

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر ہے،

نب المساکین ان الخیر فاوقهم　　مع الرسول و لی عنهم بحلال[1]

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ ج ۲ قسم ۲،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرصہ تک زندہ رہے،

وفات امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی ۱۲۰ برس کا سن تھا، بعض لوگوں نے لکھا ہے، کہ ۴۰ھ سے پیشتر انتقال کیا، لیکن یہ صحیح نہیں،

اہل وعیال بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ کی ہمشیر تھیں، ان سے عبدالرحمٰن نام ایک لڑکا پیدا ہوا، اس بنا پر عبدالرحمٰن اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی خالہ زاد بھائی تھے[1]،

مکان جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ان کا آبائی مسکن، فاسع کا قلعہ تھا، لیکن جب ابو طلحہؓ نے بیرحا کو صدقہ کرکے اپنے اعزہ پر تقسیم کر دیا، اور ان کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کرلی، یہ مقام بقیع سے قریب تھا، امیر معاویہ نے ان سے خرید کرکے اس جگہ ایک قصر بنوایا تھا جو قصر بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلہ میں دی تھی کہ انھوں نے صفوان بن معطل کا وار برداشت کیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اول تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے، دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے ہم نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے[2]،

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براء بن عازبؓ، سعید بن مسیبؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر، ابوالحسن مولی بنونوفل خارجہ بن زید بن ثابت، یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب اور دیگر حضرات ہیں،

شاعری حضرت حسانؓ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعر وسخن، عرب کا

[1] اسد الغابہ ص۲ ج ۲ [2] کتاب مذکور ص۲۵

Marfat.com
Marfat.com

مذاق تھا، اور چند قبائل خصوصیت کے ساتھ شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، موخر الذکر قبیلہ میں اوس و خزرج کا شمار تھا جن سے حضرت حسانؓ کا آبائی سلسلہ نسب ملتا ہے،

ان قبائل میں بھی چند مخصوص خاندان تھے، جن کے ہاں شاعری باعتبار جد وراثت کے طور پر چلی آتی تھی، حضرت حسانؓ بھی ان ہی میں سے تھے، ان کے باپ دادا اور وہ خود اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور پوتے سعید بن عبدالرحمٰن، سب شاعر گذرے ہیں[1]،

شعراء کے چار طبقے ہیں، جاہلی قدیم (اسلام سے قبل)، مخضرم (جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا)، اسلامی اور محدث، حضرت حسانؓ دوسرے طبقہ میں ہیں، یعنی انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو دیکھا ہے[2]،

ان شاعروں میں کچھ لوگ "اصحاب مذہبات" کے نام سے مشہور ہیں، مذہبات ذہب سے مشتق ہے، جس کے معنی سونا ہیں، چونکہ بعض شاعروں کے منتخب اشعار، سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے، اس لیے مذہبہ کہلاتے ہیں، بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگا، حضرت حسانؓ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے[3]،

لعمر ابیاتٍ الخیر حقا لما بنا　　علی لسانی فی الخطوب ولائدی

حضرت حسانؓ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے، اصمعی کہتا ہے:-

شعر حسان فی الجاھلیت من اجود الشعر[4]،

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا:-

فمن للقوافی شانھا من یحولھا　　اذا ما مضی کعب وفوز جرول

[1] کتاب العمدہ ابن رشیق قیروانی ص ۲۳۵، ج ۲، [2] ایضاً ص ۲۱ ج ۱، [3] ایضاً ص ۶۱ ج ۱، [4] دیوان حضرت حسانؓ ص ۲۸

Marfat.com
Marfat.com

تو مرزوبی (بہادر شیخ، شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ[1]

فلست لکسان الحسامین ثابت

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں پر منقسم ہیں، اہل وبر دیہات والے اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر میں مکہ، مدینہ، طائف کے باشندے شامل تھے، باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا پڑا تھا، شعرا عموماً انہی دیہاتوں کے باشندے تھے، لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسانؓ کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے[2]

خصوصیات شاعری، شعر کے اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں، لیکن ان میں اصولی چیزیں صرف چار کو حاصل ہے رغبت، رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں مدح شکر و ہیبت میں مذمت، طلب رافت طرب میں شوق، تغزل اور غضب میں ہجو اور عتاب و خشم داخل ہیں[3] حضرت حسانؓ کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تیز و تند ہے۔

خصوصیات شاعری حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جدت استعارات، اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن کی پروردہ نہیں تھی، تاہم اس سے انکار نہیں، کیا جا سکتا کہ تمدن سے متاثر نہ ہوئی، تمدن عرب کی حقیقی صبح صادق، قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی۔ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس نے بڑے بڑے زبان آوروں کو اپنے سامنے خاموش کر دیا تھا۔ اس بنا پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے، ان میں فصاحت و بلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی، حضرت حسانؓ ان میں سب سے زیادہ تھے

حاشیہ صفحہ گذشتہ [1] عمدۃ القاری و الشوارد ابن قتیبہ ص۱۵ [2] ایضاً ص۱۵ کتاب الاغانی ص۱۵ : اور اسد الغابہ ص۲۶ ج۲ ص۱۵ کتاب احمد ص۱۰۰ ج۱

Marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں صحابہ کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود حسان اسکو استعارہ بنا کر حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں،

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ یقطع اللیل تسبیحا و قرآنا[1]

لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے کی قربانی کردی جسکی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح و قرآن خوانی گذارتا تھا

دیکھو اس شعر میں چہرہ کو "عنوان السجود بہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بالکل جدید استعارہ ہے"

۴- اشارہ کی لطافت، اشارہ کی ایک قسم تتبیع یا تجاوز ہے، جس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے، اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے،

عرب میں سینکڑوں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزیں تھے، جو ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے، جہاں کہیں پانی مل جاتا طرح اقامت ڈال دیتے، اور جب ختم ہو جاتا تو کسی اور طرف رُخ کر دیتے، شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے، لیکن حضرت حسانؓ نے جس طرز سے ادا کیا ہے، وہ بالکل اچھوتا اور نہایت لطیف ہے

اولاد جفنۃ حول قبر ابیھم قبر ابن ماریۃ الکریم المفضل

جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا

ممدوح چونکہ عرب کی نسل تھا، اس بنا پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور بے خوف و خطر اپنے باپ کی قبر کے ارد گرد رہتے ہیں، ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز و شاداب ہے، اس بنا پر

ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،

---

[1] کتاب العمدہ ص۱۸۶ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ کنایہ کی بداعت، عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رُتبہ اور فیاض ہے تو وہ کہے گا: "المجد بین ثوبیہ والکرم بردیہ" یعنی یہ اوصاف اس کے کپڑوں کے اندر ہیں، حضرت حسانؓ اس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہیں،

بنی المجد بیتا فاستقرت عمادہ علینا فاعیٰ الناس ان یتحولا

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہیں، اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مجد و بزرگی نے ہمارے ہاں ایک گھر بنایا ہے اور اس کے ستون اس قدر مضبوط گاڑے ہیں کہ لوگ ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے، اس میں مجد کا ایک گھر بنانا، پھر اس کے ستون اپنے یہاں قائم کرنا، اور لوگوں کا ان کو نہ ہٹا سکنا، یہ بالکل جدید انداز بیان ہے۔

۴۔ **وزن کی خوبی**، اس کا مدعا یہ ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو، ذیل کے اشعار کس درجہ سبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہیں[1]،

ماهاج حسان رسوم المقام ومطعن الحی ومبنی الخیام

والنوئی قد هدم اعضادہ تقادم العهد بوادی تهام

قد ادرکت الواشون ما املوا والجبل من شعثاء رث الرمام

کان فاها نغب یارح فی رصف تحت ظلال الغمام

۵۔ **قافیہ کی خوبی** اس میں الفاظ کی نشست، جملوں کی ترکیب اور کلام کی سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ یہ صنعت ہوتی ہے کہ بیت اوّل کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے،

---

[1] نقد الشعر قدامہ ابن جعفرؒ،

Marfat.com
Marfat.com

اس میدان کا مرد صرف امراء القیس ہے، تاہم اور شاعروں نے بھی کوشش کی ہے،
حضرت حسانؓ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے،

الم تسال الربع الجدید التکلما　　بمدفع اشداخ فرقة اکلما

اس کے بعد کا یہ شعر ہے،

الی رسم دار الحی ان یتکلما　　انیطق بالمعروف من کان ابکما[1]

۶۔ الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا، اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم کو ادا کرتا ہے، جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے، جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے، مثلاً یہ شعر،

لم تفتها شمس النهار بشئ　　غیر ان الشباب لیس یدوم[2]

۷۔ قلت مبالغہ حضرت حسانؓ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے بالکل خالی ہے، ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا، وہ بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا، وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے، اس بنا پر میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے بالکل چھوڑ دیا ہے[3]،

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا، نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر[4]،

سنا الجفنات الغر یلمعن بالضحی　　واسیافنا یقطرن من نجدة دما

میں اسی نقطۂ خیال سے نکتہ چینی کی ہے، اس کے نزدیک "غر" کے بجائے بیض، "ضحی" کے جگہ دجی، اور "یقطرن" کے مقام پر "یجرین" کہنا چاہئے تھا،
لیکن دراصل یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ حضرت حسانؓ کو شعر میں پیالوں کی سفیدی

[1] نقد الشعر قدامہ بن جعفر ص۱۵ [2] ایضاً ص۵ [3] اسد الغابہ ص ج ۲ [4] نقد الشعر ص۱۵

Marfat.com
Marfat.com

بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف شہرت اور نباہت کا اظہار مدنظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا نام لینا تمام عرب میں عام تھا، مثلاً یوم اغر، اور یدغزار وغیرہ

اسی طرح "ضحی" کے بجائے "وجی" صحیح نہیں، کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی روشنی نہایت تیز اور شدید ہو، اور رات کو ہر چھوٹی اور دھندلی چیز نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً ستارے کہ دن کو بھی موجود رہتے ہیں لیکن ان کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماند رہتی ہے، یا چراغ تاریکی میں درندوں کی آنکھیں تک چمک اٹھتی ہیں، اور ایک قسم کی مکھی جس کو عربی میں یراع اور فارسی میں کرمچہ کہتے ہیں بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے،

اسی طرح یقطرن کے جگہ یحرین، محاورہ عرب کے خلاف ہے، عرب میں جب کسی بہادر اور جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہیں "سیفہ یقطر دما" یہ کوئی نہیں کہتا کہ سیفہ یحری دما۔

دفاعی نظمیں حضرت حسانؓ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے، انھوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے لیکن اس کے باوجود فحاشی سے ان کا کلام بالکل پاک ہے، عربوں کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی، اس بنا پر وہ اپنے اشعار میں صحیح صحیح واقعات نہایت موزوں اور مناسب پیرایہ میں نظم کرتے تھے، چنانچہ زبیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے[1]

وما ادری وسوف اخال ادری ۔۔۔ اقوم آل حصن ام نساء

مجھے معلوم نہیں، اور عنقریب معلوم ہو جائیگا، کہ آل حصن مرد ہیں یا عورت؟

فان تکن النساء مخبئات ۔۔۔ فحق لکل محصنۃ ھداء

اگر عورتیں ہیں، تو ان کو ہدیہ کرنا چاہئے،

[1] کتاب العمدہ ص۱۳۹ ج ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں کو نہایت گراں گذرا کہ عرب میں یہ سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی،

حضرت حسانؓ کی ہجو سب وشتم پر مشتمل نہ تھی، بلکہ مدافعت تھی، اور وہ بھی بطریق احسن وہ پیرایۂ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[1]

کان حسان وکعب یعارضان شعر	یعنی حسان اور کعب مشرکین کی رزمیہ اور
مثل قولھم فی الوقائع والایام والمآثر	فخریہ نظموں کا جواب دیتے تھے، اور ان کے
ویذاکرون مثالبھم	مثالب کا تذکرہ کرتے تھے،

حضرت حسانؓ کی ہجو گوئی کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین ابوسفیان بن حارث ابن عبد المطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے، لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کے جواب مین آپ ہجو لکھیں، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو تو میں آمادہ ہوں، آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا "علی اس کام کے لیے موزوں نہیں" اس کو انصار کریں گے، "جنھوں نے میری تلوار سے مدد کی ہے"، حسان نے زبان پکڑ کر کہا میں یہ کام بخوشی قبول کرتا ہوں،

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کروگے حالانکہ میں بھی انھیں میں سے ہوں، عرض کی

لاسلنک منھم کما تسل الشعرۃ	میں آپ کو اس طرح نکالوں گا جیسے
من العجین،	آٹے سے بال نکالا جائے،

فرمایا تو تم نسب ناموں میں ابوبکرؓ سے لینا، ان کو قریش کے نسب میں اچھی واقفیت ہے[2]

حضرت حسانؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے، اور ان سے دریافت کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ بتاتے کہ فلاں فلاں خورتوں کو چھوڑ دینا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادیاں ہیں،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵، [2] صحیح بخاری ص ۱۰۰۱ ج ۲ و اسد الغابہ ص ۴ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

باقی فلاں فلاں عورتوں کا تذکرہ کرنا، ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں یہ اشعار لکھے

وان سنام المجد من آل هاشم ... بنو بنت مخزوم ووالدت العبد

ومن ولدت ابناء زهرة منهم ... كذلك ولم يلقب بعائرك المجد

ولست لعباس ولا كابن امه ... ولكن لئيم لا يقام له زند

وان امرءً كانت سمية امه ... وسمراء مغمور اذا بلغ الجهد

وانت بين بظر في آل هاشم ... كما بيظ خلف الراكب القدح الفذ

تو بولا کہ ان شعروں میں ابوبکرہؓ کا بھی ضرور ہے، اس میں انھوں نے، حضرت عبداللہؓ اور حارث زبیر، حضرت حمزہؓ، حضرت عاتکہؓ، حضرت عباسؓ اور ضرار بن عبدالمطلب کو مستثنیٰ کرکے ابوسفیان کی ماں سمیہ اور اس کے باپ حارث کی ماں سمرا پر طنز کیا ہے۔

اسی ابوسفیان کی ہجو میں کہتے ہیں:

هجوت محمدا فاجبت عنه ... وعند الله في ذاك الجزاء

هجوت مطهرا برا حنيفا ... امين الله شيمته الوفاء

اتهجوه ولست له بند ... فشركما لخيركما الفداء

فان ابي ووالده وعرضي ... لعرض محمد منكم وقاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اشعار سے نہایت خوش ہوئے تھے ایک مرتبہ فرمایا

حسان اهجهم عن رسول الله ... اے حسان میری طرف سے جواب شعر اور

وايده بروح القدس ... روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر۔

الی آخرہ۔

لہ اسد الغابہ ص ۲ ج ۱ و صحیح بخاری ص ۸۴۶ ج ۲ ۔

Marfat.com
Marfat.com

اللھم وجبریل معک[1] یعنی تو مشرکین کی ہجو کر جبریل تیرے ساتھ ہے

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا، اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،

ان قولہ فیھم اشد علیھم من وقع النبل[2] حسان کا شعر ان میں تیر و نشتر کا کام کرتا ہے

اب ہم ہجو کے چیدہ اشعار لکھتے ہیں،

اتجوہ ولست لہ بند فشرکما لخیرکما الفداء

تو با این ہمہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفو نہیں، ان کی ہجو کرتا ہے، پس تم میں کا بڑا اچھے پر قربان ہے،

اس شعر کا اخیر مصرعہ اس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے،

واشھد ان امک من قریش کان السقب من ولد النعام

میں جانتا ہوں کہ تیری قرابت قریش سے ہے، لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شتر مرغ کے بچہ سے ہوتی ہے،

ابن مفرغ نے انہی کا پہلا مصرع اڑا کر امیر معاویہؓ کی ہجو لکھی تھی،

واشھد ان امک من زیاد[3]

وامک سوداء مودونۃ کان انا مدھا الحنظب[4]

تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پستہ قد ہے اور پورگویا حنظب (ایک چھوٹا جانور ہے) ہے،

مدح | مدح اچھی لکھتے تھے، آل عثمان کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں اُن میں سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

یسقون من ورد البریص علیھم بردی یصفق بالرحیق السلسل

جو اُن کے ہاں جاتا ہے وہ اسکو بردی (نہر کا نام ہے) کا پانی، صاف شراب میں ملا کر پلاتے ہیں،

---

[1] صحیح بخاری ص۹۰ ج۲ [2] استیعاب ص۱۲۰ ج۱، [3] طبقات الشعراء ص۲۱۳ [4] دیوان حسان ص۲،

Marfat.com
Marfat.com

مصعب بن زبیر کی مدح میں ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب قریب کہا ہے، لیکن جو مضمون اس میں ادا ہوا ہے، اُس میں نہیں ادا ہوا[1]،

اسی طرح یہ شعر،

یغشون حتی ما تھر کلابھم لا یسئلون عن السواد المقبل

اس بات میں اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون ہے، شاعروں کے بیان اس باب میں سب سے بہتر ہیں لیکن ان میں جس کو ترجیح دی گئی ہے وہ اعشیٰ کا ہے، حطیہ حضرت حسانؓ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے، اور لوگ ابو الصلت ان امیہ کے شعروں کو بہتر بتاتے ہیں، عبد الملک بن مروان کو اہل زبان اور زبان کا عالم تھا، اس نے یہ کہا

ان امدح بیت قالتہ العرب عرب نے جتنے مدح میں اشعار کہے ہیں

بیت حسان ھذا سب سے بہتر حسان کا شعر ہے،

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت کی ہے، شان عثمانؓ جود و سخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے یہاں مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کتے تک مانوس ہو گئے ہیں، اور ان کو دیکھ کر نہیں بھونکتے

یہ جاہلیت کے اشعار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو شعر کہے ہیں ان کو بھی سننا چاہیئے،

متی یبد فی الداجی البھیم جبینہ یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اس کی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے۔

---

[1] کتاب العمدہ ابن رشیق ۱۲ کتاب الایضاح ابن سنان ۱۲ کتاب الاستیعاب ابن عبد البر ۱۲

Marfat.com
Marfat.com

فمن کان او من قد یکون کاحمدؐ نظام لحق او نکال لملحد

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہو سکتا ہے

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ ایسے ہی تھے، جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے، حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے،

جب بنو تمیم کا وفد آیا اور حسانؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے، تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے،

حصان رزان ماتزن بریبۃ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

حضرت عائشہ کی مدح میں ہے، ان کو سنایا تو بولیں کہ خیر میں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں،

افتخار حسب ذیل اشعار فخریہ ہیں،

اهدی لهم مدحا قلبٌ موازرہ فیما احب لسان حائک صنعٗ

میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جس میں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جسکو شعر کی درست کرنے والی اور ماہر زبان پسند کرتی ہے،

اس میں انھوں نے زبان کو صنعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے،

الیک ارضاعا زب الشعر بعدما تمثل فی روض المعانی العجائب

ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو نہایت بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کر چکے ہیں،

سلہ اسد الغابہ ص ۴ ج ۲ سلہ ایضاً سلہ استیعاب ص ۱۳۱، ج ۱، سلہ صحیح بخاری ص ۵۹۰ ج ۲ شلہ دلائل الاعجاز ص ۳۹۵،

Marfat.com
Marfat.com

غرائب لاحت فی فنائک انسھا　　من المجد فھی الآن غیر غریب

جو نوادر تھے، تمھارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں،

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلند معنی رکھتے ہیں، اور ان کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے، یہ ممدوح کی قدردانی ہے، جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں، ورنہ وہ تو گلستانِ معانی میں مقیم ہو گئے ہیں، کیونکہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے

وقافیۃ مثل السنان سریتھا　　تناولت من جو السماء نزولھا

اور ایک قافیہ جو تیر کی طرح ہے، کیا خوب ہے، میں آسمان سے اس کو اڑا لایا ہوں[1]،

مرثیہ　حضرت حسانؓ نے مرثیے لکھے ہیں، جن میں کا ہر ہر شعر یکسر سوز و گداز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں

اخلاقی نظمیں،　ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے کی حیثیت سے، حضرت حسانؓ کا موضوع شاعری، وعظ و پند اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے، چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں[2]،

اصون عرضی بمالی لا ادنسہ　　لا بارک اللہ بعد العرض فی المال

میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں　　جس مال سے آبرو نہ حاصل ہو وہ اچھا نہیں

احتال للمال ان اودی فاکسبہ　　ولست للعرض ان اودی بمحتال

مال اگر نہ رہے تو پھر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہو سکتی،

نرم و گرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں،

وانی لحلو تعترینی مرارۃ　　وانی لمرات بما لم اعود[3]

[1] طبقات الشعراء والشعراء ص ۱۷۲ [2] حماسہ ابو تمام ص ۵۸ و ۵۹ ج ۲ [3] حماسہ بحتری ص ۱۱۲،

Marfat.com
Marfat.com

میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی بدش آجاتی ہے اور میں جس چیز کا عادی نہیں اسکو چھوڑ دیتا ہوں،

ظلم کا انجام برا ہوتا ہے،

ندع السوال عن الامور ونجتھا ولرب حافر حفرۃ ھو یصرع[1]

ہم کسی بات کی کھود کرید میں نہیں پڑتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا بسا اوقات اُسی میں پچھاڑا جاتا ہے،

آدمی کو ہمیشہ ایک سا ں رہنا چاہیئے، امیر ہو کر آپے سے باہر اور غریب ہو کر غمگین ہونا چاہیئے

فلہ ا لمال نبینی حیاتی وحفظتی وللدھر وقعات الدھر لغالین مبرد[2]

مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا،

اپنی موت بلانا،

فلا تک کالشاۃ الی کان حتفھا بحفر ذری اعیھا تثیر وتحفر[3]

تم اس بکری کی طرح ہو جاؤ، جس نے اپنے کھر سے زمین کھود کر موت بلائی تھی،

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت،

وقوم من البغضاء سر وبھم کانما باجوافھم مما تجن لنا الجمر[4]

بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں،

یجیش بما فیھا لنا الغی مثل ما تجیش بما فیھا من اللھب القدر

ان کے اندر کینے اس طرح جوش مارتے ہیں جس طرح انگارے پر دیگ کا کھانا،

تصد اذا ما واجھتنی خدودھم لدی محفل حتی کانھم صعر

تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہو،

بات کا پورا کرنا،

---

[1] حماسہ بحتری ص۱۱۳ [2] ایضاً ص۱۱۹ [3] ایضاً ص۱۲۹ [4] ایضاً ص۲۵،

Marfat.com
Marfat.com

وانی اذا ماقلت قولاً فعلته واعرض عما لیس قبلی بفاعل

میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو کر گذرتا ہوں اور جس کا م کو دل نہیں چاہتا ہے اس سے اعراض کرتا ہوں،

ومن مکرہی ان شئت الا قولہ ومنع خلیل من مذہب غیر طائل

اگر میں نہ چاہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں اور دوست کا کسی بات سے روکنا بیکار نہیں ہوتا،

غدر اور خیانت کی برائی،

یاجار! من یغدر بذمۃ جارہ منکم فان محمداً لم یغدر

اے پڑوسی! تم میں جو ہمسایہ سے دھوکا کرتا ہے، سُن لے کہ محمدؐ دھوکا نہیں کرتے،

ان تغدروا فالغدر منکم شیمۃ والغدر ینبت فی اصول السنجر

تم اگر دھوکا کرتے ہو تو وہ تمھارا شیوہ ہے، دھوکا سنجر کی جڑوں سے نکلتا ہے،

وامانۃ المری حیث نفیتہ مثل الزجاجۃ صدعہا لم یجبر

مری کی امانت تم جہاں پاؤ، اس شیشے کی طرح ہوگی جس کا شگاف درست نہیں ہوسکتا،

بری باتوں سے درگذر،

اعرض عن العوراء حیث سمعتہا واصفح کانک غافل لا تسمع

بری بات سُن کر اعراض کیا کرو اس طرح کہ تم نے اسکو سنا ہی نہیں،

ذلت کی زندگی بسر کرنا،

کرھوا الموت فاستبیح حماھم واقاموا فعل اللئیم الذلیل

اُنھوں نے موت کو ناپسند کیا، اس لیے ان کی آبروریزی ہوئی،

امن الموت تھربون فان الموت موت الھلال غیر جمیل

لہ سنہ جرتی ص۱۲۳ ۲ ایضاً ص۱۳۸ ۳ ایضاً ص۱۴۲ ۴ ایضاً ص۲۶،

Marfat.com
Marfat.com

اگر تم موت سے بھاگتے ہو؟ تو کمزوری کی موت اچھی نہیں ہوتی،

متفرق چیدہ کلام | حضرت حسانؓ کے متفرق چیدہ اشعار حسب ذیل ہیں،

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم ۔۔۔ او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا

سجیة تلك منهم غیر محدثة ۔۔۔ ان الخلائق فاعلم شرها البدع

علم معانی میں بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے جو بالکل وجدانی ہے، وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزاء متحد، اور ایک دوسرے میں داخل ہوں، ہر نقط کا ربط نہایت شدید ہو، یہانتک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو، مذکورۂ بالا شعر اسی صفت کا ہے اور اس میں تقسیم نے اور بھی لطف زیادہ کر دیا ہے[1]،

وان سنام المجد من آل هاشم ۔۔۔ بنو بنت مخزوم ووالدك العبد

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اسکو غلام ثابت کریں، اور یہ بیان کریں کہ اس کا غلام ہونا سب پر روشن ہے، اس کو "العبد" کے الف لام نے ظاہر کر دیا ہے، اگر والدك عبد کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی، غلامی کا آشکارا و ہویدا ہونا سمجھ میں نہ آسکتا[2]،

اهوی حدیث الندمان فی فلق الصبح وصوت المغرد والعزف

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں، جذبات شجاعت برانگیختہ ہو جاتے ہیں[3]،

دیوان | حضرت حسانؓ کے اشعار، عرصہ تک لوگوں کی زبانوں اور سینوں میں محفوظ رہے، لیکن بعد میں زینت دہ سفینہ بھی ہو گئے، ابو سعید سکری نے ان کو جمع کر کے ان کی شرح کی، اصابہ میں اس کے حوالے جا بجا موجود ہیں[4]، بعد میں کسی دوسرے شخص نے اس کی شرح

---

[1] دلائل الاعجاز ص۴۲، [2] دلائل الاعجاز ص۱۲۰ [3] طبقات الشعراء الشعراء، ص۱۲۰ [4] اصابہ ص۱۲۳ ج۱

Marfat.com
Marfat.com

لکھی، ان کا دیوان ہندوستان اور تونس میں طبع ہوا، ۱۹۱۰ء میں انگلستان کے مشہور ادارے گپ میموریل سیریز نے لندن، برلن، پیرس، اور سینٹ پیٹرسبرگ کے متعدد قلمی نسخوں و نیز مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کرکے بڑے اہتمام سے اس کو چھاپا،

لیکن باایں ہمہ اس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دیجا سکتی، احادیث، لغت اور ادب کی کتابوں میں جو اشعار منقول ہیں وہ بے شبہہ صحیح ہیں، باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے،

حضرت علیؓ کے دیوان میں پہلا شعر،

الناس فی صورۃ الشبہ اکفاء ابوھم آدم والام حواء

ہے، لیکن عبدالقاہر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی و بیان کے موجد تھے اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہیں[1]،

دیوان حسانؓ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں[2]،

قال الاصمعی حسان احد فحول الشعراء فقال لہ ابو حاتم بعض اشعارہ رکیکۃ فقال انما قالہ لبنۃ فقال الاصمعی تنسب الیہ اشیاء لا تصح عنہ

اصمعی نے کہا کہ حسان نہایت زبردست شاعر تھے، ابو حاتم بولے بعض اشعار بہت کمزور کہتے تھے، اصمعی نے جواب دیا کہ بہت سے اشعار کے نہیں بلکہ لوگوں نے منسوب کر دیئے ہیں،

اصمعی، دوسری صدی ہجری میں تھا اور تیسری صدی میں انتقال کیا، جب تیسری صدی میں اس قدر آمیزش ہو گئی تھی، تو ۱۳ صدیاں گذرنے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہونگے

اخلاق و عادات ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبوی کے شاعر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] کتاب مذکور ص ۲۱۵ [2] استیعاب ص ۱۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ خدایا روح القدس سے ان کی مدد کر، اس بنا پر بارگاہ رسالت میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا،

طبیعت کی کمزوری کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے منع کیا تو جواب میں کہا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا[1] جاہلیت میں شراب پیتے تھے لیکن جب سے مسلمان ہوئے قطعی پرہیز کیا، ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی میں مصروف تھے، حسانؓ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی، جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے، آپ کا شعر ہے،

ونشربها فتترکنا ملوکاً واسدا ما یمنهنا اللقاء

ہم اسی کے بموجب پیتے ہیں، فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا شراب منہ نہیں لگائی[2]

---

[1] صحیح بخاری ص۹۰۱ ج۱؛ مسند ص۲۲۲ ج۵ استیعاب ص۱۲۹ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حارثہؓ بن سراقہؓ

نام ونسب حارثہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان بخار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے حارثہ ابن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا وہ جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس بن مالکؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

اسلام والد ہجرت سے قبل فوت ہو گئے تھے والدہ زندہ تھیں اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرۂ اسلام میں شمولیت اختیار کی۔

غزوۂ بدر کی شرکت اور شہادت غزوۂ بدر میں شریک تھے جس روز کوچ کا حکم ہوا سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ناظر و نگراں بنا کر ساتھ لیا، ایک حوض پر پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرفہ نے تیر مارا اس نے اس تشنہ دہن کو شربت شہادت سے سیراب کیا، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انہی کو شرف شہادت حاصل ہوا،

بدر سے واپسی کے وقت حارثہ کی ماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! حارثہ سے مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے، اگر وہ جنت میں گیا ہوگا تو نہ جزع کروں گی ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں، ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہیں[1]

ربیع اس بشارت کو سنکر باغ باغ ہو گئیں، مشکیزہ لی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں نبی نبی

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۶۲ ج ۱ صحیح بخاری ص ۵۶۲ ج ۲ ایضاً ص ۵۶۵

Marfat.com
Marfat.com

یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ[1]

اخلاق | حضرت حارثہؓ اپنی ماں کے نہایت اطاعت گذار اور فرماں بردار تھے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان عظیم البر بامہ[2] — ماں کے معاملہ میں نہایت نیکوکار تھے،

جوش ایمانی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف جا رہے تھے کہ حارثہ سامنے آگئے، فرمایا حارث! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہوں، فرمایا ذرا سوچ کر کہو، ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، عرض کی، یا رسول اللہ! دنیا سے منہ پھیر لیا ہے، رات کو رواں اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہوں، اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جنتی جنت اور جہنمی دوزخ میں جاتے ہوئے مجھے معلوم ہو رہے ہیں، ارشاد ہوا جس بندے کا قلب خدا منور کر دے، وہ پھر خدا سے جدا نہیں ہوتا، حارثہؓ نے درخواست کی کہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے، آپ نے دعا کی جس کی قبولیت غزوۂ بدر میں ظاہر ہوئی،

---

[1] اسد الغابہ ص۲۵۶ ج۱، [2] ایضاً ص۲۵۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حارث بن صمہؓ

نام ونسب | حارث نام، ابوسعید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات اور دیگر حالات | صہیب رومیؓ سے جو راہ خدا میں سخت سے سخت صعوبتوں کی برداشت کر چکے تھے، اخوت قائم ہوئی،

غزوۂ بدر میں شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیساتھ روحاء نام ایک مقام پر پہونچے تھے کہ چوٹ آگئی، اس لئے آپ نے ان کو مدینہ واپس کر دیا اور غنیمت میں شامل فرمایا،

غزوۂ احد میں جبکہ تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے، حارث نے نہایت مردانگی سے داد شجاعت دی، اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تمام سامان ان کو دیدیا، انکے علاوہ اس غزوہ میں [illegible]

اسی معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث سے پوچھا کہ تم نے [illegible] عوفؓ کو دیکھا ہے؟ بولے پہاڑی طرف مشرکین کے نرغہ میں تھے، [illegible] حضور پر نظر پڑی تو اس طرف چلا آیا، ارشاد ہوا ان کو فوراً [illegible]

عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس گئے، دیکھا تو ان کے سامنے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

پڑے ہوئے ہیں، پوچھا یہ سب تمھیں نے مارے ہیں؟ بولے ارطاط اور فلاں فلاں کو تو میں نے قتل کیا، باقی ان لوگوں کے قاتل مجھ کو نظر نہیں آئے، حارث نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا تھا،

وفات | بیر معونہ کے معرکہ میں عمرو بن امیہ کے ساتھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے، کہ چیلیں اور دوسرے پرند نظر آئے، یہ عمرو کو ساتھ لے کر اسی سمت چلے، دیکھا تو مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں ہیں، عمرو سے کہا بولو! کیا ارادہ ہے، انھوں نے جواب دیا یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں، کہا تو پھر کیا دیکھتے ہو؟ جہاں منذر مارے جائیں، میں کس طرح وہاں سے ہٹ سکتا ہوں اور عمرو کو ساتھ لے کر کفار کی طرف بڑھے، انھوں نے تیروں کی بوچھار کر دی جو بدن میں ہر جگہ پیوست ہو گئے اور حارث کی تو جسم نے داعی اجل کو لبیک کہا، دوسرے ساتھی عمرو اسیر ہو گئے،

اولاد | دو بیٹے یادگار چھوڑے، سعد اور ابو جہم یہ دونوں کے دونوں صحابی تھے،

فضل و کمال | اشعار ذیل حضرت حارثؓ کے طبع زاد ہیں،

یا رب ان الحارث بن صمه اقبل فی مهامه مهمه

یسوق بالبنی هادی الامه

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر

نام ونسب حنظلہ نام، غسیل الملائکہ، تقی القاب، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حنظلہ بن ابی عامر، عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ ابن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ عبداللہ بن ابی رئیس خزرج کی ہمشیر تھیں،

ابو عامر (حنظلہ کا باپ) قبیلۂ اوس میں نہایت شریف اور بااثر شخص تھا، بعثت سے بنوی کا قائل تھا، اسی جذبۂ مذہبی نے رہبانیت کی طرف مائل کیا، ریاست دنیاوی سے دست کش ہوکر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہن کر گوشۂ عزلت اختیار کیا، راہب اسی وجہ سے لقب پڑا،

لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور مدینہ میں خلافت الٰہی کی بنا ڈالی گئی، تو ابو عامر اور ابن ابی دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا تو ابن ابی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا اور مدینہ ہی میں مقیم رہا، ابو عامر کا پیمانۂ صبر زیادہ لبریز تھا، وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا، اور مکہ کی سکونت اختیار کی، غزوۂ احد میں قریش مکہ نہایت سروسامان سے اٹھے تو ابو عامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فاسق کا لقب تجویز کیا، جس سے تاریخ اسلام میں وہ اب تک مشہور ہے،

احد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہیں مقیم رہا، ۸ھ میں جب فضائے بطحا پر توحید کا

Marfat.com
Marfat.com

علم لہرایا تو اس پرندہ میں بھی تنگ ہو گئی، مکہ سے نکل کر روم پہنچا، اور ہرقل کے دامن میں پناہ لی، اسی جگہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مر گیا،

ابو عامر کی شدت کفر کا تو یہ عالم تھا، اس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارت ایمانی کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کر دوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہیں کیا، عبداللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے بھی یہی درخواست کی تھی، ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا،

غزوۂ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ تھے، احد میں شرکت کی جو ان کے لئے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا،

شہادت بیوی سے ہم بستر تھے کہ نفیر عام سنی، اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، نہانا تک یاد نہ رہا تھا شمشیر برہنہ میدان میں پہنچے، ابو سفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا، اس کو اٹھا کر دے مارنا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دیں، کہ شداد بن اسود لیثی (ابن شعوب) نے دیکھ لیا، جھپٹ کر بڑھا اور ایسا وار کیا، کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا، ابو سفیان کہتا ہے،

ولو شئت نجتنی کمیت طمرۃ ولم احمل النعمان بن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابو سفیان نے ابن شعوب کے ساتھ مل کر مارا تھا مار کر بولا حنظلۃ بحنظلۃ یعنی حنظلہ حنظلہ کے مقابلہ میں ہے،

بدر میں ابو سفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کی طرف اشارہ تھا

چونکہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے ملائکہ نے انکو غسل دیا، آنحضرت صلی اللہ صلی وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو، بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے

اصابہ ص ۳۵ ج ۲

Marfat.com
Marfat.com

غسل دے رہے تھے، غسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے ان کو حاصل ہوا،

اولاد حضرت عبداللہؓ ایک فرزند تھے، جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سات سال کی عمر تھی، سن شعور کو پہنچکر باپ کے خلافت راشدہ ثابت ہوئے، یزید بن معاویہ کی شرمناک حرکتوں سے بیزار ہوکر نقض بیعت کی، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آستانہ خلافت پر سر نیاز خم کیا، شام سے فوجیں آئیں جنھوں نے مدینۃ الرسول میں حرہ کا خونین منظر دکھایا، حضرت عبداللہؓ نے جرأت کرکے تمام مدینہ کو اُبھارا اور خود سپہ سالار بنکر میدان میں نکلے، انصار کثرت سے شہید ہوئے حضرت عبداللہؓ نے یکے بعد دیگرے اپنے آٹھ بیٹوں کو آگے بڑھایا، سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ دردانگیز منظر دیکھتے رہے، آخر میں خود بھی مقابلہ کے لیے بڑھے جس میں وہ زخمی خونی ملبوس بدن تھی، جس کو ان کے پدر بزرگوار جنگ اُحد میں اوڑھ چکے تھے، یہ واقعہ ۶۳ھ ذی الحجہ میں پیش آیا،

اخلاق اخلاق و عادات کی عظمت و بلندی اس سے ظاہر ہے کہ "پدر فاسق" کا "فرزند تقی" اپنی قوم کے ناصیہ کمال پر عزۂ عظمت بن کر چمکا، قبیلہ اوس ہمیشہ ان کے وجود باجود پر فخر کرتا تھا،

ایک مرتبہ انصار کے دونوں قبیلے اپنے فضائل فخریہ بیان کر رہے تھے، فریقین نے اس موقع پر اپنے اپنے عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا جن میں سب سے پہلے حضرت حنظلہؓ کا نام نامی تھا،

Marfat.com
Marfat.com

(خ)

حضرت خبیبؓ بن عدی

نام ونسب | نام نامی خبیب تھا، اور قبیلۂ اوس سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، خبیب بن عدی ابن مالک بن عامر بن مجدعہ بن حجبی بن عوف بن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک ابن اوس،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات | غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی[1]، اس غزوہ میں اُنھوں نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا[2]،

۳ھ میں غزوۂ رجیع ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم بن ثابتؓ انصاری کو دس آدمیوں پر امیر بنا کر جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا، عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا، اس کو خبر ہوگئی، اس کے سو تیر اندازوں نے اس مختصر جماعت کو گھیر لیا، ۷ آدمی اُسی جگہ لڑکر شہید ہوگئے، تین شخص جس میں ایک حضرت خبیبؓ بھی تھے، زندہ بچے، تینوں جاں بخشی کے عہد وپیمان پر پہاڑی سے نیچے اُترے، تیر اندازوں نے کمانوں کے تار کھول کر اُن کے ہاتھ باندھے، ایک غیرت مند اس بے عزتی کو گوارا نہ کر سکا اور مردانہ وار لڑکر جان دی، اب صرف دو شخص باقی رہ گئے، ان کو لیجا کر مکہ کے بازار میں فروخت کیا، اسلام

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۲ ج ۲ [2] ایضاً ص۵۶۸،

Marfat.com
Marfat.com

کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا جسے غزوۂ بدر میں انھوں نے قتل کیا[1]
عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لاکر قید کیا[2]، ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں[3] اور موہب
کو نگرانی پر مقرر کیا[4]، عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی[5]،
کئی مہینہ قید رہے، اشہر حرم گذر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں[6]،
حضرت خبیبؓ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی تھی[7]،
۱- آب شیریں پلانا،
۲- بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا،
۳- قتل سے پہلے خبر کر دینا،
یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی، قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے ان کو
آگاہ کر دیا، انھوں نے طہارت کے لئے اس سے استرہ مانگا، اس نے لاکر دیدیا،
اس کا بچہ کھیلتا کھیلتا ان کے پاس چلا آیا، انھوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا، ماں کی
نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانو پر ہے، یہ منظر دیکھ کر
کانپ اٹھی، حضرت خبیبؓ نے فرمایا! کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ
سے انتقام لونگا، حاشا یہ ہماری شان نہیں[8]،
پھر مزاح میں فرمایا کہ اب اللہ نے تم پر مجھکو قادر کر دیا، بولی کہ تم سے تو یہ امید نہ تھی
انھوں نے استرہ اس کے آگے ڈال دیا اور کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا[9]،
حضرت خبیبؓ کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا، کہتی تھی کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۸ ج۲ [2] اسیعاب ص۱۲۰ ج۱ [3] بخاری ص۵۶۸ ج۲ [4] طبقات ابن سعد ص۱۰۵ ج۳ اسیعاب ص۱۲۰ ج۱ [5] طبقات ابن سعد ص۱۰۵ ج۳ [6] ایضاً [7] اسیعاب ص۱۲۰ ج۱ [8] بخاری ص۵۶۸ ج۲ [9] اسیعاب ص۱۲۱ ج۱

Marfat.com
Marfat.com

کسی قیدی کو نہ دیکھا ہیں۔ نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا، حالانکہ اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی، اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے، اس لئے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا، جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا[1]

شہادت حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا[2]، آدمی جمع کئے گئے، مرد عورت، بوڑھے بچے، امیر و غریب وضیع و شریف، غرض ساری خلقت تماشائی تھی، جب لوگ عقبہ کے گھر سے ان کو لینے کے لئے آئے تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت[3] نماز پڑھ لوں، زیادہ پڑھونگا تو کہوگے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے، نماز سے فارغ ہوکر مقتل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں یہ دعا مانگ رہے تھی: اللّٰھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا!

پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہونچے،

وذالت فی ذات الالہ وان یشأ — یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں اگر وہ چاہے — تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا

ولست ابالی حین اقتل مسلما — علی ای جنب کان للّٰہ مصرعی

اگر مسلمان رہ کر میں مارا جاؤں تو مجھے — غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں گرایا جاتا ہوں

عقبہ بن حارث اور میرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا، چند منٹ کے بعد سر اقدس دار پر تھا یہ کیسا عجیب منظر تھا! اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے بطحا کفر کا خونی قاتل، توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا، یہ سب کچھ تھا لیکن مجسمہ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا، اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون کے ساتھ جان دی،

[1] بخاری ص۵۸۳ ج۲ ۔ ۵ استیعاب ص۱۶۸ ج۱ [2] بخاری ص۵۶۶ ج۲ ۔ ۵ استیعاب ص۱۶۸ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ سے ہوئی تو فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام[1]! اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس شہیدِ وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لئے مکہ بھیجا، عمرو رات کو سولی کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے، درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی، جسد اطہر زمین پر گرا، چاہا کہ اتر کر اٹھا لیں، لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا، فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام پر پہنچایا جہاں شہیدانِ راہ خدا کی روحیں رہتی ہیں! عمرو بن امیہ کو سخت حیرت ہوئی، بولے کہ کیا زمین تو نہیں نگل گئی؟[2]"

قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رُخ نہیں رکھا تھا لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا، وہ کسی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا، مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی[3]،

حضرت خبیبؓ نے جو دعا کی تھی، اس کا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہوگیا، جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے، نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے[4]،

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را — چنداں امان نہ داد کہ شب را سحر کند

---

[1] فتح الباری ج، ص۲۹۵ [2] اصابہ ص۱۰۴ ج ۲ [3] ایضاً [4] فتح الباری ص۲۹۵ ج،،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر

نام و نسب خارجہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ ابن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج ابن حارث بن خزرج اکبر، رئیس قبیلہ اور کبار صحابہ میں تھے،

اسلام عقبہ میں بیعت کی،

غزوات اور عام حالات ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ آکر انہی کے ہاں قیام کیا تھا[1] اور انہی سے مواخاۃ ہوئی،

بدر میں شریک تھے، اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ مل کر مارا تھا، امیہ کے بیٹے صفوان نے اپنے باپ کے قاتلوں کو تاڑ لیا تھا، چنانچہ دوسرے سال جب غزوہ احد واقع ہوا تو اُس کو ان لوگوں کے قتل کی فکر ہوئی،

شہادت حضرت خارجہؓ نہایت بہادری سے لڑے اور دس سے اوپر نیزوں کے زخم کھا کے، زمین پر گر گئے، صفوان نے اُن کو شناخت کر کے ناک، کان، اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمدؐ کے بڑے بڑے بہادر کام آئے،

ان کے بھتیجے سعد بن ربیعؓ بھی اس معرکہ میں دادِ شجاعت دیکر شہید

[1] بعض کا خیال ہے کہ خبیبؓ بن اساف کے ہاں ٹھہرے تھے،

Marfat.com
Marfat.com

شہید ہوئے تھے، چچا بھتیجے دونوں ایک قبر میں دفن کئے گئے،

اولاد | دو اولادیں چھوڑیں، ایک زید جنھوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا،

دوسری جلیبہؓ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں، ام کلثوم بنت ابی بکر ان ہی کے بطن سے تولد ہوئیں، اس بنا پر حضرت خارجہؓ، حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ خسر بھی تھے[۱]

---

[۱] از اسد الغابہ ص۸۰ ج ۲ و اصابہ ص۸۰ ج ۲ و استیعاب ص۱۶۲ و ۶۳ ج ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت خزیمہؓ بن ثابت

نام ونسب خزیمہ نام، ابو عمارہ کنیت، ذوالشہادتین لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن عیان بن عامر بن خطمہ (عبداللہ) بن جشم بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھیں،

اسلام ہجرت سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے، اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لیکر اپنے قبیلہ (خطمہ) کے بت توڑے،

غزوات اور شہادت بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے، فتح مکہ میں بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا، جناب امیر علیہ السلام کی دونوں لڑائیوں میں ان کے ساتھ تھے، جنگ جمل میں محض رفاقت کی، صفین میں اولاً خاموش رہے، لیکن جب حضرت عمار بن یاسرؓ افواج شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے، تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکالی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے،

اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابوحسن مما نخاف من الفتن

جب ہم نے علی سے بیعت کر لی، تو یہ بالکل کافی ہے، اور اب ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں

وفیہ الذی فیھم من الخیر کلہ وما فیھم بعض الذی فیہ من حسن

علی میں اہل شام کی تمام بھلائیاں جمع ہیں، لیکن شامیوں میں علی کی بعض خوبیاں بھی موجود نہیں،

Marfat.com
Marfat.com

اور فرماتے جاتے تھے کہ اب گمراہی آشکارا ہو گئی، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا، چنانچہ اس معرکہ میں لڑکر شہادت حاصل کی، یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمارہ، عمر و عمرۃ،

فضل و کمال احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عمارہ بن عثمان، ابن حنیف عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابو عبداللہ جدلی، عبدالرحمن بن ابولیلیٰ، عطاء بن یسار، راویان حدیث کے زمرہ میں ہیں،

اخلاق جوش ایمان اور حب رسول، بیاض اسلام کے چمکتے ہوئے حروف ہیں، جوش ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے،

(مسند ابن حنبل ص ۲۱۶ ج ۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کر کے چلے آئے لوگوں کو اس کی خبر نہ تھی، اس لئے خریداری کے لئے اس کی قیمت بڑھا کر دی، اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو، ورنہ میں دوسرے سے سودا کر چکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو میرے ہاتھ فروخت کر چکے ہو، بولا واللہ میں نے نہیں بیچا اگر ہو تو کوئی گواہ لاؤ، مسلمان اس گفتگو کو سن کر جمع ہو گئے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچ کہتے ہیں، حضرت خزیمہؓ بھی پہنچ گئے اور کہا میں گواہ ہوں تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اس جرأت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت ہوئی، فرمایا بم تشہد؟ تم کس طرح گواہی دیتے ہو، عرض کی بتصدیقک یا رسول اللہ! آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز سے خزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کر دی اور ذوالشہادتین ان کا لقب پڑ گیا،

Marfat.com
Marfat.com

صحیح بخاری میں بھی ضمناً اس واقعہ کا ذکر آیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے مصاحف نقل کئے، تو سورۂ احزاب کی ایک آیت جس کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے، نہیں پائی، یہ آیت خزیمہؓ انصاری کے پاس تھی، جن کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے برابر کی تھی، وہ آیت یہ ہے:

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ[1]

اوس و خزرج میں جب باہم مفاخرت ہوئی تو اوسیوں نے حضرت خزیمہؓ کا نام بھی فخر کے طور پر پیش کیا تھا[2]،

ان کے فخر و فضیلت کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہا ہوں، اسکو انھوں نے آپ سے بیان کیا، تو فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، چنانچہ حضرت خزیمہؓ نے اٹھ کر پیشانی اطہر کا بوسہ لیا[3]،

بعض روایتوں میں ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جبینِ مقدس سے ان کی پیشانی مس کی[4]، اس طرح پر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی،

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۵۰ ج ۲ [2] اصابہ ص ۱۱۱ ج ۲ [3] مسند ص ۲۱۴ ج ۵ [4] ایضاً ص ۲۱۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت خوات بن جبیرؓ

نام ونسب خوات نام، ابو عبداللہ اور ابو صالح کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امرء القیس (برک) بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام ہجرت سے قبل اسلام لائے اور مدینہ میں شریک ہوتے تھے، صغر سنی کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپس کیا، اور بدر کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی، اور باقی غزوات میں شریک رہے۔

جناب امیر علیہ السلام کی خانہ جنگیوں میں سے صفین میں شریک تھے۔

وفات ۴۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا، اس وقت ۷۰ سال کی عمر تھی۔

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد میانہ، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

اولاد ایک بیٹا یادگار چھوڑا، صالح نام تھا۔

نقل وکمال عبداللہ بن ابی لیلیٰ یسر بن سعید، صالح وغیرہ نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان کا یہ حکیمانہ مقولہ نقل کیا ہے۔

یوم اول النصلر خرق و	دن کے پہلے حصہ میں سوداے تیزی
اوسطہ خلق و آخرہ	درمیانی حصہ میں مناسب اور آخری
حمق	حصہ میں بے وقوفی ہے

Marfat.com
Marfat.com

نہایت شجاع تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا سوار بنایا تھا،[۱]

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو جا رہے تھے حضرت ابو عبیدہؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ساتھ تھے، لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اپنے شعر سنائیں، چنانچہ تمام رات گاتے رہے، سپیدۂ سحر نمودار ہوا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، خوات بس کرو، اب صبح ہو گئی،[۲]

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۱۲۶ ج ۲ [۲] اصابہ صفحہ ۱۲۳ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت خلاد بن سویدؓ

نام ونسب خلاد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرا القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث ابن الخزرج الاکبر،

اسلام عقبہ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے، اور بیعت میں شرکت کی،

غزوات اور شہادت بدر، احد، خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے، سنہ نامہ ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا اور اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اسی کے صدمہ سے انتقال ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا، لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلۂ قریظہ اسیر ہوکر سامنے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ڈھونڈھ کر قتل کروا دیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں،

اولاد دو لڑکے چھوڑے اور دونوں صحابی تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ابراہیم، سنان[1]

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۲۱ ج ۲، الاصابہ ص ۱۲۰ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

(۷)

حضرت رافع بن مالکؓ بن عجلان

نام ونسب رافع نام، ابو مالک وابو رفاعہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام انصار مدینہ میں اگرچہ خوش نصیبوں کی ایک جماعت ہے، جس کا شمار ۷۰ تک ہے لیکن ان میں بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلافِ مدارج ہے، انصار میں بنو نجار اور قبیلہ خزرج سبقت ایمانی میں سب سے پیش پیش تھا، لیکن اس کا یہ تمام تقدس یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت صرف دو ہستیوں کے شرف وعظمت پر منحصر ہے، اور یہ دونوں بزرگ حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ ہیں، قبیلۂ خزرج کے ۷۰ آدمی جن میں یہ دونوں آدمی بھی تھے، عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے قیامگاہ پر تشریف لائے، اور اسلام کی تبلیغ کی، تو سب سے پہلے اس دعوت کو انہی دونوں نے لبیک کہا،

یہ اسد الغابہ کی روایت ہے، طبقات میں ہے کہ صرف دو شخص گئے تھے اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی تو خدمت میں حاضر ہوکر مذہب اسلام اختیار کرنے کا

۱؎ اسد الغابہ ص۱۰۵ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

شرف حاصل کیا[1]،

ان دونوں بزرگوں میں بھی جیساکہ سعد بن عبدالحمید کا قول ہے، حضرت رافعؓ نے پہلے بیعت کی تھی،

اسلام قبول کرکے پلٹے تو مدینہ میں نہایت سرگرمی سے اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دی، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں،

فلما قدموا المدینۃ ذکروا لقومھم الاسلام ودعوھم الیہ فنشا فیھم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفیھا ذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا اور اُس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا اب کوئی گھر نہ تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے سال حضرت رافعؓ ۱۲ آدمیوں کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ گئے، اور اس اخیر بیعت میں بنو زریق کے نقیب منتخب ہوئے

صحیح بخاری میں بھی رافعؓ کے عقبہ میں شریک ہونے کا ذکر آیا ہے، چنانچہ انکا قول ہے

ما یسرنی انی شھدت بدرا بالعقبۃ

یعنی مجھے یہ خوش نہیں آکہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں

غزوات حضرت رافعؓ کی اسلامی زندگی کے دوران میں صرف دو لڑائیاں پیش آئیں، بدر اور احد، بدر میں ان کی شرکت مشکوک ہے، ابن اسحاق نے ان کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ شریک [illegible] اب میں بہترین حکم خود ان کا قول ہو سکتا ہے، ابھی بخاری کی جو عبارت اوپر گذری ہے کہ مجھے یہ خوشی نہیں آکہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے

[1] طبقات ابن سعد ص۱۲۶ ج۱ قسم ۲ و اسد الغابہ ص۱۵۸ ج۲ و صحیح بخاری ص۵۶۲ ج۱،

Marfat.com
Marfat.com

شہادت | شوال ۳ھ میں غزوۂ احد میں شہادت پائی،

خدمات مذہبی | اشاعتِ اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دیں، سورۂ یوسف مدینہ میں سب سے پیشتر انہی نے پہنچائی، مسجد بنی زریق میں مدینہ کی تمام مسجدوں سے قبل قرآن مجید پڑھا گیا، اس کے پڑھنے والے یہی بزرگ تھے، ہجرت سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا، لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے اور اپنی قوم کو جمع کر کے سنایا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے، جب سورۂ حٰم نازل ہوئی تو لکھ کر مدینہ لائے، غرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے جس نے دولت ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی، فنصر اللہ عبدا نصر الاسلام بنفسہ ومالہ وروحہ،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ

نام ونسب رفاعہ نام، ابو معاذ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان ابن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا، بنو حبلی سے تھیں، اور عبداللہ بن ابی رأس المنافقین کی ہمشیر تھیں۔

اسلام حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافعؓ قبیلہ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے، بیعت عقبہ سے دو سال پیشتر ۶-۵ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، ماں بھی مسلمان ہو چکی تھیں، ان کا اخیافی بھائی عبداللہ بن ابی مرجع کفر و نفاق تھا، لیکن ہمن دودمانِ صداقت وراستی کا سراج منیر بنی ہوئی تھیں۔ حضرت رفاعہؓ مبارک خاندان میں پلے تھے، عقبہ ثانیہ میں اپنے باپ کے ساتھ مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے۔

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے[1]

غزوۂ احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام اہم واقعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔

دیگر حالات جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے ہمرکاب تھے، جنگ جمل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنا دیا تھا

[1] کتاب مذکور ص ۳۰۰ ج ۳،

Marfat.com
Marfat.com

ام الفضل بنت حارث (حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی) کا مکہ سے خط پہنچا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ گئے ہیں، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ ان سے تعجب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، ہماری قوم کے لوگوں نے دوسروں کو خلیفہ بنایا، ہم فتنہ و فساد کے خوف سے چپ ہو رہے، اور صبر کیا، خدا کا شکر ہے کہ اس کا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے، اس کے بعد لوگوں نے عثمانؓ پر خروج کر کے ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلا جبر و اکراہ بیعت کی، جس میں طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شریک تھے، ابھی ایک مہینہ نہیں گذرا کہ ان کے بصرہ لیجانے کی خبر پہونچ رہی ہے، اے خدا! تو اس فتنہ و فساد کو دیکھ،

رفاعہ بن رافعؓ اس تقریر کو سن کر بولے یا امیر المومنین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم اپنے مرتبہ و نصرت دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں جانتے تھے، آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتیں بیان کر کے ہم سے اس حق کو منوایا، ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے، کتاب و سنت قائم ہیں، آپ لوگوں کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا، اور خلافت قریش کے سپرد کر دی، اور ہمیں یہی کرنا چاہئے تھا، اب آپ کی بیعت کے بعد کچھ لوگ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے ہیں، جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ میں پسندیدہ تر ہیں، اب فرمائیے آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہیں،

رفاعہ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن غزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا، یا امیر المومنین! اس کا ابھی فیصلہ کر لیجئے، میں اس راہ میں جان تک دینے کے لئے تیار ہوں، اس کے بعد انصار کو مخاطب کر کے کہا جسطرح پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کر چکے ہو، اب امیر المومنین

Marfat.com
Marfat.com

کی مدد کرو، یہ خیر اس پہلے ست بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا افضل و اشرف تھا،

جناب امیرؓ ان تقریروں کے بعد ایک لشکر لے کر عراق روانہ ہو گئے، رفاعہؓ ہمرکاب تھے، سنہ ۴۱ھ یا سنہ ۴۲ھ میں وفات پائی، یہ امیر معاویہؓ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے معاذ اور عبید،

فضل و کمال | حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں پندرہ حدیثیں ہیں جن میں سے ۳ میں امام بخاری منفرد ہیں،

حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حضرت ابوبکرؓ اور عباد بن صامتؓ سے بھی حدیث سنی تھی، راویوں میں یحییٰ بن خالد (زادہ) علی بن یحییٰ، معاذؓ اور عبید (بیٹے) ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رافع رضؓ بن خدیج

نام ونسب رافع نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، رافع ابن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک ابن اوس، والدہ کا نام جلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ قبیلۂ اوس میں عبدالاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتیں تھیں ان میں جنگ وجدل کا بازار گرم رہتا تھا، اسید بن حضیر کے دادا سماک بن رافع کو انہی لوگوں نے ایک معرکہ میں قتل کیا تھا، اور ان کے خاندان کو شہر بدر کردیا تھا، حضیر بن سماک نے بنو حارثہ سے محاصرہ کرکے اپنے باپ کا انتقام لیا، اور ان کو شکست دے کر خیبر میں جلا وطن کردیا، بنو حارثہ ایک سال تک خیبر میں سکونت پذیر رہے، اس کے بعد حضیر کو رحم آیا، اور مدینہ میں بود وباش کرنے کی اجازت دی،

حضرت رافعؓ کے آبا واجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند حضرت رافعؓ کے حصہ میں آئی اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے،

اسلام ہجرت کے وقت صغیرالسن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ دل میں گھر کرچکا تھا: اس کے علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرف ایمان حاصل کرچکے تھے،

غزوات غزوۂ بدر میں ۱۴ سال کا سن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے، آپ نے کمسن خیال کرکے واپس کیا،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال پیش ہوتے تھے چنانچہ دوسرے سال رافع بھی پیش ہوئے، اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، اس لیے شرکت کی اجازت مل گئی تو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا،

ایک اور صحابی سمرہ بن جندب بھی لڑکوں کی جماعت میں تھے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صغر سنی کی وجہ سے شامل نہیں فرمایا تھا۔ بولے کہ آپ نے رافع کو اجازت دی اور مجھ کو چھوڑ دیا، حالانکہ میں کشتی میں ان کو پچھاڑ دونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کرایا سمرہ دیکھنے میں چھوٹے تھے لیکن طاقتور تھے، رافع کو پچھاڑ دیا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی میدان کی اجازت دیدی[۲]

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے، اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں رافع کے نام کی تصریح نہیں[۳]

اس غزوہ میں ان کے سینہ پر ایک تیر لگا جو ہڈیوں کو توڑ کر اندر گھس گیا، لوگوں نے کھینچا تو نوک اندر رہ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت قیامت میں شہادت دونگا

غزوۂ خندق اور اکثر معرکوں میں شامل رہے

معرکہ صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے

وفات تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی ایک عرصہ کے بعد اس نے زخم پیدا کر دیا، اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے، نہلانے میں عصر کا وقت آگیا، حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پیشتر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہئے، جنازہ کھٹا کر باہر لایا گیا اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی، حضرت

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۵۲ و ایضاً ص ۲۵۳ طبری ص ۱۲۱۲ ج ۳ ص ۲ مسند ابن حنبل ص ۱۴۱ ج ۴

Marfat.com
Marfat.com

ابن عمرؓ نے نماز پڑھائی، جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی بڑی کثرت تھی، عورتیں بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلیں تو ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لئے ان کے حال پر رحم کرو، یہ پیر مرد عذاب الٰہی برداشت نہ کر سکیں گے،

وفات کے وقت ۸۶ برس کا سن تھا، سنہ وفات میں اختلاف ہے، امام بخاری نے تاریخ اوسط میں لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال کیا، باقی مورخین کی رائے ہے کہ سنہ ۷۴ھ کی ابتدا تھی اور عبدالملک بن مروان سریر خلافت پر تھا،

ترکہ میں حسب ذیل چیزیں چھوڑیں،

لونڈی، غلام، اونٹ، زمین[1]،

حلیہ مفصل حالات معلوم نہیں، اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے، اور زرد خضاب لگاتے تھے

اہل وعیال حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبداللہ، رفاعہ، عبدالرحمن، عبیداللہ، سہل، عبید، ان میں اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے، عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے، باقی لڑکے دو بیویوں سے پیدا ہوئے، جن کے نام یہ ہیں، لبنیٰ بنت قرۃ بن علقمہ بن علاثہ، اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاد بن حارث بن مالک بن نمر بن قاسط بن ربیعہ،

ان لوگوں کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت پذیر تھی،

فضل وکمال حدیث کی کتابوں میں ان کے سلسلہ سے ۸۷ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں صحابہ اور تابعین دونوں گروہ کے لوگ شامل ہیں، جن کے نام یہ ہیں،

ابن عمرؓ، محمود بن لبیدؓ، سائب بن یزیدؓ، اسید بن ظہیرؓ، مجاہدؒ، عطاءؒ، شعبیؒ، عباید بن رفاعہؒ، عمرہ بنت عبدالرحمنؒ، سعید بن مسیبؒ، نافع بن جبیرؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ، ابوالنجاشی، سلیمانؒ

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۱ ج ۴

Marfat.com
Marfat.com

ابن یسار، عیسیٰ، عثمان بن سہل، ہریر بن عبدالرحمٰن، یحییٰ بن اسحاق، ثابت بن انس بن ظہیر، حنظلہ بن قیس، نافع، واسع بن حبان، محمد بن یحییٰ بن حبان، عبیداللہ بن عمرو بن عثمان،

اخلاق امر بالمعروف اور اطاعتِ رسول، معدن اخلاق کے تابناک جواہر پارے ہیں،

ایک مرتبہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، اس نے چوری کا جرم عائد کرکے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر لیا، تو رافعؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پھل میں قطع ید نہیں[1]

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک اسی پر ان کا عمل رہا، بعد میں خبر ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور رافعؓ کے پاس اسکی حدیث ہے، چنانچہ نافع کو لیکر حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور حدیث سنی، اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے مسند میں ہے کہ خود رافعؓ نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی[2]

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں کہا کہ مکہ حرم ہے رافعؓ موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے، تو مدینہ بھی حرم ہے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے، میرے پاس حدیث لکھی ہوئی موجود ہے، اگر چاہو تو دکھا سکتا ہوں، مروان نے جواب دیا، اچھا وہ حدیث میں نے سنی ہے،

اطاعتِ رسول کے لئے واقعاتِ ذیل کافی ہیں،

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آکر بیان کیا کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے حالانکہ ہمارے لوگوں کو اس سے کچھ آسانی تھی رافعؓ نے جواب دیا، عم محترم! جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی حق ہے[3]

ایک روز بیوی سے ہمبستر تھے عین اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کرکے باہر نکل آئے[4]

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رویفع بن ثابتؓ

نام ونسب رویفعؓ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ،

غزوۂ حنین میں شریک تھے[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی اور وہاں ایک مکان بنالیا

صدارت طرابلس ۴۶ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو طرابلس کا حاکم بنا کر مغرب بھیجا، برقہ صدر مقام تھا، اسی میں قیام پذیر ہوئے،

ایک سال کے بعد (۴۷ھ) حضرت مسلمہ بن مخلد والی مصر و طرابلس نے افریقیہ (تونس والجزائر و مراکش) پر فوج کشی کی تو رویفع کو اس مہم پر مامور کیا، انھوں نے بہت سی فتوحات کیں، اور موجودہ جغرافیہ کی رو سے حدود ٹیونس کے اندر پہونچ کر قابس کے قریب جربہ نام ایک مقام فتح کیا، اور تقریر کی جس میں لونڈیوں، مال غنیمت، سواری اور دیگر ضروری باتوں کے متعلق ہدایت تھی[2]، اسی سال کے اندر سالماً وغانماً دارالحکومت میں واپس آئے[3]،

حضرت مسلمہؓ نے خراج کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہا، لیکن انھوں نے اس بنا پر انکار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ حاکم خراج جنت میں داخل نہ ہوگا[4]،

تقریباً ۱۰ برس تک اپنا فرض منصبی انجام دیتے رہے،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۰۸ ج ۴ [2] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱ [3] مسند ص ۱۰۸ ج ۴ [4] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱ [5] مسند ص ۱۰۸ ج ۴،

Marfat.com
Marfat.com

وفات | ۵۶ھ میں پیغام اجل پہنچا، برقہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے[1]،

فضل وکمال | ان کے سلسلہ سے ۸ روایتیں مروی ہیں، بیان حدیث میں محتاط تھے، ایک مرتبہ مجمع عام میں ایک حدیث بیان کی تو فرمایا

ایھا الناس! انی لا اقول لکم الا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

لوگو! تم کو میں وہ باتیں سناتا ہوں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سنایا تھا

راویوں میں حنش صفانی، وذان بن شریح، تمیم بن بہیان، شیبان قتابی، ابو الخیر مرثد، بشیر بن عبید اللہ حضرمی، ابو مرزوق وغیرہ تھے، جو ان کے ساتھ برقہ اور جنگ افریقیہ میں شریک رہے تھے،

اخلاق | صحبت رسول کا اثر ہر جگہ نمایاں رہتا تھا، غزوۂ مغرب میں متعدد مقامات پر خطبے دینے کا اتفاق ہوا، ان میں کتاب وسنت کی تمام لوگوں کی دعوت دی،

اوامر ونواہی کے امتثال واجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ حاکم اسلام کے لئے یہ سب سے زیادہ ضروری فریضہ ہے، اجتناب عن المنہیات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محض ایک تہدیدی حدیث کی بدولت صاحب خراج کی خدمت قبول نہ فرمائی،

---

[1] اسد الغابہ ت ۱۹۱۰ ج ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

(ز)

حضرت زیدؓ بن ارقم

نام ونسب | زید نام، ابوعمر کنیت، قبیلۂ حارث بن خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، زید بن ارقم ابن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والد نے صغر سنی ہی میں انتقال کیا تھا، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے اور ان کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے، اپنے ظلِ عاطفت میں لیا، اور ان کی پرورش وپرداخت کی،

اسلام | ابن رواحہؓ عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، زید کے ایمان لانے کا وہی سبب بنے،

غزوات اور دیگر حالات | احد میں صغر السن تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کے قصد سے باز رکھا، خندق کے معرکہ میں شریک ہوئے اور پھر تمام غزوات میں شرکت کی، صحیح بخاری میں ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ غزوے کئے جن میں سے میں ۱۷ میں شریک تھا،[1]

غزوہ موتہ میں چچا کے ساتھ گئے تھے، انھوں نے چند اشعار کہے، جن میں شہادت کی تمنا ظاہر کی، دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، زید نے اشعار سن کر رونا شروع کیا، ابن رواحہؓ نے درہ اٹھایا کہ تمہارا کیا حرج ہے؟ مجھے شہادت نصیب ہوگی،

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۳ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

خلفاے راشدین میں حضرت امیرکرم اللہ وجہہ سے دوستانہ مراسم تھے، جنگ صفین میں جناب امیرؓ کی حمایت میں شریک ہوئے،

کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور بنو کندہ کے محلہ میں مکان بنایا تھا[1]،

وفات ۱۲۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا، یہ مختار بن ابی عبید ثقفی کا دور امارت تھا،

فضل وکمال حضرت زیدؓ اپنے زمانہ میں مرجع علم وفضل تھے، لوگ دور دور سے استفادہ کیلئے آتے تھے، ایک شخص اقصاے قسطاس سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا[2]،

جہاں کہیں جاتے تو شائقین حدیث آپ کی جانب رجوع کرتے ایک مرتبہ بصرہ یا کوفہ گئے تو حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ فلاں حدیث جس کو آپ نے روایت کیا تھا، اس کے سننے کا پھر مشتاق ہوں[3]،

ایک مرتبہ عطیہ عوفی نے آکر کہا کہ آپ نے میرے داماد سے فلاں حدیث بیان کی تھی میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ خود آکر آپ سنوں، انھوں نے حدیث بیان کی تو فرمانے لگے یہ بھی فتنہ تھا، فرمایا:

انما انا اخبرتک کما سمعت[4]: بھائی میں نے جو کچھ سنا تھا تم سے بیان کردیا

حدیثوں کے علاوہ، جو دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور یاد تھیں، وہ لوگوں کو بتلاتے تھے، ایک مرتبہ کہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا ھن ونحن نعلمکموھن[5]، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو سکھلاتے تھے ہم تم کو سکھلاتے ہیں،

لیکن آپ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۷۲ [2] مسند ص ۳۵۳ ج ۴ [3] ایضاً ص ۳۶۲ [4] ایضاً ص ۳۶۹ [5] ایضاً ص ۳۶۱،

Marfat.com
Marfat.com

کنا اذا جئنا لنتحدث نتا من	یعنی ہم حدیث کی درخواست کرتے تو جواب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ملتا کہ میں بڈھا ہوا اور بھولا گیا رسول اللہ
قال انا قد کبرنا ونسینا والحدیث	صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بڑا
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید	کام ہے،

ایک مرتبہ چند آدمی سماع حدیث کے لئے حاضر خدمت ہوئے پہلے ان کی تعریف و توصیف کی کہ اللہ نے آپ کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال باکمال دیکھا، حدیث سنی، غزوات میں شریک ہوئے، نمازیں پڑھیں، اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو سکتا ہے، فرمایا برادر زادے! میں بوڑھا ہوا، وہ زمانہ گذر چکا، بہت سی باتیں خواب و خیال ہو گئیں، حدیثوں کا بڑا سرمایہ نسیان و سہو کے نذر ہو گیا، اس لئے جو حدیث، خود بیان کر دوں، اسکو سن لیا کرو، باقی روایت کی تکلیف دینا تو یہ مناسب نہیں[1]،

اسی لئے روایتوں کی کل تعداد (۹۰) ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سے حدیثیں سنیں، ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت انسؓ بن مالک (کتاب سے روایت کرتے تھے) عبداللہ بن عباسؓ، ابو الطفیلؓ، ابو عثمان ہندی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عبد خیر ہمدانی، طاؤس، نضر بن انسؓ، ابو عمر شیبانی، ابو المنہال، عبدالرحمن بن مطعم، ابو اسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابو حمزہ طلحہ ابن یزید، عبداللہ بن حارث بصری، قاسم بن عوف، یزید بن جان زیادہ مشہور ہیں،

اخلاق و عادات، اسلام کی روحانی تربیت کا اثر، زندگی مسلم کے تمام شعبوں سے نمایاں ہے، سورۂ منافقین کی بعض آیات ان کے جوش ملی کی شاہد ہیں،

ایک غزوہ میں جو نہایت عسرت و تنگی کے زمانہ میں پیش آیا تھا، اپنے چچا کے ساتھ تھے

[1] مسند ۳۰۰ ج ۴ ص ۵۲ ایضاً ۳۲۲،

Marfat.com
Marfat.com

عبداللہ بن ابی سرگروہ منافقین اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا کہ مہاجرین کی مدد بالکل بند کردو تو وہ تنگ آکر خود بخود مدینہ سے چلے جائیں گے، اور میں یہاں سے چل کر ذلیل لوگوں کو شہر بدر کردونگا، یہ جملے ان کو نہایت ناگوار گذرے اگرچہ ابن ابی ان کا ہم قبیلہ اور رئیس خزرج تھا، مگر انھوں نے اپنے چچا سے شکایت کی، ان کی غیرت ایمانی نے واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا، آپ نے زید اور ابن ابی کو بلا کر دریافت فرمایا، وہ اپنی جماعت کے ساتھ آیا، اور قسم کھائی کہ میں نے کچھ نہیں کیا، ابن ارقم جھوٹ بولتے ہیں، اس پر تمام انصار زید بن ارقمؓ کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بیان کیا، ان کے چچا بھی انصار کے ہم نوا ہوگئے، کہ مفت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیا، حضرت زیدؓ کو سخت افسوس ہوا گھر میں جاکر بیٹھ رہے، اسی حالت میں نیند آگئی، ابھی بیدار نہ ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں ان کی تصدیق اور منافقین کا سارا حال مذکور تھا، آپ نے آدمی بھیجا کہ زید کو بلا لاؤ، خدمت اقدس میں پہونچے تو آیتیں سنا کر ارشاد ہوا کہ

ان اللہ صدقت یا زید[1] (اے زید! خدا نے تمہاری تصدیق فرمائی)

امر بالمعروف فرائض میں داخل تھا۔

مسجد قبا میں کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، دھوپ گذرے تو فرمایا[2] ان کو معلوم نہیں، کہ اوابین کا اس سے بہتر ایک وقت ہے، اور وہ جب ہے کہ گرمی کی شدت سے تلوے جلنے لگیں۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۷، و ۳۸، ج ۲ [2] مسند ص ۳۲۶، ج ۵

Marfat.com
Marfat.com

ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہؓ نے جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال کئے، تو انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو برا کہنے سے منع کیا کرتے تھے، علیؑ کا انتقال ہوچکا اب ان کو برا کیوں کہتے ہو،[1]

سنت نبوی کے متبع تھے،

جنازہ پر عموماً ۴ تکبیریں کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ ۵ کہیں، ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ سہو تو نہیں ہوگیا، فرمایا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس کو میں کیونکر چھوڑ دیتا،[2]

بارگاہ نبوی میں تقرب حاصل تھا، جب کبھی یہ بیمار پڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لیجاتے،

ایک مرتبہ آنکھ میں درد اٹھا، آپ عیادت کو تشریف لائے، صحت یابی کے بعد پوچھا کیوں ابن ارقم! اگر یہ باقی رہجاتا تو کیا کرتے؟ عرض کی صبر کرتا، اور اجر کا امیدوار رہتا، فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ جاتے،[3]

مصیبت میں لوگوں کی ہمدردی و غمگساری کرتے تھے،

حرہ کے واقعہ میں حضرت انسؓ کا ایک لڑکا اور بعض اعزہ مارے گئے تو ان کو تعزیت کا ایک خط لکھا، کہ میں تم کو خدا کی ایک بشارت سناتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدایا! انصار، ان کی اولاد، اولاد در اولاد، ان کی عورتیں اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما،[4]

معاصرین کے کمال کا اعتراف نہایت کشادہ دلی سے کرتے تھے، اور سوال

---

[1] مسند ص ۳۶۶ ج ۲ [2] ایضاً ص ۳۶۸ و ۳۷۰ ج ۳ [3] ایضاً ص ۳۷۵ ج ۴ [4] ایضاً ص ۳۷۰،

Marfat.com
Marfat.com

کرنے والوں کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ابو المنہال بیع صرف کے متعلق ان سے مسئلہ دریافت کرنے آئے اُنھوں نے کہا برا سے پوچھو، وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ علم رکھتے ہیں جب وہ حضرت براء بن عازب کے پاس گئے تو اُنھوں نے مسئلہ بتا کر کہا کہ اس کی تصدیق زید سے کر لینا وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ جاننے والے ہیں[1]

امراء اور حکام سے ملتے رہتے تھے[2]

عہد نبوت میں تجارت پر بسر اوقات تھی[3]

---

[1] مسند ص ۳۷۱ ج ۵ [2] ایضاً ص ۳۷۲

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیدؓ بن ثابت

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوسعید، ابو خارجہ، ابو عبدالرحمٰن کنیت، مقری، فرضی، کاتب وحی، جرالامت القاب، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا، جو حضرت انس بن مالکؓ کے خاندان سے تھیں،

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں، ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے، حضرت زیدؓ کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے، اس وقت ان کی عمر کل ۶ برس کی تھی،

حضرت زیدؓ والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے، ۱۱ برس کے ہوئے تو اسلام کی آواز کان میں پڑی،

اسلام

اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا، حضرت مصعب بن عمیرؓ مبلغ اسلام، توحید ورسالت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زیدؓ نے اسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر ومباہات ہوسکتا ہے، تو حضرت زیدؓ نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا، اور ابتدا ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات اور عام حالات

حضرت زیدؓ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بنا پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں، اور ۱۷ سورتیں پڑھ چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت خوش ہوئے، زیدؓ نے قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا،

ابھی حضرت زیدؓ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوہ بدر پیش آیا، انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدانِ جنگ کو روانہ ہوا تو ۱۳ برس کے اس بچہ نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے، آپؐ نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا،

غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ غزوۂ خندق جو ۵ھ میں واقع ہوا تھا، حضرت زیدؓ کا پہلا غزوہ تھا، اس وقت ان کا سن ۱۶ سال کا تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے،

غزوہ خندق میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ معرکۂ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے، اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے، اتفاق سے ان کو نیند آگئی، عمارہ ابن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زیدؓ کو خبر نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس تھے مزاحاً فرمایا، یا ایہا قاد یعنی اے نیند کے باپ اٹھ، اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں،

غزوۂ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجار کا علم عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا، بعد

Marfat.com
Marfat.com

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لیکر زیدؓ کو عطا فرمایا، عمارہؓ نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے کون سی خطا ہوئی، فرمایا، کچھ نہیں، مجھے قرآن کا لحاظ مد نظر ہے، زید تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں،

جنگ یمامہ میں جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد مبارک میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی، حضرت زیدؓ شامل تھے، اس میں ان کو ایک تیر لگا، لیکن جسم کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا،

اعمال عظیمہ حضرت زید بن ارقمؓ کی عظیم الشان زندگی، اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے، اس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا، وہ حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کاتب الوحی ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک قرآن مجید، ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا، صحابہ میں بہت سے بزرگ تھے، جن کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا، وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زیدؓ بھی انہی حفاظ میں تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب سے مل گیا، جس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اس پر فوج کشی کی اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا، لیکن اس غزوہ میں ۷۰ حفاظ نے جام شہادت پیا، اس بنا پر حضرت عمرؓ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا، اس لئے قرآن مجید کو جمع کر لیجئے، حضرت ابوبکرؓ نے منظور کیا اور حضرت زیدؓ کو بلا کر کہا کہ تم عقلمند اور جوان آدمی ہو، تمھاری طرف سے سب کو اطمینان ہے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

Marfat.com
Marfat.com

میں وحی لکھی تھی، اس لئے تم ہی اس کام کو انجام دو، حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گراں تھا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ صحیح ہے لیکن کار خیر میں کیا مضائقہ؟ حضرت زیدؓ کو پھر بھی اس کام کو انجام دینے میں تامل ہوا، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ آمادہ ہو گئے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ نے اس کام کے لئے ان کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت مامور کی جنکی تعداد دس تک بیان کیجاتی ہے، ان میں حضرت ابی بن کعبؓ اور سعید بن عاصؓ بھی تھے، حضرت زیدؓ نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا، جمع کیا، حفاظ سے قرآن سنا، اس کے ماسوا، وہ خود بھی حافظ قرآن تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کر چکے تھے۔[2]

آیات کی صحت کے لئے بعض بعض موقعوں پر مباحثہ کی بھی نوبت آجاتی تھی، ایک مقام پر پہونچ کر زیدؓ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیت رجم) ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔[3]

غرض اس کد و کاوش کے ساتھ حضرت زیدؓ نے یہ اہم کام انجام دیا اور قرآن لکھ لیا گیا، مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا، (ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے) وہ آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی

---

[1] مسند ۵ ص ۱۸۹، بخاری ص ۷۴۵ ج ۲، [2] بخاری ص ۷۴۵ ج ۲ باب القراء، مسند ج ۵ ص ۱۸۳، [3] الفاظ یہ ہیں
بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نولف القرآن من الرقاع، مسند ج ۵ ص ۱۸۳، [4] فتح الباری ج ۹ ص ۱۲،

Marfat.com
Marfat.com

شہادت دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی،[1] اس لئے حضرت زیدؓ نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی اس کے ماسوا، حضرت زیدؓ کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی،

قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پاس رکھا، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہ بنتؓ عمر ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مکان میں موجود رہا،[2]

عہد عثمانی میں جب اختلاف قرأت رونما ہوا، تو حضرت حذیفہؓ بن یمان نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ قبل اس کے کہ اسلام میں یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہوا، آپ اس کا جلد تدارک کیجئے، انھوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت زیدؓ کا لکھا ہوا صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے طلب کیا، اور چار بزرگوں کو جن میں ایک زید بھی تھے، کتابت قرآن پر مامور کیا، ان بزرگوں نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلیں لیں، حضرت عثمانؓ نے ان کو ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیا، اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہؓ کے پاس باحتیاط واپس کیا،[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی نے وحی لکھنے کا کام مختلف صحابۂ کرام کے متعلق کیا تھا متعدد صحابہ اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے ان میں حضرت زید بنؓ ثابت کا نام نامی نہایت ممتاز تھا،

حضرت زیدؓ، قلم، دوات، کاغذ، چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے تھے، جب وحی آتی، آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے، جہاں کہیں تحریر کے متعلق کوئی خاص ہدایت دینا ہوتی تو آپ فرما دیتے، اور زیدؓ اس کی تعمیل کرتے چنانچہ ایک آیت میں جب غیر اولی الضرر کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو اسکو

[1] بخاری ص۷۴۶ باب جمع القرآن و [2] بخاری باب جمع القرآن ص۷۴۶ [3] ایضاً، مسند ج۵ ص۱۸۹،

Marfat.com
Marfat.com

ہڑی کے تکلف کے پاس لکھا، ہڑی ایا... جگہ سے رشتہ تھی)

اصلاح امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار میں خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار جمع تھے اور قیس انصار... مجلس کے صدر نشین تھے، انہی کے انتخاب پر لوگوں کی تقریریں ہو رہی تھیں، انصار کی طرف سے ان کی تائید میں تھی، حضرت زید بن ثابت بھی جلسہ میں موجود تھے مگر رجحان عام کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا، اس لئے خاموش تھے۔

اس کے بعد جب حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ وغیرہ پہونچے اور مہاجرین کی طرف سے حضرت عمر نے خلافت کی بحث شروع کی، تو سب سے پہلے جس انصاری نے اُن کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابت تھے، انصار کی طرف سے یہ پہلی تقریر تھی، انھوں نے ایک مختصر مگر جچی تلی تقریر کی جس کا ایک ٹکڑا یہ تھا،

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان من المہاجرین وانا...	تھے... ہم کو بھی...
یکون من المہاجرین وحن انصار	ہونا چاہئے اور ہم انصار...
کما کنا انصار رسول اللہ صلی	ہیں رسول اللہ صلی

ان کی یہ صدا ان کی قوم کے خلاف تھی تاہم ایک ولی... تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر... اس کے علاوہ کوئی بات پیش کی جائے تو غالباً ہم لوگ... زید نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر انصار... تحریر بیعت کی۔

لہ من مسند احمد بن حنبل بضمن کنز العمال ج ۳

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سلاطین و والیانِ ملک کے خطوط وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے، جو اکثر سُریانی میں ہوتے تھے، مدینہ میں سُریانی جاننے والے صرف یہود تھے، جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا، اس بنا پر مصلحت اور دوراندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھیں،

حضرت زید بن ثابت نہایت ذکی اور فطین تھے، ۴ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن کو میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا، اس کے سوا مجھ کو یہود پر اطمینان نہیں، اس لئے بہتر یہ ہے، کہ تم عبرانی سیکھ لو، چنانچہ حضرت زید نے ۱۵ دن میں عبرانی اور سریانی میں اس قدر مہارت پیدا کر لی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جواب لکھ دیتے تھے[1]

ان کی اسی ذہانت اور علم کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا، جس پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک فائز رہے،

حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بھی انکا یہ منصب بحال رہا لیکن اب کام کی کثرت ہو گئی تھی اس لیے معین دو اور ان کے مددگار مقرر کئے گئے،

قضا | حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے، حضرت فاروقؓ کے عہد میں قائم ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود

[1] مسند ص۱۸۶ ج ۵ ۲ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قضا حضرت عثمانؓ کی ایجاد ہے لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے درمیانی عہد میں محکمہ قضا کو وجود کا لباس پہنا دیا تھا، چنانچہ یزید بن اخت النمر کو محکمہ قضا کے چند چھوٹے چھوٹے کام سپرد کئے تھے، (۵، ۷) کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۳) اسکے سوا بعض روایتوں کے بموجب حضرت علیؓ کو بھی قضا کا کام کاروبار تفویض کیا تھا، کنز بحوالہ جامع عبدالرزاق ج ۳ ص۱۵۱،

Marfat.com
Marfat.com

نہ تھا، حضرت عمرؓ نے اس کی بنیاد قائم کی اور حضرت زیدؓ کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا، طبقات ابن سعد اور اخبار القضاۃ میں ہے،

ان عمر استعمل زیداً علی القضاء	یعنی حضرت عمرؓ نے زید کو قاضی بنایا اور
وفرض لہ رزقا،	ان کی تنخواہ مقرر کی،

اس وقت تک قاضی کے لیے عمارت کی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی، اس لئے زیدؓ کا گھر دار القضا کا کام دیتا تھا، مکان فرش سے آراستہ تھا، اس کے صدر میں حضرت زیدؓ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے، دار الخلافت اور تمام قرب وجوار کے مقدمات حضرت زیدؓ کے پاس آتے تھے، یہاں تک کہ خود خلیفۂ وقت (حضرت عمرؓ) پر بھی یہاں دعوی داخل کئے جاتے تھے اور اس کا فیصلہ بھی یہیں ہوتا تھا،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ میں کچھ نزاع ہوئی، حضرت زیدؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا، حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زیدؓ نے جیسا کہ آج بھی امرا اور رؤساء کو کرسی دینے کا دستور ہے، حضرت عمرؓ کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی، لیکن سادات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا، صحابہؓ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت عام کر دیا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے زید سے فرمایا، کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے، مجھ کو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا چاہئے، چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا، حضرت ابیؓ مدعی تھے، اور حضرت عمرؓ منکر، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے ادب و احترام کی بنا پر مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المومنین کو قسم سے معاف کر دیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں، فیصلہ میں عمر اور ایک

Marfat.com
Marfat.com

عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں[1]،

بیت المال کی افسری | خلافت اسلامیہ میں اگرچہ بہت سے مقامی بیت المال قائم تھے لیکن سب سے بڑا خزانہ دارالخلافہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا، حضرت زیدؓ اس کے افسر تھے ۳۱ھ میں حضرت عثمانؓ نے یہ عہدہ ان کو تفویض فرمایا تھا، بیت المال کے عملہ میں زید کا ایک غلام وہیب بھی تھا وہ نہایت ہوشیار تھا اور بیت المال کے کاموں میں مدد دیتا تھا، ایک دن وہ بیت المال میں گنگنا رہا تھا، کہ حضرت عثمانؓ آگئے پوچھا یہ کون ہے؟ زید نے کہا میرا مملوک ہے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا اس کا ہمہ پر حق ہے، کیونکہ یہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا، چنانچہ ۲ ہزار اس کا وظیفہ مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن حضرت زیدؓ کے مزاج میں عصبیت نہ تھی وہ حر و عبد کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ سکتے تھے، حضرت عثمانؓ سے کہا ۲ ہزار نہیں بلکہ ایک ہزار مقرر کیجئے، حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کرلی اس کا ایک ہزار وظیفہ مقرر کردیا،

مجلس شوریٰ کی رکنیت | حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں انصار و مہاجرین کے ممتاز اصحاب کی جو مجلس شوریٰ تھی، حضرت زیدؓ بھی اس کے ایک رکن تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا، حضرت زیدؓ اس کے بھی ممبر تھے[2]،

امارت مدینہ منورہ | حضرت زیدؓ میں علمی و دینی کمالات کے ساتھ انتظامی قابلیت بھی تھی، اور ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرت عمرؓ نے جب مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انہی کو مقرر کیا، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی طرز عمل رہا، وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو زیدؓ کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے،

---

[1] کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۱ بحوالہ بخاری و مسلم [2] طبقات ابن سعد ج ۱۱ ج ۲ قسم ۲

Marfat.com
Marfat.com

خلافت فاروقی میں زید کو ۳ مرتبہ حضرت عمرؓ کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا ۱۶ھ اور ۱۷ھ میں دو مرتبہ حضرت عمرؓ کے حج کے موقع پر تیسری مرتبہ ان کے شام کے سفر کے زمانہ میں شام پہونچ کر زیدؓ نے آپ نے جب خط لکھا تو اس میں زید کا نام اپنے نام سے پہلے لکھا کہ الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب ہر موقع حضرت زیدؓ نے خلافت کی ذمہ داریوں کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیا حضرت عمرؓ ان کے انتظام سے بہت خوش ہوتے اور وقتاً فوقتاً ان کو کچھ جاگیر دیتے تھے،

تقسیم مال غنیمت | ایمان کے بعد اسلام کے دو ستون ہیں، ایک جہاد، ایمان کا ایک جزو ہے، یہاں تک کہ بیوی سے تعلق حرام ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ — جس میں امانت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو مال غنیمت آتا تھا اکثر آپ خود تقسیم فرماتے تھے اس سے اس کام کی اہمیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ کے عہد میں جو ملک کا دائرہ نہایت وسیع اور مفتوح رہتے اس میں مال غنیمت کی تقسیم حضرت زید کے سپرد تھی، ان کے ماتحت حضرت عمرؓ نے جب صحابہ کے وظائف مقرر کئے تو انصار کے وظائف کی تنخواہ کو تنویف کی، فضول سے خوراکی سے تقسیم کرنے کی، ان کے بعد جہاد شامل کا ہیرو کھانا کے دن کے خلفاء کے پھر قبائل عرب کا اور سب سے

میں اپنا حصہ لیا،

سیاسی خدمت | حضرت زید بن ثابتؓ بارگاہ خلافت کے مقربین خاص میں تھے حضرت عمرؓ کے اجانب میں ان کا ممتاز درجہ تھا، حضرت عثمانؓ کے بھی وہ معتمد خاص تھے، خلافت عثمانی میں جب آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی تو وہ خلیفۂ وقت کے طرفدار تھے، اور اس کے

Marfat.com
Marfat.com

شورش و انقلاب کے زمانہ میں اُنھوں نے ایک دن انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی، جس کا ایک بلیغ فقرہ یہ تھا،

یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین، یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو،

بدقسمتی سے بعض صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ سے بدظن تھے، اُن میں حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی تھے اُنھوں نے کہا تم عثمانؓ کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ اُنھوں نے تم کو بہت سے غلام دیئے ہیں، حضرت ابوایوبؓ بھی با اثر بزرگ تھے، اس لئے زیدؓ کو خاموش ہو جانا پڑا،

خانگی حالات اور اہل وعیال حضرت زیدؓ کی خانگی زندگی نہایت پر لطف تھی، ان بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلاء تھی، سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں،

حضرت زیدؓ کی اولاد میں خارجہ جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہائے سبعہ میں تھے، جمیلہ ہی کے بطن سے تھے،

حضرت زیدؓ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع انام رہے ہیں، ان کا مختصر شجرہ یہ ہے،

زید بن ثابتؓ

زید	خارجہ	یحییٰ	سلیمان	عمارہ	سعد	اسماعیل	اسماعیل	سلیط	عبدالرحمن	عبداللہ
سلیمان	سعید			قیس			یعقوب			
							اسمٰعیل			
							زکریا			

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیدؓ کے، آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے، بہت سے تھے، لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، ثابت بن عبید، وہیبؒ،

وفات | پچپن۔ چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آگیا، اور ۱۰۵ھ میں وفات پائی، اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہؓ متمکن تھے، اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ حضرت زیدؓ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، چنانچہ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی، تمام لوگ سخت غمگین تھے، حضرت ابوہریرہؓ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر الامۃ [illegible]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیبؒ بھی جنازہ میں شریک تھے، قبر میں [illegible] گئی تو حضرت ابن عباسؓ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو! علم اس طرح جاتا ہے، آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا، حسان بن ثابتؓ نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا،

فمن للقوافی بعد حمار وابنہ ۔۔۔ ومن للمعالی بعد زید بن ثابتؓ

حسان اور اس کے بیٹے [illegible] ۔۔۔ اور زید بن ثابتؓ کے بعد سنی فہمی کا ذمہ دار

علم وفضل | قرأت، فرائض، قضا اور فتویٰ میں وہ نہایت ممتاز تھے، قرآن مجید میں علماء کی تین یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہوں، حضرت زید بن ثابتؓ راسخ فی العلم تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کو راسخین فی العلم شمار کرتے تھے،

قرأت | اسلام نے جن علوم وفنون کی بنیاد قائم کی ان میں قرأت ایک ممتاز علم ہے حضرت زیدؓ کو اس فن میں جس قدر دخل تھا اس کا اعتراف صحابہ اور تابعین کے ہر فرد کو تھا، امام شعبیؒ جو علامہ اتابعین تھے کہا کرتے تھے کہ زیدؓ فرائض کی طرح قرأت میں

Marfat.com
Marfat.com

بھی تمام صحابہ سے فوقیت لے گئے تھے"

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زیدؓ کو جو شغف تھا، اس کا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا، صرف ۱۱ برس کے سن میں وہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، باقی زندگی کتابتِ وحی میں گذری تھی، مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا، ان کو معلوم ہوتا تھا، اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انکو پورا قرآن حفظ ہو گیا تھا،

اس بنا پر جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآن لکھوایا تو اس خدمت کے لئے حضرت زیدؓ ہی کو منتخب فرمایا، اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں تو اُس میں حضرت زیدؓ کی شرکت بھی ضرورت سمجھی،

حضرت عمرؓ ابی بن کعبؓ کے مقابلہ میں جو قاریوں کے سردار تھے حضرت زیدؓ کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے،

حضرت زیدؓ کا سلسلۂ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اور چونکہ قرأت قریش کے مطابق پڑھتے تھے، اس لئے لوگوں کا رجحان انہی کی قرأت کی طرف تھا، حضرت ابی ابن کعبؓ کی زندگی تک اگرچہ وہ مرجع انام نہ ہو سکے، لیکن ان کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زیدؓ کی ذات اقدس تمام اکناف واطراف کی قبلۂ حاجات بنی ہوئی تھی،

حضرت زیدؓ سے جو قرأت قائم ہوئی تھی، وہ ۱۳۰۰ برس گذرنے پر بھی باقی ہے، ابن عباسؓ، ابو عبدالرحمٰن سلمی، ابوالعالیہ ریاحی، ابو جعفر، یہ سب ان کے شاگرد تھے اور آج تک روئے زمین کی ۴۰ کروڑ مسلمان اُن کی معنوی طور سے ان کے آستانہ پر

Marfat.com
Marfat.com

زانوئے تلمذی تہ کرتی ہے،

حدیث قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، حضرت زیدؓ اگرچہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایہ تھے تاہم فن حدیث میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافع بن خدیجؓ نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھیت کرایہ پر اٹھانے کی ممانعت کی ہے، زید ابن ثابتؓ سنا تو کہا، خدا رافع کی مغفرت کرے مجھکو ان سے زیادہ روایت کی حقیقت معلوم ہے، واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہئے[1]، رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑا سن لیا،

حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی تھی، ان لوگوں نے اسے سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا، حضرت زیدؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا، خدا عائشہؓ کی مغفرت کرے، ہمکو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے، عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کچھ اعراب آگئے تھے، وہ سوال کرتے تھے، آپ جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، آنحضرت صلعم نے ظہر پڑھی اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان جا کر یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی تھی، اس لئے ان کو عصر کے بعد تمام کیا، خدا عائشہؓ کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے، کہ آنحضرت صلعم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے[2]،

جو احادیث صحیح ہوتیں، اگر ان کی نسبت کوئی سوال کرتا، تو تصدیق فرماتے تھے، حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروان کے سامنے فضیلتِ صحابہ پر حدیث پڑھی، مروان نے کہا تم جھوٹ

[1] مندرج ۵، ص ۱۸۲، ۱۸۵، ایضاً ص ۱۸۵،

Marfat.com
Marfat.com

کہتے ہو زیدؓ اور رافع بن خدیجؓ مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ابوسعیدؓ نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو، مروان کو برا معلوم ہوا ان کے مارنے کو دڑہ اٹھایا دونوں بزرگوں نے ابوسعیدؓ کی تصدیق کی،[1]

حضرت زیدؓ کی زیادہ روایات آنحضرت صلعم سے ہیں، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے بھی روایت کی ہے،

ان کے رواۃ حدیث اور تلامذہ کا بڑا گروہ ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں،

حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت عبداللہ بن یزید خطمیؓ (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، ابانؓ بن عثمان، خارجہ بن زید، (حضرت زیدؓ کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ، ابوعمرہ، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطار بن یسار، بسر بن سعید حجر مدری، طاؤس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعدؓ (زوجہ تھیں)

حضرت زیدؓ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف (۹۲) جن میں ۵ متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے،

ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، آپ سے ہزاروں حدیثیں سنی ہونگی، سینکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس قلت روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی، جو حضرت زیدؓ جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت محتاط کر دیتی تھی،

فرائض اگرچہ فقہ میں حضرت زیدؓ کو یہ کمال حاصل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس

[1] مسند ص۱۸۵ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

میں وہ منصب افتاء پر سرفراز تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہ دارالخلافت کے مفتی رہے لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب، حضرت زیدؓ کا خاص فن تھا، رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے، افرض امتی زید بن ثابت، یعنی "میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں، حاملِ نبوتؐ کی زبان کا یہ فقرہ حضرت زیدؓ کی فرائض دانی کا سب سے بڑا ثبوت ہے،

حضرت زیدؓ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہؓ کو اعتراف تھا، حضرت عمرؓ نے خطبۂ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زیدؓ کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ

من کان یرید ان یسأل	یعنی جس کو فرائض کے سوالات
عن الفرائض فلیات زید	کرنا ہوں وہ زید بن ثابت کے
ابن ثابت؛	پاس جائے"

ان کے کمالات کا اعتراف حضرت عمرؓ کو حضرت زیدؓ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے، مختلف مقاموں میں بڑے بڑے عہدے خالی ہوتے، امور مہمہ کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی اور ان کے لئے لوگوں کے نام پیش کئے جاتے تو حضرت عمرؓ ان میں سے کسی کا انتخاب فرما دیتے، مگر جب زیدؓ کا نام پیش ہوتا تو حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے کہ زید میری نظروں سے گر نہیں گئے، لیکن کیا کروں؟ شہر والے ان کے محتاج ہیں، کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں ہے[1]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ زید خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے، تمام لوگوں کو حضرت عمرؓ نے شہروں اور ملکوں میں پھیلا دیا تھا، اور فتوی یا رائے دینے سے منع کر دیا تھا،

---

[1] طبقات صفحہ ۱۱۶ ج ۲ قسم ثانی،

Marfat.com
Marfat.com

لیکن زید مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والوں کو فتویٰ دیتے تھے[1]

سعید بن مسیبؒ مجتہد ہونے کے باوجود فتوی اور فیصلوں میں حضرت زیدؓ کے پیرو تھے جب کوئی مشکل مسئلہ آجاتا اور لوگ دوسرے صحابہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعیدؒ ان سے پوچھتے کہ زیدؓ نے کیا کہا ہے، زید بن ثابتؓ فیصلوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہیں ہے، ان کے بتاتے وقت سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے، ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو[2]

امام مالک جو اپنے زمانہ میں دارالہجرۃ مدینہ کے امام تھے، اور آج بھی فقہ وحدیث میں لاکھوں آدمیوں کے لئے امام مطلق ہیں، کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد زید بن ثابتؓ مدینہ منورہ کے امام تھے، اور امام شافعیؒ نے فرائض کے تمام مسائل میں حضرت زیدؓ کی تقلید کی ہے

علم فرائض کی تدوین، فرائض کا فن نہایت مشکل ہے، قرآن مجید میں اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وصحابہ کے قضایا اور فتاویٰ سے ہوتی ہے، قرآن مجید میں میراث ووصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج، میراث زوجہ، اولاد ذکور، اولاد اناث، ماں، باپ، بھائی بہن، کلالہ اور دیگر چند قسم کے ورثاء کا تذکرہ آیا ہے، اور ان کے حصوں کی مقدار کی تعیین کرکے کہدیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا، اپنے نفس پر ظلم کریگا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلوں میں اس اجمال کی تفصیل کی، آپ کے بعد زیدؓ ابن ثابت نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر کتابیں لکھی گئیں، اور فرائض ایک مستقل فن بن گیا،

---

[1] طبقات ص۱۱۵ ج ۲ ق ۲ [2] ایضاً ص۱۱۶،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیدؓ سے فرائض میں جلیل القدر صحابہ فتویٰ پوچھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن کا فضل وکمال تمام صحابہؓ کو تسلیم تھا، حضرت زیدؓ سے استفتار کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے ایک غلام نے وفات پائی، تو ابن عمرؓ نے پوچھا کہ متروکہ میں عمر کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زیدؓ نے کہا میرے نزدیک تو نہ دینا چاہئے، لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمرؓ نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمرؓ کے جتنے غلام مرے کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا[1]،

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابوبکرؓ نے زید کے فتویٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا، یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا، یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے[2]،

طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اس وقت حضرت عمرؓ نے بھی حضرت زیدؓ کی اسی رائے پر فیصلہ کیا تھا[3]، حضرت عبداللہؓ بن عباس جو صحابہؓ میں جرار و بحر کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے،

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ زید سے پوچھو کہ ایک شخص مر گیا ہے اور زوجہ اور والدین ورثہ میں چھوڑے، ان میں ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا، حضرت زیدؓ نے کہا بیوی کو نصف باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباسؓ کا خیال اس کے خلاف تھا، وہ ماں کو کل مال میں سے ثلث دلاتے تھے، چنانچہ کہلا بھیجا کہ یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا میری ذاتی رائے ہے، یعنی استنباط ہے، میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا[4]،

دور دراز ممالک سے فتوی آتے تھے، اور حضرت زیدؓ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے، امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خط کے ذریعہ سے داداکے متعلق استفتا کیا تھا،

---

[1] المدونۃ الکبریٰ امام مالک ج ۳ [2] کنز العمال ج ۶ ص [3] ایضاً ص [4] ایضاً ص ۱۱۱.

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لعبد اللہ معاویۃ امیر المومنین من زید بن ثابتؓ

انی رأیت من نحو قسم امیر المومنین عمر بین الجد والاخوۃ واحدۃ قسم لھا الثلث

فان کانتا اختین مع الجد قسم لھما السطے وللجد السطے، فان کان للجد اخوات فانہ

یقسم للجد الثلث، فان کانوا اکثر من ذالک فانی لما رأیت حسبت ینقص الجد من الثلث

شیأ، ثم ما خلص للاخوۃ من میراث اخیھم یعد الجدّ فان بنی الاب والام ھم اولی

بعضھم من بعض بما فرض اللہ لھم دون بنی العلۃ فلذالک حسبت نحوا من الذی

کان امیر المومنین عمر یقسم بین الجد والاخوۃ من الاب ولم یکن یورث الاخوۃ

من الام الذی لیس من الاب مع الجدّ شیأ ثم حسبت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ

عنہ کان یقسم بین الجد والاخوۃ نحوا الذی کتبت بہ الیات فی ھذہ الصحیفۃ[1]!

حضرت زیدؓ نے فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب دیئے، اور متعدد مسائل کا استنباط کیا، قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں حضرت زیدؓ کی فہم وعقل نے نئے نئے خیالات پیدا کئے، جو علم الفرائض کا جزو بن گئے، میراث موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولد من ابیہ وامہ، میراث الجد، من لا میراث لہ مانعین وراثت، اور اس قبیل کے دوسرے مسائل حضرت زیدؓ کی فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہیں،

حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا، صحابہ میں اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زیدؓ ہی کے ہاتھ میں تھا،

---

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵ [2] اصل عبارت یہ ہے ھذا ما وضع زید بن ثابت الفرائض (کنز العمال ص ۱۵ ج ۶)،

Marfat.com
Marfat.com

دادا کی میراث، علم فرائض کا نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اور خود حضرت زیدؓ نے اسکی نسبت مختلف خیالات ظاہر کئے ہیں[1]، مگر جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے، فاروق اعظم اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کو قابل عمل تصور کیا،

اسلام میں دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے لیا، ان کا ایک پوتا فوت ہوا تو وہ کل جائداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، لوگوں نے اس کے خلاف رائے دی، حضرت عمرؓ حضرت زیدؓ کے گھر پہونچے اس وقت وہ کنگھی کر رہے تھے، اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی، پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھکو بلا لیا ہوتا، حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وحی نہ تھی کہ جس میں گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا، ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہوں، اگر تمھاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کرونگا ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں، زیدؓ نے ایسی صورت میں رائے دینے سے انکار کیا، حضرت عمرؓ اٹھ کر چلے آئے ایک روز پھر گئے، زیدؓ نے کہا کہ میں اس کو لکھ کر پیش کرونگا چنانچہ اس کو تحریری شکل میں مرتب کرکے دیا، حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں خطبہ دیا اور کہا کہ زید بن ثابت یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے میں اس کو نافذ کرتا ہوں[2]،

اگرچہ حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی تدوین کی، اسکے مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد نئے مسائل پیدا کئے لیکن ان کے لئے ان میں سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد ہے،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباسؓ ہیں جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے، اول تو اس واقعہ کی کوئی سند نہیں، اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ سند صحیح سے مروی ہے یعنی عبدالرحمن ابی زنادؒ نے خارجہ سے روایت کیا ہے جو خود حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت عباسؓ کو فرائض اور حساب میں دخل نہ تھا، اسلئے

[1] بخاری ص۹۹۸ ج۲ [2] کنز العمال ص۱۲۶ ج۲،

Marfat.com
Marfat.com

اس قسم کی ایجادیں، ان کی طرف منسوب کرنا، بداہتہ عقل کے خلاف ہے،

حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی وہ مذکورۂ بالا واقعات سے واضح ہوگئی اور حاملِ نبوت کا یہ ارشاد کہ میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید ہیں" حرف بحرف پورا اترا، حضرت زیدؓ کی اس غیر معمولی ذہانت و ذکاوت، جودت و فکر اور دماغ و دل پر اس دور کے علماء کو تعجب ہوتا تھا،

فقہ فرائض کی طرح وہ فقہ میں بھی مجتہدین صحابہ میں تھے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ[1] دیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور امیر معاویہؓ کی خلافتوں میں بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے، فقہاے صحابہؓ کے تین طبقے ہیں، حضرت زیدؓ کا پہلے طبقے میں شمار تھا، انھوں نے اپنی زندگی میں جس قدر فتوی دیئے ان کی تعداد نہایت کثیر ہے، اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے، تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں[2]،

حضرت زیدؓ کی فقہ انہی کے زمانہ میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی، حضرت سعید ابن مسیبؒ کہا کرتے تھے، کہ زید بن ثابت کا کوئی قول، ایسا نہیں، جس پر لوگوں نے بالاجماع عمل نہ کیا ہو، صحابہؓ میں سیکڑوں ایسے تھے، جن کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا، لیکن حضرت زیدؓ کے فتووں پر ان کی زندگی ہی میں مشرق و مغرب عمل پیرا تھے[3]،

لوگوں کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام میں چار بزرگوں کی ذات تھی، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، چنانچہ انہی کے تلامذہ سے آفاق عالم میں علم دین کی اشاعت ہوئی، لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمۂ اصلی اور نبوت کا دار القرار تھا، حضرت زیدؓ

[1] طبقات ابن سعد ص۱۱۰، [2] اعلام الموقعین ج۱ ص۱۲، ابن قیم جوزی ص۳ ج، [3] طبقات ابن سعد ص۱۱۰

Marfat.com
Marfat.com

کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز بنا تھا،

فقہائے صحابہ کی دو مجلسیں تھیں ایک کے رئیس حضرت عمرؓ تھے اور دوسری کے حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، حضرت عمرؓ کی مجلس میں شریک تھے، یہاں مسائلِ علمیہ پر بحث ہوتی تھی اور اہم اور مشکل مسائل طے کئے جاتے تھے[1]

یوں تو حضرت زیدؓ کا فیض ہر وقت جاری رہتا تھا، تاہم اس کے لئے ایک وقت بھی مخصوص تھا، اور مسجد نبوی میں جو زیارت گاہ عام تھی، اور حضرت زیدؓ کے مکان سے ملحق تھی، فتویٰ دینے کے لئے بیٹھتے تھے[2]

حضرت زیدؓ کے مسائل فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے، ان کی تفصیل کے لئے ایک ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، یہاں نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہیں،

کتاب الصلوۃ فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے[3]،

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر و عصر میں قرأت ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک قیام فرماتے تھے، اور آپ کے لب ہلتے رہتے تھے[4] (اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا چاہئے، سوال کا تعلق امام سے ہے، جماعت سے نہیں، سائل کا منشاء یہ تھا کہ ظہر و عصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زیدؓ نے اسی کا جواب دیا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے، صحیح بخاری میں، خباب بن ارتؓ، زید بن ثابتؓ، ابو قتادہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ سے جو روایتیں مذکور ہیں کسی سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے)

کتاب الذبائح ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر دانت مارا، لوگوں نے اس کو فوراً ذبح کر دیا،

---

[1] طبقات ابن سعد ۵۲ مسند ج ۵ ۵۳ ایضاً ۵۶ ۵۴ ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی[1] ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا گلا کاٹ دیا جائے، قرآن مجید میں ہے "الا ماذکیتم" چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کھانا حلال کر دیا)

کتاب الہبہ | ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی شخص کو رہنے کے لئے دیا، تو اس کی وفات پر اس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی، حضرت زیدؓ کی روایت میں اسی کا بیان ہے، کہ العمری للوارث[2]

عمری کی اجازت کے ساتھ رقبیٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رقبیٰ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے، کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرو تو میری ملکیت پھر عود کر آئے گی، چونکہ ہبہ کے لئے تملیک ضروری ہے، اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے، اس بنا پر یہ ہبہ ناجائز قرار دیا گیا ہے،

کتاب المزارعہ | نصف، ثلث اور ربع منافع پر کسی سے زراعت کرانا منع ہے[3]،

جب تک باغ میں پھل اچھی طرح نہ آئے ہوں، یا درخت پر رطب چھوہارے ہوں تو ان کو اٹکل سے بیچنے کی ممانعت[4] ہے (مدینہ میں اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، اور نقصان ہونے کی صورت میں فریقین میں جھگڑے تک کی نوبت آجاتی تھی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عریہ والوں کو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہاروں پر ان کی گذر اوقات تھی، تاپ کر فروخت کرنے کی اجازت دیدی تھی)

ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہیں، حضرت زیدؓ نے دینا کے دوسرے علوم میں جو ترقی کی تھی، اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے،

---

[1] مسند ص۱۸۱ ج ۵ [2] ایضاً ص۱۸۱، [3] ایضاً ص۱۸۱، [4] ایضاً ص۱۹۲،

Marfat.com
Marfat.com

فارسی، رومی، عبرانی، سریانی قبطی، حبشی زبانیں،	حضرت زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھی تھیں، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے، بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی یہانتک کہ توراۃ وانجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے، یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جن کو انھوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا[1]،
حساب	عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اس لئے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے، عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، عربی میں ہزار سے اوپر کے عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے لیکن حضرت زیدؓ کو حساب میں اس قدر دخل تھا کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اس کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے، اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے، چنانچہ غزوہ حنین میں جو ۸ھ میں ہوا تھا، اور جس میں تقریباً ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے، انہی کی ہردم شماری اور لگائے ہوئے حصوں کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم فرمایا تھا، انھوں نے پہلے لوگوں کی تعداد معلوم کی پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلا دیا، چند سرداروں کو مستثنیٰ کرکے جن کو بڑی فی کس ۴، اونٹ اور چالیس بکری، حصہ میں پڑیں، سواروں کو ان کا گنا یعنی ۱۲ اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں عطا کی گئیں[2] جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زیدؓ ہی نے تقسیم کیا تھا
خط وکتابت	عرب میں اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روایتیں قوت حافظہ

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ص۲۵۳، [2] طبقات ابن سعد ص۱۱۰ ق اول تذکرہ زید

Marfat.com
Marfat.com

کی بنا پر مشہور ہوتی تھیں، حضرت زیدؓ لکھنا جانتے تھے، اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے، فرامین، عہدنامے، اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے،

حضرت عمرؓ کے عہد میں عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لئے عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو فرمان لکھا کہ وہ مصر سے غلہ روانہ کریں، عمروؓ نے ۲۰ جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دارالخلافت روانہ کیے، حضرت عمرؓ کو جہازوں کی آمد کا سخت انتظار تھا، خود چند صحابہؓ کو لے کر جن میں زید بھی تھے، "جار" نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھی، تشریف لے گئے، غلہ آیا تو جار میں دو گودام بنوا کر اس میں غلہ بھروا دیا اور زید بن ثابتؓ کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدوں کا تیار کریں جس میں ان کا نام اور غلہ کی مقدار لکھی ہو، اس حکم پر حضرت زیدؓ نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چٹیں تقسیم کیں جن کے نیچے حضرت عمرؓ کی مہر ثبت تھی، اسلام میں چک اور اس میں مہر لگانے کا یہ پہلا واقعہ تھا، جو حضرت زیدؓ کی بدولت وقوع پذیر ہوا،

اخلاق و عادات اسلام کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے، حضرت زیدؓ کا اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا، اس کے نمایاں اجزا رحب رسول، اتباع رسول، امر بالمعروف، نصح امرا، حمیت ملی تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر حضرت زیدؓ دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے، صبح کو بستر خواب سے اٹھ کر سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے، بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے، آپ ان کو اپنے حجرہ شریف میں بلا لیتے تھے[1]

[1] مسند ص۱۸۲ ج ۵،

Marfat.com
Marfat.com

ایک روز وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ سحری میں چھوہارے نوش فرما رہے تھے، ان سے شرکت کے لئے ارشاد ہوا، انھوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا میرا بھی تو یہی ارادہ ہے، غرض حضرت زیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد گئے، اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی،

حضرت زیدؓ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے[۲]، آپ غایت بے تکلفی کی بنا پر اُن کی ران پر اپنا زانوے مبارک رکھ دیتے، ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی، حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ زانوے مقدس اتنا گراں ہو گیا کہ میرے لئے اس کا تحمل دشوار ہو گیا، معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی، لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ زبان سے اُف تک نہ کی، اور خاموش بیٹھے رہے[۳]،

ارشاد نبوی کی تعمیل کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہؓ کے پاس شام گئے، اور ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی، امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قلمبند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، یہ کہہ کر اس کو مٹا دیا[۴]،

امراء کے مقابلہ میں بھی سنت نبوی کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے، مروان بن حکم اموی مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا، حضرت زیدؓ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے[۵]، صحابہ اور تابعین سے بھی اگر ناواقفیت کی بناء پر خلاف سنت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو زیدؓ ان کو

---

[۱] مسند ص۱۹۲ ج ۵ [۲] ایضاً ص۱۹۱ [۳] ایضاً ص۱۸۲، [۴] بخاری ص۱۷ ج ۱ باب القرأت فی المغرب

Marfat.com
Marfat.com

تبسم فرماتے تھے، ایک مرتبہ شرحبیل بن سعدؓ نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی، زید نے دیکھ لیا پاس جاکر ایک تھپڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی، اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھکو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے[1]،

انہی شرحبیل کو ایک مرتبہ باغ میں جال لگاتے دیکھا، تو زور سے چلائے کہ یہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے[2]،

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا، بہت سے تاجروں نے معاملہ کیا، عبداللہ بن عمرؓ نے بھی بات چیت کی، اور اس سے خرید لیا، مال ابھی وہیں رکھا تھا کہ دوسرا خریدار پیدا ہو گیا، اُس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں، مجھ سے سودا کر لیجئے، بات کے پختہ کرنے کے لئے ابن عمرؓ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا، دیکھا تو زید بن ثابتؓ تھے، ابن عمرؓ سے کہا ابھی نہ بیچو، پہلے مال یہاں اٹھوا لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[3]،

ایک مرتبہ دوپہر کے وقت جناب زید مروان کے محل سے نکلے، شاگردوں نے دیکھ لیا، جی ہوا کہ اس وقت کسی وجہ سے گئے ہوں گے، بڑھ کر پوچھا، حضرت زیدؓ نے کہا کہ اس وقت اُس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں، میں نے اس سے کہا کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہوگا، خدا کے لئے عمل کرنا، ولاۃ الامر کو نصیحت کرنا، جماعت کے ساتھ رہنا[4]،

حضرت زیدؓ اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے، تاہم اُن میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی،

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت انصاری کہ بڑے رتبے کے صحابی تھے، بیت المقدس

---

[1] مسند ص ۱۸۱ و ۱۹۲ ج ۵ [2] ایضاً ص ۱۹۰، [3] ایضاً ص ۱۹۱، [4] ایضاً ص ۱۸۳،

Marfat.com
Marfat.com

گئے، اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا، ایک نبطی سے کہا میرا گھوڑا پکڑ لو، اس نے انکار کیا، حضرت عبادہؓ نے اس کو ڈانٹا اور خوب مارا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو انھوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا، عبادہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کے لئے کہا تھا، اس نے انکار کیا، میرا مزاج تیز ہے، اس کو مار بیٹھا، حضرت عمرؓ نے کہا تم سے قصاص لیا جائیگا، یزید بن ثابتؓ بھی موجود تھے، ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی، حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گے، ان کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے جرمانہ پر اکتفا کیا، اور حضرت عبادہؓ کو دیت دینا پڑی،[1]

اسی طرح جب حضرت عمرؓ شام میں تھے تو خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمان کو قتل کر دیا جائے، حضرت زیدؓ نے بڑی مشکل سے سمجھا کر قتل کے بجائے دیت پر راضی کیا،[2]

حضرت زیدؓ کی یہ عصبیت کچھ ذمیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بھی بعض صورتوں میں ظاہر ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ نے ان کے غلام کا قصاص امر مقرر کیا تھا، انھوں نے کہا کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اور حضرت عثمانؓ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا،

طبعاً خاموشی و سکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمہ تمکین و وقار معلوم ہوتے تھے،

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، حضرت عمرؓ کے اصحاب صحبت میں تھے، حضرت عثمانؓ سے اتنے وسیع تعلقات تھے کہ عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمانؓ

---

[1] کنز العمال ج، ص ۳۰۳ [2] ایضاً ص ۳۰۴.

Marfat.com
Marfat.com

ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، حضرت علیؓ کو بھی محبوب کہتے تھے، اور ان کی فضیلت کے قائل تھے، امیر معاویہؓ سے بھی مراسم تھے، شام جاتا ہوا تو ان کے مکان پر تشریف لے گئے[1]

اور جب مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر ہو کر آیا، تو اس سے بھی ربط ضبط رکھا،

مروان اپنی سیاست میں شہرۂ آفاق ہے، حضرت زیدؓ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، لیکن وہ موقع پر سیاست سے باز نہ آتا تھا، زید بن ثابتؓ کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹکل سوالات کئے، حضرت زیدؓ جواب دے رہے تھے کہ یکایک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں، حضرت زیدؓ نے فوراً کہا کہ میرا عذر قبول کیجئے، میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ذاتی رائے تھی،

حضرت زیدؓ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے، لیکن چونکہ بڑے جلیل القدر عالم تھے، اس لئے کبھی کبھی زبان سے حرف ادعا بھی نکل جاتا تھا، ایک مرتبہ حضرت رافع بن خدیجؓ نے ایک حدیث میں غلطی کی، تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ خدا اُن کی مغفرت کرے مجھکو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، ان کے علم و وقار کی بنا پر صحابہ اور علماء سے لیکر امرا و حکام تک اُن کی عزت و تعظیم کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ زیدؓ کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباسؓ نے رکاب تھام کی، حضرت زیدؓ نے کہا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں ایسا نہ کیجئے ابن عباسؓ نے کہا کیا خوب؟ علماء اور اکابر کیساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابو سعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو کوڑے سے مارنے اٹھا تھا حضرت زیدؓ کی اتنی عظمت کرتا تھا کہ ان کو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا[2]

---

[1] مسند ص۱۸۲ ج ۵، [2] ایضاً ص۱۸۵ [3] ایضاً

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیاد بن لبیدؓ

نام ونسب زیاد نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام بیعتِ عقبہ میں شریک تھے، جب مدینہ میں مہاجرین کی آمد شروع ہوئی تو انصار کی ایک جماعت کہ چار آدمیوں سے مرکب تھی، مکہ پہونچی، جس میں ایک حضرت زیادؓ تھے، وہاں سے بہت سے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ واپس آئے، اس بنا پر یہ لوگ انصاری بھی تھے، اور مہاجر بھی،[1]

غزوات بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شریک تھے،

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنایا، یہ ملک ۵ حصون پر تقسیم تھا،[2] حضرت زیادؓ حضرموت کے عامل تھے، صدقات کا محکمہ بھی ان کے زیر ریاست[3] تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہل یمن مرتد ہو گئے، اور زکوٰۃ بند کر دی، تو حضرت ابوبکرؓ نے زیادؓ کو اس بارہ میں لکھا، انھوں نے شاہان کندہ پر شبخون مار کر فتح حاصل کی، اشعث بن قیس کا محاصرہ کر کے شکست دی، اور اس کو دار الخلافت

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۷ قسم ۱ [2] اسیعاب ص ۲۴۶ ج ۱، حالات معاذ بن جبل [3] یعقوبی ص ۸۰ ج ۲،

Marfat.com
Marfat.com

روانہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

وکان لہ بلاء حسن فی قتال اھل الردۃ[1] — یعنی انھوں نے مرتدین کی جنگ میں بڑی جانبازی دکھائی،

خلافت صدیقیؓ[2] اور فاروقی میں بھی اسی خدمت پر ممتاز رہے[3]، اس فرض سے سبکدوشی کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی، بعض کا خیال ہے کہ شام میں قیام کیا تھا،

وفات | سنہ ۴۱ھ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا پہلا سال تھا،

فضل وکمال | زیادؓ فقہاے صحابہ مین تھے[4]، صحیح ترمذی مین ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب علم کے اٹھنے کا وقت آپہونچا، زیادؓ نے عرض کی، یہ کیسے ہوسکتا ہے، اب تو علم لوگون کے رگ وپے میں سرایت کرچکا ہے، ارشاد ہوا:-

ثکلتک امک یا زیاد! ان کنت — یعنی اے زیاد تیری مان تجھکو روئے، ہیں

لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ — تجھ کو نہایت سمجھدار شخص خیال کرتا تھا،

اولیس الیھود والنصاریٰ — کیا دیکھتے نہیں کہ یہود ونصاریٰ تورات و

یقرؤن التوراۃ والانجیل — انجیل پڑھتے ہیں، لیکن ان سے کچھ نفع

ولا ینتفعون بشیٔ — نہیں اٹھاتے،

حضرت عبادہؓ نے اس حدیث کو سنا تو فرمایا سچ ہے، سب سے پہلے خشوع اٹھ رہا ہے[5]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں، حلقۂ روایت میں عوف بن مالکؓ، جبیر بن نفیرؒ، سالم بن ابی الجعدؒ ان کی مسند فضل وکمال کے حاشیہ نشین ہین،

---

[1] تہذیب التہذیب ص ۳۰۳ ج ۳ [2] طبری ص ۱۳۶۲ ج ۴ [3] یعقوبی ص ۱۰۶ ج ۲ [4] تہذیب ص ۳۰۳ ج ۳ [5] اصابہ ص ۲۰ ج ۳

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زید بن دثنہؓ

نام نامی حضرت زیدؓ ہے، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ بیاضہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج،

بدر اور احد میں شریک تھے، غزوۂ احد کے بعد قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ چند صحابہ جو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں، ہمارے یہاں بھیجئے، ان اطراف میں اسلام پھیل رہا ہے، ان کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیبؓ اور زیدؓ اور بعض اور لوگوں کو روانہ فرمایا، راستہ میں بیر معونہ پر معرکہ پیش آیا، حضرت خبیبؓ اور زیدؓ مشرکین کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے، وہ لوگ ان بزرگوں کو ہاتھ باندھ کر مکہ لائے، اور صفوان بن امیہ کے ہاتھ فروخت کیا، صفوان نہایت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کروں گا،

شہادت رائے و مشورہ کے بعد تنعیم مقتل قرار پایا، صفوان نے اپنے غلام کو جس کا نام نسطاس تھا، حکم دیا کہ ان کو تنعیم لے چلو،

قتل گاہ پہنچے تو عجیب آزمایش کا وقت تھا، ابو سفیان نے پوچھا زید تمھیں خدا کی قسم سچ سچ بتانا، اگر تمھارے بجائے محمدؐ ہوں، اور ہم ان کی گردن ماریں، اور تم اپنے گھر محفوظ رہو

Marfat.com
Marfat.com

تو تم اس کو پسند کرتے ہو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اللہ مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمدؐ کے کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں ابوسفیان اس فقرہ کو سنکر دنگ رہ گیا، اور اسی عالم میں زبان سے نکلا کہ محمد کے اصحاب ان سے جسقدر محبت کرتے ہیں دنیا میں کسی کے دوست ایسے گرویدہ نہیں، اس کے بعد ان کو قتل کردیا گیا، یہ ۳ھ کا افسوسناک واقعہ ہے،

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ دارالمصنفین کے حق میں محفوظ ہیں مہتمم صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

تاریخِ سندھ

(مؤلفہ: مولٰنا سید ابوظفر صاحب ندوی سابق رفیق دارالمصنفین)

ہندوستان مین مسلمانون کا پہلا قافلہ سندھ مین اُترا تھا، اور اُن کی پہلی حکومت یہین قائم ہوئی تھی، اور وہ ایک ہزار سال سے اوپر یہان کے حکمران رہے، آج بھی سندھ کے در و دیوار سے اُن کے آثار نمایان ہین. لیکن اس کے باوجود اردو مین اسلامی سندھ کی کوئی مفصّل و محققانہ اور مستقل تاریخ موجود نہین تھی، دارالمصنفین نے تاریخ ہندوستان کے سلسلہ مین یہ جامع و محققانہ تاریخ مرتّب کرائی ہے، اس مین سندھ کا جغرافیہ مسلمانون کے حملہ سے پیشتر کے مختصر اور اسلامی فتوحات کے مفصّل حالات، خلافت راشدہ کے زمانہ سے لے کر آٹھوین صدی ہجری تک، سندھ جن جن حکومتون کے ماتحت رہا، اُن کی پوری تاریخ اور ان تمام دورون کے نظامِ حکومت، علمی و تمدّنی حالات، اور رفاہِ عام کے جو جو کام انجام پائے ان سب کی پوری تفصیل ہے، ضمناً ہر عہد کے علماء، شعراء اور اربابِ علم و فن کے حالات بھی آگئے ہین،

سندھ کی تاریخ کا مطالعہ آج ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے،

ضخامت: ۴۰۰ صفحے،

قیمت: ۔/۴ روپے

مسعود علی ندوی منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ

(طابع و ناشر صدیق احمد)

Marfat.com
Marfat.com

وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۲۴)

سیر انصار رضؓ

(حصۂ دوم)

جس میں بہ ترتیب حروف تہجی مستند حوالوں سے ۶۴ انصار کرام و حلفائے انصار رضؓ
کے سوانح و حالات اور اُن کے فضائل و کمالات کی تفصیل مذکور ہے

ترتیب

مولانا سعید انصاری صاحب مدیر ماہنامہ دار المصنفین

باہتمام: مولوی مسعود علی صاحب ندوی

دار المصنفین معارف اعظم گڑھ یوپی

طبع دوم

۱۹۳۰ء

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اسمائے صحابہ کرام

سیر انصار حصّہ دوم

(بہ ترتیب حروف تہجّی)

نام	صفحہ
س	
حضرت سعد بن ربیع	۱
حضرت سہل بن سعد	۴
حضرت سہل بن حنیف	۷
حضرت سعد بن معاذ	۱۰
حضرت سعد بن عبادہ	۱۹
حضرت سعد بن خیثمہ	۳۶
حضرت سعد بن زید اشہلی	۳۸
حضرت سلمہ بن سلامہ	۴۰
حضرت سہل بن حنظلیہ	۴۲
حضرت سائب بن خلاد	۴۴
ش	
حضرت شداد بن اوس	۴۵
ع	
حضرت عبادہ بن صامت	۵۰
حضرت عبداللہ بن رواحہ	۵۹
حضرت عاصم بن ثابت	۶۵
حضرت عبداللہ بن عمرو	۷۲
حضرت عبداللہ بن عبداللہ	۷۶
حضرت عتبان بن مالک	۸۰
حضرت عباد بن بشر	۸۳
حضرت عبداللہ بن عتیک	۸۶
حضرت عباس بن عبادہ	۸۹
حضرت عبداللہ بن زید	۹۱
حضرت عبداللہ بن یزید بن عاصم	۹۶
حضرت عبداللہ بن یزید خطمی	۹۸
حضرت عبدالرحمن بن شبل	۱۰۰
حضرت عثمان بن حنیف	۱۰۲
حضرت عمارہ بن حزم	۱۱۱
حضرت عمرو بن جموح	۱۱۲
حضرت عمرو بن حزم	۱۱۶
حضرت عمیر بن سعد	۱۱۹
حضرت عوم بن ساعدہ	۱۲۲
ف	
حضرت فضالہ بن عبید	۱۲۵
ق	
حضرت قتادہ بن نعمان	۱۲۸
حضرت قیس بن سعد	۱۳۱
حضرت قرظہ بن کعب	۱۴۰

Marfat.com

Marfat.com

نام	صفحہ
حضرت قطبہ بن عامر	۱۴۴
ک	
حضرت کعب بن مالک	۱۴۶
حضرت کلثوم بن الہدم	۱۵۵
ھ	
حضرت معاذ بن جبل	۱۵۶

نام	صفحہ
حضرت مسلمہ بن مخلد	۱۸۹
حضرت محمد بن مسلمہ	۱۹۴
حضرت معاذ بن عفراء	۲۰۳
حضرت مجمع بن جاریہ	۲۰۵
حضرت محیصہ بن مسعود	۲۰۷
حضرت منذر بن عمرو	۲۱۰

نام	صفحہ
حضرت نعمان بن بشیر	۲۱۲
حضرت نعمان بن عجلان	۲۲۲
ہ	
حضرت ہلال بن امیہ	۲۲۳
غزوات اور عام حالات	〃
لعان کے واقعہ کی تفصیل	۲۲۴

حلفائے انصار

۲۲۶ — ۲۸۲

نام	صفحہ
(الف)	
حضرت ابو بردہ بن نیار	۲۲۶
(ث)	
حضرت ثابت بن دحداح	۲۲۸
(ح)	
حضرت حذیفہ بن الیمان	۲۳۱
(ز)	
حضرت زید بن سعنہ	۲۴۸
حالات	〃

نام	صفحہ
(س)	
حضرت سعد بن حبتہ	۲۵۰
حضرت سمرہ بن جندب	۲۵۳
(ط)	
حضرت طلحہ بن البراء	۲۵۸
(ع)	
حضرت عاصم بن عدی	۲۵۹
حضرت عبداللہ بن انیس جہنی	۲۶۱
حضرت عبداللہ بن سلمہ	۲۶۴

نام	صفحہ
حضرت عبداللہ بن سلام	۲۶۶
حضرت عبداللہ بن طارق	۲۷۲
حضرت عدی بن ابی الزغبار	۲۷۴
حضرت عقبہ بن وہب	۲۷۵
ک	
حضرت کعب بن عجرہ	۲۷۶
م	
حضرت مجذر بن زیاد	۲۷۹
حضرت معن بن عدی	۲۸۱

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"س"

حضرت سعدؓ بن ربیع

نام و نسب | سعد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

اسلام | عقبۂ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبۂ ثانیہ میں شرکت[1] کی، دوسری بیعت میں اپنے قبیلہ کے نقیب بنائے گئے، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب[2] تھے،

غزوات اور دیگر حالات | حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، برادری قائم ہوئی، حضرت سعدؓ نے اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ جو غیر معمولی جوش و خروش اور خلوص ظاہر کیا، اس کی نظیر تاریخ عالم کے کسی باب میں نہیں مل سکتی، تمام انصار نے مال و متاع، جائداد اور زمین آدھی آدھی مہاجرین کو دیدی تھی، لیکن حضرت سعدؓ نے ان چیزوں کے علاوہ اپنی ایک بیوی بھی پیش کی، حضرت عبدالرحمنؓ اگرچہ اس وقت مفلوک الحال تھے، تاہم دل غنی تھا، بولے، "خدا تمہارے بال بچوں اور مال و دولت میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورت نہیں، تم مجھکو

---

[1] اسد الغابہ ص۲۷۰ ج ۲ [2] ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

بازار دکھلا دو[1]،

غزوۂ بدر کی شرکت سے تذکرے خاموش ہیں، غزوۂ احد میں شریک تھے، اور اسی میں

وفات | نہایت جانبازی سے لڑکر شہادت حاصل کی، جسم پر نیزہ کے بارہ زخم تھے، موطا میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں، زرقانی میں ہے کہ انھوں نے جاکر لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی، شہر خموشاں میں ہر طرف سناٹا تھا، کوئی جواب نہ آیا، لیکن جب یہ آواز دی کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مردوں میں ہوں، یہ حضرت سعدؓ کا اخیر وقت تھا، دم توڑ رہے تھے، زبان قابو میں نہ تھی، تاہم ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو خدا کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہوگے! کیونکہ تم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی، یہ شخص جن کا نام بعض روایتوں میں ابی بن کعب آیا ہے، وہیں کھڑے رہے، اور حضرت سعدؓ کی روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی،

بناکردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ابیؓ نے وصیت کے یہ آخری کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے تو فرمایا خدا ان پر رحم کرے، زندگی اور موت دونوں میں خدا اور رسول کی بہی خواہی مدنظر رہی[2]،

دفن کے وقت دو دو آدمی ایک قبر میں رکھے گئے تھے، خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر جو حضرت سعدؓ کے چچا ہوتے تھے، ان کے ساتھ دفن کئے گئے کہ جس طرح دنیا میں ساتھ

---

[1] اسد الغابہ ص۳۲۷ وص۳۲۸ جلد۲ واصابہ ص۱۰۰ جلد۳ [2] اسد الغابہ ص۳۲۸،

Marfat.com
Marfat.com

دیا تھا قبر میں بھی ساتھ دیں[۵۱]،

اہل وعیال | دو لڑکیاں چھوڑیں، ایک کا نام ام سعید تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جائداد میں دو ثلث ان کو عطا فرمائے، قرآن مجید کی آیت میراث

فان کن نسآء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک — اگر دو عورتوں سے زیادہ ہوں تو دو ثلث ان کا حصہ ہوگا،

اسی موقع پر نازل ہوئی اور اسی تقسیم سے یہ معلوم ہوا کہ دو عورتوں کا بھی وہی حصہ ہے، جو تین یا چار کا ہے[۵۲]،

دو بیویاں تھیں جن میں ایک کا نام عمرہ بنت حزم تھا[۵۳]،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے کے علاوہ، لکھنا جانتے تھے اور چونکہ رئیس کے بیٹے تھے تعلیم کا خاص اہتمام ہوا تھا، کتابت اسی زمانہ میں سیکھی تھی[۵۴]،

اخلاق | جوش ایمان اور حب رسول، عقبہ اور احد کے کارنامون سے ظاہر ہوتی ہے، غزوۂ احد میں جو وصیت کی، وہ اس کا بالکل بین ثبوت ہے،

مشرکین مکہ کی تیاریوں کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس احد میں آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو آگاہ کیا تھا[۵۵]،

انہی باتوں کی وجہ سے حضرت سعدؓ کا اثر تمام صحابہ پر تھا، انکی صاحبزادی ام سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں تو انھوں نے اپنا کپڑا بچھا دیا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا، پوچھا یا خلیفۂ رسول اللہ! وہ کیوں؟ ارشاد ہوا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنت کا راستہ لیا، اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے[۵۶]،

---

[۵۱] صحیح بخاری ص ۵۶۲ ج ۱ [۵۲] اسد الغابہ ص ۲۰۰ جلد ۴ [۵۳] اصابہ ص ۶۰ جلد ۴ [۵۴] اسد الغابہ ص ۲۰۰ جلد ۴
[۵۵] طبقات ابن سعد ص ۱۲۵ [۵۶] اصابہ ص ۶۰

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سہلؓ بن سعد

نام ونسب سہل نام، ابوالعباس، ابو مالک، ابو یحییٰ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر، ہجرت نبوی سے ۵ سال قبل پیدا ہوئے، باپ نے حزن نام رکھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو بدل کر سہل کر دیا،

اسلام ہجرت سے پیشتر حضرت سہلؓ کے والد سعد بن مالک نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا، بیٹے نے اسی باپ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری مدینہ کے وقت ان کا سن ۵ سال کا تھا، دو برس کے بعد غزوۂ بدر پیش آیا، اس وقت یہ ہفت سالہ تھے، لڑائی سے قبل ان کے والد نے انتقال کیا، اور حضرت سہلؓ کو یتیم چھوڑ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی ختم ہونے کے بعد اور مجاہدین کی طرح ان کے باپ کا بھی حصہ لگایا، کیونکہ وہ جنگ کا عزم کر چکے تھے،

غزوۂ احد میں وہ اور لڑکوں کی طرح شہر کی حفاظت کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چشم زخم پہنچا، اور دھویا گیا، اس وقت آپ کے پاس آ گئے تھے،[1]

۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا، با ایں ہمہ صغر سنی، جوش کا یہ عالم تھا کہ خندق کھودتے

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۴،

Marfat.com
Marfat.com

اور مٹی اٹھا اٹھا کے کندھے پر لیجاتے تھے[1]

غزوات مابعد میں بھی میدانِ جنگ کے قابل نہ ہو سکے، ۱۵ برس کا سن ہوا اور تیغ زنی کے قابل ہوئے تو خود سرورِ عالمؐ نے سفرِ آخرت اختیار فرمایا[2]، یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے،

۷۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا دست سیاست دراز ہوا، تو ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کی مدد کیوں نہ کی؟ جواب دیا کی تھی" بولا "جھوٹ کہتے ہو"، اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن پر مہر لگا دی جائے، یہ عتاب ان بزرگوں کے ذلیل کرنے اور اثر زائل کرنے کے لئے کیا گیا تھا، حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ بھی اسی جرم میں ماخوذ تھے،

وفات سن مبارک ۹۶ سال تک پہنچ چکا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال کے دیکھنے والوں میں مدینہ خالی تھا، دیگر صوبے بھی صحابہ کے سایہ سے عموماً محروم ہو چکے تھے، وہ خود فرمایا کرتے تھے، "کہ مرجاؤنگا تو کوئی قال رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا"، آخر ۹۳ھ میں بزم قدس نبوی کی یہ ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی بجھ گئی،

فضل و کمال حضرت سہلؓ مشاہیر صحابہ میں ہیں، اکابر صحابہ کے فوت ہونے کے بعد ان کی ذات مرجع انام بن گئی تھی، لوگ نہایت ذوق و شوق سے حدیث سننے آتے تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ صغیر السن تھے تاہم آپ سے حدیث سنی تھی، ان میں حضرت ابی بن کعبؓ، عاصم بن عدیؓ، عمرو بن عبسہؓ سے اس فن کی تکمیل کی، مروان سے بھی چند روایتیں لیں، اگرچہ وہ صحابی نہ تھا، راویانِ حدیث اور تلامذۂ خاص کی ایک جماعت تھی جن میں بعض کے نام یہ ہیں،

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۲ [2] مسند ابی مبارک ص ۱۱۶،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن مسیب، ابو حازم بن دینار زہری، ابو سہیل صبحی، عباسؓ بن سہل (لڑکے تھے) دفار بن شریح حضرمی، یحییٰ بن میمون حضرمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب، عمرو بن جابر حضرمی،

روایات کی تعداد ۱۸۸ ہے جن میں سے ۲۸ متفق علیہ ہیں،

اخلاق | حب رسولؐ کے نشہ میں چور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک روز منبر کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت سہلؓ اٹھے اور جنگل سے منبر کے لئے لکڑی کاٹ لائے[1]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیر بضاعہ سے پانی پلایا تھا[2]،

حق گوئی خاص شعار تھی، آل مروان میں سے ایک شخص مدینہ کا امیر ہو کر آیا، حضرت سہلؓ کو بلا کر کہا کہ علیؓ کو برا کہو، انھوں نے انکار کیا تو کہا کہ اچھا اتنا ہی کہدو کہ "خدا (نعوذ باللہ) ابوتراب پر لعنت کرے"، حضرت سہلؓ نے جواب دیا کہ یہ علیؓ کا محبوب ترین نام تھا، اور آپؓ اس نام سے بہت خوش ہوتے تھے، اس کے بعد ابوتراب کی وجہ تسمیہ بتلائی تو اس کو بھی خاموش ہونا پڑا[3]،

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۶ [2] ایضاً ص ۳۳۸ [3] صحیح مسلم ص ۳۲۶ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سہلؓ بن حنیف

نام ونسب سہل نام، ابو سعد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن جشم بن عوف بن عمرؓ بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے،

غزوات وعام حالات ابن سعد کی روایت کے مطابق جناب امیر علیہ السلام سے مواخاۃ ہوئی[1]، تمام غزوات میں شریک تھے، غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میدان میں رہ گئے تھے، یہ بھی ثابت قدم رہے، اسی دن موت پر بیعت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو تیر آتے یہ اُن کا جواب دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے کہ ان کو تیر دو، یہ سہل ہیں، حضرت عمرؓ تفاؤل کے طور پر کہتے کہ سہل ہی حزن نہیں[2]،

خلافتِ راشدین سے جناب امیر علیہ السلام کے عہد مبارک میں مدینہ کے امیر تھے، کوفہ سے امیر المومنین کا فرمان پہنچا کہ یہاں آجاؤ، چنانچہ مدینہ سے کوفہ چلے گئے،

جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے شرکت کی[3]، اور لڑائی کے بعد کوفہ واپس چلے آئے،

اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے، اہل فارس نے سرتابی کرکے خارج البلد کردیا، حضرت علیؑ نے ان کے بجائے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا،

---

[1] اصابہ ص۱۳۹ جلد۳ وتہذیب التہذیب ص۲۵۲ جلد۴ [2] اصابہ ص۱۳۹ [3] صحیح بخاری ص۴۰۰ جلد۲،

Marfat.com
Marfat.com

ادن کی رائے کا قصور ہے، یہ بزدل نہیں، ہم نے جس کام کے لئے تلوار اٹھائی، اس کو ہمیشہ آسان کر لیا، یوم ابی جندل (حدیبیہ) میں لڑنا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف نہ ہوتا تو میں اُس دن بھی آمادۂ پیکار ہو جاتا۔[1]

[1] صحیح بخاری صفحہ ۳۷۲ جلد ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سعدؓ بن معاذ

نام ونسب سعد نام، ابوعمرو کنیت، سید الاوس لقب، قبیلۂ عبدالاشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن بنت (عمرو) بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا جو حضرت ابوسعیدؓ خدری کی چچا زاد بہن تھیں، قبیلۂ اشہل قبائل اوس میں شریف ترین قبیلہ تھا، اور سیادت عامہ اُس میں وراثۃً علی الدوام تھی چنانچہ حضرت سعدؓ کے تمام مورث اپنے اپنے زمانہ میں تاجِ سیادت زیب سر کئے تھے۔

والد نے ایام جاہلیت ہی میں وفات پائی، والدہ موجود تھیں، ہجرت سے پیشتر ایمان لائیں اور حضرت سعدؓ کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں،

اسلام اگرچہ عقبۂ اولیٰ میں یثرب کی سرزمین پر خورشید اسلام کا پرتو پڑ چکا تھا لیکن حقیقی ضیا گستری حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ذات سے وابستہ تھی، چنانچہ جب وہ داعیِ اسلام بنکر مدینہ پہنچے تو جو کان اس صدا سے ناآشنا تھے، ان کو بھی چار و ناچار اس کے سننے کے لئے تیار ہونا پڑا،

سعد بن معاذ ابھی حالت کفر میں تھے، ان کو مصعبؓ کی کامیابی پر سخت حیرت اور اپنی قوم کی بے توقفی پر انتہا درجہ کا حزن وملال تھا[1]،

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ص۲۶۲،

Marfat.com
Marfat.com

لیکن تا بہ کے؟ آخر ایک دن ان پر بھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کا اثر پڑ گیا، اسعد ابن زرارہ نے جن کے مکان میں حضرت مصعبؓ فروکش تھے، ان سے کہا تھا کہ سعد بن معاذ مسلمان ہو جائیں گے تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے اس لئے آپ کو ان کے مسلمان کرنے کی فکر کرنی چاہیئے، سعد بن معاذؓ حضرت مصعبؓ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، آپ بیٹھ کر سن لیجئے، ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے، سعدؓ نے منظور کیا تو حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں، جن کو سنکر سعد بن معاذؓ کلمۂ شہادت پکار اُٹھے، اور مسلمان ہو گئے۔

قبیلۂ عبد الاشہل میں یہ خبر پھیل گئی، سعدؓ گھر گئے تو خاندان والوں نے کہا کہ ہم وہ چہرہ نہیں! حضرت سعدؓ نے کھڑے ہو کر پوچھا تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں؟ سب نے کہا سردار اور اہل فضیلت۔ فرمایا "تم جب تک مسلمان نہ ہو گے میں تم سے بات چیت نہ کرونگا"۔ حضرت سعدؓ کو اپنی قوم میں جو عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ شام ہونے سے قبل تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا، اور مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔

اشاعت اسلام میں یہ حضرت سعدؓ کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے، صحابہ میں کوئی شخص اس فخر میں انکا حریف نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر فرمایا ہے خیر دور الانصار بنو النجار ثم بنو عبد الاشہل یعنی انصار کے بہترین گھرانے بنو نجار کے ہیں اور ان کے بعد عبد الاشہل کا درجہ ہے، حضرت سعدؓ اور ان کے قبیلہ کا اسلام عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ کے درمیان کا واقعہ ہے۔

مسلمان ہو کر حضرت سعدؓ نے حضرت مصعبؓ کو، سعد بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہاں منتقل کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوات اور دیگر حالات کچھ دنوں کے بعد عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور امیہ بن خلف کے مکان پر کہ مکہ کا مشہور رئیس اور ان کا دوست تھا، قیام کیا، (امیہ مدینہ آتا تھا تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا) اور کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو مجھے خبر کرنا: چنانچہ دوپہر کے قریب اسکے ساتھ طواف کے لئے نکلے، راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی، پوچھا یہ کون ہیں؟ امیہ نے کہا "سعد"، ابوجہل نے کہا تعجب ہے کہ تم صابیون (بے دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مراد ہیں) کو پناہ دے کر اور ان کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا" حضرت سعدؓ نے غضب آلود لہجہ میں جواب دیا، تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دونگا" امیہ نے کہا "سعد ابوالحکم (ابوجہل) مکہ کا سردار ہے، اس کے سامنے آواز پست کرو" حضرت سعدؓ نے فرمایا، چلو ہٹو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے، بولا کیا مکہ میں آکر ماریں گے؟ جواب دیا اسکی خبر نہیں[1]،

اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت غزوۂ بدر تھا، کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نہایت سازوسامان سے تیاریاں کی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سعدؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لائے رسالت کی تصدیق کی، اس بات کا اقرار کیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور درست ہے، سمع اور طاعت پر آپ سے بیعت کی، پس جو ارادہ ہو کیجئے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا اگر آپ سمندر میں کودنے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں، ہمارا ایک آدمی بھی گھر میں نہ بیٹھے گا، ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں، اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہونگے، خدا ہماری

[1] صحیح بخاری صفحہ ۵۶۳ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر سے خوش ہوئے فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا تو قبیلہ اوس کا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حوالہ کیا۔

غزوۂ احد میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دیا تھا۔ کفار سے مقابلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے عبداللہ بن ابی ابن سلول کا بھی یہی خیال تھا لیکن بعض نوجوان جن کو شوقِ شہادت دامنگیر تھا باہر نکل کر لڑنے پر مصر تھے، چونکہ کثرت رائے اسی کو حاصل تھی، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی تائید کی اور زرہ پہننے کے لیے تشریف لے گئے سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر چلنے کے لئے مجبور کیا ہے حالانکہ پیغمبر پر آسمان سے وحی آتی ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی رائے واپس لے لو اور معاملہ کو بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے تو تمام لوگوں کو ندامت ہوئی، عرض کیا کہ ہم نے آپ کی رائے کے خلاف کیا ہم جان لڑانے پر آمادہ ہیں، ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے، نبی جب ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے۔

غزوۂ احد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی اور ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ فتحیاب تھا لیکن پھر تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف بارہ آدمی قدم تھے اور آپ کے ساتھ دو حبشی بہادر تھے جو آپ کی حفاظت میں جان دینے کے لئے تیار تھے ان میں حضرت سعد بن معاذ بھی تھے۔

اس غزوہ میں ان کے بھائی عمرو شہید ہوئے۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوۂ خندق میں کہ ۵ھ میں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مدینہ کے تہائی پھل عیینہ بن حصن بن سید کو دینے کے لئے مشورہ کیا تھا، اس مشورہ میں سعد بن عبادہؓ کے ساتھ حضرت سعدؓ بن معاذ بھی شریک تھے،

لڑائی کا وقت آیا تو زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لئے میدان کو روانہ ہوئے، بنو حارثہ کے قلعہ میں انکی ماں موجود تھیں اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں، شعر پڑھتے ہوئے گذرے تو ماں نے کہا بیٹا تم پیچھے رہ گئے، جلدی جاؤ،"

جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا، "سعد کی ماں! دیکھو زرہ بہت چھوٹی ہے" میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے کہ عرقہ کا بیٹا تھا، ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی[1] اور نہایت جوش میں کہا لو، میں عرقہ کا بیٹا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے،

اس کے بعد مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا، اور رفیدہ اسلمیہ کو اُن کی خدمت پر مامور کیا، حضرت سعدؓ اسی خیمہ میں رہتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، خدا سے دعا کی کہ قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ، ان سے مجھے لڑنے کی بڑی تمنا ہے، کیونکہ انھوں نے تیرے رسول کو ایذا دی، تکذیب کی اور مکہ سے نکال دیا، اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آگیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت دے، اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر، اس دعا کا دوسرا ٹکڑا مقبول ہوا[2]، چنانچہ جب بنو قریظہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کرنا چاہا تو چونکہ وہ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] طبقات ص۵۲ جلد ۸ قسم ۱، [2] صحیح بخاری ص۵۹۰ جلد ۲ و دیگر کتب حال [3] ایضاً ص۵۹۱ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

نے حضرت سعدؓ کو اطلاع کی۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، مسجد کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو۔"

پھر سعدؓ سے فرمایا کہ "یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں"، عرض کی "تو میں حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کیے جائیں، اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنکر کہا کہ تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی، چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے ۴۰۰ آدمی قتل کرائے۔

وفات اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک زندہ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زخم کو داغا، جس سے خون رک گیا، لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا تھا، ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گذر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا، لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی پوچھا کیا معاملہ ہے، جواب ملا کہ سعد کا زخم پھٹ گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو گھبرائے اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعد کا انتقال ہو چکا تھا، انہوں کو گود میں لے کر بیٹھے، خون برابر بہہ رہا تھا، لوگ آکر جمع ہونا شروع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ آئے اور نعش کو دیکھکر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایسا نہ کہو" حضرت عمرؓ نے روکر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خیمہ میں کہرام پڑا تھا، دکھیا ماں یہ کہہ کر رو رہی تھی،

ویل ام سعد! سعدا　　برا عة و نجدا

ویل ام سعد! سعدا　　صرا مة و جدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور رونے والیاں جھوٹ بولتی ہیں، لیکن یہ سچ کہتی ہیں،

سلہ صحیح بخاری ص جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

جنازہ روانہ ہوا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے فرمایا کہ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں، لاش بالکل ہلکی ہو گئی تھی، منافقین نے مضحکہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے[1]

دفن کر کے واپس ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے، ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے،

حضرت سعدؓ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے، انھوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں، جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اسکی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے، حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دشمن خدا (ابن ابی) نے مجھے سخت تکلیف دی ہے، تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے"؟ تو سب سے پہلے انھوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھکو بتلائیے، میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں؟"

اس وقت اسی محب صادق اور عاشق جان نثار نے وفات پائی تھی، اس واقعہ کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ فرشتے جنازہ میں موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت سے عرش مجید جنبش میں آگیا ہے[2]!

ایک انصاری فخریہ کہتا ہے،

وما اهتز عرش الله من موت هالك — سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

کسی مرنے والے کی موت پر خدا کا عرش نہیں ہلا — مگر سعد ابی عمرو کی موت پر

حلیہ | حلیہ یہ تھا کہ قد دراز، بدن دوہرا[3]

اولاد | دو بیٹے تھے، عمرو اور عبداللہ، دونوں صحابی تھے، اور بیعت رضوان میں شریک تھے

---

[1] جامع ترمذی ص ۲۰۶ [2] صحیح بخاری ص ۵۳۶ جلد ۱ [3] ترمذی ص ۲۹۵،

Marfat.com
Marfat.com

فضل و کمال جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، حضرت سعدؓ کا انتقال اوائل اسلام میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے انھوں نے ۵ برس فائدہ اٹھایا، اس عرصہ میں بہت سی حدیثیں سنی ہونگی، لیکن چونکہ روایات کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوا اس لئے ان کی روایتیں اشاعت نہ پاسکیں،

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت مذکور ہے جس میں ان کے عمرہ کا ذکر آیا ہے، حضرت انسؓ کی ایک حدیث ہے، جس میں سعد بن ربیعؓ کے احد میں قتل ہونے کا تذکرہ ہے،

مناقب و اخلاق اخلاقی حیثیت سے حضرت سعدؓ بڑے درجہ کے انسان تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑھکر عبد الاشہل کے تین آدمی تھے، سعدؓ بن معاذ، اسید بن حضیرؓ اور عبادہ بن بشرؓ"

وہ خود کہتے ہیں کہ یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں، لیکن تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہیے پہنچ چکا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں، دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامنگیر رہتی ہے،

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اعمال پر جو اعتماد تھا، وہ اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے جس میں مردہ کو قبر کے دبانے کا ذکر آیا ہے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پاسکتا تو سعدؓ بن معاذ نجات پاتے[1]،

---

[1] اخرجہ احمد والبیہقی عن عائشہؓ،

Marfat.com
Marfat.com

ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ترير کا جبہ بھیجا تھا، صحابہؓ اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے، حالانکہ جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں[1]،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۲۳ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سعد بن عبادہؓ

نام و نسب اور ابتدائی حالات سعد نام، ابو ثابت و ابو قیس کنیت، سید الخزرج لقب قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ ابن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر، والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا اور صحابیہ تھیں، ۱۵ھ میں فوت ہوئیں،

حضرت سعدؓ کے دادا دلیم، قبیلۂ خزرج کے سردار اعظم تھے، اور مدینہ کے مشہور مخیر تھے، خاندان ساعدہ کی عظمت و جلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا، مذہباً بت پرست تھے اور منات کی پوجا کرتے تھے، جو کہ میں مقام مشلل پر نصب تھا، ہر سال ۱۰۰ اونٹ اس کو نذر چڑھاتے تھے،

حضرت سعدؓ کے والد عبادہ، باپ کے خلف الرشید تھے، اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی، اور اپنے بیٹے کے لئے مسند امارت و ریاست چھوڑ گئے،

تعلیم و تربیت عرب کے قاعدہ کے مطابق تیر اندازی اور تیراکی سکھائی گئی، اگرچہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا[1]، لیکن حضرت سعدؓ کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جاہلیت ہی میں نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے[2]،

ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا کہ استاد ہو گئے، اسی بنا پر لوگوں

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [2] تہذیب، تہذیب التہذیب ص۵۵ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

نے "کامل" کا لقب دیا،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور ان کا شمار بلند پایہ صحابہ میں کیا گیا، چنانچہ بخاری میں ہے وکان ذا قدم فی الاسلام یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے[1]

بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی، انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے جن اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا، یہ کام اگرچہ خفیہ اور نہایت خفیہ تھا، لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا، قریش کو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر لاحق رہتی تھی، چنانچہ جس وقت آپ رات کے وقت مکہ سے باہر انصار سے بیعت لے رہے تھے، جبل ابو قبیس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ دیکھنا! سعد مسلمان ہوئے تو محمد بالکل نڈر ہو جائیگا،

قریش کے کان میں اگرچہ یہ آواز پہنچ گئی، تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا، وہ قضاعہ اور تمیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے، اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی،

دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند شعر سنے گئے، جن میں صاف صاف انکا نام ونشان موجود تھا، قریش کو سخت حیرت ہوئی اور تحقیق واقعہ کے لئے انصار کے فرودگاہ میں آئے، عبداللہ ابن ابی بن سلول سے کہ قبیلۂ خزرج کا رئیس تھا، گفتگو ہوئی، اُس نے اس واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی، یہ لوگ چلے گئے، تو مسلمانوں نے یا حج کا راستہ لیا، قریش نے ہر طرف ناکہ بندی کرادی تھی، سعدؓ بن عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن سے باندھ دیئے، اور بال کھینچ کھینچ کر زدوکوب کرتے ہوئے مکہ لائے، مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا، ابتدائے اسلام میں اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کی تھی، اس نے حارث بن امیہ بن عبد شمس کو ساتھ لیا اور ان کو پہچان کر قریش کے پنجۂ

---

[1] صحیح بخاری ص۵۵۲ استیعاب جلد ۲ ص۵۲۳،

Marfat.com
Marfat.com

ظلم وستم سے نجات دلائی[1]

ادھر انصار میں بڑی کھلبلی پڑی تھی، مجلس شوریٰ قائم ہوئی، جس میں طے پایا کہ چاہے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائیں مگر مکہ واپس چل کر سعد کا پتہ لگانا چاہیئے، ان کا یہ ارادہ ابھی قوت سے فعل میں نہ آیا تھا کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے، وہ ان کو لے کر سیدھے مدینہ روانہ ہو گئے[2]

غزوات اور عام حالات چند مہینوں کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لائے، اس وقت یثرب کا ہر گلی کوچہ شادمانی اور مسرت کا تماشا گاہ تھا، دارابی انیو میں پہنچتے ہی تحفوں اور ہدیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، حضرت سعدؓ کے مکان سے ایک بڑا پیالہ ثریدا[3] اور عراق سے بھرا پہنچا،

ہجرت سے کچھ مہینوں کے بعد، اسلام کی تحریک نشو و نما پانے لگی، صفر سنہ ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابواء ایک بستی میں جو مکہ کی طرف واقع تھی، قریش کی فکر میں تشریف لیگئے اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا، حضرت سعدؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑ گئے[4]

اسی سنہ میں بدر کا معرکہ پیش آیا، حضرت سعدؓ کی شرکت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بخاری اور مسلم ان کی شرکت ثابت کرتے ہیں لیکن صاحب طبقات کو انکار ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک نہ تھے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے اور مسلم کے الفاظ سے اپنے دعویٰ پر نہایت لطیف استشہاد کیا ہے[5]

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر اس جماعت کے طبقۂ اولیٰ میں کیا ہے جو بدر میں

---

[1] طبقات ابن سعد مخطوطہ عراق [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۳ جلد ۳ قسم اول ص ۵۳ ایضاً ص ۱۶۲ [3] ایضاً [4] مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵ فتح الباری ص ۲۲۹ جلد ۷

Marfat.com
Marfat.com

شریک نہ تھی، اور اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سعدؓ نے غزوہ کا سامان کیا تھا، لیکن کتے نے کاٹ کھایا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ افسوس اُن کو شرکت کی بڑی حرص تھی[1] تاہم مال غنیمت میں حصہ لگایا، اور اصحاب بدر میں شامل کیا[2]،

غزوۂ بدر، عہد نبوت کے غزوات میں سب سے پہلا مشہور غزوہ ہے، آنحضرت صلی اللہ کو اب تک اگرچہ چار غزوے اور چار سرایا پیش آچکے تھے، لیکن انصار کی ان میں سے ایک میں بھی شرکت نہ تھی، اس کا سبب جیسا کہ ظاہر ہے یہ تھا کہ انصار کی طرف سے بیعت میں صرف اس قدر وعدہ کیا گیا تھا کہ جو مدینہ پر چڑھ کر آئے گا اس کو وہ روکیں گے مدینہ کے باہر جو معرکے ہوں ان کا اس میں کوئی تذکرہ نہ تھا،

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم اعظم کا ارادہ کیا تو انصار کو شریک کرنے کے لئے رائے و مشورہ ضروری سمجھا، ایک مجمع میں جنگ کا مسئلہ پیش ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر رائے دی، پھر حضرت عمرؓ اٹھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات نہ کیا، حضرت سعدؓ سمجھ گئے، اٹھ کر کہا کہ شاید ہم لوگ مراد ہیں؟ تو اے رسول اللہ! اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کر ڈالیں! اور خشکی کا حکم ہو تو برک غماد (یمن کے ایک موضع کا نام ہے) تک اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں[3]! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور تیاری کا حکم دیدیا،

تذکرہ نویسوں نے اسی روایت سے شرکت بدر پر استدلال کیا ہے، حالانکہ اس میں مذکور ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اصابہ ص۵ جلد ۳ [2] فتح الباری ص۲۲۴ جلد ۷، [3] صحیح مسلم ص۸۴ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

نے مشورہ کیا[1]، اور یہ بالکل مطابق واقعہ ہے، لیکن اس کے بعد کا واقعہ وہ ہے، جس کو ابن سعد روایت کرتے ہیں، اس بنا پر طبقات کی روایت صحیح مسلم کے منافی نہیں، بلکہ اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح ہے۔

بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، مشرکین اس سروسامان سے آئے تھے، کہ مدینہ والوں پر خوف طاری ہو گیا تھا، شہر میں تمام رات، جمعہ کی شب کو پہرہ رہا، اس موقع پر حضرت سعدؓ چند اکابر انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی حفاظت کر رہے تھے[2]۔

جمعہ کے دن شوال کی ۷ تاریخ کو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے منگا کر تین پھریرے لگائے اور خزرج کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے سپرد کیا، یہ انتظامات مکمل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ اوس و خزرج کے سردار زرہیں پہنے اور جھنڈے لئے آگے آگے دوڑ رہے تھے[3]، بیچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور داہنے بائیں مہاجرین و انصار کا لشکر تھا، کوکب نبوت اس شان سے نمایاں ہوا تو چشم کفر خیرہ ہو گئی، اور منافقین کے دل دہل اٹھے۔

سنیچر کے دن احد کے دامن میں معرکہ قتال برپا ہوا، لڑائی اس شدت کی تھی کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے تھے، لیکن میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے آگے تھے، مہاجرین اور انصار میں صرف ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ تھے، حضرت سعدؓ کو بھی بعض لوگوں نے انہی میں

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاور حین بلغہ اقبال ابی سفیان۔ صحیح مسلم ص۸۰ جلد ۲۔

[2] طبقات ابن سعد ص۲۶ حصہ مغازی ص۳ ایضاً ص۴ زرقانی ص۲ جلد ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

شامل کیا ہے، غزوۂ مریسیع (مصطلق) میں جو ۵ھ میں ہوا تھا، ان کو یہ اعزاز عطا ہوا کہ اوس و خزرج دونوں جماعتوں کا علم ان کو تفویض کیا،[1]

غزوۂ خندق میں جو اسی سنہ میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو بلا کر مشورہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو میں مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ قریش کو چھوڑ کر واپس جائے، وہ نصف مانگتا ہے، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر یہ وحی ہے تو انکار کی مجال نہیں، ورنہ اس کی بات کا جواب تو صرف تلوار ہے، خدا کی قسم! ہم اس کو پھل کے بجائے تلوار کا پھل دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی نہیں، اور وحی آئی تو تم سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی، عرض کیا تو پھر تلوار ہے، ہم نے جاہلیت میں بھی ایسی ذلت کبھی گوارا نہیں کی اور اب تو آپ کی وجہ سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی، معزز اور مکرم کیا پھر دبنے کی کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی،[2]

خندق کے معرکہ میں بھی انصار کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس تھا،[3]

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غابہ پر حملہ کیا، اور سعد کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کرکے، مدینہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے،[4]

وہاں امداد کی ضرورت ہوئی، مدینہ میں خبر پہونچی تو حضرت سعدؓ نے ۱۰ اونٹ اور چھوہاروں کے بہت سے گٹھے روانہ کئے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی قرد میں مل گئے،[5]

۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان پیش آئی، وہ دونوں میں موجود تھے،

غزوۂ خیبر (۷ھ) میں اسلامی لشکر میں تین جھنڈے تھے، جن میں سے ایک حضرت سعدؓ

---

[1] طبقات ص۱۵ حصہ مغازی [2] استیعاب ص۵۶۳ جلد ۲ [3] طبقات ص۱۵ حصہ مغازی [4] ایضاً ص۵۸ [5] ایضاً ص۵۸

Marfat.com
Marfat.com

کے پاس تھا[1]

فتح مکہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رایت[2] (جھنڈا) حضرت سعدؓ کے پاس تھا، فوج اسلام کا ایک ایک دستہ شہر میں جا رہا تھا، اور ابو سفیانؓ، حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے، انصار جن کے آگے آگے حضرت سعدؓ تھے، اس شان سے گذرے کہ ابو سفیان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں[3]، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں، ان پر سعد بن عبادہ افسر ہیں، اور جھنڈا بھی انہی کے ہاتھ میں ہے، قریب پہنچے تو ابو سفیان کو پکارا دیکھنا! آج کیسی سخت لڑائی ہو گی، آج کعبہ حلال ہو جائیگا، ابو سفیان کا دل اپنی سابق حرکتوں کے سبب سے یونہیں تھوڑا تھا، حضرت عباسؓ سے کہا آج تو خوب لڑائی ہو گی، حضرت سعدؓ کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستہ سامنے سے گذرا تو ابو سفیان پکارا، "یا رسول اللہ! للہ اپنی قوم پر رحم کیجئے، آپ کو خدا نے رحیم اور نیکو کار بنایا ہے، سعد مجھکو دھمکا گئے ہیں کہ ملحمۂ عظمیٰ آج ہی ہے، آج قریش کا خاتمہ ہو جائیگا"، ابو سفیان کی آواز پر کئی آوازیں اٹھیں، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نے کہا، "ہمیں خوف ہے کہ حضرت سعدؓ کا جوشِ انتقام تازہ نہ ہو جائے"، ضرار بن خطاب فہری نے چند شعر کہے تھے، ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا اور ان کو پڑھ کر فریاد کر،

یا نبی الھدیٰ ایک لجا	یا رسول اللہ آپکے دامن میں قریش نے
حی قریش ولات حین لجا	اس وقت پناہ لی ہے جبکہ ان کے لئے کوئی
حین ضاقت علیھم سعۃ الارض	جائے پناہ نہیں، جبکہ ان پر فراخی کے باوجود

[1] طبقات ص حصہ مغازی [2] فتح البلدان ص جلد طبقات ص و استیعاب ص جلد ۲ [3] صحیح بخاری ص جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه

زمین تنگ ہے اور آسمان کا غذ انکا

ان سعدا يريد قاصمتا نظهر

دشمن ہو گیا ہے، سعد اہل مکہ کی پیٹھ

باهل الحجون والبطحاء

توڑنا چاہتا ہے،

اسی طرح کے اور بہت سے شعر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو دریائے رحمت موجزن ہو گیا، ارشاد ہوا کہ سعد نے جھوٹ کہا، آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی، آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا! اس کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا کہ سعد سے جھنڈا لیکر ان کے بیٹے قیس کو دیدو، حضرت سعدؓ نے انکار کیا اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ بھیجا، تو انھوں نے بیٹے کے ہاتھ میں جھنڈا دیدیا، لیکن جو خطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعدؓ سے تھا، ان کو اپنے بیٹے سے ہوا، درخواست کی کہ قیس کے سوا کسی اور شخص کے سپرد کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن عوام کے سپرد کیا، صحیح بخاری میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت زبیرؓ کے پاس تھا، اس کا یہی مطلب ہے[1]،

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا، اس میں قبیلۂ خزرج کا علم حضرت سعدؓ کے پاس تھا[2]،

ان غزوات کے علاوہ بھی جو غزوات یا مشاہد عہد نبوی میں پیش آئے ان میں حضرت سعدؓ کی نمایاں شرکت رہی، میدانِ جنگ میں انصار کے وہی علمبردار ہوتے تھے،

سقیفۂ بنی ساعدہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا، اس کے ماسوا آغازِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی، جس زمانہ میں کہ اسلام بے خانماں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری ص۶۱۳ ج۲ و فتح الباری ۱۰ جلدہ واسیتعاب ص۵۷۲ ج۱ (۱۲ سے یہ واقعات لئے گئے ہیں) [2] طبقات ابن سعد ص۱۰۱ حصہ مغازی،

Marfat.com
Marfat.com

تمام قبائل عرب پر اپنے کو مبنی کرتے تھے، کہ مجھکو مکہ سے اپنے وطن لے چلو، لیکن قریش کے دبدبہ و رعب کی وجہ سے کوئی دم نہیں بھرتا تھا، انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صرف ۷۰ اشخاص پر مشتمل تھا، عرب و عجم کی جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ آکر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن مدینہ میں مدعو کیا،

عہد نبوت میں جو غزوات پیش آئے، ان میں تعداد، جاں بازی، فدائیت سب سے زیادہ انہی لوگوں سے ظاہر ہوئی حضرت قتادہؓ فرمایا کرتے تھے، کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ شہدا نہ دے سکے گا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ بیر معونہ میں ۷۰ اور یمامہ میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے تھے[1]،

ان باتوں کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث میں ان کے فضائل و مناقب کثرت سے بیان کئے گئے ہیں، اس بنا پر انصار کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا،

انصار میں دو بزرگ تمام قوم کے پیشوا اور سردار تسلیم کئے جاتے تھے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت سعد بن معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انتقال کر چکے تھے، صرف حضرت سعدؓ بن عبادہ باقی تھے، جن کا اوس و خزرج میں وجاہت و امارت کے لحاظ سے کوئی حریف مقابل نہ تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار کا دار الندوہ تھا، حضرت سعد بن عبادہؓ کی ملکیت تھا لوگ جمع ہوئے، سعدؓ بیمار تھے، لوگ ان کو لوا لائے، وہ کپڑا اوڑھے ہوئے مسند پر آکر بیٹھ گئے، اور تکیہ سے ٹیک لگائی، اور اپنے اعزہ سے کہا کہ میری آواز دور تک نہ پہنچے گی، جو میں کہوں اسکو بآواز بلند لوگوں تک پہنچا دو

[1] صحیح بخاری صفحہ ۵۸۳ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے، عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں، آنحضرت صلعم ابرس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے لیکن ان کی کسی نے نہ سنی، جو لوگ ان پر ایمان لائے، وہ تعداد میں بہت کم تھے ان میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طاقت تھی، نہ دین کے بلند کرنے کی قوت، وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے،

خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان بہم پہنچایا کہ تم ایمان لائے رسول اور اصحاب کو پناہ دی، اپنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھا ان کے اعدا سے جہاد کیا، یہاں تک کہ تمام عرب طوعاً یا کرہاً خلافت الٰہی میں شامل ہو گیا، اور بعید و قریب سب نے گردنیں ڈال دیں، پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمھاری تلواروں کا مرہون منت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر تم سے خوش رہے، اور وفات کے وقت بھی خوش گئے، اس بنا پر تم سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں!"

تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یکزبان ہو کر کہا کہ رائے نہایت معقول اور صائب ہے، ہمارے نزدیک اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے،

اس کے بعد آپس میں گفتگو شروع ہوئی کہ مہاجرین کے ہوتے ہوئے خلافت کا کیا جواب ہوگا، بعضوں نے کہا، یہ کہ دو امیر ہوں، ایک ہمارا اور ایک اون کا، سعد کے کان میں آواز پڑی تو بولے کہ یہ پہلی کمزوری ہے،

ادھر حضرت عمرؓ کو خبر پہونچ گئی تھی، وہ حضرت ابوبکرؓ کو لے کر آ پہنچے، حضرت عمرؓ کی طبیعت نے تمام مجمع میں آگ لگا دی، انصار کے خطبا بار بار تقریر کرتے تھے، حضرت عمرؓ

Marfat.com
Marfat.com

اور اُن میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اخیر میں تلواریں کھنچ گئیں، حضرت ابوبکرؓ نے رنگ بدلتا دیکھ کر حضرت عمرؓ کو روکا اور خود نہایت معرکۃ الآرا خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت بیان کی تو تمام انصار پکار اٹھے کہ نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکرؓ یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں،

تمام مجمع بیعت کے لئے اٹھا تو لوگوں نے شور مچایا کہ دیکھنا! سعد کچل نہ جائیں، حضرت عمرؓ نے کہا اُس کو خدا کچلے، سعد اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے، سخت برہم ہوئے، اور لوگوں سے کہا کہ مجھکو یہاں سے لے چلو،[1]

حضرت ابوبکرؓ نے کچھ دنوں بالکل تعرض نہ کیا، بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آکر بیعت کریں، اُنھوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اُن سے ضرور بیعت لیجئے، بشیر بن سعد انصاری بیٹھے تھے، بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں، کسی طرح بیعت نہ کریں گے، مجبور کیجئے گا تو کشت وخون کی نوبت آئے گی، وہ اٹھیں گے تو ان کا گھر اور کنبہ بھی حمایت کریگا، جس سے ممکن ہے کہ تمام خزرج اُٹھ کھڑا ہو، اس لئے ایک سوتے فتنہ کو جگانا مناسب نہیں ہے میرے خیال میں ان کو یوں ہی چھوڑ دیجئے، ایک آدمی ہیں کیا کریں گے؟ اس رائے کو سب نے پسند کیا، حضرت سعدؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک مدینہ میں مقیم رہے، بعد میں ترک وطن کرکے شام کی سکونت اختیار کی اور دمشق کے قریب حوران کا علاقہ نہایت سرسبز وشاداب تھا، اسی کو اپنے رہنے کے لئے پسند کیا،

وفات | ۱۵ھ میں وفات پائی کہتے ہیں کہ جن نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا، گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ تھی، تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا، قاتل کی بہت تلاش ہوئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا،

[1] مسند ص۲ جلد ۱ ص۵ بخاری ص۱۰۱ جلد ۲ وطبری ص۱۸۲۳ واقعات ۱۱ھ،

Marfat.com
Marfat.com

ایک غیر معلوم سمت سے آواز آئی،

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ کو ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو
عبادہ رمیناہ بسہم فلم یخط قتل کیا ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا،

چونکہ قاتل نہیں ملا، اور آواز سنی گئی، بعضوں کا خیال ہوا کہ کسی جن نے قتل کیا ہے،

اولاد | تین اولادیں چھوڑیں، قیسؓ (بہت بڑے صحابی ہیں) سعیدؓ، اسحاقؒ،
بیوی کا نام فکیہہ تھا، صحابیہ تھیں اور چچازاد بہن ہوتی تھیں،

مکان اور جائداد جائداد بہت تھی، جب مدینہ چھوڑا تو بیٹوں پر تقسیم کر دی، ایک لڑکا پیٹ میں تھا، جس کا حصہ سعدؓ نے نہیں لگایا تھا، جب پیدا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قیسؓ سے کہا کہ اپنے باپ کی تقسیم فسخ کر دو، کیونکہ ان کے فوت ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے، قیس نے کہا باپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس کو بدستور قائم رکھوں گا، میرا حصہ موجود ہے، اس کو وہ لے سکتا ہے،

حضرت سعدؓ کا مکان بازار مدینہ کی انتہا پر واقع تھا، اور جرار سعد کہلاتا تھا، ایک مسجد اور چند ملحے بھی تھے، ایک مکان بنو حارث میں بھی ان کی ملکیت تھا،

فضل و کمال | حدیث کے ساتھ غیر معمولی اعتنا کیا، صحابہ کے زمانہ میں کتابت اگرچہ عام ہو گئی تھی اور قرآن مجید لکھا جا چکا تھا، تاہم حدیث لکھنے کا رواج نہ تھا، حضرت سعدؓ نے حدیث لکھی تھی، مسند ابن حنبل میں ہے،

عن اسمٰعیل بن عمرو بن قیس بن سعد یعنی انھوں نے حضرت سعدؓ کی کتابوں
ابن عبادہ عن ابیہ انھم وجدوا یا کتاب میں پایا ہے،

۱؎ استیعاب ص۵۳۶ جلد ۲ ۲؎ ایضاً ص۵۳۹ ۳؎ خلاصۃ الوفا ص۸۰،

Marfat.com
Marfat.com

فی کتب او فی کتاب سعد بن عبادہ[1]

حدیث لکھنے کے ساتھ اس کی تعلیم کے ذریعہ سے اشاعت بھی کی، چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، امامہ بن سہل، سعید بن مسیبؒ وغیرہ ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں،

اخلاق و عادات | حضرت سعدؓ کے مرقع اخلاق میں جود و سخا کے خال و خط نہایت نمایاں ہیں، اسماء الرجال کے مصنف جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں، و کان کثیر الصدقات جدا،

حضرت سعدؓ مشہور فیاض آدمی تھے، اور تمام عرب میں یہ بات صرف انہی کو حاصل تھی کہ ان کی چار پشتیں جود و سخا میں نامآور ہوئیں، ان کے دادا ولیم، باپ (عبادہ) خود بیٹا (قیس) اپنے زمانہ کے مشہور مخیر رہے تھے،

ولیم کے زمانہ میں خوان کرم اس قدر وسیع تھا کہ معمولاً قلعہ پر سے ایک شخص پکارتا کہ جس کو گوشت اور روغن اور اچھا کھانا مطلوب ہو، ہمارے ہاں قیام کرے، اس سخاوت عام نے آل ساعدہ کو مدینہ کا حاتم بنا رکھا تھا، ولیم کے بعد حضرت سعدؓ تک یہی رسم قائم رہی، اور ان کے بعد قیس نے اس کو اسی طرح باقی رکھا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے مکان کی طرف سے گذرے قلعہ پر نظر آیا تو نافع سے کہا دیکھو یہ سعد کے دادا کا قلعہ ہے، جن کے سخاوت وجود کی تمام مدینہ میں دھوم تھی،

حضرت سعدؓ کی فیاضی افسانہ بزم و انجمن ہے، بہت سے قصے مشہور ہیں، ہم چند

[1] سنہ ۲۹۵، جلد ۵

Marfat.com
Marfat.com

صحیح واقعات اس مقام پر درج کرتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو حضرت سعدؓ کے ہاں سے برابر کھانا آتا تھا، اصابہ میں ہے، کانت حفنۃ سعد تدوی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیوت اشیاخہ،

صحابہ میں اصحاب صفہ کی ایک جماعت تھی، جو دور و دراز ملکوں سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھی، یہاں اس کا منشا صرف تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو ذی مقدرت صحابہ کے متعلق کر دیتے تھے، چنانچہ اور لوگ ایک دو آدمی اپنے ہاں لیجاتے تھے، لیکن حضرت سعدؓ ۸۰ آدمیوں کو برابر شام کے کھانے میں مدعو کرتے تھے،

فطری سخاوت ہر جگہ نمایاں ہوتی تھی، ماں نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں، مگر کیا صورت ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پانی پلواؤ، سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے اسی صدقہ کا نتیجہ ہے[1]،

حمیت قومی انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھی، قضیۂ افک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ ابن ابی نے میرے گھر والوں (حضرت عائشہؓ) کو تہمت لگائی، جس سے مجھے سخت تکلیف پہونچی، کوئی ہے جو اس کا تدارک کرنے پر آمادہ ہو؟ سعد بن معاذؓ کہ اوس کے سردار تھے، بولے کہ میں حاضر ہوں، جو حکم ہو بجالاؤں، اگر قبیلۂ اوس کا آدمی ہے تو بھی گردن ماردی جائے اور خزرج کا ہے تو جو فرمائیے، بجالانے کو تیار ہوں، (خزرج اور اوس میں دیرینہ عداوت تھی، جاہلیت میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ہو چکی تھیں، اسلام

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۸۵،

Marfat.com
Marfat.com

نے صلح کرائی، تاہم دلوں میں کدورت باقی تھی، اس بنا پر حضرت سعدؓ بن معاذ کی یہ درخواست کہ خزرج کے معاملہ میں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں، یہ معنی رکھتی تھی کہ اس پر غلبہ پانے کی ایک صورت نکل آئے، جو یقیناً خزرج کے لئے ناقابل برداشت تھی) سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج نے اٹھ کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، تم خزرج کو کبھی نہیں قتل کر سکتے، اور نہ اس پر قادر ہو، اگر تمہارے خاندان (اشہل) کا معاملہ ہوتا تو زبان سے ایسی بات نہ نکالتے، اسید بن حضیرؓ نے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے ابن عم تھے، جواب دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو ہم ضرور ماریں گے، تم منافق ہو اور منافق کی طرف سے لڑ رہے ہو، اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، آہستہ آہستہ دھیما کیا، یہاں تک کہ حمیت کا غلغلہ پست ہو گیا[1]،

جب رسول کا یہ حال تھا کہ اپنے قبیلے کی پوشیدہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوتیں پہنچا دیتے تھے، غزوۂ ہوازن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور سرداران قریش کو غنیمت کی بڑی بڑی قیمتی چیزیں اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا، بعض نوجوانوں کو اس ترجیح پر رنج ہوا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم قوموں کو دیتے ہیں، اور ہم کو محروم کرتے ہیں، حالانکہ قریش کا خون ہماری تلواروں سے ابتک ٹپک رہا ہے، حضرت سعدؓ بن عبادہ نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہدیا کہ یہ خیالات ہیں، فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ عرض کیا گو میں انصاری ہوں لیکن یہ خیال نہیں، ارشاد ہوا کہ جاؤ اور لوگوں کو فلاں خیمہ میں جمع کرو، اعلان ہوا تو مہاجرین اور انصار دونوں آئے حضرت سعدؓ نے مہاجرین کو چھانٹ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکے خطبہ دیا جس کا

[1] صحیح بخاری ص۵۳۳ جلد ۲، و فتح الباری ص۳۲۱ جلد ۸

Marfat.com
Marfat.com

ایک فقرہ یہ تھا کہ کیا تم لوگ راضی نہیں کہ تمام لوگ مال و دولت لیکر جائیں اور تم خود مجھ کو اپنے ہاں لے چلو، تمام لوگ رو پڑے اور باتفاق کہا کہ آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے[1]،

غزوہ احد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا، لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے، اس وقت حضرت سعدؓ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا پہرہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ ان کے مکان تشریف لیجاتے تھے، ایک مرتبہ ان کے لئے دعا کی تو فرمایا اللھم اجعل صلواتک ورحمتک علی آل سعدؓ بن عبادہ،

ایک مرتبہ فرمایا خدا انصار کو جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعدؓ بن عبادہؓ کو،

صدقات کے افسروں کی ضرورت ہوئی تو ان کو بھی منتخب کیا، لیکن جب ان کی ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو عرض کیا کہ میں اس خدمت سے معذور ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول فرمایا[2]،

ایک مرتبہ بیمار پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر عیادت کے لئے تشریف لائے، درد سے بیہوش تھے، کسی نے کہدیا کہ ختم ہو گئے، بعض بولے ابھی دم باقی ہے، اتنا سننا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، اور ساتھ ہی تمام مجلس میں ماتم پڑ گیا[3]،

نرمی طبع اور امن پسندی ذیل کے واقعہ سے معلوم ہو سکتی ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص۶۲۲ جلد ۲ و مسند ص۴۰۲ جلد ۳ [2] مسند ص۲۸۵ جلد ۵ [3] صحیح بخاری ص۱۷۴ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی عیادت کو تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ابن ابی بیٹھا تھا، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کی، صحابہ کو طیش آگیا اور فریقین لڑنے پر آمادہ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس ارادہ سے باز رکھا اور حضرت سعدؓ کے مکان چلے آئے، فرمایا سعد! تم نے کچھ سنا آج ابو حباب (ابن ابی) نے مجھے ایسا کہا، عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا قصور معاف کیجئے، بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو مدینہ کا بادشاہ بنائیں، لیکن جب اللہ نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا تو وہ خیال بدل گیا، یہ اسی غم و غصہ کا بخار ہے، آپ نے یہ سن کر معاف کر دیا[1]،

---

[1] صحیح بخاری ص۲۵۶ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سعدؓ بن خیثمہ

نام ونسب سعد نام، ابو خیثمہ کنیت، خیر لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نجاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امرا القیس بن مالک بن اوس،

والد بزرگوار جن کا نام خیثمہ تھا، صحابی تھے غزوۂ احد میں شہادت پائی،

اسلام عقبہ میں شریک تھے، بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے،

غزوات اور عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو اولاً قبیلۂ عمرو بن عوف میں قیام کیا، اور حضرت کلثومؓ بن الہدم کے گھر میں ٹھہرے، اس دوران میں ملاقات کے لئے حضرت سعدؓ کا مکان تجویز فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار سے انہی کے مکان میں ملتے تھے، اسی بنا پر بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد بن خیثمہؓ کے ہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، حضرت سعدؓ کا گھر منزل العزاب (العراب) کے نام سے مشہور تھا،

غزوۂ بدر میں شرکت کا قصد کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا، باپ نے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی کو گھر رہنا چاہئے، اس بنا پر تم یہیں رہو، میں جہاد پر جاتا ہوں، بیٹے نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو آپ کو ترجیح دیتا، میں خود جاؤنگا، اور امید ہے کہ اللہ شہادت عطا فرمائے گا،

Marfat.com
Marfat.com

شہادت تاہم شفقت پدری نے مجبور کیا اور حضرت خیثمہؓ نے قرعہ ڈالا، جس دماغ میں شہادت کا خیال موجزن تھا، قرعۂ فال اسی کے نام نکلا، مجبور ہوکر اجازت دی، چنانچہ حضرت سعدؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پہنچے، اور طعیمہ بن عدی ایک مشرک کے ہاتھ سے مارے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون،

اولاد ایک صاحبزادے تھے جنکا نام عبداللہ تھا، اگرچہ نہایت کم عمر تھے، تاہم عقبہ اور بدر میں باپ کے ساتھ شریک تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سعدؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سعدؓ بن زید اشہلی

سعد نام، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے سعد بن زید ابن مالک بن عبد بن کعب بن عبد الاشہل،

واقدی کے قول کے مطابق عقبہ میں شریک تھے، جمہور نے بدر کی شرکت پر اتفاق کیا ہے، عیینہ بن حصن نے مدینہ کے اونٹوں پر لوٹ ڈالی اور حضرت حسانؓ نے کہا،

ھل سرا و لاد اللقیطۃ انا سلم غداۃ فوارس المقداد

تو حضرت سعدؓ نہایت برہم ہوئے کہ میرے ہوتے ہوئے فوارس مقداد کا کیوں ذکر کیا، حضرت سعدؓ اس زمانہ میں رئیسِ قبیلہ تھے حضرت حسانؓ نے معذرت کی، کہ قافیہ سے مجبوری تھی[1]،

غزوۂ قریظہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیدیوں کے ہمراہ نجید بھیجا، انھوں نے ان کے معاوضہ میں کھجور اور ہتھیار خریدے، اور مدینہ لے کر آئے،

رمضان ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انعماً کے بت مناۃ کے توڑنے کے لئے جو مکہ میں متلل نام ایک مقام پر نصب تھا، بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا، پجاری نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ بولے ہدم مناۃ

[1] اصابہ ص۷ جلد ۳

Marfat.com
Marfat.com

کہا تم جاؤ! حضرت سعدؓ نے بت گرایا، تو ایک برہنہ اور سیاہ فام عورت چھاتی پیٹتی اور شور مچاتی ہوئی نکلی، سعدؓ نے یہ ہیئت کذائی دیکھکر اس کو قتل کر دیا، پجاری نہایت خائف تھا، عورت کی آواز سُنکر بولا صناۃ! دونت بعض غضبا تلک[1] خزانہ میں کچھ نہ تھا، تلاشی لے کر چلے آئے، واپسی کے وقت رمضان کی اخیر تاریخیں تھیں،

وفات | وفات کا سنہ اور تاریخ بالکل نامعلوم ہے،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۰۶ جلد ۳ قسم ۱

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سلمہ بن سلامہؓ

نام ونسب | سلمہ نام، ابوعوف کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے سلمہ بن سلامہ ابن وقش بن زعوراء بن عبدالاشہل، ماں کا نام سلمیٰ بنت سلمہ بن خالد بن عدی تھا، اور قبیلۂ بنی حارثہ سے تھیں،

اسلام | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر مدینہ پہونچی تو سلمہ نے فوراً لبیک کہا، اور عقبۂ اولیٰ کی بیعت میں شریک ہوئے، دوسرے سال عقبۂ ثانیہ میں بھی شرکت کی،

غزوات | بدر اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

غزوۂ مریسیع میں عبداللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ سلمہ کو بھیجئے کہ اس کا سر کاٹ لائیں[1]!

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو یمامہ کا والی بنایا تھا،

وفات | ۴۵ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی اس وقت ۶۴ برس کا سن تھا،

فضل وکمال | حدیث میں ان کے سلسلہ سے چند روایتیں ہیں، محمود بن لبید اور جسرۃ راویوں میں ہیں،

حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، توضئوا مما مست النار

[1] اصابہ ص۱۱۶ جلد ۳

Marfat.com
Marfat.com

یعنی جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو، اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے، حضرت سلمہؓ کا بھی یہی مذہب تھا،

ایک مرتبہ محمود بن جبیرہ کے ساتھ ولیمہ میں گئے، تو کھانا کھا کر وضو کیا، لوگوں نے کہا آپ تو باوضو تھے، فرمایا ہاں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا اتفاق پیش آیا تھا اور آپ نے بھی یہی کیا تھا[1]،

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۳ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سہلؓ بن حنظلیہ

نام ونسب | سہل نام، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے سہل بن ربیع بن عمرو ابن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، حنظلیہ کے متعلق اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ سہل کی ماں تھیں لیکن ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ عمرو بن عدی (سہل کے دادا) کی والدہ تھیں، نام ام ایاس بنت ابان ابن دارم تھا، اور قبیلۂ تمیم سے تھیں، اسی بنا پر عمرو کی تمام اولاد ابن حنظلیہؓ کے نام سے مشہور ہوئی،

حضرت سہلؓ غالباً ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | غزوۂ احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شرکت کی، اور بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل کیا،

عہد نبوت کے بعد شام چلے گئے، اور دمشق کی سکونت اختیار کی،

وفات | اور وہیں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت میں انتقال فرمایا،

اولاد | کوئی اولاد نہیں چھوڑی، امام بخاری نے لکھا ہے کان عقیما یعنی وہ لاولد تھے، اکثر فرماتے تھے، لا یکون لی سقط فی الاسلام احب الی مما طلعت علیہ الشمس یعنی اولاد نہیں ہے نہ سہی، اسلام میں کاش ایک حمل ہی ساقط ہو جاتا،

حلیہ | مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے،

Marfat.com
Marfat.com

فضل وکمال، صاحب استیعاب اور صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان فاضلا عالما — یعنی وہ عالم اور فاضل تھے،

اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود صحابہؓ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے ایک مرتبہ حضرت ابو درداءؓ کی طرف سے گئے، انھوں نے حدیث کی خواہش کی، حضرت سہلؓ نے ایک حدیث بیان کی، اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے معائنہ کو گھوڑے پیش ہوئے تو انھوں نے ان سے وہ حدیث دریافت کی جس میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کی فضیلت بیان کی گئی ہے،

اتفاقات کے علاوہ بھی روایت حدیث کا سلسلہ برابر جاری تھا، حضرت امیر معاویہؓ کے غلام قاسم جمعہ کے دن جامع دمشق میں آئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ حدیثیں بیان کر رہے ہیں، پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ جواب ملا سہل بن حنظلیہؓ صحابی ہیں[1]،

راویان حدیث کے زمرہ میں متعدد حضرات ہیں، بعض کے نام یہ ہیں، ابو کبشہ سلولی، قاسم بن عبد الرحمان، یزید بن ابی مریم شامی،

اخلاق وقت کو نہایت عزیز سمجھتے، لوگوں سے تعلقات نہ رکھتے، اور عبادت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، جب تک مسجد میں رہتے نماز پڑھتے، اٹھتے تو تسبیح و تہلیل میں ہوتے، اور اسی حالت میں کاشانہ اطہر کا رخ کرتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۲۶ جلد ۲ [2] ایضاً [3] اصابہ ص ۱۳ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سائبؓ بن خلاد

سائب نام، ابوسہلہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سائب ابن خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراالقیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب ابن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

ماں کا نام لیلیٰ بنت عبادہ تھا، اور قبیلۂ ساعدہ سے تھیں،

غزوات ابوعبید کے خیال میں بدر میں شریک تھے، لیکن ابونعیم کو انکار ہے،

امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں یمن کے حاکم تھے،

وفات ۷۱ھ میں وفات پائی،

اولاد خلاد نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا،

فضل وکمال ان کی سند سے ۵ حدیثیں مروی ہیں، بعض صحاح میں بھی ہیں، راویوں میں خلاد، صالح بن خیوان، عطاء بن یسار، محمد بن کعب قرظی، عبدالرحمان بن ابی صعصعہ، عبدالملک ابن ابی بکر بن عبدالرحمان وغیرہ ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

"ش"

حضرت شداد بن اوسؓ

نام ونسب شداد نام، ابو یعلیٰ وابو عبدالرحمان کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، اور حضرت حسان بن ثابتؓ شاعر مشہور کے بھتیجے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، شداد بن اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

اوس بن ثابت کہ شداد کے پدر گرامی تھے، عقبہ ثانیہ اور بدر کی شرکت کا فخر حاصل کر چکے تھے، غزوۂ احد میں شہادت پائی، والدہ کا نام صریمہ تھا، اور بنو نجار کے خاندان عدی سے تھیں،

اسلام باپ، چچا، اور تقریباً تمام خاندان مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا، شداد بھی انہی لوگوں کے ساتھ ایمان لائے،

غزوات اور عام حالات چونکہ کم سن تھے، غزوات میں شاذ و نادر حصہ لیا، امام بخاری نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں شریک تھے لیکن یہ صحیح نہیں،

عہد نبوت کے بعد شام میں سکونت اختیار کی فلسطین، بیت المقدس اور حمص میں قیام پذیر رہے،

وفات ۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا، اور بیت المقدس میں دفن ہوئے،

Marfat.com
Marfat.com

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، لیلیٰ، محمد،

فضل وکمال | فضلاء صحابہ میں تھے، حضرت عبادہ بن صامت کہ اساطین امت میں تھے، اور صحابہ کے عہد میں علوم وفنون کا مرجع تھے، فرمایا کرتے تھے، لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض عالم ہوتے ہیں، لیکن غصہ ور اور مغلوب الغضب، بعض حلیم اور بردبار ہوتے ہیں لیکن جاہل اور علوم وفنون سے بے بہرہ، حضرت شداد ان چند لوگوں میں ہیں جو علم وحلم کے مجمع البحرین تھے[1]

مسجد جابیہ میں، ابن غنم، حضرت ابو درداء اور حضرت عبادہ بن صامت ٹہل ٹہل کر باتیں کر رہے تھے حضرت شداد بھی آ پہنچے اور کہا لوگو مجھکو تم سے جو کچھ ڈر ہے، یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائیگی، اخیر کا فقرہ چونکہ تعجب انگیز تھا، حضرت ابو درداء اور حضرت عبادہ نے اعتراض کیا، اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ شیطان جزیرہ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے، پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شداد نے فرمایا ایک شخص نماز روزہ زکوٰۃ ریاءً ادا کرتا ہے، آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں، سب نے جواب دیا مشرک، فرمایا میں نے اس کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے کہ ان چیزوں کو ریاءً بجالانے والا مشرک ہوتا ہے، حضرت عوف بن مالک بھی ساتھ تھے بولے کہ جتنا عمل خالص ہوگا اسکے قبول ہونے کی امید ہے، باقی جس میں شرک کی آمیزش ہے وہ مردود ہوگا، اس بنا پر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد کرنا چاہیئے حضرت شداد نے جواب دیا کہ حدیث قدسی میں لکھا ہے کہ مشرک کا تمام عمل اس کے معبود کو دیا جائیگا، خدا اس کا محتاج نہیں[2]، (یہ قرآن مجید کے

---

[1] اسد الغابہ ص۳۸۵ جلد ۲ [2] مسند ابن حنبل ص۱۲۶ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

بالکل مطابق ہے۔ ارشاد ربانی ہے: انما اللہ لا یخشی ان یشک بہ الخ،

حدیث میں فہم و بصیرت حاصل تھی، اور اصولِ درایت اور نقد سے کام لیتے تھے،

حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے زہد و قناعت اور ترکِ دنیا کی حدیثوں نے تمام شام میں کھلبلی ڈالدی تھی، ان کے متعلق رائے دیتے ہیں،

کان ابوذر یسمع الحدیث من رسول اللہ	وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث
صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شدۃ	جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی، سنتے تھے
ثم یخرج الی قومہ یسلم لعلہ	پھر اپنی قوم میں جاکر اسکی اشاعت کرتے تھے
لیس بخلیفتہ ان رسول اللہ	بعد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سخت حکم
صلی اللہ علیہ وسلم یرخص فیہ بعد	میں رخصت عطا فرما دیتے تھے لیکن
فلم یسمعہ ابوذر فیتعلق ابوذر	ابوذر کو خبر تک نہ ہوتی، اس بنا پر وہ اسی
بالامر الشدید	شدت پر قائم رہے۔

حضرت شداد کے سلسلہ سے جو حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد ۵۰ ہے، انھوں نے اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کچھ کعب احبار سے حدیثیں سنی تھیں،

ان سے روایت کرنے والوں میں بہت سے اہل شام ہیں، منتخب حضرات کے نام یہ ہیں،

محمود بن لبید، یعلیٰ، ابوالاشعث صنعانی، صخر بن حبیب، ابوادریس خولانی، محمود بن ربیع، عبدالرحمان بن غنم، بشیر بن کعب، جبیر بن نفیر، ابواسمار رحبی، حسان بن عطیہ، عباد بن نسی، حنبلی

اخلاق اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت عابد اور پرہیزگار تھے، غذا بہت سرسری تھی، خوف کھائے رہتے تھے، بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹتے، پھر اٹھ بیٹھتے، اور تمام رات نماز پڑھتے کبھی کبھی سو لیتا

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۲۳ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

اللھم ان النار قد حالت بینی	خدایا آتش جہنم میرے اور نیند کے درمیان
وبین النوم،	حائل ہوگئی ہے،

اسد بن وداعہ کا یہ فقرہ بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے، کہتے ہیں،

کان شداد بن اوس اذا اخذ مضجعہ من اللیل کان کالحبۃ	شداد رضؓ جب رات کو لیٹتے تو خوف سے بے چین اور متاثر ہوتے جیسے بھاڑ میں چنا،

نہایت حلیم اور کم سخن تھے، تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی، حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ شداد دو خصلتوں میں ہم سے بڑھ گئے،

بیان اذا نطق وبکظما اذا غضب	بولنے کے وقت وضاحت بیان میں اور
.. ..	غصہ کے وقت حلم، عفو اور درگذر میں،

حفظ لسان اور کم سخنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، غلام سے کہا چھری لاؤ، اس سے کھیلیں! ایک شخص نے ٹوکا تو فرمایا،

ما تکلمت بکلمۃ منذ اسلمت و	جب سے مسلمان ہوا میرے منہ میں
انا اخطمھا وازمھا الکلمتی ھذہ	لگام رہی، آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا
فلا تحفظوھا عنی،	تو تم اس کو بھول جاؤ،

مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے، ایک مرتبہ رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، میں نے عرض کی کیا آپ کی امت مشرک ہو جائیگی؟ فرمایا ہاں، لیکن اس طرح کہ سورج، چاند، بت، پتھر کو نہ پوجے گی، البتہ ریا

---

[1] اسد الغابہ ص۳۸۵ جلد ۲ [2] مسند ابن حنبل ص۱۲۳ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

اور نفسی خواہشوں کا غلبہ ہوگا، صبح کو آدمی روزہ دار اُٹھے گا، لیکن جب خواہش تقاضا کریگی تو وہ روزہ بے خوف وخطر توڑ دیگا[1]،

مریضوں کی عیادت کرتے تھے، ابو اشعث صنانی شام کے قریب مسجد دمشق میں تھے کہ حضرت شداد رضی اور ضابحی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا ایک بھائی بیمار ہے، اس کی عیادت کو جاتے ہیں، یہ بھی ساتھ ہوگئے، اندر جاکر مریض سے پوچھا کیسا حال ہے بولا اچھا ہوں، حضرت شداد نے کہا البشر بکفارات السیئات وحط الخطایا، یعنی میں تم کو مرض کے کفارۂ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کے ابتلا میں اسکی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح پاک صاف اٹھتا ہے، جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا[2]،

بارگاہِ رسالت میں خصوصیت اور حبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ فتح مکہ کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بقیع تشریف لے گئے، تو حضرت شداد ہمراہ تھے، اور آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے[3]،

ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر تھے، چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی، ارشاد ہوا کیا ہے؟ بولے یارسول اللہ! مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا تم پر تنگ نہ ہوگی، شام اور بیت المقدس فتح ہوگا، اور وہاں تم اور تمہاری اولاد امام ہوگی، یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری اتری، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے، اور تمام شام کے علم وفضل میں مرجع بن گئے۔

---

[1] مسند ابن حنبل ص۱۲۶ جلد ۴ [2] ایضاً ص۱۲۳ جلد ۴ [3] ایضاً ص۱۲۴ جلد ۴۔

Marfat.com
Marfat.com

ع

حضرت عبادہؓ بن صامت

نام ونسب | عبادہ نام، ابوالولید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم (قوقل) بن سالم ابن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، والدہ کا نام قرۃ العین تھا، جو عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان کی بیٹی تھیں، قرۃ العین کے جگر گوشہ کا نام اپنے نانا کے نام پر رکھا گیا،

بنو سالم کے مکانات مدینہ کے غربی سنگستان کے کنارہ، قبا سے متصل واقع تھے، یہاں ان کے کئی قلعے بھی تھے، جو اطم قوافل کے نام سے مشہور ہیں، اس بنا پر حضرت عبادہؓ کا مکان مدینہ سے باہر تھا،

اسلام | ابھی عنفوانِ شباب تھا کہ مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، جن خوش نصیب لوگوں نے اسکی پہلی آواز کو رغبت کے کانوں سے سنا، حضرت عبادہؓ انہی میں سے ہیں، انصار کے وفد ۳ سال تک مدینہ سے مکہ آئے تھے، وہ سب میں شامل تھے، پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا، وہ اس میں داخل تھے، اور چھ شخصوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، ارباب علم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے، اگرچہ کثرت رائے ان کے اسلام کو دوسری بیعت تک موقوف سمجھتی ہے، جس میں بارہ آدمیوں نے مذہب اسلام

---

[1] فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۷۲، اور زرقانی صفحہ ۲۶۱ جلد ۱ [2] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ و بخاری صفحہ ۵۵۰ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

قبول کیا تھا، تیسری بیعت جس میں ۷۲ اشخاص شامل تھے، حضرت عبادہؓ کی اس میں بھی شرکت تھی، (مسند ج ۵ ص ۳۱۶)

اخیر بیعت میں اِن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کو خاندان قوافل کا نقیب تجویز فرمایا،

غزوات و دیگر حالات حضرت عبادہؓ کی زندگی ابتدا ہی سے ولولہ انگیز ہے، مکہ سے مسلمان ہو کر پلٹے تو مکان پہنچتے ہی والدہ کو مشرف باسلام کیا، کعب بن عجرہ ایک دوست تھے، اور ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے انکے گھر میں ایک بت سابت رکھا تھا، حضرت عبادہؓ کو فکر تھی کہ کسی صورت سے یہ گھر بھی شرک سے پاک ہو، موقع پاکر اندر گئے اور بت کو بسولے سے توڑ ڈالا، کعب کو ہدایت غیبی ہوئی، اور وہ جمعیت اسلام میں آملے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچ کر انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی، تو حضرت ابو مرثد غنویؓ کو ان کا بھائی تجویز فرمایا، حضرت ابو مرثدؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی اور حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے، اس بنا پر ان کا تعلق خود خاندانِ رسالت سے تھا،

۲ھ میں غزوۂ بدر واقع ہوا، حضرت عبادہؓ نے اس میں شرکت کی، اسی سنہ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت پر آمادہ ہوئے، دربار نبوت سے جلاوطنی کا فرمان صادر ہوا، حضرت عبادہؓ نے حلف کا دیرینہ تعلق ان لوگوں سے قطع کر دیا تھا، فرائض سپاہ کا کام بھی انجام دیتے تھے متعلق ہوا، قرآن کی یہ آیت یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ

۱؎ زرقانی ص ۳۶۱ جلد ۲ ۲؎ نزہۃ الابرار فی السامی ومناقب الاخیار قلمی ورق ص ۱۲۱ ۳؎ طبقات صغیر، قسم اول جزو ۲

Marfat.com
Marfat.com

اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی،

مشاہد عہد نبوت میں بیعت الرضوان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، وہ اس بیعت[1] میں بھی شریک تھے، خلافت صدیقی میں شام کی بعض لڑائیوں میں شریک تھے، خلافت فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کو مزید کمک کے لئے خط لکھا، حضرت عمرؓ نے بہ ہزار فوج روانہ کی، جس میں ایکہزار فوج کے حضرت عبادہؓ افسر تھے، اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے، یہ کمک مصر پہونچی تو عمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کرکے ایک پر اثر تقریر کی، اور حضرت عبادہؓ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجئے، خود سر سے عمامہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے حوالہ کیا، کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے، اور آج آپ سپہ سالار ہیں، خدا کی شان کہ پہلے ہی حملہ میں شہر فتح ہوگیا،

ملکی خدمات خدمات ملکی کے سلسلہ میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں، صدقات کی، فسری، فلسطین کی قضارت اور حمص کی امارت،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخیر عہد میں صدقہ کے عمال تمام اضلاع عرب میں روانہ کئے تھے، حضرت عبادہؓ کو بھی کسی مقام کا عامل بنایا تھا، وصیت کے طور پر فرمایا کہ خدا سے ڈرتا، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن چوپایے تک فریادی ہو کر آئیں، انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں دو آدمیوں پر بھی عامل بننے کا خواہشمند نہیں،

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فلسطین کا قاضی بنایا تھا، اس زمانہ میں یہ صوبہ حضرت امیر معاویہؓ کی ماتحتی میں تھا، کسی بات پر دونوں میں اختلاف ہوگیا جس میں حضرت امیر معاویہؓ

[1] مسند ص ۳۱۹ جلد ۵ کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۲ بحوالہ ابن عبد الحکم،

Marfat.com
Marfat.com

نے سخت کلامی کی تو اُنھوں نے کہا کہ آیندہ جہاں تم ہوگے میں نہ رہونگا، ناراض ہوکر فلسطین سے مدینہ چلے آئے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کیوں ؟ اُنھوں نے سارا قصہ دہرایا، فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر جائیے دنیا آپ ہی جیسے لوگوں سے قائم ہے جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اُس زمین کو خراب کر دیگا! اس کے بعد امیر معاویہؓ کو ایک خط لکھا کہ عبادہؓ کو تمھاری ماتحتی سے الگ کرتا ہوں، قضات فلسطین کا یہ پہلا عہدہ تھا جو حضرت عبادہؓ کو تفویض ہوا، اسی زمانہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے کہ شام کے امیر تھے، ان کو حمص کا نائب بنایا، حمص کے زمانۂ قیام میں اُنھوں نے لاذقیہ فتح کیا، اور اس میں ایک خاص فوجی ایجاد کی، یعنی بڑے بڑے گڈھے کھدوائے جن میں ایک شخص مع اپنے گھوڑے کے چھپ سکتا تھا، یہ طریقہ آج یورپ میں بھی رائج ہے، (بلاذری فتوح البلدان ص۱۳۹)

وفات حضرت عبادہؓ تا دم مرگ شام میں سکونت پذیر رہے، ۳۴ھ میں پیغام اجل آیا، اس وقت ان کا سن ۷۲ سال کا تھا، وفات سے پہلے بیمار رہے، لوگ عیادت کو آتے تھے، شدادؓ بن اوس کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے مکان پر آئے، پوچھا کیسا مزاج ہے فرمایا خدا کے فضل سے اچھا ہوں،

وفات کے قریب بیٹا آیا اور درخواست کی کہ وصیت کیجئے، فرمایا مجھے اٹھا کے بٹھلاؤ، اس کے بعد کہا بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا، ورنہ ایمان کی خیریت نہیں[۵۱]!

اسی حالت میں ضنابحی پہنچے، دیکھا تو استاد جاں بلب تھا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بیتاب ہوکر زار و قطار رونے لگے، استاد شفیق نے رونے سے منع کیا، اور کہا کہ ہر طرح سے راضی ہوں، شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کرونگا، شہادت کیلئے

---

[۵۱] مسند ص۳۱۶ جلد ۵

Marfat.com
Marfat.com

چاہوگے تو شہادت دونگا، غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤنگا، اس کے بعد فرمایا کہ جتنی حدیثیں ضروری تھیں، تم لوگوں تک پہنچا چکا' البتہ ایک حدیث باقی تھی، اسکو اب بیان کئے دیتا ہوں[1]، حدیث بیان کر چکے تو روح، جسم کو وداع کہہ کر جوار رحمت میں پرواز کر گئی یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے،

مدفن کے متعلق اختلاف ہے، ابن سعد نے رملہ لکھا ہے، دوسری روایتوں میں بیت المقدس کا نام آیا ہے' اور لکھا ہے کہ ان کی قبر وہاں اب تک مشہور ہے، امام بخاری نے فلسطین کو مدفن قرار دیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ فلسطین ایک صوبہ تھا، جس کے رملہ اور بیت المقدس اضلاع تھے،

حلیہ حلیہ یہ تھا قد دراز (۱۰ بالشت طول تھا) بدن دوہرا، رنگ ملیح، نہایت جمیل تھے،

اولاد اولاد کے نام یہ ہیں، ولید، عبداللہ، داؤد، ان میں سے ولید کے دو بیٹے، عبادہ اور یحییٰ اور موخر الذکر کے لڑکے اسحاق، حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں'

فضل و کمال حضرت عبادہؓ فضلائے صحابہ میں تھے، قرأت ان کا خاص فن تھا، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، اسلام کا پہلا مدرسہ قرأت جو عہد نبوی میں اصحاب صفہ کے لئے قائم ہوا تھا، انہی کے زیر ریاست تھا، اہل صفہ جو صحابۂ کبار تھے، ان سے تعلیم پاتے تھے، یہاں قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، چنانچہ بہت سے لوگ قرأت اور کتابت سیکھ کر یہاں سے نکلے تھے[2]

بعض تلامذہ کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی استاد کے متعلق ہوتا تھا' اس قسم کے بہت سے لوگ آتے تھے، ایک شخص کی نسبت مذکور ہے کہ ان کے گھر میں رہتا تھا

---

[1] مسند ص۳۱۵ جلد ۵ [2] ایضاً ص۳۱۵ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

اور شام کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتا تھا، مکان جانے کا قصد کیا تو ایک عمدہ کمان استاد کے نذر کی، اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے اسکے قبول کرنے سے منع فرمایا[1]

عہد نبوی کے بعد جب شام کے مسلمانوں کو تعلیم قرآن کی ضرورت ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے ان کو شام روانہ کیا، وہ پہلے حمص گئے، لیکن کچھ زمانہ کے بعد فلسطین کو اپنا مستقر بنایا،

حدیث میں حضرت عبادہؓ بعض اولیات کے موجد ہوئے، صحابہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتا تھا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے، جنھوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جزء قرار پا گئے، حضرت عبادہؓ نے بھی ان الفاظ میں ایک اضافہ کیا، ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا

قال رسول اللہ صلعم من فی الی ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے روبرو

فی لا قول حدثنی فلان لا فلان ۔ فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں نے کہا

اسی طرح ایک مجمع میں خطبہ دیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے ایک حدیث سے انکار ظاہر کیا تو فرمایا،

اشھد انی سمعت رسول اللہ صلعم ۔ میں گواہ ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا، مجامع وعظ، مجالس علم، حج کی صحبتیں ہر جگہ سکا چرچا رہتا تھا، کبھی گرجے میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کے گوش گذار کرتے تھے[2]

مرویات کی تعداد ۱۸۱ تک پہنچتی ہے جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور جلالۃ تابعین ہیں

چنانچہ وابستگان نبوت میں حضرت انس بن مالکؓ حضرت [illegible] حضرت سلمہ بن [illegible]

[1] مسند ص ۳۲۲ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۳۲۲ جلد ۵ ایضاً ص ۳۲۰ و [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

محمود بن ربیعؓ، حضرت مقدام بن معدیکربؓ، حضرت رفاعہؓ بن رافع، حضرت اوسؓ بن عبداللہ ثقفی، شرحبیل بن حسنہؓ، اور تابعین باحسان میں عبدالرحمن بن عیلہ صنابحی، حطان بن عبداللہ رقاشی، ابوالاشعث صنعانی، جبیر بن نفیر، جنادہ بن ابی امیہ، اسود بن ثعلبہ عبداللہ بن محیریز، ربیعہ بن ناجد، عطا بن یسار، قبیصہ بن ذویب، نافع بن محمود بن ربیعہ، علی بن شداد بن اوس ابومسلم خولانی، ابوادریس خولانی، اس مخزن علم سے فیضیاب ہوئے ہیں،

فقہ میں کمال علمی مسلم تھا، اور تمام صحابہؓ اس کا اعتراف کرتے تھے، شام کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس کام کے لئے انہی کا انتخاب کیا،

حضرت امیر معاویہؓ نے طاعون عمواس کا خطبہ میں ذکر کیا، تو کہا کہ مجھ سے اور عبادہؓ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات وہی ٹھیک تھی جو انھوں نے کہی تھی، تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں،

جنادہ حضرت عبادہؓ سے ملاقات کو گئے تو بیان کرتے ہیں، کہ

وکان قد تفقہ فی دین اللہ — وہ دین الٰہی میں فقیہ تھے،

اخلاق وعادات | امرار کے مقابلہ میں حق گوئی، حضرت عبادہؓ کے تاج فضیلت کا طرہ رہی ہے وہ نہایت جوش سے اس فرض کو ادا کرتے تھے، شام گئے اور وہاں بیع و شرار میں شرعی خرابیاں دیکھیں، تو ایک خطبہ دیا، جس سے تمام مجمع میں ہلچل پڑ گئی، حضرت امیر معاویہؓ بھی موجود تھے، بولے کہ عبادہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا، اب ان کے طیش کو کون روک سکتا تھا، فرمایا کہ مجھے معاویہؓ کے ساتھ رہنے کی بالکل پرواہ نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا،

حاشیہ مسند ص ۳۱۶ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

یہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ تھا، لیکن عہد عثمانی میں حضرت امیر معاویہؓ نے دربار خلافت میں شکایت لکھی کہ عبادہ نے تمام شام کو بگاڑ رکھا ہے یا تو ان کو مدینہ بلائیے یا میں شام چھوڑ دونگا، امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ ان کو یہاں روانہ کردو، مدینہ پہنچکر سیدھے حضرت عثمانؓ کے کاشانہ میں پہنچے، جہاں صرف ایک شخص تھا، جو مہاجر اور تابعی تھا، لیکن باہر بہت سے لوگ جمع تھے، اندر جاکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے، حضرت عثمانؓ کی نظر اٹھی تو حضرت عبادہؓ سامنے تھے، پوچھا کیا معاملہ ہے؟ پیکر حق اب بھی راستگوئی کا وہی جذبہ رکھتا تھا، کمر بستہ ہوکر مجمع سے مخاطب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے، لیکن معصیت میں اطاعت جائز نہیں، تم لوگ بدی میں ہرگز آلودہ نہ ہونا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کسی بات میں دخل دیا، تو فرمایا کہ جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، کہ اس وقت موجود نہ تھے، پھر تم ناحق بیچ میں پڑتے ہو، ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر بیعت کی تھی، کہ چستی اور کاہلی میں آپ کا کہنا مانیں گے فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے، اچھی باتیں پہنچائیں گے، بری باتوں سے روکیں گے، سچ کہنے میں کسی سے نہ ڈریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے اور جان اور مال اور اولاد کی طرح آپ کی نگہبانی کریں گے، ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائیگا، پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہئے اور جو نہ کرے وہ نہ آپ سے مدد طلب کرے،

اس فرض امر معروف کو وہ راستہ چلتے بھی ادا کرتے تھے ایک دفعہ کسی سمت جارہے

Marfat.com
Marfat.com

تھے، عبداللہ بن عباد زرقی کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں، چڑیا ہاتھ سے چھین کر اڑا دی اور کہا بیٹا! یہ حرم میں داخل ہے، یہاں شکار جائز نہیں،

جب رسول کا یہ عالم تھا کہ بیعت کرنے کے بعد ۲ مرتبہ مکہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو کوئی غزوہ اور واقعہ ایسا نہ تھا، جس کی شرکت کا شرف انھیں حاصل نہ ہوا ہو، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خاص محبت تھی، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود سر دارِ دو عالم عیادت کو آئے، انصار کے کچھ لوگ ہمرکاب تھے، فرمایا جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے، حضرت عبادہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھاؤ، بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب دیا کہ جو مسلمان ہو، ہجرت کرے، اور معرکہ میں قتل ہو، آپ نے فرمایا نہیں اس صورت میں تو شہیدوں کی تعداد بہت کم ہوگی، قتل ہونا ہیضہ میں مرنا غرق آب ہونا اور عورت کا زچگی میں مرجانا یہ سب شہادت میں داخل ہے[۵۲]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو صبح و شام دیکھنے جاتے تھے آپ نے اسی حالت میں ان کو ایک دعا بتائی، اور فرمایا کہ مجھکو جبرئیل علیہ السلام نے تلقین کی تھی[۵۳]،

---

[۵۱] مسند ص ۳۱۶ جلد ۵ [۵۲] ایضاً ص ۳۱۵ [۵۳] ایضاً ص ۳۲۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

نام و نسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، شاعر رسول، صلی اللہ علیہ وسلم لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرء القیس بن عمرو بن امرء القیس الاکبر بن مالک الاغر ابن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ابن عمرو بن اطنابہ تھا، اور خاندان حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہؓ کا پدر اعلیٰ تھا،

حضرت عبداللہؓ بڑے متبحر کے شخص تھے، ان کے تذکرہ میں ہے،

کان عظیم القدر فی الجاھلیۃ والاسلام — یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت تھے،

اسلام لیلۃ العقبہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے،

غزوات اور دیگر حالات حضرت مقدادؓ بن اسود کندی سے برشتۂ اخوت قائم ہوا، بدر میں شریک تھے، اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی، غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا

خداوندا اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے — اور نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا

Marfat.com
Marfat.com

تو تو پر اپنی تسکین نازل فرما	اور معرکہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ
ان الاولی قد بغوا علینا[1]	اذا ارادوا فتنۃ ابینا
جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے	جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اسکا انکار کرینگے

حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے،

اسیر بن زارم یہودی ابو رافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھا، اور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا، چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کرکے تمام قبائل کو آمادہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ۶ھ میں عبداللہ رضؓ بن رواحہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا، عبداللہ رضؓ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر دی، آپ نے اس کے قتل کے لئے حضرت عبداللہ بن رضؓ رواحہ کو مقرر فرمایا، اور ۳۰ آدمی انکی ماتحتی میں دیئے،

حضرت عبداللہ رضؓ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو، تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں، بولا کہو، حضرت عبداللہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو تمھارے پاس بھیجا ہے، اور انکا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنا دیں، لیکن اس کے لئے خود تمھارا مدینہ چلنا ضروری ہے، وہ باتوں میں آگیا اور ۳۰ یہودیوں کو لیکر ان کے ساتھ ہولیا، راستہ میں انھوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا، اسیر کو کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا، مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑا دیں، اور یہ اٹھتا ہوا طوفان[2] میں دب کر رہ گیا،

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے

[1] صحیح بخاری ص۵۸۹ جلد ۲، [2] طبقات ابن سعد ص۶۶،

Marfat.com
Marfat.com

انہی کو روانہ کیا تھا،

عمرۃ القضا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے، اور یہ شعر پڑھ رہے تھے،

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	خلوا فکل الخیر مع رسولہ
ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ	کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں
نحن ضربناکم علی تاویلہ	کما ضربناکم علی تنزیلہ
ہم نے تمکو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے	جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں
ضربا یزیل الہام عن مقیلہ ویذہل الخلیل عن خلیلہ ویامر بالی موفق بقبولہ	
دوست دوستی بھول گئے ہیں	میں آنحضرت صلعم کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں

حضرت عمرؓ نے کہا، نہ! خدا کے حرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شعر پڑھتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بولے عمر! میں سن رہا ہوں، خدا کی قسم ان کا کلام کفار پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے، اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم یہ کہو لا الہ الا اللہ وحدہ، نصر عبدہ و اعز جندہ و ھزم الاحزاب وحدہ، ابن رواحہ نے اسکو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اسکو ادا کیا جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں[1]،

غزوۂ موتہ اور شہادت جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوۂ موتہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصری کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا، راستہ میں موتہ ایک مقام ہے، وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کر دیا، سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو ۳ ہزار آدمی زید بن حارثہ کی زیر امارت

[1] طبقات ابن سعد ص۸۸ و کتب رجال،

Marfat.com
Marfat.com

موتہ روانہ کئے، اور یہ فرمایا کہ زید قتل ہو جائیں تو جعفرؓ امیر لشکر ہیں، اور ان کے بعد ابن رواحہؓ سردار ہیں، اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو جسکو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں،

لشکر تیار ہوا مدینہ الوداع تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مشایعت کی رخصت کے وقت اہل مدینہ نے یک زبان ہو کر کہا کہ خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے، حضرت ابن رواحہؓ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان منکم الا واردھا کان علی ربک حتماً مقضیا (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے) اس بنا پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملا دیگا، اس وقت حضرت ابن رواحہؓ نے فرمایا،

لکنی اسئل الرحمٰن مغفرۃ وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے

او طعنۃ بیدی حران مجھزۃ بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

یا ایک نیزہ جو جگر تک چھید جائے،

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی یا ارشد اللہ من غاز وقد رشدا

یہانتک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے، آپ نے الوداع کہا، ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے، ادھر دشمن کو خبر ہو گئی، اس نے ہرقل کو خبر کر کے ۲ لاکھ آدمی جمع کر لئے مسلمانوں نے شام پہونچ کر معان میں دو رات قیام کیا، اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہئے، عبداللہ بن رواحہؓ نے نہایت دلیری سے

Marfat.com
Marfat.com

کہ کچھ پروا نہیں، ہمکو لڑنا چاہیئے، چنانچہ معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہوگیا، مسلمان صرف ۳ ہزار تھے اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا، میدانِ کارزار گرم ہوا پہلے زید بن حارثہؓ نے گھوڑے سے اتر کر آتشِ جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے، پھر جعفرؓ نے علم اٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی، اس کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے،

یا نفس ان لم تقتلی تموتی	ان تسلمی الیوم فلن تفوتی
اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا	اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا

او تتقلی فطال ما عوفت

یا عانیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی

هذا حیاض الموت قد بخلت وما تمنیت فقد اعطیت

اس لئے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے

پھر کہا اے نفس! بیوی، بچے اور مکان کا خیال فضول ہے، یہ سب آزادیں مکان اللہ اور رسول کا ہے، دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا، اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے،

یا نفس ما لک تکرہین الجنۃ	اقسمت باللہ لتنزلنہ
اے نفس جنت میں جانے سے کراہیت کیوں ہے	خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہوگی
طائعۃ او لتکرہنہ	فطالما قد کنت مطمئنہ
خواہ برضا و رغبت خواہ جبر سے	تو نہایت مطمئن تھا، حالانکہ
ھل انت الا نطفۃ فی شنہ	قد جلب الناس شدوا والشنہ

Marfat.com
Marfat.com

تو مشک کا حامل پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس بجھانے کیلئے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں

نیزہ لیکر حملہ کیا، اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان بچھڑ گئے، خون چہرہ پر ملا، اور پکارے "مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ!" یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لیکر مشرکین پر ٹوٹ پڑے، اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کر گئی،

انا للہ وانا الیہ راجعون،

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے،

اذا اونیتنی وحملت رحلی	مسیرۃ اربع بعد الحاء
فشانلت فانعمی وخلاک ذم	ولاہرجیع الی اھلی وراءی
وجاءالمومنون وخلفونی	بارض الشام مشتوی الثراء
ووکل کل ذی نسب قریب	الی الرحمٰن منقطع الاخاء
ھنالک لا ابالی طلع بعل	ولا نخل اسافلھا بواء

زید بن ارقم نے سنا تو رونے لگے، انھوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان؟ خدا مجھکو شہادت نصیب کریگا تو تم آرام سے گھر جانا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے دم دم کی خبریں مل رہی تھیں، اور آپ مجمع کے سامنے بیان کر رہے تھے، حضرت جعفرؓ کی خبر بیان کر کے خاموش ہو گئے، انصار آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شاید حضرت ابن رواحہؓ شہید ہوئے، تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدۂ پرنم فرمایا کہ پھر ابن رواحہؓ نے شہادت پائی، انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے تھے، تاہم آہ وزاری اور نالہ وفریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن وملال پر اکتفا کیا گیا کہ یہ بھی اس شہید ملت کی ایک وصیت تھی،

Marfat.com
Marfat.com

ایک مرتبہ بیہوش ہوگئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ، ہائے ایسا، ہائے ویسا، افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اسکی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بنا پر وفات کے وقت سب نے صبر کیا، صحیح بخاری میں ہے، فلما مات لم تبك عليه یعنی جب انھوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا،[1]

اولاد | جیسا کہ اوپر گذر چکا، موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں، فقتل ولم یعقب یعنی ان سے نسل نہیں چلی،

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے، انھوں نے ایک خاص بات پر ان سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو، اس وقت ابن رواحہؓ کو عجیب چال سوجھی، اور بروقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے،

" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے

اور عرش پانی کے اوپر تھا، اور عرش پر جہاں کا پروردگار،

اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں،

چونکہ وہ قرآن نہیں پڑھی تھیں سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں کہ خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی تھی، میں نے ناحق تم کو تہمت لگائی، زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں، لونڈی سے ہم بستری کرنے پر بیوی کے غیظ وغضب سے بچنے کا حضرت عبداللہؓ نے یہ طرز اختیار کیا،[2]

فضل وکمال | اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں، کتابت اور شاعری،

---

[1] دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱: ۶ و ۶۱۲ و اسد الغابہ صفحہ ۷، ۱۵، و ۱۵۸ و ۱۵۹ جلد ۳، و طبقات ابن سعد صفحہ ۹۲ و ۹۳ و [2] اسد الغابہ صفحہ ۱۵۹ جلد ۳ [3] استیعاب ۳۶۲ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے، اور دربار رسالت کے شاعر تھے، کفر پر مشرکین کو عار دلانا انکا موضوع تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

"دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالک اور عبداللہ ابن رواحہ تھے، تو حضرت کعب بن مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے، اور حسان حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے"[1]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین شاعر تھے، حضرت حسانؓ، حضرت کعبؓ، حضرت ابن رواحہؓ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے، دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے،

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے، ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کیساتھ تشریف فرما تھے، ان کو بلایا اور فرمایا مشرکین پر کچھ کہو، انھوں نے اسی مجمع میں کچھ اشعار کہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے،

حدیث میں چند روایتیں ہیں جو حضرت ابن عباسؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے واسطہ سے مروی ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ سے روایتیں کیں،

اخلاق وعادات	نہایت زاہد، عابد اور مرتاض تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

[1] اسد الغابہ ص ۲۴۸ حالات حضرت کعب بن مالک جلد ۴ [2] استیعاب ص ۳۶۲ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

کہ خدا عبداللہ بن رواحہ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں یعنی خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں[1]،

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ابن رواحہ کو یاد نہ کرتا ہوں وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بنجائیں پھر بیٹھکر ذکر کرتے اور کہتے یہ ہمارے ایمان کی مجلس ہے،

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے، اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی،

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہ اس حالت میں بھی صائم تھے،

جہاد کا نہایت شوق تھا بدر سے لیکر موتہ تک کسی غزوہ میں ترک نہ ہوا تھا اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق و شوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں

یعنی عبداللہ غزوہ میں سب سے پیچھے رہتے اور سب سے پہلے واپس ہوتے

احکام رسول کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، حضرت ابن رواحہ پہونچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے اسی مقام پر بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچا دی فرمایا،

خدا اور رسول کی اطاعت میں خدا ان کی حرص اور زیادہ کرے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی اور آپ کو بھی [illegible]

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۲۶۲ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۵ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بیمار پڑے اور ایک دن بیہوش ہو گئے تو سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا! اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کرو ورنہ شفا عطا فرما،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حبِ رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا ہے اور وہ یہ ہے،[2]

اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لئے کافی تھی،،

جوشِ ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو سواری کی گرد اڑ کر اہل مجلس پر پڑی، ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپ وہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی، ابن ابی اب تک مشرک تھا، بولا یہ بات ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر حق ہی تو یہاں آکر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جو آپ کے پاس جائے اسکو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو جوش آگیا، بولے یا رسول اللہ! آپ ضرور فرمائیں ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں،[3]

---

[1] اصابہ ص۲۶۶ جلد ۴ [2] ایضاً ص۲۶ [3] بخاری ص۶۵۶ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عاصمؓ بن ثابت بن ابی اقلح

نام ونسب | عاصم نام، ابوسلمان کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عاصم ابن ثابت بن قیس ابی الاقلح بن عصمۃ بن نعمان بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن مالک ابن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات | بدر میں شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیونکر لڑوگے؟ بیر و کمان لیکر اٹھے اور کہا کہ جب ۲۰۰ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، تو تیر ماروں گا، اس سے قریب ہوں گے تو نیزہ اور نزدیک تر ہونگے تو تلوار کا وار کرونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑائی کا یہی قاعدہ ہے تم لوگ اسی طرح لڑنا[1]،

اس غزوہ میں انھوں نے عقبہ بن معیط کو قتل کیا جو قریش میں نہایت ذی رتبہ سمجھا جاتا تھا[2]، غزوہ احد میں مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو تیر مار کر قتل کیا اور کہا لو میں ابن ابی اقلح ہوں[3]، ابوعزہ جمحی گرفتار ہوکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ و فریب کی پاداش میں ان کے حوالہ کیا، انھوں نے اس کی گردن اڑادی[4]،

صفر ۳ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ماتحتی میں دس آدمی دیکر جاسوسی کیلئے روانہ کیا عسفان اور مکہ کے درمیان ہدہ ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو بنو لحیان کو خبر ہوگئی، اس نے

---

[1] اصابہ ص۳۳ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص۱۰۳ جلد ۳ [3] ایضاً و طبقات ابن سعد ص۱۰۲ [4] طبقات ص۳۰،

Marfat.com
Marfat.com

سو تیر انداز بھیجے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیں، صحابہ کے پاس مدینہ کے خرمے تھے، ان کی گٹھلیاں راستہ میں پڑی تھیں، تیر اندازوں نے کہا یہ ضرور یثرب کے چھوہارے ہیں، عاصمؓ کو ان کی آمد کا پتہ چلا، تو اپنے ساتھیوں کو لیکر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، ان لوگوں نے آکر محاصرہ کر لیا، اور کہا نیچے اتر آؤ تو جان بخشی کیجائے گی، عاصمؓ نے کہا مسلمانو! میں کسی کافر کے ذمہ نہ رہونگا! پھر فرمایا خدایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری خبر کر دے،

شہادت کفار نے یہ دیکھ کر تیر برسانا شروع کئے، جس سے حضرت عاصمؓ نے سات آدمیوں کے ساتھ شہادت پائی،[1]

قریش کو ان کے قتل ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوئے کہ عقبہ بن ابی معیط کا قاتل دنیا سے اٹھ گیا، آدمی بھیجے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لاکر دکھائیں، مصنف استیعاب کا بیان ہے کہ ان کے جسم کو جلا کر قریش آتش انتقام کو سرد کرنا چاہتے تھے،[2]

عقبہ کے ساتھ طلحہ کے دو بیٹوں کو بھی انھوں نے قتل کیا تھا، ان کی ماں نے جس کا نام سلافہ تھا منت مانی تھی کہ حضرت عاصمؓ کا سر ملے گا تو کھوپری میں شراب پیونگی! قریش کو تجارت کا موقع ملا، کہ اس کے ہاتھ عاصمؓ کا سر فروخت کریں،[3]

عاصمؓ نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی مشرک نہ چھوئے، اور نہ میں ان میں سے کسی کو مس کرونگا، یہ لوگ وہاں پہنچے، تو کثرت سے شہد کی مکھیاں دیکھیں، لاش کے اٹھانے میں کامیابی نہ ہوئی، تو مشورہ کیا کہ رات کو جب مکھیاں نہ ہونگی، اس وقت سر کاٹیں گے، اتفاق یہ کہ خوب بارش ہوئی، اور اس نے سیلاب کی شکل اختیار کر لی، اور حضرت عاصمؓ کا جسد اطہر اسی میں بہ گیا،[4]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۶۸ و ۵۸۵ ج ۲ [2] کتاب مذکور ص ۵۱۳ ج ۲ [3] اسد الغابہ ص ۳ ج ۳ [4] ایضاً ص ۳

Marfat.com
Marfat.com

اولاد لڑکے کا نام محمد تھا، عرب کا مشہور شاعر احوص انہی کا بیٹا تھا، حضرت عاصمؓ کی بہن جمیلہ حضرت عمرؓ کو منسوب تھیں، عاصم بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

اخلاق جوش ایمان، حب رسول، پاکبازی اور بہادری کے عظیم الشان اوصاف حضرت عاصمؓ کی سیرت کے جلی عنوانات ہیں، ان تمام باتوں کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو جابر کنیت، بنی سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ ابن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج،

قبیلۂ سلمہ میں نہایت ممتاز شخص تھے،

بعثت نبوی کے تیرہویں سال ایام حج میں اہل مدینہ کا ایک قافلہ جو تعداد میں ۷۰ آدمیوں پر مشتمل تھا، مکہ چلا، عبداللہ بھی اُس میں شامل تھے، اور اوس و خزرج کے وہ افراد جنھوں نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خفیہ مسلمان تھے وہ بھی ساتھ تھے، کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار اور ہم میں نہایت معزز آدمی ہیں، بہتر ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیجئے، اور قدیم مذہب کو چھوڑ دیجئے، کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جیسا ذی رتبہ شخص جہنم کا ایندھن بنے،

حضرت عبداللہؓ پر ان باتوں کا خاص اثر پڑا اور صدق دل سے اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے،

اسلام | انہی ایام میں بیعت عقبہ ہوئی، حضرت عبداللہؓ بھی شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا فخر حاصل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب بنایا،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور غزوۂ احد میں کہ ۳ھ میں ہوا تھا، شرف شرکت کے ساتھ شہادت کے لازوال فخر سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔

وفات غزوہ کا وقت آیا تو ایک رات حضرت جابرؓ کو بلایا اور کہا بیٹا! میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں، سب سے پہلے میں شہید ہوں گا، میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عزیز تم ہو، تم کو میں .... گھر پر چھوڑتا ہوں، اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اوپر جو کچھ قرض ہے اس کو ادا کر دینا[1]،

دن کو معرکۂ کارزار گرم ہوا، اور حضرت عبداللہؓ نے داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت حاصل کی، صحابہ میں سب سے پہلے وہی شہید ہوئے[2]، اسامہ بن اعور بن عبیدؓ نے قتل کیا اور پھر مشرکین نے نعش مبارک کا مثلہ کیا

لاش کپڑا ڈال کر لائی گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی، حضرت جابرؓ کپڑا ہٹا کر منہ کھولتے اور زار و قطار روتے تھے، خاندانِ سلمہ کے بہت سے آدمی جمع تھے اور جابرؓ کو منع کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا ہٹوا دیا، بہنیں چپ ہی کھڑی تھیں، ایک چیخ ماری، پوچھا کس کی آواز ہے، لوگوں نے کہا عبداللہؓ کی[3]،

دفن کرنے کو لے چلے تو بہن نے جن کا نام فاطمہ تھا، رونا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے[4]،

قبر میں دو دو آدمی ساتھ دفن کئے گئے، صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا[5]، لیکن دوسری کتابوں میں عمرو بن حرام

---

[1] صحیح بخاری ص۱۸۰ جلد ۱ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ص۲۳۳ جلد ۳ [4] صحیح بخاری ص۱۸۰ جلد ۱
[5] مسلم ص۲۳۶ جلد ۲ و صحیح بخاری ص۱۷۶ جلد ۱ [6] بخاری ص۱۸۹ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

کا نام مذکور ہے، جو حضرت عبداللہؓ کے بھائی نہیں بلکہ بہنوئی تھے،

۶ مہینہ کے بعد حضرت جابرؓ نے ان کو اس قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا، کان کے سوا تمام جسم سالم تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں،

اس واقعہ کے ۴۶ برس کے بعد ایک سیلاب آیا جس نے قبر کھولدی، لاش بخنسبہ باقی تھی، یہ روایت موطا میں مذکور ہے،

اولاد | حضرت جابرؓ کے علاوہ نو لڑکیاں چھوڑیں جن میں ۷ نہایت خوردسال تھیں،

قرض | قرض بہت زیادہ تھا، صحیح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے، حضرت جابرؓ نے ادا کیا، اسکی تفصیل ہم حضرت جابرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں،

فضائل | مکارم و محاسن کے لحاظ سے حضرت عبداللہؓ جلیل القدر صحابہ میں داخل ہیں، بنو سلمہ میں اشاعت اسلام کے لئے انھوں نے جو کوشش اور سرگرمی ظاہر کی، اور پھر خدا کی راہ میں جس طرح اپنے کو قربان کیا، اس کا اعتراف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا،

سنن نسائی میں ہے، جزی اللہ الانصار خیرا لاسیما آل عمرو بن حرام وسعد بن عبادہ؛ یعنی خدا تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے خصوصاً عبداللہؓ اور سعد بن عبادہؓ کو

جامع ترمذی میں روایت آئی ہے کہ واقعۂ اُحد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو زار و خستہ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کی باپ قتل ہوئے، اور بہت سے بچے چھوڑ گئے، انہی کی فکر دامنگیر ہے، فرمایا، ایک خوشخبری سنو، خدا کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا، لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی، اور فرمایا جو مانگو دیا جائیگا، انھوں نے

۱؎ اسد الغابہ ص ۲۳۲ جلد ۳ ۲؎ بخاری ص ۱۸۱ جلد ۱ ۳؎ ایضاً ص ۱۸۱ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

کہا میری یہ تمنا ہے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جا کر پھر شہید ہوں' ارشاد ہوا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ جو دنیا سے آتا ہے وہ واپس نہیں جا سکتا، عرض کی تو میری نسبت کچھ وحی بھیجدیجئے' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل احیاء الخ یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو' بلکہ وہ زندہ ہیں،

حضرت عبداللہؓ کے لئے اس سے زیادہ اور کیا چیز قابل فخر ہو سکتی ہے، کہ اون کی وفات کو ۱۳۰۰ سال کی مدت مدید گذر چکی ہے، تاہم اون کا نام آج بھی زندہ ہے' اور تا ابد زندہ رہے گا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی

نام ونسب | عبداللہؓ نام ہے، اور قبیلہ جبلی سے ہیں جو خزرج کا نہایت معزز خاندان تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم ابن غنم بن عوف بن خزرج،

جبلی سالم کا لقب ہے، جو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا،

مالک نے کہ حضرت عبداللہؓ کا پردادا تھا قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت سلول نامی سے شادی کی تھی، اس سے ابی پیدا ہوا، جو عبداللہ ابو حباب کا باپ ہے،

عبداللہ ابو حباب (جو ابن ابی ابن سلول کے نام سے مشہور ہے) قبیلۂ خزرج کے ممتاز ترین افراد میں تھا، اس کے اثر اور زور و قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسلام سے قبل مدینہ کا تاج و تخت اسی کے سپرد کرنے کی تجویز تھی، اوس و خزرج دیرینہ عداوتوں کے سبب سے باہم سخت مختلف تھے، تاہم اس کے تخت نشین کرنے پر سب کا اتفاق تھا، حضرت عبداللہؓ اسی عبداللہ کے فرزند ارجمند ہیں،

یہ عجیب بات ہے کہ ابن ابی عقلمند، دور اندیش اور صاحب تدبیر ہونے کے باوجود، شرف ایمان سے محروم رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور خلافت الٰہی کی بنیاد قائم کی، تو رشک و منافست کا عجیب منظر پیش تھا، ابن ابی اور اس کے چند ہمخیال

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جوں جوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار بڑھتا تھا یہ گروہ اس کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا،

آخر مسلمانوں کے غلبہ اور زور کی وجہ سے ابن ابی کو سرا طاعت خم کرنا پڑا اور اپنی جماعت کے ساتھ منافقانہ مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہوگیا اور منافقین کا سرغنہ بنا،

اسلام | لیکن ابن ابی کا اثر ان کے بیٹے پر بالکل نہیں پڑا، وہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو چکے تھے،

غزوات | غزوۂ بدر میں شریک ہوئے احد میں آگے کے دو دانت جنھیں ثنیہ کہا جاتا ہے ٹوٹ گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سونے کا دانت بنوالو، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ناک اڑ گئی تھی تو سونے کی ناک بنوائی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں، مصنف اسد الغابہ نے اس کی تصریح کردی ہے،

غزوۂ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا، ایک انصاری اور مہاجر کے جھگڑے میں ابن ابی نے کہا تھا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل یعنی مدینہ پہونچ کر بلند پایہ لوگ، ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر کہا "اگر اجازت ہو تو اس منافق کا سر اڑا دوں"[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی،

حضرت عبداللہؓ آئے اور کہا کہ میرے باپ نے آپ کو ذلیل کہا، خدا کی قسم وہ خود ذلیل ہے، اس کے بعد کہا کہ اگرچہ تمام خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا کوئی مطیع نہیں تاہم اگر آپ انہیں قتل کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے، میں قتل کئے دیتا ہوں لیکن اگر

[1] صحیح بخاری ص۷۲۸ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

کسی دوسرے مسلمان نے ان کو قتل کیا تو اپنے باپ کے قاتل کو میں دیکھ نہیں سکتا لامحالہ اسکو قتل کرونگا اور ایک مسلمان کے مارنے سے جہنم کا مستوجب ہونگا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا قتل کرانے کا بالکل ارادہ نہیں، لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں[1]

حضرت عبداللہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرکے سڑک پر آکر کھڑے ہوگئے ابن ابی نکلا تو اونٹ سے اتر پڑے اور کہا تم اقرار کرو کہ میں ذلیل اور محمد عزیز ہیں ورنہ میں آگے نہ بڑھنے دونگا پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے، باپ بیٹے کی گفتگو سنکر فرمایا ان کو چھوڑ دو خدا کی قسم یہ جب تک ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ کریں گے[2]

غزوۂ تبوک کے بعد ابن ابی نے وفات پائی، حضرت عبداللہؓ آئے اور عرض کی کہ اپنی قمیص اتار دیجئے، میں اس میں ان کو کفن دونگا، اور ان کے لئے استغفار کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کرتے زیب تن کئے ہوئے تھے، حضرت عبداللہؓ نے نیچے کا کرتہ پسند کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اسی میں جذب ہوتا تھا، ارشاد ہوا کہ جنازہ تیار ہو تو مجھے خبر کرنا میں نماز پڑھاؤنگا،

قبر میں اتارے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، قبر سے نکلوایا اور اپنے گھٹنوں پر رکھ کر قمیص پہنایا، اور لعاب دہن ملا، اس کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز پڑھیں گے، حالانکہ فلاں روز اس نے یہ الفاظ کہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا، جاؤ اپنی جگہ پر کھڑے رہو، جب زیادہ اصرار کیا تو ارشاد ہوا کہ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے، اگر ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں اسکی مغفرت ہو جائے تو میں اس کے لئے تیار ہوں،

---

[1] اسد الغابہ ص۱۹۶ جلد ۳ [2] طبقات ابن سعد ص۲۶،

Marfat.com
Marfat.com

نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر میں چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں ایک یہ تھی،
ولا تصل علی احد منھم مات ابدا یعنی ان لوگوں کے جنازہ کی ہرگز نماز نہ پڑھو،
وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی تائید کی، تو ان کو اپنی جسارت پر نہایت تعجب ہوا،

وفات | حضرت عبداللہؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی، یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے،

فضل وکمال | فضلاء صحابہ میں تھے، حضرت عائشہؓ ان سے حدیث روایت کرتی ہیں، لکھنا جانتے تھے، اور کبھی کبھی وحی بھی لکھتے تھے[۲]

---

[۱] صحیح بخاری ص ۱۶۹ و ۸۰۰ و ۷۷۸ جلد ۱ [۲] اصابہ ص ۹۶ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عتبان بن مالکؓ

نام ونسب | عتبان نام، قبیلۂ سالم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عتبان بن مالک بن عمرو ابن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج،

قبا کے قریب مکان تھا اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | صاحب طبقات کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ سے اخوت تھی، غزوۂ بدر میں شریک[1] تھے، جب نابینا ہوگئے تو باقی غزوات میں شرکت نہ کرسکے،

مسجد بنی سالم کے امام تھے، مسجد اور مکان کے درمیان ایک وادی پڑتی تھی، بارش ہوتی تو تمام پانی وہاں جمع ہوجاتا تھا، نظر کمزور تھی، پانی میں سے ہوکر مسجد تک جانا نہایت دشوار تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ایسی حالت میں گھر میں نماز پڑھتا ہوں، آپ کسی روز میرے ہاں تشریف لاکر نماز پڑھیں تو اسی کو سجدہ گاہ بنالوں، فرمایا بہتر ہے، میں آؤنگا، دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تشریف لائے اور اجازت لیکر اندر داخل ہوئے پوچھا تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو، انھوں نے وہ مقام جہاں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے بتادیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں دو رکعتیں ادا کیں، اس کے بعد تھوڑی دیر توقف فرمایا اور گوشت تناول فرماکر واپس تشریف لے گئے[2]

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۲ جلد۲ [2] ایضاً ص۱۵۰ جلد۱،

Marfat.com
Marfat.com

نابینا ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اب مکان میں نماز پڑھ سکتا ہوں، یہ شبہ ہوا کہ اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ چونکہ اذان سنتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی[1]،

منصب امامت آخیر عمر تک فائز رہے، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تھا، محمود بن ربیع اس غزوہ سے واپس ہوکر مدینہ آئے، تو ملاقات ہوئی، ان کا بیان ہے کہ اس وقت بہت بوڑھے ہوگئے تھے، نابینا تھے اور اپنی مسجد کی امامت کرتے تھے[2]

وفات | اسی زمانہ میں اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی۔

فضل وکمال | صحیحین، مسند ابن حنبل اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ان کی حدیثیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اور حدیث سننے کے لئے خاص اہتمام کیا تھا، قبا میں رہنے کی وجہ سے مدینہ ۲-۳ میل دور پڑتا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ سے یہ قرارداد ہوئی، کہ باری باری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کریں، چنانچہ ایک دن عتبانؓ مدینہ آتے تھے، اور تمام دن میں وحی یا اور خبریں جو کچھ ہوتیں حضرت عمرؓ تک پہنچاتے تھے، دوسرے دن حضرت عمرؓ آتے اور واپس جاکر ان کو تمام واقعات بتاتے تھے،

ان کے مکان کا قصہ جو تمام حدیثوں میں مذکور ہے، حضرت انسؓ اسکو "کنوز حدیث" میں شمار کرتے تھے، اور اپنے بیٹے ابوبکر کو اس کے یاد رکھنے کی تاکید کرتے تھے[3]

راویان حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ، محمود بن ربیع، ابوبکر بن انسؓ، حصین محمد سالمیؓ ہیں،

---

[1] مسند ابن حنبل ص۴۲۷ جلد ۵ [2] صحیح بخاری ص۱۵۱ جلد ۱ [3] ایضاً ص۱۹ جلد ۱ [4] مسند ص۴۲۷ جلد ۴

Marfat.com
Marfat.com

اخلاق | تقدس اور حبِ رسول، مصحفِ اخلاق کے آیات بینات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی قوم کی امامت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں، معاذؓ بن جبل اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ جیسے اساطین امت مہاجروں کی امامت پر فراز ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ عہد نبوت میں ان کو امامت کا لازوال فخر حاصل تھا،

حب رسول میں یہ واقعہ کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ نابینا اور معذور ہونے کے باوجود صرف فرمان نبوت کی وجہ سے مسجد جاکر پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے،..... اور نابینا ہوکر جماعت کے پابند تھے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبادؓ بن بشر

نام ونسب عباد نام، ابوبشر، ابورافع کنیت، قبیلۂ عبدالاشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج ابن عمرو (بنت) بن مالک بن اوس۔

اسلام مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ سے برادری ہوئی۔ بدر میں شریک تھے، غزوۂ احد اور تمام غزوات ومشاہد میں نمایاں حصہ لیا،

کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ شریک تھے اور بھی چند انصار تھے جن میں بعض کے نام یہ ہیں، ابوعبس بن جبر، ابونائلہ سلکان بن سلامہ، حارث ابن اوس بن معاذ، اس واقعہ میں چونکہ غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی تھی، اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا خاتمہ ہوا تھا، اسلئے فرط مسرت میں چند شعر کہے ہیں، جنکو صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے[1]

اس واقعہ میں محمد بن مسلمہ کے حالات میں آئندہ لکھیں گے ان اشعار سے اسکی کسی قدر تفصیل معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عباد بن بشر نے اسکو دو مرتبہ آواز دی اور کہا ذرہ رہن رکھنے آئے ہیں، وہ جلدی سے باہر آیا، محمد بن مسلمہ نے گردن پکڑ کر تلوار کا وار کیا، اور ابوعبس نے مار کر کونہ میں ڈالدیا، اس جماعت کی کل تعداد دس تھی،

---

[1] استیعاب ص۴۲۶ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

۵ھ میں خندق کا معرکہ پیش آیا، اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا چند انصار کے ساتھ ہر رات پہرہ دیتے تھے[1]

حدیبیہ میں ۶ھ میں، قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سنکر خالد بن ولیدؓ کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا، اس موقعہ پر عباد بن بشر ۲۰ سواروں کے ساتھ خالد کے سامنے پڑے تھے[2]

غزوہ طائف کے بعد محرم ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیم اور مزینہ میں صدقات کا عامل بناکر بھیجا[3]

اسی سنہ میں بنی مصطلق میں بھی عامل صدقات ہوکر گئے، اور دس روز رہ کر واپس آئے، یہاں صدقات وصول کرنے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے، یعنی قرآن پڑھاتے تھے، اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے، یہ تمام کام انھوں نے نہایت خوبی سے انجام دیئے، ابن سعد لکھتے ہیں،

فلم یعد ما امرہ رسول اللہ	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم دیا
صلی اللہ علیہ وسلم ولم	تھا اس سے سرمو تجاوز نہیں کیا، اور کسی
یضیع حقا[4]	حق کو ضائع نہیں کیا،

غزوۂ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا رات کو تمام لشکر کے گرد گشت لگاتے تھے، پہرہ دینے والوں کی ایک خاص تعداد تھی اور یہ اون پر افسر بنائے گئے تھے[5]

وفات | جنگ یمامہ میں کہ ۱۱ھ میں ہوئی، نہایت بہادری سے لڑکر مارے گئے، اس وقت ۴۵ برس کا سن تھا، کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۴۸ [2] ایضاً ص۶۹ [3] ایضاً ص۱۱۵ [4] ایضاً ص۱۱۶ [5] ایضاً ص۱۲

Marfat.com
Marfat.com

فضل و کمال | حضرت عبادؓ اکابر صحابہ میں تھے، اس بنا پر ان کی حدیثوں کا ہمارے پاس بڑا مجموعہ ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے خلاف ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک ابوداؤد میں مندرج ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اشاعتِ حدیث کا وقت نہیں آیا تھا، صحابہ کثرت سے ہر جگہ موجود تھے، جو خود آغوشِ نبوت کے پروردہ تھے، اس بنا پر بیان روایت اور ترویج حدیث کی ضرورت ہی مفقود تھی،

اس کے ماسوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میدان جنگ بن گیا تھا، ہر طرف سے فتنے اُٹھ رہے تھے، مدعیان نبوت کی الگ سازشیں تھیں، ایسے وقت میں ظاہر ہے کہ خامۂ و قرطاس کی جگہ تیغ و علم زیادہ ضروری تھے،

ان فرائض کے بعد جب کبھی سکون و اطمینان نصیب ہوتا، دوسرا فرض بھی ادا کرتے تھے، چنانچہ بنو مصطلق میں ۱۰ روزہ کر قرآن مجید پڑھایا اور شریعت کے تمام ضروری مسائل تلقین کئے[1]

اخلاق | جوشِ ایمان کا نظارہ غزوات میں معلوم ہوتا تھا، جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت میں رات رات بھر پہرہ دینا اور پھر دن کو شریک جہاد ہونا، وہ لازوال سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے،

یہ شب بیداری میدان جنگ تک محدود نہ تھی، یوں بھی عبادت الٰہی میں رات کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا، ایک بار حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے اٹھے، حضرت عبادؓ کی آواز سنی تو فرمایا خدا ان کی مغفرت کرے، امام بخاریؒ نے تاریخ میں اور ابو یعلی نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے، کہ انصار میں تین شخص سب سے بہتر تھے، حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت عبادؓ بن بشرؓ،

[1] فتح الباری ص۹ جلد ۹،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عتیک

نام ونسب | عبداللہؓ نام خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہؓ بن عتیک بن قیس بن اسود ابن مرئی بن کعب بن غنم بن سلمہ۔

ہجرت | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے

غزوات | غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، احد اور باقی غزوات میں شریک تھے، رمضان ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار آدمیوں پر امیر بنا کر ابو رافع کے قتل کرنے کے لئے خیبر بھیجا تھا، ابو رافع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غطفان وغیرہ کو بھڑکا کر بڑا جتھا اکٹھا کر لیا تھا، یہ لوگ شام کے قریب قلعہ کے پاس پہنچے، عبداللہؓ نے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں اندر جا کر دیکھتا ہوں، پھاٹک کے قریب پہونچ کر چادر اوڑھ لی، اور حاجتمندوں کی طرح دبک کر بیٹھ گئے، دربان نے کہا، میں دروازہ بند کرتا ہوں اندر آنا ہو تو آجاؤ، اندر جا کر اصطبل نظر پڑا، اسی میں چھپ رہے، ارباب قلعہ کچھ رات تک ابو رافع سے باتیں کرتے رہے، اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں میں جا جا کر سو رہے، سناٹا ہوا تو حضرت عبداللہؓ نے دربان کو غافل پا کر پھاٹک کھولا، اور ابو رافع کی طرف چلے، وہ بالاخانہ پر رہتا تھا، اور بیچ میں بہت سے دروازے پڑتے تھے، یہ جس دروازے سے جاتے اس کو اندر سے بند کر لیتے تاکہ شور ہونے پر کوئی ابو رافع تک نہ پہنچ سکے، ان مراحل کے طے کرنے کے بعد ابو رافع کا بالاخانہ نظر آیا، وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک

Marfat.com
Marfat.com

اندھیرے کمرہ میں سو رہا تھا، انھوں نے پکارا ابو رافع! بولا کون ہے؟ جس طرف سے آواز آئی تھی بڑھکر اسی سمت تلوار ماری لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا، وہ چلایا، یہ فوراً باہر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد پھر اندر گئے اور آواز بدل کر پوچھا ابو رافع کیا ہوا؟ بولا بھی ایک شخص نے تلوار ماری، انھوں نے دوسرا وار کیا، لیکن وہ بھی خالی گیا، اس مرتبہ اس کے شور سے تمام گھر جاگ اٹھا، انھوں نے باہر نکل کر پھر آواز بدلی اور ایک فریادی کی طرح اندر جاکر کہا میں آگئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں، وہ چت لیٹا ہوا تھا، انھوں نے دیکھ لیا اور اس کے پیٹ میں اس زور سے تلوار کو نچی کہ گوشت کو چیرتی ہوئی ہڈیوں تک جا پہنچی، اس کا فیصلہ کرکے جلدی سے باہر بھاگے، عورت نے آواز دی کہ لینا جانے نہ پائے، چاندنی رات تھی اور آنکھوں سے نظر کام آتا تھا، زینہ کے پاس پہونچ کر پیر پھسلا اور لڑھکتے ہوئے نیچے آرہے پیر میں زیادہ چوٹ لگی تھی، تاہم اٹھ کر عمامہ سے پٹی باندھی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کوڑے کے دفینہ میں چھپ رہے،

ادھر تمام قلعہ میں ہلچل پڑی ہوئی تھی، ہر طرف روشنی کی گئی، دو جماعت سو آدمی لیکر ڈھونڈھنے کے لئے نکلا، لیکن ناکام واپس گیا، حضرت عبداللہ نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤ، میں اپنے کانوں سے اس کے مرنے کی خبر سنکر آتا ہوں،

صبح کے وقت ایک شخص نے قلعہ کی دیوار پر چڑھکر آواز بلند پکارا کہ ابو رافع تاجر اہل حجاز کا انتقال ہوگیا، عبداللہ یہ سنکر نکلے اور بڑھکر ساتھیوں سے جا ملے، اور مدینہ پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی، آپ نے ان کا پیر دست مبارک سے مس فرمایا اور وہ بالکل اچھے ہوگئے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ کے ساتھ چار آدمی اور بھی سے تھے، ان کے نام یہ ہیں، عبداللہ ابن انیس، ابو قتادہ، اسود بن خزاعی، مسعود بن سنانؓ،

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ۱۵۰ انصار پر افسر مقرر کر کے بنوطے کا بت توڑنے کے لئے بھیجا تھا، اس میں جو کچھ پرانا اسباب اور گا ناہاتھ لگی تھیں

ان کے نگراں حضرت عبداللہؓ تھے[۲]

وفات | جنگ یمامہ ۱۲ھ میں شہید ہوئے، یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا،

اولاد | ایک بیٹے تھے، جن کا نام محمد تھا، مسند میں اِن کی ایک حدیث موجود ہے،

---

[۱] طبقات ص۶۶ ج۲ [۲] ایضاً ص۱۱۸،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ

نام ونسب | عباس نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عباس بن عبادہؓ ابن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف ابن خزرج،

اسلام | بیعت عقبہ میں شریک تھے، انصار بیعت کے لئے مجتمع ہوئے تو انھوں نے کہا بھائیو، جانتے ہو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب وعجم سے اعلان جنگ ہے، اس میں تمکو مہت سے خطروں کا سامنا ہوگا، ذی اثر لوگ مارے جائیں گے، مال تلف ہوگا، پس اگر ان مشکلات کا مقابلہ کر سکو تو بسم اللہ بیعت کرلو، ورنہ بیکار دین ودنیا کی ندامت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟

انصار نے پوچھا یا رسول اللہ! بیعت کرکے اگر ہم وعدہ وفا کریں تو کیا اجر ملے گا ارشاد ہوا کہ جنت! سب نے کہا تو پھر ہاتھ پھیلائیے، بیعت ختم ہوئی تو حضرت عباسؓ ابن عبادہؓ نے کہا آپ پسند فرمائیں تو ہم یہیں میدان کارزار گرم کر دیں، فرمایا ابھی اسکی اجازت نہیں،

حضرت عباسؓ بیعت کرکے مکہ میں مقیم ہوگئے، لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا، تو مہاجرین مکہ کے ہمراہ مدینہ آئے، اس بنا پر وہ مہاجری انصاری ہیں، مصنف اصابہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان یعنی اصحاب صفہ میں داخل تھے،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات وديگر حالات	مدینہ آکر حضرت عثمانؓ بن مظعون سے کہ اکابر مہاجرین میں سے تھے، رشتۂ اخوت قائم ہوا،
	بدر میں شریک نہ تھے،
وفات	غزوۂ احد میں شریک ہوئے، اور لڑکر شہادت پائی،
اخلاق	جوشِ ایمان اور حبِ رسول کا نظارہ بیعت عقبہ میں بخوبی ہو چکا ہے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زید

نام و نسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، "صاحب الاذان" لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث ابن خزرج،

ان کے والد جن کا نام زید بن ثعلبہ تھا، صحابی تھے،

اسلام بیعت عقبہ میں شامل تھے،

غزوات اور دیگر حالات ۱ھ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے طریقہ اعلان کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا، لوگوں نے مختلف رائیں دیں کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد پر علم بلند کر دیا جائے، کسی نے تجویز پیش کی کہ ناقوس بجایا جائے لیکن اس میں نصاریٰ کی مشابہت تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا تاہم اس وقت اسی پر اتفاق ہوا اور آپ نے اجازت دیدی، رات کو حضرت عبداللہؓ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لئے کھڑا ہے، پوچھا بیچو گے؟ بولا کیا کرو گے؟ کہا نماز کے وقت بجائیں گے، اس نے کہا اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں اور اذان بتائی، صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اس بشارت غیبی کا ذکر کیا، فرمایا یہ خواب بالکل سچا ہے، تم اٹھ کر بلال کو بتاؤ وہ اذان پکاریں، حضرت بلالؓ نے اذان دی تو حضرت عمرؓ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور آنحضرت

Marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسلمانوں کے اس حسن اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا،

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی، بلالؓ اقامت کہنا چاہتے تھے کہ حضرت عبداللہؓ نے کہا اقامت میں کہونگا،

اذان کے لئے حضرت بلالؓ کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عبداللہؓ سے زیادہ بلند آواز تھے، چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ تم بلالؓ کو اذان کے وہ الفاظ بتاؤ تو اسکے ساتھ یہ بھی کہا،

فانہ اندی وامد صوتا منک[1] وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے، حضرت عبداللہؓ کی رائے سے قائم ہوئی، ہاتف غیب کا رویائے حق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو صحیح سمجھنا، اور پھر مسلمانوں میں بالاجماع اس پر عملدرآمد ہونا یہ وہ فضیلت و شرف ہے، جس سے حضرت عبداللہؓ قابل رشک ٹھہرتے ہیں،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا، چنانچہ صحیح بخاری سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ اس میں اذان کے الفاظ کا ذکر تک نہیں، ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے خواب کو بیس دن تک چھپایا، جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، ارشاد ہوا تم نے پہلے خبر کیوں نہ دی؟ عرض کی عبداللہ سبقت کر چکے تھے، اس لئے مجھے شرم معلوم ہوئی، یہ روایت قطع نظر اس کے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت کے بالکل مخالف ہے،

---

[1] جامع ترمذی ص۳۷ و مسند ص۴۳ جلد ۲ [2] مسند ص۴۲ جلد ۴ [3] فتح الباری ص۶۶ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

فحوائے حدیث کے بھی موافق نہیں، اذان کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کو جلسہ میں مشورہ کیا اور اسی میں ایک بات طے پا گئی، حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقوس بجانے طے پا گیا تھا کہ رات کو انھوں نے خواب دیکھا اور فجر کے وقت اذان پکاری گئی، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث حضرت ابن عمرؓ کی حدیث مندرجہ بخاری کی گویا تفسیر و تشریح ہے، امام بخاری کو بھی یہ روایت معلوم تھی، لیکن چونکہ اون کی شرائط کے لحاظ سے کم مرتبہ تھی، اس لئے اُنھوں نے صحیح میں درج نہ کی،

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے کسی کے تقدم و تاخر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً اس بحث سے گریز کیا ہے، ورنہ طبرانی کی روایت کے مطابق تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا، امام غزالی نے وسیط میں لکھا ہے کہ دس شخصوں سے زیادہ اس میں شریک تھے، جبلی نے شرح تنبیہ میں ۱۴ اشخاص کی تعیین کی ہے، مغلطائی نے بالکل صحیح لکھا کہ یہ تمام روایتیں ناقابل استناد ہیں، صرف حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور بعض طرق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے[1] لیکن ان دونوں صاحبوں میں بھی حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت متعدد طرق سے ثابت ہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے اس قصہ کو نقل کیا ہے[2]۔

ان تمام روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ اذان کا خواب جس کسی نے بھی پہلے دیکھا ہو لیکن وہ اور اسکی تعبیر جس ذات گرامی سے منسوب ہوئی، وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ ہیں اور اسی وجہ سے وہ "صاحب اذان" کے لقب سے مشہور ہوئے،

---

[1] فتح الباری ص۶۳ جلد ۲ سطر ۵، ایضاً ص۶۳ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

اس عظیم الشان فخر سے متخر ہونے کے بعد سعادت ابدی کی اور بہت سی راہوں سے بھی بہرہ یاب ہوئے، چنانچہ ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا، انھوں نے اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اس کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ مکہ کی شاندار فتح میں بنو حارث بن خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا[1]،

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے بکریاں تقسیم فرمائیں تو یہ پاس ہی کھڑے تھے ان کو کچھ نہ دیا، لیکن قسمت میں ایک لازوال دولت لکھی تھی، آپ نے بال بنوائے تھے کچھ ان کو عنایت کئے باقی اور لوگوں میں تقسیم ہوئے، یہ بال جو مہندی سے رنگے ہوئے تھے ان کے خاندان میں تبرکاً محفوظ رہے[2]،

وفات | ۳۲ھ میں بعمر ۶۴ سال انتقال فرمایا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ عبداللہ کی صاحبزادی جب حضرت عمرؓ کے پاس گئیں تو کہا کہ میرے باپ بدر میں شریک تھے اور احد میں شہید ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر جو مانگنا ہو مانگو، انھوں نے کچھ مانگا اور کامیاب واپس آئیں[3]،

یہ حلیہ کی روایت ہے، لیکن مسند اور تمام کتب رجال میں اس کے خلاف روایتیں ہیں، اس لئے یہ کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے، اس کے ماسوا یہ خیال حاکم کا ہے، اور انھوں نے مستدرک میں خود اس کے خلاف رائے ظاہر کی ہے،

اولاد | ایک صاحبزادی تھیں جن کا ابھی اوپر ذکر ہوا، ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے،

---

[1] استیعاب ص ۳۶۸ جلد ۲ [2] مسند ص ۴۲ جلد ۴ [3] اصابہ ص ۶۲ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

فضل وکمال امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان سے صرف ایک حدیث اذان کے متعلق مروی ہے، امام ترمذی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو ۷، ۸ حدیثیں ملی تھیں جنکو انھوں نے علیحدہ ایک جزء میں جمع کر دیا ہے[1]۔

ان کے راویان حدیث کے زمرہ میں حسب ذیل نام ہیں، محمد، عبد اللہ بن محمد، سعید بن مسیب، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ،

اخلاق عسرت و تنگی میں خدا کی راہ میں ایثار نفس، اخلاق کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ کے پاس بہت قلیل جائداد تھی، جس سے وہ اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے، لیکن انھوں نے کل کی کل صدقہ کر دی، ان کے باپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا نے تمھارا صدقہ قبول کیا، لیکن اب اپنے باپ کی میراث کے نام سے تم کو واپس دیتا ہے، تم اس کو قبول کر لو[2]۔

---

[1] تہذیب ص ۴۴۴ جلد ۵، [2] اصابہ ص ۴۴۳ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم

نام ونسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ماں کا نام ام عمارہ تھا،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہد بیعت رضوان میں موجود تھے[1] جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی رحیب ابن زید کو قتل کرا دیا تھا، حضرت عبداللہؓ وقت کے منتظر تھے، جنگ یمامہ میں خوش قسمتی سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کو تیر مارا، پھر حضرت عبداللہؓ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، اور قتل کر دیا،

وفات ۷۳ھ میں خود قتل ہوئے، یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا، اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ انصاری سے بیعت کی، یزید نے ایک لشکر بھیجا، حضرت ابن حنظلہؓ نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت کی شرط کیا ہے؟ جواب ملا موت! بولے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کر سکتا،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۱۱ ج۲ ۔ ۱۵۲ اسد الغابہ ص۱۶۰ ج۳ ۔ ۵ بخاری ص۵۹۹ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا، اپنے بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہونچے اور وہیں شہادت حاصل کی، یہ ماہ ذی الحجہ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے،

اس وقت بقول واقدی وہ ۷۰ برس کے تھے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوۂ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے[1] اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے، بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے، غزوہ کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کی عمر شرط ہے، اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے، اور اس لئے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال ٹھہرتی ہے،

اولاد دو لڑکے تھے، خلاد اور علی، حرہ میں قتل ہوئے،

فضل و کمال چند حدیثیں روایت کیں، راویوں کے نام یہ ہیں، عباد بن تمیم (بھتیجے تھے) سعید بن مسیب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حیان، عبادہ بن صیب، ابو سفیان مولیٰ ابن ابی احمد،

اخلاق حب رسول کا منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ پانی لائے اور آپ نے وضو کیا[2]، آپ نے جس طرح وضو کیا تھا، اُنھوں نے یاد کر لیا، چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت پوچھی تو خود اسی طرح وضو کر کے بتلایا[3]،

---

[1] مسند ص۴۱۱ جلد ۴ [2] ایضاً ص۴۱۲ جلد ۴ [3] ایضاً ص۴۱۳ جلد ۴

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی

نام ونسب عبداللہ نام، ابوموسیٰ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ ابن یزید بن زید بن حصن بن عمرو بن حارث بن خطمہ بن جشم بن مالک بن اوس والد جن کا نام یزید تھا صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے، احد اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے، اور فتح مکہ کے قبل وفات پائی،

اسلام عبداللہ اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے،

غزوات بیعتِ رضوان میں شرکت کی، اس وقت، ابرس کا سن تھا، بعد میں جو غزوات ہوئے ان میں بالالتزام حصہ لیا،

جس ابی عبید کے واقعہ میں جو شعبان ۱۳ھ میں تھا، شکست کی خبر مدینہ لے کر یہی گئے تھے[1]

جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جو معرکے ہوئے، سب میں ان کے ساتھ شریک رہے،

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں کچھ دنوں مکہ معظمہ کے امیر تھے، لیکن چونکہ مکہ خود حضرت عبداللہ کا مستقرِ خلافت تھا، اس لئے نائب کی ضرورت نہ تھی، اس بنا پر وہ اس عہدہ سے سبکدوش کر دیئے گئے اور وہیں ٹھہر گئے[2]

---

[1] اصابہ ص۱۳۳ جلد ۴ [2] ایضاً،

Marfat.com
Marfat.com

یزید کی وفات کے ۳ ماہ بعد ۶۵ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا، اس زمانہ میں شعبی ان کے کاتب (میر منشی) تھے۔

اس کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی اور مکان بنوایا،

وفات اسی عہد میں وفات پائی،

اولاد ایک لڑکا مسمی بہ موسیٰ اور ایک لڑکی (عدی بن ثابت کی ماں) یادگار چھوڑی،

فضل وکمال فضلاے صحابہ میں[1] تھے اور امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں فقہ و فتاویٰ میں مرجع عام بن گئے تھے[2]،

بایں ہمہ فضل وکمال ان کے سلسلہ سے صرف ۷، ۸ روایتیں ہیں، جن میں بعض خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور بعض حضرت ابوایوب انصاریؓ، ابن مسعودؓ قیسؓ بن سعد، ابن عبادہؓ، حذیفہؓ بن الیمان، زیدؓ بن ثابت، براءؓ بن عازب اور حضرت عمرؓ کی کتاب سے روایت کی تھیں،

راویان حدیث کے سلسلہ میں حسب ذیل حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے، (بیٹے تھے) عدی بن ثابت (نواسے تھے) محارب بن دثار، شعبی، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابن سیرین، ابوبردہ بن ابی موسیٰ، ابوجعفر فراء،

اخلاق مصنف اصابہ لکھتے ہیں۔

کان من اکثر الناس صلاۃ و	نماز ادا کرنے میں اپنے اقران سے بڑھے ہوئے تھے
کان لا یصوم الا یوم	البتہ روزہ ماہ رمضان کے علاوہ صرف
عاشورا[3]	عاشورا کے دن رکھتے تھے،

[1] اسد الغابہ ص۲۶۰ ج۳ [2] یعقوبی ص۲۸۰ ج۲ [3] اصابہ ص۲۰۲ ج۱، حرف عین

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن شبل

نام ونسب عبدالرحمٰن نام، قبیلۂ اوس سے ہیں، عبدالرحمٰن بن شبل بن عمرو بن زید بن نجدہ ابن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف بن عبد عوف بن مالک بن اوس،

جاہلیت میں مالک بن لوذان کی اولاد بنو صمار کہلاتی تھی، صمار قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کا نام تھا، جو مالک کی بیوی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ سمجھ کر بنو سمیعہ نام رکھا،

عام حالات انصار کے نقیبوں[1] میں انکا بھی شمار تھا، (غالباً بیعت عقبہ کے نقیب ہوں) عہد نبوت کے بعد شام کی سکونت اختیار کی اور حمص میں قیام کیا،

وفات امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے،

اولاد حسب روایت ابن سعد، ۳ بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی، ان کے نام یہ ہیں، عزیز، مسعود، موسیٰ، جمیلہ،

فضل وکمال علمائے صحابہ میں[2] تھے، امیر معاویہؓ نے ان کے پاس خط لکھا کہ آپ نے جو حدیثیں سنی ہوں، لوگوں کو اُن سے آگاہ کر دیجئے، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جمع کر کے چند حدیثیں بیان کیں[3]، بعض روایتوں میں ہے،

بعث معاویۃ الی عبدالرحمٰن بن شبل — امیر معاویہؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ فقہاء

[1] اصابہ ص ۱۶۳ ج ۴ [2] خلاصہ تہذیب [3] مسند ص ۴۴۴ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

انك من فقهاء اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد مائھم فقمرني الناس وعظھم،

اور قدماء صحابہ میں سے ہیں، اسلئے لازم ہے کہ وعظ کہا کریں،

امیر معاویہؓ سے ملے تو انھوں نے کہا کہ جب آپ میرے ہاں آئیں تو کوئی حدیث روایت کریں، استقصاء سے ۱۴ حدیثیں دستیاب ہوئیں لیکن مشہور صرف تین ہیں، یہ حدیثیں ادب المفرد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں،

راویان حدیث کے نام یہ ہیں، تمیم بن محمود، ابوراشد حرانی، یزید بن خمیر، ابوسلام اسود،

لہ مسند ص۴۴۲ جلد ۳

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عثمانؓ بن حنیف

نام ونسب عثمان نام، ابوعمرو کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عثمان بن حنیف بن واہب بن العکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن خنش بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام اپنے برادر اکبر حضرت سہل بن حنیفؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے،

غزوات احد اور ما بعد کے غزوات میں شرکت کی، امام ترمذی کے نزدیک بدر میں بھی شریک تھے، لیکن یہ رائے جمہور محدثین کے خلاف ہے،

دیگر حالات عراق اور کوفہ فتح ہو گئے تو ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی، ان کا یہ عام اصول تھا کہ ہر ملک کا انتظام وہاں کے قدیم رسم ورواج کے موافق کسی قدر اصلاح کے ساتھ بحال رکھتے، لیکن عراق میں اس وقت جو مالگذاری کا طریقہ رائج تھا، اس میں قدیم دستور کے خلاف مختلف تبدیلیاں ہو چکی تھیں، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے مزید تحقیقات کے لئے عراق کی پیمایش کا فیصلہ کیا،

چونکہ اس کام کے لئے دیانت وامانت کے علاوہ پیمایش اور حساب کا جاننا نہایت ضروری تھا، اور اس زمانہ میں عرب عموماً ان چیزوں سے ناآشنا تھے، اسلئے حضرت عمرؓ کو انتخاب میں سخت دقت پیش آئی، مجلس شوریٰ قائم کر کے اس کے سامنے انتخاب کا مسئلہ پیش کیا، تمام صحابہ نے عثمانؓ بن حنیف کے لئے بالاتفاق رائے دی، اور کہا کہ وہ اس سے

Marfat.com
Marfat.com

بھی زیادہ اہم کام انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں[1]، حضرت عمرؓ نے صحابہ کے اجماع سے
سے عثمان بن حنیف کو بندوبست کی تولیت کے لئے نامزد فرمایا،

چلتے وقت پیمانہ بنا کر دیا[2]، حضرت عثمانؓ نے اسی کے بموجب پیمائش کی، اس میں جو احتیاط ان کی جانب سے وقوع میں آئی، اس کو قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں اس طرح بیان کرتے ہیں[3]:

کان عثمان عالما بالخراج فنسجها مساحة الديباج

عثمانؓ کو خراج میں پوری واقفیت تھی اس بنا پر زمین کو اس اہتمام کیساتھ پیمائش کیا جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے،

یہ کام کئی مہینے تک جاری رہا، پہاڑ، صحرا اور دریا کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ۶۰ لاکھ جریب ٹھہری[4]، پہاڑ وغیرہ کی پیمائش کو خود حضرت عمرؓ نے منع کر دیا تھا[5]،

بندوبست ختم ہوا تو کوفہ کے صاحب الخراج (کلکٹر) مقرر ہوئے حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھتے ہیں[6]:

ولاه عمر مساحة الارضين وجبايتها وضرب الخراج والجزية على اهلها

حضرت عمرؓ نے ان کو زمین کی پیمائش، گذاری کی وصولی اور خراج کی و جزیہ کی تشخیص پر مامور کیا تھا،

اس عہدہ پر مامور ہونے کے بعد انھوں نے مالگذاری کی تشخیص کی اور حسب ذیل شرح پر لگان مقرر کی[7]:

---

[1] استیعاب ص۹۵۰ جلد ۲ [2] یعقوبی ص۱۷۱ جلد ۲ [3] کتاب مذکور ص۲۲ و ۲۳ [4] ایضاً ص۲۲
[5] یعقوبی ص۱۷۲ جلد ۲ [6] استیعاب ص۹۵۰ جلد ۲، [7] کتاب الخراج ص۲۰،

Marfat.com
Marfat.com

انگور	فی جریب یعنی پون بیگہ پختہ	۱۰ درہم سال
نخلستان	〃	۸ 〃 〃
نیشکر	〃	۶ 〃 〃
گیہوں	〃	۴ 〃 〃
جو	〃	۲ 〃 〃

جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی،

امرا سے	۴۸ درہم سال
متوسطین سے	۲۴ 〃 〃
غربا سے	۱۲ 〃 〃

عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے[1]

جزیہ کے وصول کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ذمیوں کے روسا جن کو دہقان کہتے تھے، ان کو لیکر عدالت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ اُن سے روپیہ لیتے اور مہر لگاتے، چنانچہ ۵ لاکھ ذمیوں کے مہریں لگائیں، اس کے بعد ان کو سرداروں کے سپرد کیا، اور انگوٹھیاں توڑ ڈالی گئیں[2]،

بندوبست جس اہتمام اور خوبی سے ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی سال خراج کی مقدار ۸ کرور سے ۱۰ کرور بیس ہزار درہم تک پہونچ گئی[3]، اس کے بعد برابر اضافہ ہوتا چلا گیا،

خاص کوفہ جو خود ان کا دارالامارۃ تھا، اسکی آمدنی میں حیرت انگیز ترقی ہوئی چنانچہ

[1] کتاب الخراج ص ۲۲ و ۲۳ و یعقوبی ص ۱۷۱ جلد ۲ [2] ایضاً ص [3] یعقوبی ص ۱۷۱ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمرؓ کی وفات کے ایک سال قبل سر، کا خراج ایک کرور تک پہونچ گیا تھا (ایضاً ج ۲ ۴۶۲)
تشخیص میں جس قدر نرمی اور آسانی کی گئی تھی، اس کا اندازہ ان سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے ۳-۴ سال قبل، عثمانؓ نے وہ صدیفہ مدینہ آئے تو انھوں نے فرمایا "شاید تم نے زمین پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے"، اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے جو جواب دیا یہ تھا،

لقد ترکت النصف ولو شئت	میں نے آدھا چھوڑ دیا ہے، آپ چاہیں
لاخذته،	تو وہ بھی مل سکتا ہے،

بایں ہمہ جب خراج روانہ ہوتا تو کوفہ اور بصرہ سے ۱۰،۱۰ آدمی مدینہ جاتے اور حضرت عمرؓ کے سامنے شرقی قسم کھا کر کہتے کہ اس میں کسی مسلمان یا ذمی سے ایک حبہ بھی جبراً وصول نہیں کیا گیا ہے،

حضرت عثمانؓ نے جس فاہلیت سے خراج اور جزیہ کی تشخیص کی تھی، اس کا مقتضا یہ تھا کہ سلطنت کے دوسرے صوبوں میں بھی اسکو نافذ کیا جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حاکم بصرہ کو حکم بھیجا کہ تم بصرہ میں کوفہ کے مطابق خراج مقرر کرو،

کوفہ کی آمدنی وہاں کے خزانہ میں جمع رہتی تھی، دار الخلافہ کو ۲ کرور سے ۳ کرور تک

[illegible]

ملک کی کل آمدنی میں سے حضرت عثمانؓ کو جو کچھ ملتا تھا وہ قابل ذکر ہے ابن واضح کاتب بجالی کہتے ہیں

واجری علی عثمان بن حنیف	عثمان کو ۵ درہم یومیہ اور ایک بکری آٹا
خمسة دراهم فی کل یوم وجدیا من [illegible]	ملتا تھا،

لہ کتاب الخراج ص ۲۱ ۲ ایضاً ص ۲۵ ۳ یعقوبی ص ۱۴۰، ۱۰۵ ج ۲ ۴ ایضاً ص ۱۷۵ ۵ ایضاً ص ۱۷۳ ۔

Marfat.com
Marfat.com

قاضی ابو یوسف صاحب نے گوشت کے متعلق بھی تصریح کی ہے یعنی ایک بکری کے تین حصے ہوتے تھے، ایک حصہ والی کو، ایک قاضی کو، اور ایک عثمان کو ملتا تھا، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ "میں اور تم اس مال سے اس قدر لے سکتے ہیں جتنا ایک یتیم کا کفیل یتیم کی جائداد سے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو غنی ہو اجتناب کرے اور جو محتاج ہو وہ مناسب رقم لے، کیونکہ جو زمین ایک بکری روزانہ دیگی، خدا کی قسم بہت جلد تباہ ہو جائے گی"[1]

خلافت فاروقی کے بعد خلافت عثمانی میں مدینہ آئے[2] اور حضرت علیؓ کے عہد مبارک میں بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے، ابھی چند ماہ گذرے تھے، کہ حجاز سے ایک طوفان اٹھا جس نے بصرہ کے قصر امن و امان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں خروج کے لئے اسی مقام کو تاکا تھا، یہاں پہلے سے ان بزرگوں کا اثر قائم تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ بن حنیف کو رفع شور و شر اور قیام امن میں طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں، یہ سیلاب بصرہ پہنچا تو امن و سکون کی دیواریں ہل گئیں، لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خبر کی، انھوں نے دو آدمیوں کو اس لشکر کے سرگروہوں کے پاس روانہ کیا لیکن جواب نہایت مایوس کن ملا، حضرت عثمانؓ نے سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون حالات تحت الاسود و سیاسۃ الکعبۃ:۔ افسوس اسلامیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی لوگوں سے مشورہ کرکے مدافعت کے لئے تیار ہوئے، حجازی گروہ شہر کے قریب پہنچا تو حکومت کی فوج مزاحم ہوئی، جس میں لڑائی تک نوبت پہنچی، اس موقع پر حضرت عائشہؓ کی پراثر آواز نے افواج حکومت پر سحر و افسوں کا کام کیا اور دو فرقے پیدا ہو گئے، جن میں سے ایک ٹوٹ کر

[1] کتاب الخراج ص ۲۰ [2] ۵۲ مندرجہ ۱۳۸ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

جاز یوں سے جاملا نتیجہ یہ ہوا کہ افواجِ حکومت نے شکست کھائی اور ایک صلحنامہ مرتب کیا گیا جو بجنسہٖ درج ذیل ہے،

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اصطلح علیہ طلحۃ والزبیر ومن معھما من المؤمنین والمسلمین وعثمان بن حنیف ومن معہ من المومنین والمسلمین ان عثمان یقیم حیث ادرکہ الصلح علی ما فی یدیہ الاوان طلحۃ والزبیر یقیمان حیث ادرکھما الصلح علی ما فی ایدیھما حتی یرجع الیھما الفریقین کعب بن سور من المدینۃ ولا یضار واحد من الفریقین الاخر فی مسجد ولا سوق ولا طریق ولا فی فضۃ بینھم عنیۃ مفتوحۃ حتی یرجع کعب بالخبر فان رجع بان القوم اکرھوا طلحۃ والزبیر فالامر امرھما وان شاء عثمان خرج حتی یلحق بطیبۃ وان شاء دخل معھما وان رجع بانھما لم یکرھا فالامر امر عثمان فان شاء طلحۃ والزبیر اقاما علی طاعۃ علی وان شاء اخرجا حتی یلحق بطیبھما والمرمنون اعوان الفالح منھما "

صلحنامہ کے بموجب کعب بن سور ازدی مدینہ گئے اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں مجمع عام سے سوال کیا کہ کیا طلحہؓ و زبیرؓ نے جبراً بیعت کی؟ تمام مجمع خاموش تھا لیکن اسامہ ابن زیدؓ بول اٹھے کہ خدا کی قسم انھوں نے جبراً بیعت کی، اس پر مجمع کے کچھ لوگ اسامہ کے رتبہ کا بھی پاس نہ کرکے ان کی طرف بڑھے، حضرت ایوبؓ، محمد بن مسلمہؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے حضرت اسامہؓ کو خطرہ میں دیکھکر یک زبان کہا ہاں انھوں نے جبراً بیعت کی اسامہ کو چھوڑ دو اس آواز پر مجمع منتشر ہوگیا، اور حضرت اسامہؓ کی جان بچ گئی، کعب کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا تھا، مدینہ سے روانہ ہوئے، حضرت علیؓ نے

Marfat.com
Marfat.com

عثمان بن حنیف کو ایک خط لکھا کہ طلحہ اور زبیر کو اگر مجبور بھی کیا گیا، تو عام مسلمانوں کے اتفاق اور اجماع پر، نہ کہ تفریق و اختلاف پر، اس لئے وہ بیعت توڑتے ہیں تو مجھے کیا جواب دیں گے، اور اگر اس کے سوا کوئی اور ارادہ ہے تو ان کو اور ہم کو اس پر غور کرنا چاہئے، یہ خط اگرچہ سرتاپا حق و صداقت تھا تاہم مخالف کے مفید مطلب تھا، کعب نے بصرہ پہونچ کر سارا حال بیان کیا تو صلحنامہ کالعدم ہوگیا، اور حضرت طلحہ و زبیرؓ کی طرف سے شہر خالی کرنے کا مطالبہ پیش ہوا، حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ اب بحث دوسری پیدا ہوگئی، چونکہ اشتعال جوش کا فیصلہ دلیل و بحث کے بجائے تیغ و خنجر کی زبان کرتی ہے، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے رات کے وقت اپنی جماعت کے آدمیوں کو جامع مسجد بھیجا، عشاء کا وقت تھا، اندھیری رات اور سردی کا موسم، حضرت عثمانؓ کے برآمد ہونے میں دیر ہوگئی، ان لوگوں نے اپنی جماعت کے ایک شخص عتاب بن اسید کو امام بنا کر آگے بڑھا دیا، چونکہ امامت اس زمانہ میں لازمۂ حکومت تھی، اور بڑی اہمیت رکھتی تھی، اس لئے رزط اور سیابچہ نے جو شہر کے انتظام کے لئے مقرر تھے، عتاب کو امامت سے روکا جس میں تلوار تک نوبت پہنچی، ان لوگوں نے سپاہیوں کو ایک طرف مصروف کر کے قصر امارت کا رخ کیا، چونکہ نماز عشا بہت دیر میں پڑھی جاتی تھی، اس لئے پہرہ دار جو تعداد میں ۴۰ تھے سو گئے، یہ لوگ موقع پا کر اندر گھسے، اور حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے سامنے لائے، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، حکم ہوا اس کو قتل کر دو، لیکن اس سے انصار کے برہم ہونے کا خوف تھا، اس لئے قتل کے بجائے قید کرنے کی تجویز ٹھہری، چنانچہ اسی مقام پر پیروں سے روندے گئے، ۴۰ کوڑے پڑے، اور داڑھی، سر، ابرو اور پلکوں کے بال انتہائی بیرحمی سے نوچ لئے گئے، اللہ اکبر! یہ کیسا عجیب نظارہ تھا، حاکم عراق، خلافت عظمیٰ کا دست و بازو، عہد فاروقی

Marfat.com
Marfat.com

کا ایک مدبر اور معزز افسر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسند نبوت کا ایک حاشیہ نشین کس بے رحمی سے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے، جو شخص کل تک جاہ و جلال، خیل و سپاہ اور تیغ و سناں کا مالک تھا، آج اس کی بے کسی کا یہ عالم ہے، کہ اس کے لئے خود اپنا سر بھی وبال جان ہو گیا ہے،

لیکن یہ ابتلا رہا یہ ہمیشہ اور یہ تحمل بیکار نہیں جا سکتا تھا، حکیم بن جبلہ کو خبر ہوئی تو صبح کے وقت عبدالقیس اور بکر بن وائل کے قبائل کو لے کر ابن زبیرؓ کے پاس پہنچا اور چند شرطیں پیش کیں جن میں ایک عثمانؓ کی قید سے سبکدوشی بھی تھی، ابن زبیرؓ نے صاف انکار کیا اور ابن جبلہ کے ساتھیوں اور ابن زبیرؓ کی جماعت میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا، جس میں ابن جبلہ مع کثیر فقار کے کام آیا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجکر حضرت عثمانؓ کا بند قید کاٹ دیا اور وہ ربذہ روانہ ہو گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ سے کوچ کر کے یہیں مقیم تھے، عثمان سامنے آئے تو لوگوں سے فرمایا دیکھو میں نے ان کو بوڑھا بھیجا تھا، اب جوان واپس آئے ہیں" عثمان نے کہا، امیر المومنین! آپ نے مجھے داڑھی مونچھوں کے ساتھ بھیجا تھا لیکن آج آپ کے سامنے ایک بے ریش و بروت امرد کی صورت میں ہوں، فرمایا! صبت اجیرًا وخیرًا تم کو اس کا اجر ملے گا[1]،

اس کے بعد غزوہ جمل پیش آیا اور بصرہ فتح ہو کر عبداللہ بن عباس والی مقرر ہوئے، حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں جس کو دار الخلافت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، اقامت اختیار کی،

وفات | امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا،

اولاد | عبدالرحمان نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا،

فضل و کمال | حضرت عثمانؓ عرب میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے، حساب دانی اور

[1] ان تمام واقعات کے لئے دیکھو طبری کبیر ص ۳۱۱، ۳۱۳ و ۳۲۳ و ۳۲۴ جلد ۶ و اسد الغابہ ص ۳۷ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

مساحت کا کام جس خوبی سے انھوں نے انجام دیا، اس کو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، حسابؔ کتاب کے علاوہ حدیث و فقہ کی واقفیت اور مسائل پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا، افسوس ہے کہ ان کی عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ ہمارے پیش نظر نہیں، ورنہ اس سے قوت فیصلہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا،

چند احادیث بھی روایت کیں، ابو امامہ بن سہل بن حنیف (برادرزادہ) ہانی بن معاویہ صدفی، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، نوفل بن مساحق ان کے سلسلۂ روایت میں داخل ہیں،

اخلاق دیانت، حق پرستی، صبر و شکر، جرأت اظہار حق ان کے صحیفۂ اخلاق کے نمایاں ابواب ہیں، جس کا مفصل تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، یہاں اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمارہؓ بن حزم

نام ونسب | عمارہ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام خالدہ تھا اور انس بن سنان بن وہب ابن لوذان کی بیٹی تھیں،

اسلام | لیلۃ العقبہ میں ۷۰ انصار کے ساتھ بیعت کی،

غزوات اور دیگر حالات | محرز بن نضلہ سے اخوت ہوئی،

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں بنو مالک بن نجار کا علم انہی کے پاس تھا،

وفات | مرتدین کے جہاد میں حضرت خالدؓ کے ہمراہ تھے، مسیلمہ کذاب کی جنگ میں جسے یوم یمامہ کہتے ہیں شہادت حاصل کی،

اولاد | مالک نام ایک لڑکا چھوڑا، جس پر نسل منقطع ہوگئی،

فضل وکمال | زیاد بن نعیم نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جھاڑ پونچھ کا منتر جانتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا مجھکو تو سناؤ، چونکہ شرک کے الفاظ سے خالی تھا اس لئے آپ نے اجازت دی، چنانچہ ان کے خاندان میں عرصہ تک وہ منتر منتقل ہوتا رہا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمروؓ بن جموح

نام ونسب عمرو نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے عمرو ابن جموح بن زید بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ،

بنوسلمہ کے رئیس تھے، اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی یعنی بت خانے کے متولی تھے،

لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھا تھا جس کا نام مناف تھا، وہ اس کی بیحد تعظیم کرتے تھے، اسی زمانہ میں سرزمین مکہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو مدینہ کے کچھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لئے مکہ پہنچے اور عقبۂ ثانیہ میں مسلمان ہو کر واپس آئے، اس جماعت میں عمرو کے لڑکے معاذ بھی شامل تھے،

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر یثرب کا ہر ہر گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا، بنوسلمہ کے چند نوجوان نے جو مسلمان ہو چکے تھے، باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صورت سے عمرو کو بھی مسلمان بنایا جائے، اون کے بیٹے نے اس میں خاص کوشش کی، چنانچہ کچھ دنوں تک ان کا یہ مشغلہ رہا کہ شب کو معاذ بن جبل وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پاکر بت کو اٹھا لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے تھے، صبح کو اٹھکر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لیجاتے، نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھدیتے، آخر عاجز آکر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی، اور کہا کہ مجھے

Marfat.com
Marfat.com

تو پتہ نہیں، ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لینا، اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو، یہ تلوار موجود ہے، ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی، رات کو آکر بت کو اٹھایا، گردن سے تلوار علیحدہ کی، اور اس میں ایک ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنوے پر لٹکا دیا، عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے، راہ راست پر آگئے چشم ہدایت روشن ہوگئی، اور اسی وقت مذہب اسلام قبول کر لیا،

قدیم جہالت، بت کا قصہ اور دفعۃً اسلام کی توفیق ان واقعات کو انھوں نے خود نظم کر دیا ہے، فرماتے ہیں ؎

تاللہ لو کنت الٰھا لم تکن	انت وکلب سط ببئر فی قرن
ان لمصرعک الیوم بئست	الآن فلتشفق عن سوءۃ الغبن
فالحمد للہ العلی ذی المنن	الواھب الرزق ودیان الدین
ھو الذی انقذنی من قبل ان	اکون فی ظلمۃ قبر مرتھن

یہ اشعار بھی اسی تقریب سے ہیں،

اتوب الی اللہ سبحانہ	واستغفر اللہ من کل سوء
واثنی علیہ بالا ئہ	باعلان قلبی واسراری

غزوات غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ شریک نہ تھے، چونکہ پیر میں چوٹ آگئی تھی، اور لنگڑا کر چلتے تھے، اس لئے جب غزوہ کے لئے جانا چاہا تو لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منع کیا کہ ایسی صورت میں جہاد فرض نہیں،

غزوۂ احد میں بھی یہی واقعہ پیش آیا، بولے کہ تم لوگوں نے مجھ کو بدر جانے سے روکا اب پھر روک رہے ہو، لیکن میں ضرور جاؤنگا، بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر

Marfat.com
Marfat.com

کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر سمجھایا، کہ تم معذور ہو، اس لئے سرے سے مکلف ہی نہیں لیکن وہاں شہادت کا سودا سوار تھا، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لڑکے مجھ کو آپ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر سے جنت میں گھسیٹتا ہوا پہنچونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر زیادہ زور دینا پسند نہیں کیا اور لڑکوں کو سمجھایا کہ اب اصرار نہ کرو، شاید ان کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہو،

شہادت حضرت عمروؓ نے ہتھیار لیکر میدان جنگ کا رخ کیا اور کہا الٰہی مجھے شہادت نصیب کر! اور اب زندہ گھر واپس نہ لا، دعا نہایت خلوص سے کی تھی مقبول ہوئی، لڑائی کی شدت کے وقت جب مسلمان منتشر ہونے لگے، حضرت عمروؓ نے اپنے بیٹے خلاد کو لے کر مشرکین پر حملہ کیا اور اس قدر پامردی سے لڑے کہ دونوں باپ بیٹوں نے شہادت پائی، اور حضرت عمروؓ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنت میں لنگڑاتے ہوئے پہنچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے گذرے تو دیکھا کہ شہید پڑے ہوئے ہیں، فرمایا خدا اپنے بعض بندوں کی قسم پوری کرتا ہے، - - - عمروؓ بھی انہی میں ہیں، اور میں ان کو جنت میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں،

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس کے بدلے ان کو وہاں صحیح وسالم پہنچا دیا گیا ہے،

حضرت عمروؓ کی بیوی کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک اونٹ لے کر آئیں، اور اپنے شوہر اور بھائی عبداللہ بن عمرو (حضرت جابرؓ کے والد ماجد) کو اس پر لاد کر گھر لے گئیں، لیکن بعد میں احد کا دامن گنج شہیداں قرار پایا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش منگوا کر یہیں تمام شہدا کے ساتھ دفن کی، چنانچہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمرو بن جموحؓ ایک قبر میں دفن کئے گئے،

Marfat.com
Marfat.com

اولاد | چار لڑکے تھے، اور چار دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک تھے، دو کے نام معلوم ہیں اور وہ یہ ہیں، معاذ (عقبہ ثانیہ میں شریک تھے خلافت احد میں شہید ہوئے)

بیوی کا نام ہند بنت عمرو تھا، بنو سلمہ کے سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابرؓ صحابی مشہور کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حلیہ | گورا رنگ، گھونگھر والے بال، پیر میں لنگ تھا،

اخلاق | جود و سخا عرب کی ایک قدیم میراث ہے، حضرت عمروؓ میں جس درجہ تک یہ صفت موجود تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وجہ سے انکو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا،

چنانچہ خاندان سلمہ کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انھوں نے کہا جد بن قیس ایک بخیل شخص ہمارا سردار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخل سے بدتر کوئی چیز نہیں اس لئے تمہارا سردار عمرو بن جموح کو بناتا ہوں، اس واقعہ کو انصار کا شاعر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے،

وقال رسول اللہ والحق قولہ — لمن قال منا من تسمون سیدا

فقالوا لہ جد بن قیس علی البخل — بنخلہ فیھا وان کان اسودا

فتی ما تخطی خطوۃ لدناءۃ — ولا مد فی یوم الی سوأۃ یدا

فسود عمرو بن الجموح لجودہ — وحق لعمرو بالندی ان یسودا

اذا جاءہ السئول اذہب مالہ — وقال خذوہ انہ ھائد غدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نکاح کرتے تو عمروؓ ولیمہ کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھذہ السجیۃ الرضاۃ[1]

[1] اصابہ ص۲۹۱ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمروؓ بن حزم

نام و نسب عمرو نام، ابوالضحاک کنیت، خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار، حضرت عمارہ بنؓ حزم جو بیعت عقبہ میں شریک تھے، ان کے برادر علاتی ہیں، ان کی ماں خاندان ساعدہ سے تھیں،

اسلام ابتدائے اسلام اور ہجرت کے زمانہ تک کم سن تھے، اس بنا پر زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہیں ہوسکتی، غالباً اپنے گھر والوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ہوں گے،

غزوات کم عمری کی وجہ سے بدر اور احد میں شرکت کے قابل نہ تھے، جب غزوۂ خندق واقع ہوا تو پانزدہ سالہ تھے، اس لئے غزوہ میں شریک ہوئے اس کے بعد اور بھی غزوات میں شرکت کی،

۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بنؓ ولید کو نجران بھیجا تھا، وہاں کے لوگ مسلمان ہوئے تو حضرت عمروؓ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا: ور ایک یادداشت لکھوا کر حوالہ کی جس میں فرائض سنن، صدقات، دیات اور بہت سے احکام درج تھے، چنانچہ کاروبار حکومت کے ساتھ ساتھ محکمۂ مذہبی بھی انہی کی زیر نگرانی تھا، یعنی تعلیم اور تبلیغ کا مذہبی فرض بھی انجام دیتے تھے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں،

استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

Marfat.com
Marfat.com

علی نجران یفقههم فی الدین ویعلمہم القرآن و یاخذ

فقہ، قرآن کی تعلیم اور صدقات کی تحصیل پر مامور فرمایا تھا،

اس وقت ان کا سن عام روایت کے لحاظ سے ۱۷ سال کا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، کیونکہ غزوۂ خندق ۵ھ میں واقع ہوا اور اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے اس بنا پر ۱۰ھ میں ان کا سن کسی حال میں ۲۰ سال سے کم نہیں ہوسکتا، مدینہ سے روانگی کے وقت بیوی کو جن کا نام عمرہ تھا ہمراہ لے گئے تھے، چنانچہ نجران پہنچکر اسی سال ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے محمدؐ اور ابوسلیمان کنیت رکھی، لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ محمد نام اور ابوعبدالملک کنیت رکھو[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غالباً مدینہ ہی میں مقیم رہے،

وفات اور یہیں ۵۱ھ میں وفات پائی، مورخین نے سنہ وفات میں سخت اختلاف کیا ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ سنہ پچاس کے بعد انتقال کیا،

اہل وعیال دو بیویاں تھیں، پہلی کا نام عمرہ تھا اور عبداللہ بن حارث غسانی کی بیٹی تھیں جو قبیلۂ ساعدہ کے حلیف[2] تھے، دوسری کا نام سودہ بنت حارثہ تھا[3]، اور یہ اون کے اخیر وقت تک زندہ تھیں،

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، محمد البتہ مشہور ہیں، جو عہد نبوت میں پیدا ہوئے، حضرت عمرؓ وغیرہ سے حدیث سنی ۶۳ھ یوم حرہ میں لشکر شام سے مقابلہ ہوا، اور اسی میں اسی میں شہادت حاصل کی، اس موقع پر قبیلۂ خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا، قاضی ابوبکر فقیہہ جو روایت و اجتہاد دونوں کے مالک تھے انہی کے بیٹے ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۵ جلد ۵ [2] ایضاً [3] تہذیب التہذیب ص۲ جلد ۸،

Marfat.com
Marfat.com

فضل وکمال | علمی قابلیت، اصابت رائے، قوت فیصلہ، احکام شریعت پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا، ۲۰ سال کی عمر میں حکومت کے ایک عہدہ جلیلہ کی انجام دہی اور پھر قرآن و فقہ کی تعلیم انکی غیر معمولی قابلیت کا بین ثبوت ہے،

احادیث نبوی بھی ان سے روایت کی گئی ہیں جن میں وہ کتاب بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھوا کر دی تھی، اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، دارمی اور دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے،

راویان حدیث کے زمرہ میں ان کی بیوی اور بیٹے کے علاوہ پوتے ابوبکر اور نضر بن عبداللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی بھی داخل ہیں،

اخلاق | حضرت عمروؓ کے معدن اخلاق میں حق گوئی سب سے نمایاں جوہر ہے،

حضرت عمار بن یاسرؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کو باغی گروہ قتل کریگا، اس بنا پر جب جنگ صفین میں وہ جناب امیر علیہ السلام کی طرف سے شہید ہوئے تو انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ حدیث یاد دلائی،

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بادشاہ سے رعیت کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا،

امیر معاویہ نے جب یزید کی خلافت کے لئے تمام ملک سے بیعت لی تو انھوں نے امیر معاویہؓ سے نہایت سخت گفتگو کی،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمیرؓ بن سعد

نام ونسب | عمیر نام، نسبج وحدہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن سعد بن عبید بن نعما
ابن قیس بن عمرو بن عوف،

باپ نے جن کا نام سعد بن عبید تھا، حضرت عمیرؓ کی صغر سنی میں انتقال کیا، ماں نے جلاس بن سوید سے نکاح کر لیا، عمیر بھی اپنی ماں کے ساتھ جلاس کی زیر تربیت رہے، جلاس نے نہایت ناز ونعمت کے ساتھ حقیقی اولاد کی طرح پرورش کی،

سعد بن عبید کے نام سے مورخین نے دھوکا کھایا، حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ جو انصار کے اُن چار قاریوں میں جن کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، ان کا نام نامی بھی سعد ابن عبید تھا، اس بنا پر لوگوں نے حضرت عمیرؓ کو ان کا فرزند تصور کر لیا، لیکن یہ سخت غلطی ہے، زمانہ اور سنین وفات کے فرق کے علاوہ صاف بات یہ ہے کہ عمیرؓ کے والد قبیلہ اوس سے تھے، اور حضرت ابو زیدؓ جیسا کہ حضرت انسؓ نے تصریح کی ہے، ان کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس لئے حضرت ابو زیدؓ قبیلہ اوس سے کیونکر ہو سکتے ہیں،

اسلام | جلاس مسلمان ہو گئے تھے، یہ بھی غالباً اسی زمانہ میں اسلام لائے،

غزوات | اگرچہ کم سن تھے، تاہم جلاس کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے، غزوۂ تبوک کی ہمراہی کا واضح طور پر ذکر آیا ہے، لیکن باایں ہمہ وہ کسی غزوہ میں شرکت کا شرف نہ حاصل

Marfat.com
Marfat.com

کر سکے اور درحقیقت وہ کم عمری کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے،

فتوحات شام میں البتہ حصہ لیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو شام کے ایک لشکر کا افسر بنایا، کچھ دنوں کے بعد حمص کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ کی وفات تک اسی منصب پر سرفراز رہے،

وفات حمص میں انھوں نے مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، چنانچہ ابن سعد کے خیال کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں یہیں فوت بھی ہوئے،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبدالرحمٰن، محمد،

فضل وکمال صحابہؓ میں فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے، کاش! مجھکو عمیرؓ جیسے چند آدمی مل جاتے تو امور خلافت میں بڑی مدد ملتی،" حضرت عمرؓ ان کی قابلیت پر تعجب کرتے تھے، نسیج وحدہ (یکتا و یگانہ) کا لقب اسی حیرت انگیز لیاقت کی وجہ سے دیا تھا،

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کہتے تھے کہ عمیرؓ سے بہتر شام میں ایک شخص بھی نہ تھا،

سلسلۂ روایت میں ان سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں، ابوطلحہ خولانی، راشد بن سعد، حبیب بن عبید، ابوادریس خولانی، زبیر بن سالم وغیرہ،

اخلاق اخلاقی حیثیت سے حضرت عمیرؓ نہایت بلند پایہ تھے، زہد تقوی میں ان کا مثل مشکل سے مل سکتا تھا، جوش ایمان اور حب رسول کی دولت صغر سنی ہی سے ملی تھی، چنانچہ غزوۂ تبوک میں جبکہ نہایت خورد سال تھے، اور جہاد میں محض تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے، جلاس نے ایک موقع پر کہا کہ "اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوی میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں،" تو عمیرؓ نے بلا کسی خیال کے فوراً جواب دیا کہ "وہ ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بدتر" جلاس کو سخت ناگوار گذرا اور انھوں نے عہد کر لیا کہ اب عمیرؓ کی کفالت سے قطع تعلق کر لیں گے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمیرؓ نے جلاس کو جواب دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ کو بھی خبر کر دی، کہ اس کے چھپانے میں حبط اعمال اور قرآن نازل ہونے کا خوف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ اور جلاس کو بلا کر واقعہ پوچھا، جلاس نے قطعی انکار کیا، لیکن وحی و الہام کی دسترس سے کب کوئی چیز باہر رہ سکتی تھی، چنانچہ حضرت عمیرؓ کی اس سے تائید ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر یہ آیت پڑھی،

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد	یعنی وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کہا
قالوا کلمۃ الکفر،	حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ منھ سے نکالا تھا'

اور جب

فان یتوبوا الیک خیرا لھم	اگر وہ توبہ کرلیں تو بہتر ہے،

پر پہنچے تو جلاس نے بے ساختہ کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں، اس کے بعد جلاس حقیقی طور پر مسلمان ہوگئے، اور پھر کوئی ناگوار طرز عمل اختیار نہیں کیا، توبہ قبول ہونے کی خوشی میں حضرت عمیرؓ کی کفالت نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی توڑ دی، اور پھر ہمیشہ ان کی کفالت کرتے رہے،

آیت اترنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ کا کان پکڑا اور فرمایا لڑکے! تیرے کان نے ٹھیک سنا تھا،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عویم بن ساعدہؓ

نام ونسب عویم نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عویم ابن ساعدہ بن عائش بن قیس بن نعمان بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس،

اسلام عقبہ ثانیہ میں شریک تھے،

غزوات اور عام حالات حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں نمایاں حصہ لیا، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب ہم لوگ انصار کے اجتماع عام کی خبر سُن کر سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف چلے تو راستہ میں انصار کے دو صالح شخصوں سے ملاقات ہوئی، انھوں نے انصار کے اتفاق رائے کا تذکرہ کیا، اور پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب ملا سقیفہ کا، بولے کہ

لاعلیکم الا تقربوا ھم اقضوا امرکم — وہاں جاکر کیا کروگے؟ تم اپنا کام کرو،

حضرت عمرؓ نے کہا ہم ضرور جائیں گے،[1]

یہ دونوں بزرگ جیسا کہ دوسری روایتوں میں تصریح ہے، حضرت عویمؓ اور حضرت معن بن عدیؓ تھے،[2]

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ جلد ۲ [2] فتح الباری ص ۱۳۳ جلد ۱۲،

Marfat.com
Marfat.com

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انصار کی خلافت منظور نہ تھی، اسی وجہ سے وہ مجمع کو چھوڑ کر کسی اور طرف جا رہے تھے،

وفات خلافت فاروقی میں ۶۵-۶۶ برس کے سن میں انتقال فرمایا، حضرت عمرؓ جنازہ کے ساتھ تھے، فرمایا "دنیا میں اس وقت ایک شخص بھی ان سے بہتر ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی نشان کھڑا کیا، عویمؓ ہمیشہ اس کے سایہ میں رہے"

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، علقمہ، عبیدہ،

فضل و کمال ایک حدیث۔ روایت کی جو شرحبیل بن سعد اور سالم بن عتبہ کے ذریعہ سے مروی ہے،

اخلاق صفائی و پاکیزگی، طہارت و نظافت کا سخت اہتمام رکھتے تھے، وہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں، جنھوں نے استنجا میں پانی استعمال کیا، ان کو دیکھکر اور مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے، قرآن مجید نے اس کو بنظر استحسان دیکھا، چنانچہ مسجد قبا کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں ان میں ایک آیت یہ بھی ہے،

فیہ رجال یحبون ان	اس میں چند لوگ طہارت کو سخت دوست
یتطہروا واللہ یحب المطہرین	رکھتے ہیں اور اللہ بھی ایسے پاک رہنے
.. ..	والوں کو محبت رکھتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ طہارت کی وہ کیا صورت ہے جس کی وجہ سے خدا نے تم لوگوں کی مدح فرمائی؟ جواب ملا،

نغتسل من الجنابۃ ونستنجی بالماء	ہم جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی

Marfat.com
Marfat.com

بالما ء سے استنجا کرتے ہیں،

ارشاد ہوا کہ یہ طرز عمل نہایت پسندیدہ ہے، تم کو اس کا پابند ہونا چاہیئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جن لوگوں کی تعریف کی ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا انہی میں ایک نیک مرد عویم بھی ہے[1]

بعض روایتوں میں ہے،

نعم العبد من عباد اللہ الرجل الصالح

یعنی عویم، خدا کا نیک بندہ اور صنبتی شخص ہے،

[1] فتح الباری ص۱۳۳ ج ۱۲،

Marfat.com
Marfat.com

"ف"

حضرت فضالہ بن عبیدؓ

نام ونسب | فضالہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس ابن صہیب بن اصرم بن حجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام عقبہ بنت محمد بن عقبہ بن البجلاج انصاریہ ہے،

عبید بن نافذ (حضرت فضالہؓ کے والد) اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ شخص تھے اوس وخزرج کی لڑائی میں نمایاں رہے، نہایت شجاع و بہادر تھے، گھوڑ دوڑ کراتے اور اس میں سب سے بازی لیجاتے، زور وقوت کا یہ حال تھا کہ ایک پتھر دوسرے پر دے مارتے تو آگ نکلنے لگتی، سپہگری کے ساتھ فن شاعری کا بھی کافی ذوق رکھتے تھے،[1]

اسلام | حضرت فضالہؓ مدینہ میں اسلام کے قدم آتے ہی مسلمان ہوگئے تھے،

غزوات | لیکن کسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہوئے، غزوۂ احد اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا،[2]

عہدِ نبوت کے بعد شام گئے اور وہاں کی فتوحات میں حصہ لیا، اسکے بعد فتح مصر میں شامل ہوئے پھر شام آکر مستقل سکونت اختیار کی اور دمشق میں اپنے رہنے کے لئے مکان بنایا، بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بنوادیا تھا،[3]

---

[1] اصابہ ص۲۱ جلد ۵ [2] ایضاً [3] مسند ص۱۹ جلد ۶،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قاضی دمشق حضرت ابو درداءؓ تھے انھوں نے انتقال فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد قاضی کس کو بنایا جائے؟ فرمایا فضالہ بن عبیدؓ کو، حضرت ابو الدرداءؓ فوت ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت فضالہ کو بلا کر دارالاقامۃ کا محکمۂ قضا سپرد کیا،

صفین ۳۷ھ میں امیر معاویہؓ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو نکلے تو دمشق میں اپنا جانشین انہی کو بنایا، اس موقع پر انھوں نے جو الفاظ کہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

لم اجبلت بها ولكن استترت	میں نے تم کو اپنا جانشین نہیں بلکہ جہنم کے
بك من النار[1]،	مقابلہ میں سپر بنایا ہے،

۴۹ھ میں سلطنت روم لشکر کشی کی، تو تمام لشکر انہی کی ماتحتی میں[2] دیا، انھوں نے بہت سے قیدی پکڑے، اسی ضمن میں جزیرۂ قبرص پر بھی حملہ کیا[3]

امیر معاویہؓ کی طرف سے درب (طرسوس اور بلاد روم کے درمیانی علاقہ کا نام ہے) کے بھی عامل مقرر ہوئے[4]،

وفات | ۵۳ھ میں وفات پائی، امیر معاویہؓ مسند حکومت پر تھے، خود جنازہ اٹھایا اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کہا، میری مدد کرو، کیونکہ اب ایسے شخص کے جنازہ کے اٹھانے کا موقع نہ ملے گا، دمشق میں دفن ہوئے، مزار مبارک موجود ہے، اور ابتک زیارتگاہ خلائق ہے،

اولاد | بیٹے کا نام عبداللہ تھا،

فضل و کمال | ایوان حکومت کے ساتھ مجلس علم میں بھی مرجع انام تھے، لوگ دور دراز سے حدیث سننے آتے تھے، ایک شخص اسی غرض سے ان کے پاس مصر پہنچا تھا[5]،

---

[1] استیعاب ص۵۳ جلد ۲ [2] مسند ص۱۵ جلد ۶ [3] ایضاً ص۲ [4] ایضاً ص۱۵ [5] ایضاً ص۲۲،

Marfat.com
Marfat.com

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو درداءؓ جیسے اساطین امت سے مستفیض ہوا ہو، اس کے فضل و کمال کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، دار السلطنت دمشق کی مسند قضا کے لئے اور پھر حضرت ابو درداءؓ جیسے بزرگ کی رائے سے منتخب ہونا، ان کی قابلیت کی سب سے بڑی سند ہے لیکن باایں ہمہ فضل و کمال صرف ۵۰ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ثابت ہیں راویوں کے نام حسب ذیل ہیں،

حنش صنعانی، عمرو بن مالک الجنبی، عبد الرحمن بن جبیر، عبد الرحمن بن جبیر ابو علی تمامہ بن شفی، علی بن رباح، محمد بن کعب القرظی، عبد اللہ بن عامر یحصبی، سلیمان بن سحر، عبد اللہ بن محیریز، میسرۃ ابو یزید خولانی،

اخلاق احکام رسول کی تعمیل اور پابندی سنت کا ہر کام میں خیال رکھتے تھے،

غزوۂ روم میں ایک مسلمان کا انتقال ہوا تو حضرت فضالہؓ نے حکم دیا کہ ان کی قبر زمین کے برابر بنائی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اسی کا حکم دیتے تھے[1]، ان کے علاوہ بھی جو مسلمان روم میں شہید ہوئے، سب کی قبریں اسی طرح بنوائیں[2]،

ایک شخص مصر آیا اور حدیث سننے کے لئے ملاقات کی تو دیکھا کہ پراگندہ سر اور برہنہ پا ہیں، بڑا تعجب ہوا اور بولا کہ امیر شہر ہو کر یہ حالت؟ فرمایا ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تن آسانی اور بناؤ سنگار کی ممانعت کی ہے، اور کبھی کبھی نظیر پیش کرنے کو بھی فرمایا[3]،

---

[1] مسند ص جلد ۶ [2] ایضاً ص ۲۱ [3] ایضاً ص ۲۲،

Marfat.com
Marfat.com

"ق"

حضرت قتادہؓ بن نعمان

نام ونسب قتادہ نام، ابوعمر کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے:۔ قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا، جو قبیلۂ نجار سے تھیں اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی والدہ ہوتی تھیں، اس بنا پر قتادہ اور ابوسعید اخیافی بھائی تھے،

اسلام عقبۂ ثانیہ میں بیعت کی،[1]

غزوات بدر میں شریک تھے،[2] غزوۂ احد میں حیرت انگیز صبر واستقلال کا اظہار کیا، میدان میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر حملہ کیا، آنکھ باہر نکل کر رخسار پر لٹک آئی، لوگوں نے کہا اس کا کاٹ دینا بہتر ہے، بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرلو، آپ نے فرمایا نہیں، اور خود دست مبارک سے آنکھ کو اسکی جگہ پر لگا دیا، اور دعا کی اللھم اکسھا جمالاً! خدا کی شان! کہ یہ آنکھ نہایت خوبصورت اور تیز تھی، ان کی اولاد میں سے کسی شخص نے اس واقعہ کو دو شعروں میں نظم کر دیا ہے،[3]

انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ ۔۔۔ فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد

فعادت کما کانت لاول امرھا ۔۔۔ فیاحسن ما عین ویا حسن ما رد

---

[1] اسد الغابہ ص۱۹۵ جلد ۴ [2] صحیح بخاری ص۵۷۴ جلد ۲ [3] اسد الغابہ ص۱۹۶ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

بعض لوگوں نے اس کو جنگ بدر کا واقعہ قرار دیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ احد کا واقعہ تھا، امام مالک، دار قطنی، بیہقی، اور حافظ ابن عبدالبر نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، فتح مکہ میں بنو ظفر کا علم ان کے پاس تھا،[1]

غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے،

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا تھا، تمام اکابر مہاجرین اور انصار اس میں شریک تھے، حضرت قتادہؓ بھی اس میں شامل تھے،[2]

وفات | ۲۳ھ میں انتقال کیا، حضرت عمرؓ اس وقت مسندِ خلافت پر متمکن تھے، انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور محمد بن مسلمہ قبر میں اترے،

وفات کے وقت ۷۰ سال کا سن تھا،

اہل وعیال | اولاد کے نام یہ ہیں، عمر، عبید،

بیوی کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ ان سے نہایت محبت کرتے تھے،[3] غزوۂ احد سے قبل شادی کی تھی،[4]

فضل وکمال | فضلائے صحابہ میں تھے،[5] ان سے خود صحابہ استفتا کرتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے استفتے[6] کتب حدیث میں منقول ہیں،

مرویات کی تعداد ۷۰ ہے، ان میں سے ایک میں بخاری منفرد ہیں،

راویوں میں حضرت ابوسعیدؓ خدری، حضرت حذیفہؓ اور حضرت محمودؓ بن لبید جیسے

---

[1] اسد الغابہ ص۱۹۶ جلد ۴ [2] طبقات ابن سعد ص۱۳۶ [3] استیعاب ص۵۲۵ جلد ۲ [4] ایضاً

[5] اسد الغابہ ص۱۹۶ جلد ۴ [6] مسند ص۱۵ جلد ۴ [7] صحیح بخاری ص۵۰۷ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

اکابر صحابہؓ کا نام داخل ہے،

اخلاق بیاض اخلاق میں زہد کا عنوان نہایت جلی ہے،

ایک مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنے میں تمام رات ختم کر دی[1]،

ایک روز آسمان پر ابر محیط تھا، اور رات نہایت تیرہ و تاریک تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز عشا کے لئے تشریف لائے، حضرت قتادہؓ بھی آئے، بجلی چمکی تو فرمایا "قتادہ! کیا ہے؟ عرض کی کہ آج لوگ کم آئیں گے، اس لئے قصد کر کے حاضر ہوا ہوں[2]، اس روایت کو امام احمد نے بھی درج کیا ہے،

---

[1] مسند ابو سعید خدری ص ۱۵ جلد ۳ [2] اصابہ ص ۲۳ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت قیسؓ بن سعد بن عبادہ

نام ونسب | قیس نام، ابوالفضل کنیت، خاندان ساعدہ (قبیلۂ خزرج) کے معزز رکن اور حضرت سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کے فرزند ارجمند ہیں، سلسلۂ نسب، پدر گرامی کے حالات میں بیان ہو چکا ہے، والدۂ ماجدہ کا نام فکیھہ بنت عبید بن دلیم تھا، اور ان کے والد بزرگوار کی بنت عم تھیں،

اجداد گرامی، مدینہ کے مشہور فخر اور رئیس اعظم تھے، والد ماجد قبیلۂ خزرج کے سردار اور صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے، آل ساعدہ کا یہ نامور اسی سپہر بریں کا آفتاب عالمتاب تھا،

اسلام، | ہجرت نبوی سے قبل مذہب اسلام سے مشرف ہوئے،

غزوات، | تمام غزوات میں شرکت کی، حبیش الخبط میں کہ رجب ۸ھ میں ہوا تھا شریک تھے، یہ غزوہ مسلمانوں کے لئے یکسر امتحان وآزمائش تھا، ۳۰۰ آدمیوں کو لیکر جن میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے، حضرت ابوعبیدہؓ ساحل کی طرف بڑھے، وہاں ۱۵ روز قیام رہا، زادراہ ختم ہو چکا تھا، لوگ پتے جھاڑ جھاڑ کر کھاتے تھے، حضرت قیسؓ نے یہ دیکھکر ۱۳ اونٹ قرض لئے اور ان کو ذبح کرایا، اس طرح تین مرتبہ میں ۹-۱۰ اونٹ قرض لے کر ذبح کئے، اور تمام لشکر کے قوت کا سامان کیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ دیکھکر کہ زیادہ زیر بار ہو رہے ہیں، اس سے منع کر دیا،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کر دیں[1] گے، غزوہ سے واپس ہو کر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ سخاوت اور فیاضی اس گھرانے کا خاصہ[2] ہے،

غزوۂ فتح میں رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے، یاد ہوگا، سعد بن عبادہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا لیا تو انہی کو عطا کیا تھا[3]،

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ وہ خلافت الٰہی کے ایک ضروری رکن تھے، خلافت کا نظام جن ارکان سے قائم تھا ان میں ایک حضرت قیسؓ بھی تھے،

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں،

ان قیس بن سعد کان یکون	یعنی قیس کا دربار رسالت میں وہ درجہ
بین ید النبی صلعم بمنزلۃ	تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے
صاحب الشرط من الامیر[4]	افسر اعلیٰ کا ہوتا ہے،

جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کو خاص خصوصیت حاصل تھی، مسند خلافت پر جلوس فرما ہوئے تو ان کو مصر کا والی مقرر کیا، امیر معاویہؓ نے ان کے خلاف ہر چند کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے، اور مصر میں کسی قسم کی شورش نہ ہو سکی، آخر کوفیوں کو اٹھا کر حضرت علیؓ سے قیسؓ کی معزولی کا فرمان بھجوایا، اور ان کی جگہ پر محمد بن ابی بکر والی ہو کر مصر گئے لیکن مصر کی ولایت ان کے بس کی نہ تھی، امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کی حکمت عملی نے ان کے خلاف بدامنی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا، جس سے سد خلافت ٹکرا کر پاش پاش[5] ہو گئی،

---

[1] اسد الغابہ ص۲۱۵ جلد۴ [2] استیعاب ص۵۳۹ جلد۲ [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ص۱۰۵۹ جلد۲

[5] اصابہ ص۲۵۵ جلد۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت قیسؓ، مصر سے مدینہ چلے آئے، یہاں مروان موجود تھا، اس نے دھمکی دی، تو مجبور ہوکر کوفہ چلے گئے، اور وہیں جناب امیرؓ کے ساتھ بود و باش اختیار کرلی[1]،

اسی زمانہ میں صفین کا واقعہ پیش آیا، حضرت قیسؓ اس میں شریک ہوئے اور یہ اشعار پڑھے،

هذا اللواء الذی کنا نحف به	مع النبی وجبریل لنا مدد
حاضر من کانت الانصار عیبته	ان لا یکون له من غیرهم احد
قوم اذا حاربوا طالت اکفهم	بالمشرفیة حتی یفتح البلد

اس سے قبل جنگ جمل میں بھی حصہ لے چکے تھے،

جنگ نہروان میں اپنی تمام قوم کے ساتھ شریک تھے، ابتداءً اتمام حجت کے لئے جناب امیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوبؓ انصاری اور حضرت قیسؓ کو خوارج کے لشکر میں بھیجا، عبداللہ بن سبخر خارجی سے گفتگو ہوئی اس نے کہا کہ آپ کی اتباع ہمیں منظور نہیں، ہاں عمر بن خطابؓ جیسا کوئی ہو تو اس کو خلیفہ بنا سکتے ہیں، حضرت قیسؓ نے جواب دیا کہ ہم میں علی بن ابی طالبؓ ہیں، تم میں کوئی اس مرتبہ کا ہو تو پیش کرو، بولا ہم میں کوئی نہیں، فرمایا تو پھر اپنی جلد خبر لو، میں دیکھتا ہوں فتنہ تمہارے دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے،

لڑائی کے بعد بھی جناب امیرؓ کے وفادار دوست رہے، ۴۰ھ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور عنان خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوئی تو قیس ان کے بھی دست بازو رہے، امیر معاویہ نے جناب امیرؓ کی خبر شہادت سنکر ایک لشکر بھیجا تھا، قیس ۵ ہزار آدمیوں کو لے کر جن کے سر منڈے ہوئے تھے، اور موت پر بیعت کر چکے تھے، شامی لشکر

[1] اسد الغابہ ص۲۱۶ جلد۴،

Marfat.com
Marfat.com

کو روکنے کے لئے انبار پہونچے، امیر معاویہؓ نے انبار کا محاصرہ کیا، اسی درمیان میں فریقین میں صلح ہو گئی اور امام حسنؓ نے قیسؓ کو خط لکھا کہ "شہر معاویہ کے سپرد کر کے میرے پاس مدائن چلے آؤ" خط پہنچا تو نہایت برہم ہوئے اور امام حسنؓ کو سخت وسست کہا، پھر سب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، اور کہا کہ "دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو، قتال بلا امام یا اطاعت معاویہ" سب نے باتفاق کہا کہ جنگ کے بجائے امن اچھا ہے، ہم سب امیر معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں، قیس نے ان لوگوں کے لئے امیر سے امان طلب کی اور سب کو لیکر مدائن چلے آئے یہاں سے قیسؓ نے مدینہ کا رُخ کیا، ساتھیوں کے لئے خود اپنے اونٹ ذبح کراتے مدینہ پہنچنے تک ایک اونٹ روزانہ ذبح کراتے تھے،

مدینہ آکر گوشۂ تنہائی اختیار کیا، اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے، یہانتک کہ ان کا مقررہ وقت آگیا،

وفات | ۶۰ھ میں انتقال کیا، یہ امیر معاویہؓ کی حکومت کا اخیر زمانہ تھا، کچھ دنوں بیمار رہے اہل مدینہ کثرت سے ان کے قرضدار تھے، اس لئے عیادت کو آتے ہوئے شرماتے تھے، انھوں نے اعلان کرادیا کہ جس پر جتنا قرض ہے میں معاف کرتا ہوں، اس خبر کے مشہور ہوتے ہی عیادت کے لئے تمام شہر اُمنڈ آیا، حضرت قیسؓ بالاخانہ پر تھے، لوگوں کی یہ کثرت ہوئی کہ آمد ورفت میں کوٹھے کا زینہ ٹوٹ گیا،

اہل وعیال | لڑکے کا نام عامر تھا[1]، اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قدلمبا، بدن دوہرا، خوبصورت اور تنکیل تھے، چہرہ پر ایک بال نہ تھا، اس لئے انصار ظرافت میں کہا کرتے تھے، کہ کاش ان کے لئے ایک داڑھی خرید لیجاتی،

[1] مسند ص۴۲۲ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

قد اتنا لمبا تھا کہ گدھے پر سوار ہوتے تو پیر زمین پر لٹکتے تھے،

فضل وکمال فضلاے صحابہ میں تھے، اشاعت حدیث، خاص نصب العین تھا، مصر میں جب امیر ہو کر گئے، تو بعض حدیثیں منبر پر بیان کیں[۱]،

مسائل میں غور وفکر اور تحری سے کام لیتے تھے،

ایک شخص نے صدقۂ فطر کی بابت سوال کیا، فرمایا زکوٰۃ سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا، جب زکوٰۃ مقرر ہو گئی تو نہ حکم دیا اور نہ منع فرمایا، اسی بنا پر ہم لوگ ابتک ادا کرتے ہیں[۲]،

راویان حدیث اور تلامذۂ خاص میں اصحاب ذیل کا نام لیا جا سکتا ہے،

حضرت انس بن مالکؓ، ثعلبہ بن ابی مالک، ابو میسرۃ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابوعمار غریب بن حمید ہمدانی، شعبی، عمرو بن شرجیل وغیرہ،

اخلاق وعادات گلستان سیرت، نسیم اخلاق سے شگفتہ ہے، خدمت رسول، زہد واتقا ادب نبوت، جود وسخا، رائے وتدبر، شجاعت وبسالت، ہر دلعزیزی اور بے تعصبی اس نوبادۂ سعادہ کے گلہاے شگفتہ ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دین ودنیا کی سعادت ہے، تمام صحابہ اس شرف عظیم کیلئے جدوجہد کرتے تھے، لیکن ع،

ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت قیسؓ کو یہ شرف بھی حاصل تھا، مسند ابن حنبل میں ہے،

ان اباہ دفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخدمہ[۳]۔

یعنی ان کے باپ حضرت سعدؓ نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا کہ ان سے

[۱] مسند ص ۴۲۲ ج ۴
[۲] ایضاً ص ۴۲۶ ج ۶
[۳] ایضاً ص ۴۲۲ ج ۴

Marfat.com
Marfat.com

زہد کا یہ حال تھا کہ امام حسن علیہ السلام کے زمانۂ خلافت کے بعد بالکل عزلت نشین ہوگئے تھے، اکثر عبادت کیا کرتے تھے،

فرائض سے گذر کر نوافل تک نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے، یوم عاشورا کا روزہ نفل ہے، اور رمضان کے روزوں سے قبل تمام صحابہؓ رکھتے تھے، روزۂ رمضان فرض ہونے کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہی، تاہم حضرت قیسؓ ہمیشہ عاشورے کے دن روزہ رکھتے تھے[1]

حامل رسالت کے ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے مکان تشریف لے گئے، واپسی کے وقت حضرت سعدؓ نے اپنا گدھا منگایا اور اس پر چادر بچھوائی، اور قیسؓ سے کہا کہ آپ کے ساتھ ساتھ جاؤ، قیسؓ چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ، ان کو تامل ہوا تو ارشاد ہوا کہ سوار ہو یا واپس جاؤ، حضرت قیسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بیٹھنا خلاف ادب سمجھتے تھے، اسلئے واپس آئے

جود و سخا، فیاضی و کرم ان کی زندگی کا روشن تر وصف ہے، اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں،

کان من کبار اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واسخیائھم	یعنی وہ صحابہ میں نہایت کریم اور سخی تھے،

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی، یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے، لیکن اس میں ملک کی آب و ہوا، والدین کے طرز بود و ماند اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بھی بڑی حد تک دخل تھا، جیش الخبط کے معرکے میں جب مدینہ آکر اپنے والد سے لوگوں کی فاقہ مستی کا حال

[1] مسند ص۱۲۲ جلد ۳ و ۵ ایضاً ص۱۲۱ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کراتے، جواب دیا کہ میں نے ایسا ہی کیا، دوسرے فاقہ کا حال کہا تو بولے پھر ذبح کراتے، عرض کیا یہی کیا تھا، اسی طرح تیسری بار کی بھوک اور اسکی شدت کا حال سنا تو فرمایا کہ پھر ذبح کراتے بولے کہ مجھے روک دیا گیا[1]،

اسی غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے جو جملہ ان کے متعلق استعمال کیا تھا، اس کی خبر سعد بن عبادہؓ کو پہونچ گئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آکر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ابن ابو قحافہ اور ابن خطابؓ کی طرف سے کوئی جواب دے، وہ میرے بیٹے کو بخیل کیوں بنانا چاہتے ہیں[2]،

جس شخص کا باپ اتنا دریا دل ہو، اسکی فیاضی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

واما جودہ فلہ فیہ اخبار کثیرۃ	یعنی انکی سخاوت کے قصے کثرت سے مشہور ہیں
لا نطول بذکرھا[3]،	ہم انکا ذکر طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں

کثیر بن صلت، امیر معاویہؓ کے قرضدار تھے، انھوں نے مروان کو لکھا کہ کثیر کا مکان تم خرید لو، اگر نہ دیں تو روپیوں کا مطالبہ کرنا، روپیہ دیں تو خیر، ورنہ مکان فروخت کرڈالنا مروان نے کثیر کو بلاکر اس واقعہ سے آگاہ کیا اور ۳ دن کی مہلت دی، کثیر کو مکان بیچنا منظور نہ تھا، روپیوں کی فکر کی، لیکن ۳۰ ہزار کی کمی تھی، سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پوری ہو، اتنے میں قیسؓ کا خیال آیا، ان کے مکان پر پہنچے اور ۳۰ ہزار قرض مانگا انھوں نے فوراً دیدیا، چنانچہ مروان کے پاس روپئے لیکر آئے اسکو رحم آگیا، اور مکان اور روپیہ دونوں ان کے حوالے کر دیئے، وہاں سے اٹھکر قیسؓ کے پاس پہنچے اور ۳۰ ہزار کی رقم واپس کی، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دیدیتے ہیں اسکو پھر واپس نہیں لیتے[4]

---

[1] صحیح بخاری ص۶۲۶ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص۲۱۵ جلد ۳ [3] ایضاً ص۲۱۶ [4] استیعاب ص۵۳۹ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی، اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں جس کی وجہ سے چوہے آئیں) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے اچھا جاؤ اب تمھارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گے، چنانچہ اس کا گھر غلہ اور روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھروا دیا،

آبائی جائداد میں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائداد، اولاد پر تقسیم کر گئے تھے، ایک لڑکا ان کی وفات کے بعد پیدا ہوا، اس کا حصہ انھوں نے نہیں لگایا تھا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قیسؓ کو مشورہ دیا کہ اس تقسیم کو فسخ کر کے از سر نو حصے لگائیں، انھوں نے کہا کہ میرے باپ جس طرح حصے لگا گئے ہیں، بدستور باقی رہیں گے، باقی میرا حصہ موجود ہے، وہ میں اسکو دیئے دیتا ہوں،

رائے و تدبیر میں تمام عرب میں انتخاب تھے، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کانوا یعدون دھاۃ العرب حین	یعنی ایام فتنہ میں عرب میں چال اور حکمت
ثارت الفتنۃ خمسۃ رھط یقال لھم	عملی والے پانچ شخص تھے، معاویہؓ،
ذوو رای العرب ومکیدتھم معاویۃ	عمرو بن العاصؓ، قیسؓ، مغیرہؓ، عبداللہ
وعمرو بن العاصؓ وقیس بن سعدؓ	ابن بدیل،
والمغیرۃ بن شعبہ وعبداللہ	

ہوشیاری اور چالاکی کا یہ عالم تھا کہ جب تک وہ مصر کے والی رہے امیر معاویہؓ اور عمروؓ کی کوئی حکمت عملی کارگر نہ ہوئی، وہ کہتے ہیں،

لولا الاسلام لمکرت مکرا لا یطیقہ العرب یعنی اگر اسلام نہ ہوتا تو میں ایسا مکر کرتا جس سے تمام

لہ استیعاب ص۵۳۹ جلد ۲ سے ایضاً سے اسد الغابہ ص۲۰۵ جلد ۴ سے

Marfat.com
Marfat.com

اپنی قوم میں نہایت ہر دلعزیز اور تمام انصار پر حاوی تھے،

حبیب بن مسلمہ، فتنۂ اولیٰ (قتل حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آئے، اور کہا کہ اسی گھوڑے پر سوار ہو جائیے اور خود زین سے ہٹ گئے، قیسؓ نے اس بنا پر آگے بیٹھنے سے انکار کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آگے خود جانور کے مالک کو بیٹھنا چاہیے، حبیب نے کہا یہ میں بھی جانتا ہوں، لیکن آپ کے پیچھے بیٹھنے میں مجھ کو اطمینان نہیں[1]،

نہایت درجہ بے تعصب تھے، قادسیہ میں سہل بن حنیف کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ گذرا تو جیسا کہ مسلمانوں کا عام قاعدہ تھا، کھڑے ہو گئے، لوگوں نے کہا آپ نا حق کھڑے ہوئے، وہ ایک ذمی کا جنازہ تھا، حضرت قیسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تھے، جب واقعہ معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کیا مضائقہ؟ آخر وہ بھی تو ایک جان ہے[2]،

شجاعت و بسالت کا تذکرہ خزوات میں آچکا ہے، اس بنا پر اس کا اعادہ جنداں ضروری نہیں،

---

[1] مسند ص۴۲۲ جلد ۳ [2] ایضاً ص جلد ۶،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت قرظہ بن کعبؓ

نام ونسب | قرظہ نام، ابوعمرو کنیت، قبیلۂ حارث بن خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے قرظہ بن کعب بن کعب بن ثعلبہ بن عمرو بن کعب بن الاطنابہ، بعض لوگوں نے اس طرح لکھا ہے، قرظہ بن عمرو بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن مالک بن ثعلبہ کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج،

ماں کا نام خلیدہ بنت ثابت بن سنان تھا،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات اور عام حالات | غزوہ احد، غزوۂ خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، عہد صدیقی مدینہ میں گذرا، حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ آئے اور یہیں مقیم ہوگئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانۂ امارت میں مسیلۂ کذاب مدعیِ نبوت کے ایک دوست کو جو ابن النواحہ کے نام سے مشہور تھا کوفہ میں قتل کیا،

۲۳ھ (عہد فاروقی) میں رے کی مہم سر کی، جناب امیر علیہ السلام جنگ جمل کے لئے روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، اور جب صفینؓ کے لئے نکلے تو ان کو ہمراہ لے گئے، اور ابومسعود بدریؓ کو جانشینی کے لئے کوفہ میں چھوڑا،

اس زمانہ میں ان کے علاقہ کا ایک واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے، ذمیوں کی ایک نہر خشک ہوکر مٹ رہی تھی، اور ذمی پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس مقام کو چھوڑ دینا چاہتے

Marfat.com
Marfat.com

تھے، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا، اور حالات گوش گذار کئے، آپ نے قرظہ کو ایک خط لکھا جو بجنسہ تاریخ یعقوبی میں درج ہے، ہم اس کے بعض فقرے اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

فانظلعت وھم ثم اعمروا	تم اور وہ (ذمی) مل کر اس معاملہ پر غور کرو
اصلح الیھم فلعمری لان یعمروا	ان کے آباد رہنے کی فکر رکھو اور نہر درست کراؤ
احب الینا من ان یخربوا وان	خدا کی قسم میں انکا آباد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں
یعجزوا ویقصروا فی واجب من	انکا عاجز اگر بھاگ جانا یا زمین اور آبادی کی

صلاح البلدان (۲۴۰-ج۲) سعی فلاح میں ناکام رہنا مجھے منظور نہیں

وفات | حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، جناب امیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اہل کوفہ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا، چنانچہ بزم ماتم قائم ہوئی، اور ہر طرف کہرام مچ گیا، کوفہ میں یہ بالکل نئی بات تھی، ابو حاتم رازی، ابن سعد، ابن حبان اور قاضی ابن عبدالبر کا یہی خیال ہے،

لیکن صحیح مسلم میں اس کے خلاف روایت آئی ہے، اس بنا پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کی وفات حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کے بجائے عہد معاویہؓ میں ہوئی ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ قرظہ بن کعب پر کوفہ میں نوحہ کیا گیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا، اس روایت میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں،

۱- مغیرہ بن شعبہؓ کے کوفہ میں موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر معاویہؓ کا عہد خلافت تھا، اور مغیرہ کوفہ کے والی تھے، کیونکہ جناب امیرؓ اور امیر معاویہؓ کی

Marfat.com
Marfat.com

باہمی جنگ میں مغیرہ طائف میں گوشہ نشین تھے، حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد کوفہ آئے، اور امام حسن سے صلح ہو جانے کے بعد امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا،

۲- صحیح مسلم کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ مغیرہ اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے،

۳- ترمذی میں ہے کہ مغیرہ نے منبر پر چڑھکر خطبہ دیا، اور رونے کی ممانعت پر حدیث پڑھی،

۴- صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے کہ مغیرہ نے بحالت امارت حضرت معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا،

۵- مغیرہ کی امارت کوفہ ۵۰ھ میں تھی،

ان تمام روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں ان کا انتقال ہوا، یہی وجہ ہے کہ ابن سعدؒ نے طبقات الکوفیین میں پہلی روایت کو لیا ہے، دوسری جگہ اس سے ذرہ ہٹ کر لکھتے ہیں، مات بالکوفة والمغیرة والی علیها،

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ایک احتمال پیدا کیا ہے، یعنی یہ کہ صحیح مسلم کی روایت میں جو واقعہ ہے ضرور نہیں کہ امارت مغیرہ کے زمانہ کا ہو، ممکن ہے کہ مغیرہ امیر نہ ہوں، اور یہ جملہ عہد امیر میں کہا ہو، لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں، مسلم کی دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے، اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت مغیرہؓ سرے سے کوفہ میں موجود ہی نہ تھے،

نفس وکمال فضلائے صحابہ میں تھے، حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر والی کوفہ کے ہمراہ انصار کے دس بزرگوں کو تعلیم فقہ کے لئے بھیجا تھا، حضرت قرظہؓ بھی انہی میں تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے چند روایتیں کیں، عامر بن سعد بجلی اور امام

Marfat.com
Marfat.com

شعبی ان کے مسند فیض کے حاشیہ نشین ہیں،

اخلاق | مقدس اور عالی مرتبہ ہونے کے باوجود زندہ دل تھے، ان کے ہاں شادی کی تقریب تھی، لڑکیاں گا رہی تھیں، اور یہ ابو مسعود اور ثابت بن زید کے ساتھ بیٹھے گانا سن رہے تھے، عامر بن سعد نے کہا آپ لوگ صحابی ہو کر گانا سنتے ہیں، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو شادی میں گانے اور موت میں نوحہ کے بغیر رونے کی اجازت دیدی ہے[1]۔

[1] اسد الغابہ صفحہ ۲۰ جلد ۴

Marfat.com
Marfat.com

حضرت قطبہؓ بن عامر

نام ونسب قطبہ نام، ابوزید کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ،

اسلام عقبۂ اولیٰ میں مسلمان اور عقبۂ ثانیہ میں شریک ہوئے،

غزوات بدر، احد اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے غزوۂ بدر میں نہایت یامردی اور جانبازی سے لڑے مسلمانوں اور کفار کی صفوں کے درمیان ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ "جب تک یہ نہ بھاگے گا میں بھی نہ بھاگوں گا"، غزوۂ احد میں ۹ زخم کھائے اور فتح مکہ میں بنو سلمہ کی علمبرداری کا فخر حاصل کیا،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،

اخلاق سنت نبوی پر چلنے کی سخت کوشش کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں انصار احرام باندھ کر دروازوں سے گھر کے اندر نہ آتے تھے، قریش میں بھی یہی دستور تھا، لیکن چند قبائل مستثنیٰ تھے ایک روز احرام کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں داخل ہوئے صحابہ بھی ساتھ تھے، قطبہؓ بھی دروازہ سے اندر چلے گئے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فاجر آدمی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو یہ فاجر کہتے ہیں، جب احرام باندھے تھے تو پھر اندر کیوں آئے؟ جواب دیا آپ کے ساتھ چلا آیا، فرمایا میں تو احمسی ہوں، عرض کی دینی دینت جواب کا دین ہے وہی میرا بھی ہے، کلام مجید نے

Marfat.com
Marfat.com

اس خیال کی تائید کی اور یہ آیت اُتری،

لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا،	یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے آتے ہو،

اس آیت کے بموجب انصار کی ایک قدیم رسم جو بالکل حماقت پر مبنی تھی متروک ہوگئی لیکن جس شخص نے سب سے پہلے اس کو ترک کیا وہ حضرت قطبہؓ تھے، اور اس لئے من سن سنۃ حسنۃ الخ کے وہ مصداق کہے جا سکتے ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

"ک"

حضرت کعبؓ بن مالک

نام ونسب | کعب نام، ابوعبداللہ کنیت، بنوسلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن قین بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن سارودہ بن یزید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام لیلیٰ بنت زید بن ثعلبہ تھا، در بنوسلمہ سے تھیں،

جاہلیت میں ابوبشیر کنیت کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ابوعبداللہ کردی، مالک کے یہی ایک چشم وچراغ تھے،

اسلام | عقبہ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ آکر بیعت[1] کی،

غزوات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور انصار ومہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو کہ عشرۂ مبشرہ میں تھے اُن کا بھائی بنایا،

غزوۂ بدر میں جلدی کی وجہ سے نہ جا سکے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہ کہا،

اس غزوہ سے محروم رہنے کا ان کو کچھ افسوس بھی نہ تھا، خود فرماتے تھے کہ لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں جو اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی، میں بدر کو ترجیح نہیں دیتا، گو لوگوں

---

[1] صحیح بخاری ص۵۵۰ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

مین بدر کا زیادہ چرچا ہے،[1]

غزوۂ احد میں اپنے مہاجر بھائی کی طرح داد شجاعت دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زرد زرہ پہنکر میدان میں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی زرہ زیب تن کئے تھے اس لڑائی میں ۱۱ زخم کھائے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر اڑ گئی تھی کہ شہید ہو گئے، صحابہ کو سخت تشویش پیدا ہو گئی سب سے پہلے انھوں نے پہچانا، اور باآواز بلند پکار اٹھے کہ رسول اللہ یہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو،[2]

احد کے بعد جو غزوات پیش آئے ان میں انھوں نے نہایت مستعدی سے شرکت کی، یہ عجیب بات ہے کہ عہد نبوت کے پہلے غزوہ کی طرح پچھلے غزوہ کی شرکت سے شرف سے بھی محروم رہے، غزوۂ تبوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر غزوہ ہے اور غزوۂ عسرت کہلاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو صاف صاف نہ بتاتے، لیکن اس دفعہ خلاف معمول ظاہر کر دیا تھا تاکہ مسلمان اس طویل اور مشکل سفر کے لیے تیار ہو جائیں، خود حضرت کعبؓ نے اس کے لئے دو اونٹنیاں کئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں کسی غزوہ میں اتنا قوی تیار اور خوشحال نہ تھا جتنا اس دفعہ تھا، اہتمام کی اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں سے مقابلہ تھا جو ساز و سامان، تعداد، جمعیت و کثرت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوت شمار ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی بہت بڑی جمعیت فراہم کی، اور شدید گرمی کے زمانہ میں تیاری کا حکم دے دیا،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۵۲ جلد ۲ [2] طبقات ابن سعد حضرت خبازی ص۳۵ تفصیل واقعہ صحیح بخاری ص۶۲۴ و ۶۲۳ و ۶۲۶ میں مذکور ہے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت کعبؓ روزانہ تیاری کرتے لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پاتے، اسی حیص وبیص میں وقت گذر گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لیکر تبوک روانہ ہوگئے،

یہاں ابھی تک سامان بھی درست نہ ہوا تھا، دل میں کہتے تھے کہ میں جاسکتا ہوں لیکن پھر نیت بدل جاتی، اور رُک جاتے، اسی طرح روزانہ سفر کا ارادہ کرتے اور فسخ کرتے، یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک پہونچنے کی خبر آگئی،

شہر میں نکلتے تو منافقین اور ضعفاء کے علاوہ کوئی نظر نہ آتا، سخت شرمندگی ہوتی کہ تنومند، قوی اور صحیح وسالم ہونے کے باوجود کیوں پیچھے رہ گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رہ جانے کا کوئی خیال بھی نہ تھا، نہ فوج کا کوئی رجسٹر تھا، جس سے غیر حاضر رہنے والوں کا پتہ چلتا، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہونے کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ وحی الٰہی تھی،

تبوک پہنچ کر ان کے متعلق دریافت کیا تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ان کو اپنے کپڑے دیکھنے سے کب فرصت تھی، جو یہاں آتے، حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا یہ غلط ہے، ہم نے ان میں کوئی بری بات نہیں پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر خاموش ہوگئے،

غزوہ ختم ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر ان کو ملی، تو ان کے دل میں مختلف خیالات موجزن ہوئے، گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے بچنے کی کیا تدبیر ہے، کبھی یہ خیال آتا کہ باتیں بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نجات حاصل کریں لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو یہ تمام وسوسے دور ہوگئے اور انہوں نے تہیہ کرلیا کہ چاہے کچھ ہو سچ سچ سارا ماجرا حضور سے عرض کردیں گے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ۸۰ سے اوپر آدمیوں کی ایک جماعت

Marfat.com
Marfat.com

معذرت کے لئے حاضر ہوئی، اور قسم کھا کر ایک ایک نے اپنا عذر بیان کیا، آپ نے سب کا عذر قبول کیا، بیعت لی اور سب کے لئے استغفار کیا یا، اس کے بعد حضرت کعبؓ سامنے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا، آؤ، وہ سامنے آکر بیٹھے تو پوچھا کہ غزوہ میں کیوں نہ گئے؟ عرض کی حضورؐ سے کیا چھپاؤں کوئی دنیاوی حاکم ہوتا تو سو طرح کی باتیں بنا کر اس کو راضی کر لیتا، کیونکہ میں مقرر اور مباحث واقع ہوا ہوں لیکن آپ کے سامنے سچ بولونگا، شاید خدا معاف کر دے، جھوٹ بولنے سے اس وقت آپ خوش تو ہو جائیں گے، لیکن پھر خدا آپ کو میری طرف سے ناراض کر دیگا، اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں نہایت قوی، با سر و سامان اور مالدار تھا، لیکن بدقسمتی کہ نہ جا سکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھوں نے سچی بات کہی، اچھا جاؤ، تمھارے لئے خدا جو فیصلہ کرے،

یہ وہاں سے اُٹھے تو بنو سلمہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے تم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا، اور تعجب ہے کہ اس کے لئے تم کوئی عذر بھی نہ پیش کر سکے کیا اچھا ہوتا اگر اوروں کی طرح تم نے بھی کوئی عذر کر دیا ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا تھا، تمھارا گناہ بھی معاف ہو جاتا، یہ سنکر پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاکر اگلے بیان کی تردید کر دیں، پھر کچھ سوچ کر پوچھا کہ میرے جیسے کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ معلوم ہوا ہاں دو آدمی اور ہیں، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہؓ دونوں بزرگ نہایت صالح اور غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے ان کے نام سنکر تسکین ہوئی اور جھوٹ کے ارادہ سے باز آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں سے مسلمانوں کو بات چیت کرنے کی

Marfat.com
Marfat.com

ممانعت کر دی تھی، ۵۰ دن تک یہی حالت رہی، لوگ ان کو گھور گھور کر دیکھتے تھے، لیکن بولتے نہ تھے، مرارہ اور ہلال تو گھر میں بیٹھ گئے تھے، اور رات دن رویا کرتے تھے، کعب جوان آدمی تھے، گھر میں کہاں بیٹھ سکتے تھے، پانچوں وقت مسجد میں نماز کے لئے آتے اور بازاروں میں پھرا کرتے، لیکن کوئی مسلمان بات تک نہ کرتا تھا،

مسجد میں آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد سلام کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلّے پر بیٹھے رہتے، یہ دیکھتے کہ جواب میں لب مبارک ہلے یا نہیں، پھر قریب ہی نماز پڑھتے اور گوشۂ چشم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تاکتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے رہتے، جب نماز سے فارغ ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ منہ پھیر لیتے تھے،

ان کے ساتھ یہی برتاؤ ان کے گھر والوں کا بھی تھا، حضرت ابو قتادہؓ عم زاد بھائی تھے، ایک مرتبہ ان کے مکان کی دیوار پر چڑھے اور سلام کیا، اُنھوں نے جواب تک نہ دیا، اُنھوں نے تین مرتبہ قسم دیکر پوچھا کہ تم یہ جانتے ہو، کہ میں اللہ اور رسولؐ کو محبوب رکھتا ہوں، اُنھوں نے اخیر مرتبہ جواب دیا کہ خدا اور رسولؐ کو خبر ہوگی، اس جواب سے ان کو سخت مایوسی ہوئی، اور دل میں کہا کہ اب میرے ایمان کی بھی کوئی گواہی دینے والا نہیں، بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بازار کی طرف نکل گئے، وہاں ایک نبطی جو شام کا باشندہ تھا ان کو ڈھونڈھ رہا تھا، مسلمانوں نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ دیکھو وہ آرہے ہیں، وہ بادشاہ غسان کا ان کے پاس خط لایا تھا، کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا کہ تمھارے صاحب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر بڑی زیادتی کی، لیکن خدا نے تم کو کسی ذلیل گھر میں نہیں پیدا کیا ہے، تم میرے پاس آجاؤ، مضمون پڑھکر کہا یہ بھی ایک آزمایش ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

خط کو ایک تنور میں ڈال دیا،

چالیس دن گذر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علٰحدہ ہو جاؤ، پوچھا طلاق دیدوں؟ بولا نہیں صرف الگ رہو، اپنی بیوی سے جا کر کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور جب تک میری نسبت خدا کوئی فیصلہ نہ کر دے وہیں رہو، ہلال اور مرارہ کو بھی یہی حکم ہوا تھا، لیکن ہلال بہت بوڑھے تھے، ان کی بیوی بارگاہ رسالت میں گئیں اور خدمت کی اجازت لے آئیں، ان کے گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے آؤ، بولے میں نہ جاؤنگا معلوم نہیں آپ کیا فرمائیں،

پچاسویں دن فجر کی نماز پڑھ کر ایک چھت پر بیٹھے ہوئے تھے، اور دل میں کہہ رہے تھے، کہ اب تو زندگی سے بیزار ہوں، زمین و آسمان سب مجھ پر تنگ ہیں، کہ سنتے ہیں پہاڑ پر سے آواز آئی کہ اے کعب! بشارت ہو، سمجھ گئے کہ درقبول وا ہوا، اور اللہ نے توبہ کر لی، فوراً سجدہ میں گرے، خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، اور اپنی مغفرت چاہی، دو آدمی نے جن میں ایک گھوڑے پر سوار تھا، آکر خوشخبری سنائی، انھوں نے اپنے کپڑے اتار کر دونوں کو دیدئے، مزدور کپڑے موجود نہ تھے، اس لئے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے،

راستہ میں لوگ جوق در جوق چلے آرہے تھے، سب نے مبارکباد دی، مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے درمیان بیٹھے تھے، حضرت طلحہؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا، لیکن اور لوگ بیٹھے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، چہرہ مبارک مسرت سے چاند کی طرح چمک رہا تھا، فرمایا تم کو بشارت ہو، جب سے تم پیدا ہوئے، آج سے

Marfat.com
Marfat.com

بہتر کوئی دن نہ گذرا ہوگا، پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے معاف کیا؟ فرمایا
میں نے نہیں خدا نے معاف کیا جوش مسرت میں عرض کیا کہ اپنا مال صدقہ کرتا ہوں فرمایا
کہ کچھ صدقہ کرو، انھوں نے خیبر کا حصہ صدقہ کر دیا، اس کے بعد کہا کہ خدا نے مجھ کو صرف
سچ کی وجہ سے نجات دی، اب یہ عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولوں گا،

سچ بولنے میں حضرت کعبؓ کو جس ابتلا کا سامنا ہوا، اس کی نظیر سے تاریخ اسلام خالی
ہے، ایسے بڑے بڑے مصائب پر بھی ان کا قدم جادۂ استقلال سے نہ ہٹا،

قرآن مجید کی یہ آیتیں اُن کے متعلق نازل ہوئیں،

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا ط	یعنی خدا نے ان تین آدمیوں کی توبہ قبول کی
حتی اذا ضاقت علیھم الارض	جو پیچھے چھوڑے گئے تھے، یہانتک کہ
بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم	جب اُن پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ
وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ ط	ہوگئی، اور خود اپنی زندگی سے بھی تنگ آگئے،
ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ	اور انھوں نے سمجھ لیا کہ صرف خدا ہی سے پناہ
ھو التواب الرحیم ط	لینا چاہئے، تو خدا اُنکی طرف رجوع ہوا تاکہ
(توبہ رکوع ۱۳ پ ۱۱)	وہ اسکی طرف رجوع ہوں، بیشک خدا

اس آیت میں خلفوا کا لفظ ہے، جس کے معنی غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے معاملہ میں امر الٰہی کا منتظر رہنا اور اُن کو چھوڑ رکھنا ہے[1]،

عہد نبوی کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روح فرسا واقعہ میں اُنھوں نے مرثیہ لکھا تھا،
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ کی لڑائیوں میں وہ دونوں سے الگ رہے،

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۴ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

وفات امیر معاویہؓ کے عہد میں وفات پائی سنہ میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ ۵۰ھ تھا، عمر ۷۷ سال تھی،

اولاد عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، معبد، محمد، قصہ کعب کے ارکان خمسہ تھے، ان میں سے اوّل الذکر کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب ان کے والد نابینا ہو گئے تو یہ ان کے قائد اور راہ نما بنتے تھے[1]

فضل و کمال حدیث کی کتابوں میں ۸۰ روایتیں ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسید بن حضیر سے روایت کی ہے، راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، امام باقر رضی اللہ عنہ، عمرو بن حکم بن ثوبان، علی بن ابی طلحہ، عمر بن کثیر بن افلح، عمر بن حکم بن رافع، جیسے اکابر شامل ہیں،

مشہور شاعر تھے، طبیعت اچھی پائی تھی، اور اشعار میں جدت تھی، جاہلیت میں شاعری کے انتساب سے مشہور ہو چکے تھے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شعر کہنا کیسا فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے،

حبیب یہ شعر کہا،

زعمت سخینۃ ان ستغلب ربہا — فلیغلبن مغالب الغلاب

سخینہ کا گمان ہے کہ اس کا معبود اس کو غالب کرے گا — ہرگز ہرگز مغلوب ہو کر رہیں گے غالب کرنے والے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے تم نے خدا کو مشورہ بتایا،

ان کی شاعری کا موضوع کفار کو لڑائی سے ڈرانا اور مسلمانوں کا ان سے تحلو پیدا کرنا تھا، دربار رسالت میں تین شاعر تھے، اور تینوں کے موضوع جداگانہ تھے، انہی میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے، کلام کے اثر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ صرف دو بیت سے

Marfat.com
Marfat.com

اور تمام قبیلۂ دوس مسلمان ہوگیا، وہ شعر یہ تھے،

قضینا من تھامۃ کل وتر	وخیر ثمراغدنا السیوفا
تہامہ اور خیبر سے ہم نے کینہ کو دور کرکے	تلواریں نیام میں کریں،
یخبرھا ولو نطقت لقالت	قواطعھن دوسا او ثقیفا
اب ہم پھر اون کو اٹھاتے ہیں اور اگر بول سکیں	تو کہیں کہ اب دوس یا ثقیف کا نمبر ہے

دوسیوں نے سنا تو کہا کہ مسلمان ہوجانا بہتر ہے، ورنہ ثقیف کی طرح ہمارا بھی حشر ہوگا،

اخلاق صدق و راستی ان کا خاص وصف تھا، اور اس کو انھوں نے جس طرح نباہا، اس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے، دعا قبول ہونے کے بعد کبھی جھوٹ نہ بولے، خود فرماتے ہیں، واللہ ما تعمدت کذبۃ منذ قلت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومی ھذا وانی لارجوان یحفظنی اللہ فیما بقی۔[1]

غزوۂ تبوک سے پیشتر کی زندگی نہایت پاک اور صاف گذری تھی، چنانچہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو بنو سلمہ نے برجستہ کہا،

واللہ ما علمناک کنت اذنبت	یعنی خدا کی قسم تم نے اس سے پہلے تو کوئی
ذنبا قبل ھذا[2]	گناہ نہ کیا تھا،

---

[1] صحیح مسلم ص۲۵۴ جلد ۲ [2] صحیح بخاری جلد ۲ ص۶۳۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت کلثوم بن الہدمؓ

نام ونسب کلثوم نام، صاحب رحل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، کلثوم ابن الہدم بن امرء القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس،

ضعیفی کا عالم تھا کہ اسلام کی صدا کانوں میں پہنچی اور انھوں نے اسکو لبیک کہا،

ہجرت نبوی تھوڑے دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، ابتداءً قبیلہ عمرو بن عوف میں نزول اجلال ہوا، اور حضرت کلثومؓ کے مکان میں قیام فرمایا، گھر پہنچے حضرت کلثومؓ نے اپنے نوکر کو آواز دی، یا نجیح، عرب شگون اور فال کے عادی ہوتے تھے، ارشاد ہوا، انجحت یا ابا بابک! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں چار روز مقیم رہے، اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مسکن کو نوازا،

وفات مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر شروع تھی، اور بدر کو بہت کم عرصہ باقی تھا، کہ پیغام اجل آپہنچا، اس بنا پر حضرت کلثومؓ کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے،

ہجرت کے بعد صحابہ میں یہ پہلی موت تھی، اس کے چند دنوں بعد اسلام کے پرجوش داعی حضرت ابو امامہؓ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا،

Marfat.com
Marfat.com

"م"

حضرت معاذ بن جبلؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات | معاذ نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، امام الفقہاء کنز العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلۂ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے، نسب نامہ ہے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدَیّ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر،

سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سلمہ اور ادی، سلمہ کی نسل سے بنو سلمہ ہیں، جن میں حضرت ابو قتادہؓ، جابر بن عبداللہؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ گذرے ہیں، ان لوگوں کے سوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا، لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا، جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا،

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن طاہر[1] کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے ایک حضرت معاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن،

---

[1] کتاب الانساب ورق ۴۳

Marfat.com
Marfat.com

بنو عدی کے مکانات ان کے بنو عمام (بنو سلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے۔ قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا یہیں واقع تھی، حضرت معاذؓ کا گھر بھی یہیں تھا۔

اسلام

طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی، چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذؓ نے اس کے قبول کرنے میں بھی پس و پیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے صدق دل سے توحید کا اقرار کیا، اُس وقت ان کا سن ۱۸ سال کا تھا۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعبؓ مکہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ کی جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے۔ ان کے ہمراہ تھی حضرت معاذؓ بھی تھے، مکہ پہونچ کر عقبہ میں دونورانی منظر سامنے آیا جو حضرت معاذؓ نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لائے اور اُس جماعت سے بیعت لی،

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی، تو آفتاب اسلام کی روشنی شہر شہر پھیل

پھر تمام مطلع انوار ہوگیا

حضرت معاذؓ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ جو مسلمان ہوتے جانے لگے اور بت شکنوں کی جماعت میں داخل ہوتے گئے، موجد ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا، جو مسلمان ہوچکے تھے، لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب سے ابا کرتا تھا، غرض مدینہ کا گوشہ گوشہ بھی انہی لوگوں میں تھے، جو اپنے قدیم

نہایت معزز خاندان سے تھے، مخدوم سنے لڑکی کا یہ حوصلہ بڑھا ہوا دیکھ کر

Marfat.com
Marfat.com

حضرت معاذؓ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے، وہ بے خبر سو رہے تھے، ان لوگوں نے بت کو اُٹھا کر محلہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا، کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، صبح کو بت کی تلاش کے لئے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیظ و غضب اختیار سے باہر ہوگیا، بہرحال اس کو اٹھا کر گھر لائے، نہلایا خوشبو لگائی، اور اس کی اصل جگہ پر رکھدیا، اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے، تو بری طرح خبر لوں، لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگاتار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے،

تعلیم و تربیت حضرت معاذؓ ابتدا ہی سے ہونہار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے، اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے، اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے تھے، اور اسرار و حکم کی تلقین کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معاذ بن جبل! اُنھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ و سعدیک آپ نے پھر ان کا نام پکارا اُنھوں نے پھر اُسی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا، اسی طرح تین مرتبہ آپ نے انکا نام لیا، اور وہ اسی طرح برابر لبیک کہتے رہے، پھر ارشاد فرمایا کہ "جو شخص صدق دل سے کلمۂ توحید پڑھ لے اُس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے"، حضرت معاذؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ بشارت سنا دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں ورنہ لوگ

Marfat.com
Marfat.com

عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔"[1]

حضرت معاذؓ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم نے مجھے تنہائی میں پاکر کچھ پوچھا کیوں نہیں۔"

حضرت معاذؓ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خچر پر سوار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے یا عصا سے اُن کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی، اور فرمایا "جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے،؟" عرض کی "اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے، فرمایا یہ کہ بندے اُس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں۔" تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ "خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟" پھر عرض کی کہ "خدا اور رسول کو معلوم ہے،" آپ نے فرمایا "یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے۔"[2]

حضرت معاذؓ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے، ان کو اُٹھتے بیٹھتے، منزل بنوت سے تعلیم ملتی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی، ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ "میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں"؟ گذارش کی ارشاد ہو، فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔

تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی، مذہبی، اخلاقی، علمی، عملی، ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا، حضرت معاذؓ رسول اللہ صلعم

---

[1] بخاری ص ۴۴۴ جلد ۱، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس [2] مسند احمد ص ۲۳۸ جلد ۵ [3] ایضاً جلد ص ۲۱۷۔

Marfat.com
Marfat.com

کے قریب تھے، پوچھا ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے، اور دوزخ سے بچائے، فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی، لیکن جس کو خدا توفیق دے، اس پر آسان بھی ہے، شرک نہ کرو، عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان میں روزے رکھو، حج کرو،، پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں، میں تم کو بتاتا ہوں، روزہ جو سپر کا حکم رکھتا ہے، صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے، اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، تتجافی جنوبھم عن المضاجع (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ اسلام کے سر اور تمود اور چوٹی کی خبر دیتا ہوں، سر اور پاؤں تو نماز ہے، اور کوہان کی چوٹی جہاد ہے،

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے، زبان، اس کو روکو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا، حضرت معاذؓ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں، اس پر مواخذہ ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثکلتک[1] یا معاذ! بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے،

حضرت معاذؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت کی تھی، شرک نہ کرنا، خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کر دے یا جلا دے، والدین کو گز ند نہ پہنچانا خواہ تم کو وہ تمہارے بال بچوں اور مال سے علیحدہ کر دیں، فرض نماز قصداً کبھی نہ ترک کرنا، کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے، خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے، شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے، معصیت میں مبتلا نہ ہونا، کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غضب حلال ہو جاتا ہے، لڑائی سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لشکر خاک و خون میں لوٹ

---

[1] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۱،

Marfat.com
Marfat.com

چکا ہو، موت عام ہو، (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا، اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا، ان کو ہمیشہ ادب دینا، اور خدا سے خوف دلانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ کو تاکید کی تھی، اور فرمایا تھا کہ جو ان کو عمل میں لائے خدا اس کا ضامن ہوتا ہے، مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا، غزوہ کے لئے نکلنا، حاکم کی تعزیر یا توقیر کے لئے جانا، گھر میں بیٹھ رہنا جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے، اور دنیا اس سے سلامت رہے۔

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی، معاذ! ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو، نیکی اس کو مٹا دیگی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوۃ المظلوم فان لیس بینہ وبین اللہ حجاب (یعنی مظلوم کی بد دعا سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا)

یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا معاذ! خبردار عیش و تنعم سے علیحدہ رہنا۔ کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعم پسند نہیں ہوتے۔

اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی، انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جس طرح بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے، اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پا لیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے، خبردار خبردار! متفرق نہ ہونا، بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا۔

اشاعت اسلام کے متعلق فرمایا، معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کر لو تو تمہارے لئے دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

---

۱ مسند جلد ۵ ص ۲۳۸ ۲ ایضاً جلد ۵ ص ۲۳۰ ۳ ایضاً ص ۲۳۳ ۴ ایضاً ص ۲۳۵ ۵ ایضاً ص ۲۳۶ ۶ ایضاً ص ۲۳۸

Marfat.com
Marfat.com

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھیں، وہ جماعت انصار کا وہ "نوجوان" تھا جس کو حضرت ابن مسعودؓ فرد نہیں بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے،

غزوات اور عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لاکر مواخاۃ کی تو حضرت معاذؓ کا مہاجری بھائی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تجویز فرمایا،

۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت معاذ اس میں شریک تھے، اور اس وقت ان کا سن ۲۱ سال کا تھا، بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذؓ نے شرفِ شرکت حاصل کیا،

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا،

امامت مسجد بنو سلمہ نے اپنے محلہ میں ایک مسجد بنالی تھی جس کے امام حضرت معاذؓ تھے ایک دن عشا کی نماز میں آنحضرتؐ نے سورۂ بقر پڑھی، پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا، حضرت معاذؓ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ بیت توڑ کر چل دیا، حضرت معاذؓ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے، اس کو یہ نہایت ناگوار گذرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے فرمایا افتان انت؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کروگے؟ اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرو، کیونکہ تمہارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت بھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہئے، (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۵)

Marfat.com
Marfat.com

امارت یمن اور اشاعت اسلام

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے تشریف لائے تھے، کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی امارت کے لیے حضرت معاذؓ کو تجویز فرمایا،

اس سے پیشتر حضرت معاذؓ کی جائداد قرض میں بیع ہو چکی تھی، حضرت معاذ بہت فیاض تھے، اور خوب خرچ کرتے تھے، اور لڑکا اس کا بالغ جائداد پر پڑ رہا تھا، قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا، تو [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میں حاضر ہوئے [illegible] بھیجا، حضرت معاذؓ کو بلوایا، قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا بھی فیصلہ ہونا چاہیئے، لیکن جائداد سے قرض بہت زیادہ ہو چکا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا اس پر خدا رحم کریگا، چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، لیکن کچھ لوگ اڑے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کی کل جائداد ان لوگوں میں تقسیم کر دی، لیکن تاوقتیکہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت معاذؓ کو خیال تھا، فرمایا کہ گھبرانا نہیں خدا [illegible] دیگا،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو [illegible] کے لئے منتخب فرمایا، اگرچہ [illegible] پوچھا، فیصلہ [illegible] آنحضرت [illegible] کہ قرآن [illegible] فیصلہ کرو گے، فرمایا، اگر اس میں نہ ملے گا کہ سنت [illegible] فیصلہ کرو گے، فرمایا، [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خیال [illegible] فرمایا کہ گھبرانا نہیں خدا [illegible] دیگا،

Marfat.com
Marfat.com

اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے،

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا، جس میں حضرت معاذؓ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا،

انی بعثت لکم خیر اھلی!	میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔

اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبلؓ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جزیہ کی رقمیں وصول کرکے ان کے پاس جمع کرنا، اور معاذ بن جبلؓ کو سب پر امیر بناتا ہوں، ان کو راضی رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں،

یہ تمام مراحل طے ہو گئے، تو حضرت معاذؓ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور رخصت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے، روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سردار دو عالمؐ نے مشایعت کی، حضرت معاذ بن جبلؓ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہا تھا، اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا جس کے ایک ایک فقرہ سے شفقت و محبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا "معاذ! تم پر قرض بہت ہے، اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں"، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے حضرت معاذؓ سے کہا شاید اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے، تو میرے بجائے میری قبر ملے گی، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذؓ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ رو، رونا شیطانی حرکت ہے، رخصت ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حفظک اللہ من

Marfat.com
Marfat.com

بین یدیک ومن خلفک وعن یمینک وعن شمالک ومن فوقک ومن تحتک ودرأ عنک وشر وسل الانس والجن، یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے، حضرت معاذؓ نے مدینہ کی طرف نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا کہ میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں خواہ کوئی ہوں، (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے، جب یمن پہنچے تو سپیدہ صبح نمودار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول کسی دنیاوی فرماں روا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا دامن بالکل خالی تھا، خدم و حشم، نقیب چاؤش، خیل و سپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام و ایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا، اور زبان و لب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچا رہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں، اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا،

حضرت معاذؓ ملک یمن کے صرف امیر ہی نہ تھے، بلکہ محکمۂ دینی کے بھی انچارج تھے ایک طرف اگر وہ صوبۂ یمن کے والی و گورنر تھے، تو دوسری طرف دین اسلام کے معلم بھی، اس لئے حضرت معاذؓ عدالت و قضا کے فرائض کے علاوہ دینی خدمات بھی انجام دیتے تھے، مثلاً لوگوں کو قرآن مجید پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم و تلقین کرنا،

قبیلہ جولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی، اس کے ۴ بیٹے تھے جن میں سب سے چھوٹا بھی بے داڑھی مونچھ کے نہ تھا، شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی

۱؎ مسند جلد ۵ ص ۲۳۵، ۲۳۶ ایضاً ص ۲۳۷ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

تھی، ضعف کا یہ حال تھا کہ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے، آکر پوچھا، آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ حضرت معاذؓ نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے' اُس نے کہا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ ہیں؟ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذؓ نے کہا ہاں، جو جی چاہے پوچھو، اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے، حضرت معاذؓ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اُس نے کہا آپ کو خدا کی قسم ٹھیک ٹھیک بتائیے" حضرت معاذؓ نے کہا "کیا تم راضی نہیں" وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذؓ نے کہا "جب یہ بات ہے تو تم اُن کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتیں، اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو اور تم اپنا منہ اس میں لگا دو، تب بھی حق نہ ادا ہوگا"[1]

یمن کا ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا تھا، صنعاء، کندہ، حضرت موت، جند، زبید، (رمع، عدن اور ساحل تک اس میں شامل تھا) یمن کا صدر مقام جند تھا، اور حضرت معاذؓ یہیں رہتے تھے۔ باقی چار حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے

حضرت خالد بن سعیدؓ	صنعاء
حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ	کندہ
حضرت زیاد بن لبیدؓ	حضرموت
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کر کے

---

[1] مسند جلد ۵ صفحہ ۲۳۹

Marfat.com
Marfat.com

حضرت معاذؓ کے پاس بھیج دیتے تھے، خزانہ حضرت معاذؓ کے پاس تھا،

حضرت معاذؓ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے، اُن کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرلیتے تھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاقہ میں جاکر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا، دورہ میں جہاں شام فرماتے تھے، چنانچہ وہاں بھی آپ کے لئے خیمہ ہی نصب کیا گیا، اور آپ اُس میں فروکش ہوئے، اور اس کے قریب ہی حضرت [illegible] بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے،[1]

حضرت معاذؓ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا، یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں بتمامہٖ مذکور ہے، اس میں غلہ جات، مویشی، سونا، چاندی، جزیہ اور [illegible] کے احکام کی تفصیل ہے، حضرت معاذؓ نے ہمیشہ اسی پر عمل کیا،

ایک مرتبہ گاؤں کا ایک گبر ایک شخص سے کچھ لینا تھا، اس نے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھ دیا تھا کہ ہر ایک چیز لینا، اس لئے حضرت معاذؓ نے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق [illegible] سے یہ معلوم ہوا کہ [illegible] جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے، رعایا اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کئے ہیں، ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے، اور رعایا پر نیابت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، ان پر نہایت سختی سے عمل درآمد کراتے تھے،

---

[1] بخاری ص ۶۳۳ جلد ۲ و ص ۱۰۵۸ جلد ۲ و ص ۱۰۵۲ جلد ۲ و ص ۱۰۵۳ جلد ۲ و ص ۱۰۵۴ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی، کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو، عمال کی عدالتوں میں حق و صداقت کو غلبہ ہوتا تھا، ایک یہودی مرگیا، ورثہ میں، صرف ایک بھائی تھا، جو مسلمان ہو چکا تھا، حضرت معاذؓ کی عدالت میں مرافعہ (اپیل) ہوا، تو انھوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا[1]،

حضرت معاذؓ کی حکومت یمن میں ۲ برس رہی، ۹ھ میں وہ عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تھے، اور ۱۱ھ میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آگئے،

حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی، اس سے جو منافع تھا، اس سے اپنا قرض پورا کیا[2]، اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبول کی تھی، چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیر وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا، لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا، اس لئے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا، یمن سے واپسی گورنری کی میعاد ختم کرکے مدینہ منورہ واپس آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، حضرت معاذؓ مال و متاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ ان کے گذرا وقات کے بقدر علیحدہ کرکے بقیہ سارا سامان اُن سے وصول کر لیا جائے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا، اگر ان کی مرضی ہوگی اور میرے پاس لائیں گے تو لے لونگا، ورنہ ایک حبہ نہ لونگا، حضرت ابوبکرؓ سے یہ صاف جواب ملا

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۰ [2] استیعاب ابن عبدالبر،

Marfat.com
Marfat.com

تو حضرت عمرؓ خود حضرت معاذؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا، انھوں نے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کرلوں، میں کچھ بھی نہ دونگا، حضرت عمرؓ خاموش ہوکر واپس چلے آئے، تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے،

حضرت معاذؓ نے گو اس وقت حضرت عمرؓ سے انکار کر دیا لیکن آخر تائید غیبی نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی، حضرت معاذؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے آکر نکالا اور مجھے اس مصیبت سے نجات دی سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کرکے کہا کہ جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے، وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے، سب لاکر دونگا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لونگا، میں نے تم کو ہبہ کر دیا، حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ سے کہا اب اپنے پاس رکھو، اب تمھیں اجازت مل گئی،

شام کی روانگی یہ مراحل سطے ہوگئے تو حضرت معاذؓ نے شام کا قصد کیا، اور اپنے اہل و عیال کو لیکر وہیں سکونت پذیر ہوگئے، حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کیا تو حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گذر رہا تھا حضرت معاذؓ بھی فوج میں شامل تھے، اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے،

سفارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خوبی دیکھئے کہ صحابہ میں بیک وقت مختلف کاموں اور گوناگوں فرائض کے انجام دینے کی قابلیت پیدا ہوگئی تھی، یہی حضرت معاذؓ مفتی شرع بھی تھے مجلس ملکی کے ممبر بھی، جامع حمص میں قرآن و حدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا

Marfat.com
Marfat.com

حاکم وقت بھی، اسلام کے سفیر بھی۔ تھے اور میدان جنگ میں غازی و شجاع و مجاہد بھی،
سفارت کا منصب تفویض ہوا، تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام دیئے
شام کے ایک شہر فحل میں ۱۳ھ میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں، اور رومی صلح پر آمادہ ہوئے، اور
حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا، کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہمارے
پاس بھیجئے، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذؓ کو تجویز کیا، حضرت معاذؓ رومی لشکر میں
پہنچے تو وہاں نہایت ساز و سامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا، ایک خیمہ نصب تھا جس میں
دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا، معاذؓ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہو گئے، ایک
عیسائی نے آگے بڑھکر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں، آپ اندر تشریف لیجائیں، حضرت
معاذؓ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا، فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں
کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے، بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے، عیسائیوں نے
افسوس کیا کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کو خود اس کا خیال نہیں، یہ سننا تھا
کہ حضرت معاذؓ کو غصہ آگیا، گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جس کو تم عزت سمجھتے ہو
اس کی مجھے حاجت نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھکر خدا کا کون
غلام ہو سکتا ہے، رومی حضرت معاذؓ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے ایہا
کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھکر کوئی ہے؟ انھوں نے کہا،
معاذؓ تو ہیچ ہے، کہ میں سب سے بدتر ہوں، رومی خاموش ہو گئے، حضرت معاذؓ
نے کچھ دیر انتظار کرکے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو کہ اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو کرنا
چاہتے ہیں تو ٹھہروں، ورنہ جاتا ہوں، رومیوں نے کہا ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہمارے
ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیونکہ رخ کیا، حالانکہ ہمارا بادشاہ تاجداران روئے زمین کا شاہنشاہ ہے، اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں۔ حضرت معاذ نے کہا ہمیں تم سے جو کچھ کہنا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ، ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو، شراب چھوڑ دو، سور کا گوشت چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہارے بھائی ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اس سے بھی اگر انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اگر تم آسمان کے ستاروں اور ذرات زمین کے برابر ہو تو ہم کو قلت و کثرت کی قطعی پروا نہیں،

اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمہارا شہنشاہ تمہاری جان اور مال کا مالک ہے، لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے وہ ہمیں اپنے کو ہم پر بیچ ڈالنے سے روک سکتا۔ اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اس کے ہاتھ کاٹے جاتے، دوسرے میں نہیں۔ ہم نے کو ہم سے زیادہ عقل مند بنایا ہے کہ ہم کو کسی امر کی ترجیح نہیں، اور ہم کو

نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور کہا کہ تمہارا ہر ہر دعویٰ دین حق سے بے بنیاد ہے۔ پر نہایت حیرت زدہ ہوئے۔ حضرت معاذ سے کہا تم کون ہو، کیا کام اور دوران کا وہ حصہ جو آپ کے علاوہ مشتمل ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی بادشاہ کا ایلچی ہے تو فارس جیسے، چونکہ کوئی تحریر نہیں تھا حضرت معاذ نے کہا جو کہنا ہے زبانی میں دیا اور کہا کہ وہاں سے چلے آئے۔

فوجی خدمات	حضرت معاذ اگرچہ اپنے شعبہ کے ...
	مامور ہوئے تاکہ ...

Marfat.com
Marfat.com

سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، اس موقع پر ان کو جو امتیاز حاصل ہوا وہ یہ تھا، کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا،

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ھ میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی، حضرت معاذؓ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا، عیسائیوں کا حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا تھا، حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑونگا، اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے. تو گھوڑا حاضر ہے، ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کرونگا، کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں، غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے، اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے،

مجلس شوریٰ کی رکنیت | مجلس شوریٰ کی باضابطہ تشکل اگرچہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہو چکا تھا. چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے، ان میں حضرت معاذؓ کا نام نامی بھی داخل تھا، حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مجلس شوریٰ کا باقاعدہ انعقاد کیا، تو حضرت معاذؓ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے[1]

افواج شام کی سپہ سالاری | عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھی، ۱۸ھ میں نہایت زور شور سے شام میں طاعون نمودار ہوا، جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی میں وفات پائی، انتقال کے قریب

[1] کنز العمال ص ۱۳۲ بحوالہ ابن سعد جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت معاذؓ کو اپنا جانشین بنایا اور چونکہ نماز کا وقت آچکا تھا، حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں، ادھر نماز ختم ہوئی، اُدھر انھوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور حضرت معاذؓ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے،

وفات وبا اسی طرح زوروں پر تھی، اور لوگ سخت پریشان تھے حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ یہاں سے ہٹ چلو، یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے، حضرت معاذؓ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے، کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا جس میں عمرو کو سخت وسست کہا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ وبا بلا نہیں خدا کی رحمت ہے، نبی کی دعوت ہے، اور صالحین کے اُٹھنے کی ساعت ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے، شام اسلام کے علم کے نیچے آجائیگا، پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا شہید ہوگا، اور اس کے اعمال پاک ہوجائیں گے الٰہی اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر میں بھیج، اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے[1]،

تقریر ختم کرکے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، دعا قبول ہوچکی تھی، دیکھا تو بیٹا اسی بیماری میں مبتلا تھا، باپ کو دیکھ کر کہا، الحق من ربک فلا تکونن من الممترین، یہ موت جو حق ہے خدا کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں نہ ہوجئے، حضرت معاذؓ نے جواب دیا، ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین، تو انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائے گا، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انتقال کیا، بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیٹیاں اسی بیماری میں مرچکی تھیں، اب حضرت معاذؓ تنہا رہ گئے تھے سخت

[1] مسند صفحہ ۲۳۰ و ۲۴۲ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

مقررہ آئی تو خدا کا بندۂ خاص بھی دائرۂ رحمت میں شامل ہوا، داہنے ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں ہچکی ہے، تکلیف اس قدر تھی کہ بیہوش ہو ہو جاتے تھے، بایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے "خدایا تجھکو اپنے غم میں غمگین کر کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں" اور اس کو تو خوب جانتا ہے پھر بیہوش ہو جاتے، جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے، وفات کی رات بھی عجیب رات تھی حضرت معاذؓ نہایت بیچین تھے، بار بار پوچھتے تھے "دیکھو صبح ہوئی" لوگ کہتے تھے کہ ابھی نہیں، جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا، اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے، الٰہی میں تجھ سے جس قدر خوف کرتا تھا، تجھکو خوب معلوم ہے، آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں، میں نے کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لئے پسند نہیں کیا، کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف کرتا، بلکہ اس لئے چاہتا تھا کہ فضائح و فواحش سے دور رہوں، کرم وجود کو فروغ دوں، اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں" وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذؓ گریہ و بکا میں مشغول تھے، لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اس کے ماسوا فضائل و مناقب سے ممتاز ہیں، آپ کو رونے کی کیا ضرورت؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے، اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے عذاب و ثواب کا خیال ہے، اسی حالت میں روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی، اور خالق کون و مکان کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا،

وفات کے وقت حضرت معاذؓ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی، اور ۱۸ھ تھا، وفات بھی

۵ سنہ ۱۸ھ

Marfat.com
Marfat.com

نہایت مبارک خطہ میں واقع ہوئی، بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا، جو مزار ارون کے قریب واقع تھا، اسی میں حضرت معاذؓ نے وفات پائی، شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا، جہاں سے حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھا لیے گئے تھے، دفن کے لیے وہی مقام تجویز ہوا اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی۔

حلیہ حضرت معاذؓ کا حلیہ یہ تھا، رنگ سپید، چہرہ پر روشنی، قد دراز، آنکھیں سرگیں، اور بڑی بڑی، ابرو پیوستہ، بال سخت گھونگھر والے، آگے کے دانت صاف اور چمکدار، بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہوا کرتی تھی، جس کو ان کا ایک عقیدت کیش "نور" اور موتی سے تعبیر کرتا ہے۔ آواز بہت سہانی اور گفتگو نہایت شیریں تھی جس نے ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ میں ممتاز تھے۔

ازواج حضرت معاذؓ کا سن ہی کیا تھا، وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے، تاہم صاحب اولاد تھے، اگرچہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ صلب اللہ قط یعنی حضرت معاذؓ کے صلب سے اولاد نہیں ہوئی، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے کئی بیٹے تھے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذؓ کے ساتھ طاعون عمواس میں شریک تھے، یہ طاعون ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں حضرت معاذؓ کی بیوی کی ازدواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی۔

علم و فضل حضرت معاذؓ کو جن علوم میں کمال [illegible] حدیث اور فقہ ہیں۔ قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ [illegible] ہے ہمارے اس قول کی تصدیق کرتا ہے، اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں

Marfat.com
Marfat.com

چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی ان میں سے ایک حضرت معاذؓ بھی تھے، اسکی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے،

حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی، کہ خود حامل نبوت سامنے تھا، تاہم اُس زمانہ میں بھی متعدد صحابہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، چنانچہ حضرت انسؓ کا واقعہ اسد الغابہ میں مذکور ہے لیکن چونکہ وہ احادیث کی روایت میں بہت محتاط تھے اور نیز اس لئے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ سے لے کر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لئے برابر مدینہ سے باہر رہے، اس لئے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے "حدیث ازیشان باقی نماند" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو تعلیم و روایت حدیث کیلئے شام بھیجا تھا، اور وہیں ان کا ۱۸ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہوگیا"

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا، عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر تڑپا رہی تھی، زبانِ مبارک اس فرض کی ادائگی میں مصروف تھی[1]،

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور کچھ اور لوگ پاس بیٹھے تھے۔ وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا "پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کرونگا جس کو ابتک میں نے اس لئے مخفی رکھا تھا، کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے" اسکے بعد ایک حدیث بیان کی[2]،

حضرت معاذؓ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہ سے کم ہیں، تاہم ان کا شمار راویانِ حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے، ان کی احادیث کی مجموعی تعداد (۱۵۷) ہے، جس میں دو حدیثوں پر

---

[1] مستند ص۲۳۳ جلد ۵، [2] ایضاً ص۳۳ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،

تلامذۂ حدیث کی تعداد کثیر تھی، اکابر صحابہ کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے، حضرت عمرؓ، ابو قتادہؓ انصاری، ابو موسیٰ اشعریؓ، جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمروؓ بن عاص، انس بن مالکؓ، ابو امامہؓ باہلی، ابو لیلیٰ انصاری ابو طفیلؓ

تلامذۂ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں، ابن عمری، ابن ابی اوفی، اشعری، عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمی، جابر بن انس، ابو ثعلبہ خشنی، جابر بن سمرہ سوائی، مالک بن نیجام، عبدالرحمٰن ابن غنم، ابو مسلم خولانی، ابو عبداللہ صنابحی، ابو وائل، مسروق، جنادہ بن ابی امیہ، ابو ادریس خولانی، جبیر بن نفیر، اسلم مولیٰ حضرت عمرؓ، اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم،

فقہ | خود عہد نبوی میں حضرت معاذؓ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا، اس سے بڑھکر شرف اور کیا ہو سکتا ہے، کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبلؓ	ہمارے صحابہ میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہا کہ لولا معاذ لهلك عمر یعنی اگر معاذ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہو جائے، اس سے حضرت معاذؓ کے رتبہ اجتہاد و درجہ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ اس کے علاوہ بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذؓ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا، آپ جب یمن میں خطبہ دیا تو فرمایا

من اراد الفقه فليات معاذا | جو فقہ حاصل کرنا چاہے معاذؓ کے پاس جائے

خطب علم اور شوق تحصیل | ان [illegible] کو [illegible] علم کی [illegible] کمال کا [illegible] کیونکر [illegible] جس کا

Marfat.com
Marfat.com

ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا، دوسرے خود معلّم نبوتؐ کا ایسے جوہر قابل اور مستعد طالب علم کی طرف جوش التفات و عنایت خاص حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی، اس لئے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا،

حضرت معاذؓ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنہا ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل تعلیم کیا کرتے تھے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذؓ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ کاشانۂ نبویؐ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں، تلاش کے لئے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے، کہ حضور کدھر تشریف لے گئے، آخر ایک جگہ آپ کو پالیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے، اور نماز کی نیت باندھ لی، اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی، فارغ ہوئے تو معاذؓ نے پوچھا کہ حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی"؟ فرمایا "یہ ترغیب و ترہیب کی نماز تھی، میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی، جس میں دو کے متعلق رضامندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت میں روک دیا گیا، میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے، تو یہ درخواست منظور کر لی گئی، ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آسکے تو وہ بھی پوری کی گئی، ایک تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں اختلاف و تفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کر دیا گیا"[1]

---

[1] مسند ص ۲۴۶ جلد ۵۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوۂ تبوک سے مراجعت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا اور خالی پا کر حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ مجھکو وہ عمل بتائیے جو میرے دخولِ جنت کا سبب بنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا، بخ! لقد سئالت عن عظیم[1] یعنی تم نے بہت بڑی بات پوچھی،

اس کے ساتھ ہی یہ بھی خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اور لوگ خلل انداز نہ ہوں، کیونکہ شمع نبوت کے گرد ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا تھا، چنانچہ اسی روایت میں حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فرما ہی رہے تھے، کہ کچھ لوگ آتے دکھائی دیئے، مجھکو ڈر لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ میری طرف سے منعطف نہ ہو جائے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ فلاں بات جو آپ نے فرمائی تھی، اسکے متعلق کیا ارشاد ہے؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا[2]

حضرت معاذؓ کو ایسے موقع کی ہر وقت تلاش رہتی تھی، موقع ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فوراً سوال کرتے تھے، لیکن پاس ہونا ضروری تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج پہچان کر سوال کی جرأت کرتے تھے، غزوۂ تبوک سے قبل لوگ طلوع آفتاب کے وقت سواریوں پر سو رہے تھے، اور اونٹ ادھر ادھر راستہ میں چر رہے تھے، حضرت معاذؓ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصروفِ خواب تھے، اور ناقۂ مبارک چرنے اور کھانے میں مشغول، حضرت معاذؓ کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی، انھوں نے اس کی مہار کھینچی تو وہ اور متوحش ہوا، اس کے بدکنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ بھی بدکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار

[1] مسند ص ۲۳۷ جلد ۵ [2] ایضاً

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے مڑ کر پیچھے دیکھا تو معاذؓ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا، آپ نے پکارا معاذ! انھوں نے کہا "حضور" آپ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ، حضرت معاذؓ اس قدر قریب آگئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذؓ کے اونٹ بالکل برابر ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں، حضرت معاذؓ نے کہا سب لوگ سو رہے ہیں، اور چانور چر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میں بھی سو رہا تھا، آپ کا رُخ اور التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں جس نے مجھ کو غمگین مریض اور سقیم بنا دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو[1]

ایک اور سفر میں جیسا کہ آپ کہیں اوپر پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین دفعہ پکارا، اور ہر دفعہ انھوں نے ادب سے جواب دیا، چنانچہ تیسری دفعہ انکو پکارا تو فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل جنت میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ گنہگار ہو، حضرت معاذؓ نے اس کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا ایسا نہ کرو، لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے،

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا، آپ نے اُس کا جواب مرحمت فرمایا، ایک ظاہر بیں کے لئے وہ جواب بالکل کافی تھا، لیکن حضرت معاذؓ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، پوچھا یا رسول اللہ یہ حکم اس شخص کے لئے خاص ہے، یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے، آپ نے فرمایا نہیں عام ہے[2]

منصب تعلیم تحصیل علم میں جد و جہد اور مسائل میں غور و خوض کا مرحلۂ دشوار گذار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی، یعنی یہ کہ فیض تربیت سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں حضرت معاذؓ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے، اسی لئے کہ فتح یمن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وہیں چھوڑ گئے کہ یہیں رہ کر لوگوں

[1] مسند ص ۲۳۵ جلد ۵ ؛ [2] ایضاً ص ۲۳۶،

Marfat.com
Marfat.com

کو فقہ وسنت کی تعلیم دیں،

۹ھ میں والی یمن بنا کر بھیجا، تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی، یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لئے یہاں بھیجیے، حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی، حضرت معاذؓ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور تعلیم میں مشغول ہوئے تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے جن کی ذات علوم وفنون کا مرکز بنی ہوئی تھی، حضرت معاذؓ ان میں سے ایک تھے،

حضرت معاذؓ کی سکونت اگرچہ علاقہ فلسطین میں تھی، لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا، فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقہ درس قائم تھے، وفود حضرت معاذؓ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا، طریقہ تھا کہ مجلس میں جب کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے، حضرت معاذؓ خاموش بیٹھے رہتے، جب مباحثہ نہ ہوتا تو حضرت معاذؓ فیصلہ کرتے تھے،

ابو ادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ حضرت عبادہ بن صامت اور معاذ بن جبل ہیں، ابو مسلم خولانی جامع حمص میں گئے تو دیکھا کہ [illegible]

۱؎ طبقات ابن سعد ص ۷۱ تراجم معاذ رضی اللہ عنہ یضاً ص [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بیٹھے ہیں، اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں، ان میں ایک نوجوان بھی ہے، جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے، تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبلؓ ہیں،

غرض حضرت معاذؓ کے درس و افادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا، شہروں کی جامع مسجدیں درسگاہ کا کام دیتی تھیں، وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے، اور جہاں جاتے تھے، فیض و برکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا،

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں، جن میں ایک شام میں، اقامت پذیر ہے؛ یہ حضرت معاذؓ کی طرف اشارہ تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلا کون ہیں؟ لوگ لاعلمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ بن جبلؓ اور ابو درداءؓ عقلاء سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں،

مجتہد کے لئے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے، حضرت معاذؓ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا، (اسد ج ۴ ص ۲۳۶)

پڑھ چکے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے پوچھا تھا کہ "مقدمہ آئے گا تو کیونکر فیصل کروگے؟" حضرت معاذؓ نے جواب دیا: "کتاب اللہ سے" آپ نے فرمایا "اگر اس میں نہ پاؤ" تو عرض کی "سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے" پھر فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ" تو عرض کی کہ "اجتہاد کرونگا" یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا، اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں" حضرت معاذؓ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ ہیں، اول

Marfat.com
Marfat.com

کتاب الٰہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس،

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں، تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کے رکعتیں ہوئیں، اور وہ اشارہ سے جواب دیدیتے، اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کرکے صف نماز میں مل جاتے تھے، ایک دن جماعت ہو رہی تھی، اور لوگ قعدہ میں تھے، کہ حضرت معاذؓ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو حضرت معاذؓ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا، قد سن لکم فھکذا فاصنعوا یعنی معاذؓ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کیا کرو[1]، یہ حضرت معاذؓ کے لئے کتنی قابل فخر منقبت ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پائی، اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے، اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں،

نماز اور روزہ کے تین دور انھوں نے جس طرح سے قائم کئے تھے[2] وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عدل ہے، اسی بنا پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہ سے مختلف تھے، وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا،

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابۂ کرام میں اختلاف تھا[3] حضرت عمرؓ بھی نہایت متردد تھے، مگر عام صحابہ کی تردید نہ کر سکتے تھے، لیکن حضرت معاذؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو سب سے اختلاف تھا، آخر حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذؓ کی رائے سے اتفاق کیا، اور اسی پر حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا[4]،

[1] مسند ص ۲۳۳ و ۲۴۶ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۲۴۶ جلد ۵ [3] ایضاً ابی ۱۱۵ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

اسی طرح ایک مرتبہ، ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی، ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس سے غائب تھا، لوگوں کو شبہہ ہوا، حضرت عمرؓ سے ذکر کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاذؓ موجود تھے، بولے کہ عورت کے رحم کا آپ کو بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں، حضرت عمرؓ نے اس وقت چھوڑ دیا، اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے، لڑکا پیدا ہوا تو خوبی قسمت سے اپنے باپ کے بالکل مشابہ نکلا، باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے، حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو فرمایا کہ "معاذؓ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی اگر معاذؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"[1]

قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذؓ کو کمالات عطا فرمائے تھے، اس کا اعتراف طبقۂ صحابہ میں ہر کہ و مہ کو تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ یعنی معاذ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں"

وہ خلافت کے مستحق تھے! حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے، حضرت عمرؓ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذ بن جبلؓ زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا، خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، یاتی معاذ بین العلماء برتوہ،

اخلاق و عادات حضرت معاذؓ کے مناقب و محامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے، اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہو گئی ہوں گی، ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت و عبادت ہے چنانچہ حضرت معاذؓ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے، یہ اسی

---

[1] کنز العمال صفحہ ۸۶ جلد ۶ بحوالہ صحیح بخاری و مسلم،

Marfat.com
Marfat.com

عشق الٰہی و محبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمرؓ و ابن العاص نے آبادی چھوڑ کر میدان میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی، اور فرمایا کہ "یہ رحمتِ الٰہی ہے، اے خدا اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج"

حبِ رسول حبِ الٰہی کے بعد حب رسول کا درجہ ہے، سُن چکے ہیں کہ وہ جب کبھی آپ کو نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ کی تلاش میں نکل جاتے، حضور کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے، صحابہؓ بھی ہمراہ تھے، ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبلؓ بھی تھے، اُٹھ کر کہیں چلے گئے، معاذ کو بڑی پریشانی ہوئی، شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ نہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لے کر آپ کی تلاش میں نکل گئے، راستہ میں آواز معلوم ہوئی، دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، معاذ کو دیکھ کر حضورؐ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے، ہم کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو، اس لئے اس وقت آپ کو ڈھونڈھنے نکلے ہیں[1]

ادبِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیحد ادب کرتے تھے، ایک بار یمن سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[2]

---

[1] مسند ص ۲۳۶ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۲۲۶

Marfat.com
Marfat.com

جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت و جان نثاری کی بنا پر اُن سے نہایت محبت کرتے تھے، ایک بار حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ مجھکو تم سے بہت محبت ہے، حضرت معاذؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں، اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہکر ایک دعا بتائی، جو حضرت معاذؓ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے[1]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی رضؓ کو حضرت معاذؓ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انھوں نے اپنے شاگرد ابو عبدالرحمن جبلی کو اور جبلی نے عقبہ بن مسلم یحیبی کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی[2]،

مذکورۂ بالا واقعات تمامتر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذؓ کی محبت کا جو حال تھا وہ اوپر گذر چکا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی، اس کا بیان اب سننا چاہئے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت معاذؓ کا اضطراب و اضطراب قابل دید تھا، یمن سے واپس ہوکر آئے تو مدینہ منورہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا، اس لئے انھوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑکر شام میں سکونت اختیار کی،

شام میں بھی محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا، ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلالؓ بھی وہاں موجود تھے، حضرت عمرؓ

---

[1] مسند ص۲۴۵ جلد ۵ و ادب المفرد ص۳۱ [2] مسند ص ۲۴۵ ج ۵

نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجئے، حضرت بلالؓ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دونگا، لیکن آج آپ کا ارشاد بجا لاتا ہوں، اذان دینی شروع کی تو صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا، اور اُن پر رقت طاری ہوگئی، اور حضرت معاذؓ بن جبلؓ تو روتے روتے بیتاب ہوگئے،

امر بالمعروف | حضرت معاذؓ نے امر بالمعروف میں کبھی لومۃ لائم کی پروا نہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہؓ حاکم شام تھے، اُن سے پوچھا کہ کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذؓ نے کہا ہاں۔[1]

جود | نہایت فیاض تھے، چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائداد بیع ہوگئی، اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا،

صدق | راست گفتاری ان کی مسلم تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی، حضرت انسؓ سے حضرت معاذؓ نے ایک حدیث بیان کی، حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذؓ سے یہ فرمایا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق معاذ! صدق معاذ! صدق معاذ!

کینہ و حسد سے مبرا تھے، اقران اور ہمعصر اکثر حسد کرنے پر کمر بستہ ہوتے ہیں، چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا، لیکن

---

[1] مسند ص۲۳۰ جلد ۵ ایضاً۔

Marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے صحابہؓ کو اس قسم کے رکیک و باطل خیالات سے پاک کر دیا تھا، وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اسکو ظاہر بھی کر دیتے تھے،

حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھا جارہا ہے، حضرت معاذؓ سے کہا فرمایئے آپ کے بعد کس سے پڑھیں! انھوں نے کہا ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو، بیٹھ گئے تو فرمایا سنو! علم و ایمان اُٹھ نہیں سکتے، وہ بدستور رہیں گے، جو جستجو کریگا پائیگا، (تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو، یعنی، ابو درداءؓ، سلمان فارسی، ابن مسعود، عبد اللہ ابن سلام[1] سے، رضی اللہ عنہم

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۴۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت مسلمہؓ بن مخلد

مسلمہ نام، ابو سعید اور ابو معن کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے مسلمہ بن مخلد بن الصامت بن نیار بن لوذان بن عبد ود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج ابن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر،

۲ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۸ سال کے تھے، صغر سنی کی وجہ سے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے،

حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی، عمرو بن العاصؓ کو فتح کے لئے مدینہ سے چار ہزار آدمی بطور کمک روانہ کئے گئے ان پر چار شخص افسر تھے جو فن سپہ گری میں تمام عرب میں انتخاب تھے یعنی زبیر بن العوامؓ، مقداد بن الاسود کندیؓ، عبادہ بن الصامت، مسلمہ بن مخلد، حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا تھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے، اس بنا پر فوج کے ہر حصہ کے [illegible]

مصر فتح ہوا تو مسلمہ نے وہیں اقامت اختیار کی، پھر [illegible]

عثمان کے ساتھ تھا، لیکن یہ بزرگ اور نعمان بن بشیر [illegible]

جنگ صفین کے بعد جس میں [illegible]

لہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

میں محمد بن ابی بکرؓ قتل ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں مسلمہ کا بھی حصہ تھا، اور عجب نہیں کہ یہ صحیح ہو، محمد بن ابی بکر جب حاکم ہو کر مصر گئے تو قیس نے ان کو سمجھا دیا تھا کہ مسلمہ، معاویہ بن خدیج وغیرہ کے ساتھ عفو و درگذر کا برتاؤ کرنا، لیکن انھوں نے اس کے بالکل خلاف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر میں ایک شورش نمودار ہوئی جو محمد بن ابی بکرؓ کے قتل پر منتج ہوئی،

محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کو مصر کا والی بنایا ان کے بعد اور لوگ بھی ان کی طرف سے والی ہو کر آئے، جن میں سب سے اخیر والی اور سب سے پہلے نائب السلطنت مسلمہ بن مخلد تھے،

امارت مصر و افریقہ حضرت مسلمہؓ امیر معاویہؓ کے پاس شام میں تھے کہ امیر معاویہؓ نے عقبہ بن عامر جہنی کے بجائے ان کو مصر کا حاکم مقرر کیا، اور تاکید کی کہ عقبہ سے امارت مخفی رکھی جائے، دوسری طرف عقبہ کے نام فرمان بھیجا کہ آپ امیر البحر ہیں، جزیرہ روڈس پر حملہ کیجئے، چنانچہ مسلمہ مصر پہنچے، اور عقبہ کے ساتھ اسکندریہ روانہ ہوئے، ادھر عقبہ کے جہاز نے جزیرہ روڈس پر حملہ کے لئے لنگر اٹھایا اور ادھر مسلمہ تخت امارت پر متمکن ہو گئے، عقبہ کو خبر ہوئی تو بڑا افسوس کیا[1] یہ ۲۰ ربیع الاول ۴۷ھ کا واقعہ ہے، بعض لوگوں نے ۵۰ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں،

مصر اور افریقہ اب تک دو جداگانہ صوبے تھے، اور ان پر دو والی حکومت کرتے تھے، حضرت مسلمہؓ دونوں صوبوں کے امیر بنائے گئے اور اسی کے ساتھ ساتھ محکمۂ مذہبی کا مزاج بھی انہی کی نگرانی و اہتمام میں دیدیا گیا،

حضرت مسلمہؓ نے نظام حکومت از سر نو ترتیب دیا، سائب بن ہشام بن کنانہ عامری کو پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا، وہ ۴۹ھ تک اس منصب پر فائز رہے، اس کے بعد

[1] یہ تمام واقعات کتاب ولاۃ مصر للکندی ص ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ سے ماخوذ ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

عابس بن سعد مرادی کو کہ انتظامی قابلیت رکھتے تھے، اس عہدہ پر مامور کیا۔
معاویہ بن خدیج کو مغرب کی سرحد پر غزوہ کے لئے مامور کیا، اور بری و بحری لڑائیوں کے لئے بعض مقامات پر لشکر بھیجے،

حضرت مسلمہؓ نے اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی، ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیئے، ایک بحری لڑائی کے لئے آدمی کثرت سے بھرتی کئے، تو فوج میں عام ناراضگی پھیل گئی، اس موقع پر حضرت مسلمہؓ نے فوجی جوش کم کرنے کے لئے ایک خطبہ دیا جو بجنسہ درج ذیل ہے،[1]

یا اھل مصر! ما انتم فی	لوگو! تم کو مجھ سے ناخوش نہ ہونا چاہیے
لقد زدت فی مددکم وعدد	میں نے تمہاری تعداد اور کمک میں اضافہ
وقد تکون علی عدوکم والذی	کرکے دشمنوں کے مقابلہ میں تم کو مضبوط
نفسی بیدہ لا یا تینکم ما	بنایا ہے، خدا کی قسم! تم کو غنیمت کی
الا الآخر فالآخر ثم لمن	آئندہ زمانہ میں سخت دشوار عمل آئیں گے،
استطاع منکم ان یتخذ	اس وقت کے لئے البتہ تم کو زمین میں
نفقا فی الارض فلیفعل!	کوئی سوراخ تلاش کر لینا چاہیے۔

۵۳ھ میں رومی لشکر برنس پر چڑھ آیا، تو حضرت مسلمہؓ نے فوج بھیج کر اس کا مقابلہ کیا، اگرچہ اس میں مسلمان کشتی کام آئے تاہم فیصلہ مسلمانوں کے موافق ہوا، اس میں جو مسلمان شہید ہوئے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، عبدالرحمٰن (عمرو بن عاص کے غلام) عائذ بن تغلبہ ہلوی، ابو رقیہ عمرو بن قیس لخمی وغیرہ،

[1] استیعاب ص ۳۹۶ جلد ۲ و ۵۳ اصابہ ص ۹۸ جلد ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

غالباً اسی سنہ میں حضرت مسلمہؓ نے عابس بن سعید کو پولیس کے محکمہ سے ہٹا کر امیر البحر بنایا، اور انہی کی ماتحتی میں اسطاذنہ (غالباً قسطنطنیہ کی تصحیف ہے کیونکہ اس قدر تابت ہے کہ مسلمہ کے عہد میں مصر سے قسطنطنیہ پر ایک حملہ ہوا تھا) پر لشکر کشی کے لئے ایک مہم بھیجی، مہم سے واپس ہونے تک سائب بن ہشام عابس کے بجائے پولیس کے افسر رہے، ۵۷ھ میں جب وہ روم سے واپس آئے تو اپنے سابق منصب پر بحال ہو گئے،

۶۰ھ میں حضرت مسلمہؓ کسی ضرورت سے اسکندریہ گئے تو فسطاط میں عابس بن سعید کو اپنا جانشین بنایا،

اسی سنہ میں رجب کے مہینہ میں امیر معاویہؓ نے انتقال کیا اور یزید ان کا جانشین ہوا، مسلمہؓ اسکندریہ میں تھے یزید کی خلافت کی خبر ملی تو عابس کو خط لکھا کہ رعایا سے یزید کی بیعت لے لو، چنانچہ تمام لشکر نے بیعت کی لیکن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ منکر تھے، عابس نے آگ منگوا کر دھمکی دی کہ "انکار کروگے تو اس میں جھونک دونگا"، حضرت عبداللہؓ نے یہ دیکھکر جبراً و قہراً بیعت کی اور دنیا میں آگ کے عذاب سے محفوظ رہے،

کچھ دنوں کے بعد حضرت مسلمہؓ اسکندریہ سے واپس آئے، اب عابس کو پولیس کے محکمہ کے ساتھ قضا کا محکمہ بھی تفویض کیا، یہ اوائل ۶۱ھ کا واقعہ ہے،

محکمۂ مذہبی کا انتظام مسلمہ نے محکمۂ مذہبی کے افسر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے بہت سی مذہبی خدمات بھی انجام دیں، ۵۳ھ میں جامع مسجد کی توسیع کی، اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے جو جامع مسجد تعمیر کی تھی اس کو منہدم کیا،

مسجدوں میں روشنی کے منارے بنوائے، اور خولان اور نجیب وغیرہ کے ذمہ روشنی کا جو انتظام تھا اس کو موقوف کر دیا، مسجدوں میں یہ حکم بھیجا کہ رات کے

Marfat.com
Marfat.com

وقت سب جگہ ایک اذان ہو، فجر کے وقت یہ انتظام کیا کہ پہلے جامع مسجد میں کئی مؤذن اذان پکاریں جب وہاں اذان ختم ہو تو فسطاط کی ہر ہر مسجد میں اذان کہی جائے، چونکہ یہ طریقہ نہایت پسندیدہ مستحسن اور اسلام کی شان و شوکت کو دوبالا کرتا تھا، نہایت مقبول ہوا، اور مسودہ کے زمانہ تک متواتر رائج رہا، ان لوگوں کے زمانہ میں کسی وجہ سے یہ رسم موقوف ہوگئی اور پھر افسوس کہ کبھی زندہ نہ ہوسکی،

وفات | ۲۵ رجب ۶۲ھ میں حضرت مسلمہؓ نے انتقال فرمایا، ۶۲ سال کا سن تھا، ۱۵ برس چار ماہ حکومت کی، وفات کے وقت کاروبار حکومت عابس بن سعید کے سپرد کیا،

اولاد | کوئی قابل یادگار نہیں چھوڑی،

فضل و کمال | حضرت مسلمہؓ حافظ قرآن تھے، اور وہ ایسا صحیح یاد تھا، کہ لوگ تعجب کرتے تھے حضرت مجاہدؒ تفسیر و قرأت کے امام ہیں اور اپنے زمانہ میں اس فن میں بے نظیر تسلیم کئے جاتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں دنیا میں اپنے کو قرآن کا سب سے بڑا حافظ سمجھتا تھا لیکن مسلمہ کے پیچھے ایک روز نماز فجر پڑھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا، انھوں نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی، اتنی بڑی سورت میں کہیں واؤ اور الف کی بھی غلطی نہیں کی،

حدیث میں بھی مرجعیت عامہ حاصل تھی، اور خود صحابہ حدیث سننے کے لئے ان کے پاس مصر جاتے تھے، حضرت ابوایوب انصاریؓ صرف ایک حدیث سننے کے لئے مصر گئے تھے، عقبہ بن عامر جہنی بھی اسی غرض سے گئے تھے اور حدیث سنی تھی[1]

تلامذہ خاص اور راویان حدیث میں حسب ذیل حضرات ہیں، اسلم ابوعمران، شیبان بن امیہ عبدالرحمان بن شماسہ، علی بن رباح، مجمع بن کعب، مجاہد بن جبر، ہشام بن ابی رقیہ،

---

[1] مسند ص۱۰۴ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت محمد بن مسلمہؓ

نام و نسب محمد نام ابو عبد الرحمٰن کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو ابن مالک بن اوس،

بعثت نبوی سے ۲۲ سال قبل پیدا ہوئے، محمد نام رکھا گیا، سن شعور کو پہونچ کر عبد الاشہل کے حلیف بن گئے،

اسلام سعد بن معاذ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا،

غزوات اور دیگر حالات امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے کہ عشرۂ مبشرہ میں تھے رشتۂ اخوت قائم ہوا، غزوۂ بدر میں شریک تھے اور غزوۂ بنی قینقاع میں یہود کا مال انہی نے منقول کیا تھا، کعب بن اشرف یہودی، مدینہ میں ایک شاعر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنا اور مسلمانوں کے خلاف آتش غیظ و غضب مشتعل کرنا اس کا کام تھا، بدر میں مسلمانوں کو فتح اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو بولا کہ "اب زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے اچھا ہے"، اسی جوش میں مکہ پہنچا اور اشعار کے ذریعہ سے تمام قریش میں انتقام کی آگ بھڑکا دی، مدینہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فکر پیدا ہوئی، فرمایا اللھم اکفنی ابن الاشرف بما شئت فی اعلاہ الحدیث قولہ الا شعلہ پھر مسلمانوں کے بھرے

لہ طبقات ابن سعد ج ۳ قسم مغازی

Marfat.com
Marfat.com

مجمع میں فرمایا، من للکعب ابن الاشرف فانہ قد اذی اللہ ورسولہ، کعب کے لئے کون ہے؟ اُس نے خدا اور رسول کو بہت اذیت پہنچائی، محمد بن مسلمہؓ نے اٹھکر کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کی مرضی ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے، فرمایا ہاں، عرض کی تو اس کام کے لئے میں حاضر ہوں لیکن کچھ کہوں تو کوئی مضائقہ تو نہ ہوگا، ارشاد ہوا نہیں، بارگاہ رسالت سے اُٹھ کر کعب کے پاس آئے، اور کہا کہ "اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے، اب صدقہ مانگتا ہے ہم تمہارے پاس اسلئے آئے ہیں کہ ایک یا دو وسق چھوہارے اور کھانا ہمکو پیشگی دیدو، کیونکہ میں اس سے بیعت کر چکے ہیں، اب چھوڑتے بھی نہیں بنتا، تاہم انجام کا انتظار ہے"، کعب نے کہا مجھے منظور ہے، لیکن کوئی چیز گرو رکھدو، ساتھیوں نے کہا کیا رہن رکھیں؟ بولا عورتیں کہا نہیں، تم خوبصورت آدمی ہو، بولا تو بچے، کہا یہ بھی ٹھیک نہیں، لوگ انکو طعنے دینگے کہ ایک دو وسق کے لئے اولاد رہن رکھدی، یہ بڑی شرم کی بات ہوگی، کیا یہ بہتر ہوگا کہ ہتھیار گرو رکھدیں، اس نے کہا اچھا میرے پاس ہتھیار لیکر آؤ، محمد بن مسلمہ ابو نائلہ کو کعب کے رضاعی بھائی تھے اور مسلمان ہو چکے تھے لیکر گئے کعب نے قلعہ میں بلا لیا، اور ملنے کے لئے گھر سے نکل رہا تھا کہ بیوی نے کہا ایسے وقت کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا کہ میرے دو بھائی آئے ہیں ان سے ملنے جا رہا ہوں، بولی کہ آواز سے تو خون ٹپکتا ہے، کہا تیر لگی ہوتب بھی مجھے جانا چاہیے، کیونکہ شریف آدمی رات کو بھی نیزہ کی دعوت قبول کرتا ہے، اور تھوڑی دیر ٹہلکر گھر سے نکلا، محمد بن مسلمہؓ نے پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ جب اُس پر قابو پائیں گے تو سر کاٹ کر لائیں گے، جس وقت اشارہ کرونگا، اسی وقت اس کو قتل کر دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا

Marfat.com
Marfat.com

خوشبو ہے، کیا میں تمہارا سر سونگھ سکتا ہوں؟ اُس نے اجازت دی تو اُنھوں نے سر پکڑ کر سونگھا اور کہا کہ ان لوگوں کو بھی اجازت دو، سب اٹھے اور سر سونگھا، اتنی دیر میں وہ بخوبی قبضہ میں آگیا تھا، ساتھیوں سے کہا تُو اس کو قتل کرد، اتنی دیر میں تلواریں برس پڑیں لیکن جان پھر بھی باقی رہ گئی، خدا کا دشمن اتنی زور سے چلایا کہ تمام یہود نے آواز سُن لی اور ہر قلعہ پر روشنی ہوگئی، محمد بن مسلمہ نے جرأت کرکے پیش قبض پیٹ میں بھونک دی جو ناف کے نیچے اُتر گئی اور وہ ٹھنڈا ہوگیا[1]،

ان لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے لیا، اور وہاں سے روانہ ہوگئے بقیع پہونچ کر تکبیر کہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک آرام نہ فرمایا تھا، برابر نماز پڑھ رہے تھے، تکبیر کی آواز گوش مبارک تک پہنچی، سمجھے کہ مقصد میں کامیابی ہوئی جب آئے تو فرمایا کہ "کامیاب پھرے ہیں"، لوگوں نے کعب کا سر سامنے رکھ دیا تو نہایت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا،

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کی حفاظت پر متعین تھے، پچاس آدمیوں کے ساتھ تمام رات گشت لگایا تھا[2]،

واقعۂ نضیر میں کہ ۴ھ میں پیش آیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو نضیر کے پاس بھیجا کہ یہ اعلان کردو کہ ہمارے شہر سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاؤ، تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فریب اور دغا کی ہے وہ ہم کو خوب معلوم ہے تمکو دس روز کی مہلت ہے، اس کے بعد اگر یہاں دیکھے گئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے"، بنو نضیر نے عبداللہ بن ابی کے اغوا سے اس حکم کی پروا نہ کی، اور مقابلہ پر تیار ہوگئے آنحضرت صلعم

[1] صحیح بخاری طبقات ابن سعد ص۵۶ و ۲۱ و ۲۲ حصہ مغازی ص۲ طبقات ص۲،

Marfat.com
Marfat.com

نے مجبور ہو کر محاصرہ کیا، اور شکست دی، محمد بن مسلمہ کے ذمہ اِن کے جلا وطن کرنے کا معاملہ سپرد ہوا[1]، جس کو اُنھوں نے بخوبی انجام دیا،

غزوۂ خندق کے بعد ۵ھ میں غزوۂ قریظہ ہوا، ۱۵ روز کے محاصرہ کے بعد یہود بنی قریظہ نے زچ ہو کر سپر ڈالدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہو گئے، محمد بن مسلمہؓ نے عورتوں اور بچوں کو جدا کر کے باغیوں کے ہاتھ باندھ دئے، اور ایک طرف لاکر کھڑا کر دیا[2]،

اس واقعہ کے بعد ۳۰ سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکرات روانہ کیا جو مدینہ سے ۷ دن کی مسافت پر واقع تھا، مقصود قرطار پر غارت گری تھی، محمد بن مسلمہ رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے، گاؤں پہونچ کر اچانک انکو جا لیا، کچھ قتل ہوئے، باقی فرار ہو گئے، بہت سے اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں، جن کی تفصیل یہ ہے،

اونٹ ۱۵۰، بکریاں ۳۰۰۰،

۱۹ روز کے بعد مدینہ واپس آئے[3]،

ربیع الثانی ۶ھ میں ۱۰ آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجے گئے، یہ مقام مدینہ سے ۲۴ میل پر ہے، اور ربذہ کی سڑک پر واقع ہے، رات کو وہاں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ۷۰ آدمی جمع کر کے تیر اندازی کی، پھر نیزے لیکر ٹوٹ پڑے، محمد بن مسلمہؓ کے علاوہ ادھر کے سب آدمی مارے گئے، گو محمد بن مسلمہؓ شہید نہیں ہوئے لیکن ان کے ٹخنے پر چوٹ آگئی تھی، جس سے ہلنا بھی مشکل تھا، ان لوگوں نے سب کے کپڑے اتار لئے اور

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ایضاً ص ۵۳ [2] ایضاً ص ۵۶،

Marfat.com
Marfat.com

برہنہ چھوڑ کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مسلمان ادھر سے گذر رہا تھا، محمد بن مسلمہؓ کو اس حال میں دیکھا تو اُٹھا کر مدینہ لایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انتقام کیلئے حضرت ابو عبیدہؓ کو روانہ فرمایا،[1]

۶ھ میں عمرۃ القضا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ پہونچ کر گھوڑے محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کر دیئے، اور فرمایا کہ تم آگے بڑھو، یہ مرظہران پہنچے تو قریش سے ملاقات ہوئی پوچھا کیا ماجرا ہے؟ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور انشاء اللہ کل یہاں پہونچ جائیں گے،[2]

غزوہ تبوک میں کہ ۹ھ میں واقع ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کو کاروبار خلافت سپرد کیا تھا،[3]

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قبیلۂ جہینہ کے صدقات وہی وصول کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے گورنروں اور عاملوں کی نگرانی کا ایک عہدہ قائم کیا تھا، دربار خلافت میں وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکایتیں موصول ہوتیں ان کی تحقیق و تفتیش کے لئے حضرت عمرؓ نے انہی کو انتخاب کیا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

وھو کان صاحب العمال ایام عمرؓ کان عمر اذا شکی الیہ عامل ارسل محمدا یکشف الحال وھو الذی ارسلہ عمر الی عمالہ لیاخذ شطر اموالھم،	یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں عمال کے نگران تھے، جب کسی عامل کی حضرت عمرؓ سے شکایت کیجاتی تو تحقیق حال کے لئے محمد بن مسلمہ بھیجے جاتے، انہی کو حضرت عمرؓ نے عمال کے پاس بھیجا تھا، کہ ان کے مال[4]

[1] طبقات ص۶۲ ج۴ [2] ایضاً ص۸ [3] ایضاً ص۱۱۹ [4] اسد الغابہ جلد ۴ ص۳۳،

Marfat.com
Marfat.com

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو کوفہ کے گورنر اور عشرۂ مبشرہ میں تھے، ان کی نسبت لوگوں نے جاکر حضرت عمرؓ سے شکایت کی، حضرت محمد بن مسلمہ تحقیقات کے لئے کوفہ بھیجے گئے، انھوں نے کوفہ کی ایک مسجد میں جاکر لوگوں کا اظہار لیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ یہاں حضرت عمرؓ نے خود انکا اظہار لیا[1]۔

حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل بنایا ہے اور اس میں ڈیوڑھی رکھی ہے، فرمایا کہ اب کسی مظلوم اور فریادی کی آواز ان تک نہیں پہنچے گی، محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا کہ جاکر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں، انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی، حضرت سعدؓ باہر نکلے اور پوچھا کیا معاملہ ہے، انھوں نے واقعہ بیان کیا، تو خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بازار میں پھر رہے تھے، ایک شخص نے آواز دی، عمر! کیا چند شرطیں تم کو خدا سے نجات دلا دیں گی؟ تمھارا عامل عیاض بن غنم ہو مصر کا حاکم ہے، باریک کپڑے پہنتا ہے، اور دروازہ پر دربان مقرر کر رکھا ہے، حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر مصر بھیجا کہ وہ جس حال میں ہوں ان کو لے آؤ، محمد بن مسلمہ نے وہاں پہونچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان کھڑا تھا، گئے، عیاض باریک کرتہ پہنے تھے کہا چلو امیر المومنین نے طلب کیا ہے، درخواست کی کہ کپڑا پہن لوں، جواب ملا نہیں اسی وضع سے چلو، غرض اسی حالت میں مدینہ پہنچے، حضرت عمرؓ نے وہ کرتہ اتروا کر بالوں کا کرتہ پہنایا، اور بکریوں کا گلہ منگوا کر حکم دیا کہ جنگل میں لیجا کر چرائے[2]۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کے مال و دولت میں بہت

[1] صحیح بخاری کتاب مناقب و طبری ۲۵۲۰ [2] ابن سعد ۲۶۰ و کنز العمال ج ۶ ص

Marfat.com
Marfat.com

اضافہ ہوگیا ہے، محمدؓ بن مسلمہ کو ان کے نام فرمان دیکر روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ سارا مال ان کے سامنے رکھدیا جائے، یہ جس قدر مناسب سمجھیں گے لے لیں گے،، محمد بن مسلمہ مصر پہنچے تو عمروؓ نے ہدیہ بھیجا، اُنھوں نے واپس کر دیا، حضرت عمروؓ کو اس کا بڑا ملال ہوا اور کہا کہ تم نے میرا ہدیہ واپس کر دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا تھا، جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ اور اس میں فرق ہے، اس میں رُشوت پوشیدہ ہے، عمروؓ نے کہا خدا اُس دن کا برا کرے جب میں عمر بن الخطاب کا والی بنا، میں نے عاص بن وائل (عمرو کے باپ کا نام ہے) کو دیکھا ہے، وہ جب کمخواب کی قبا زیب بدن کرتے تھے، تو خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) لکڑیوں کا گٹھا گدھے پر لادے پھرتا تھا، آج اُسی خطاب کا بیٹا مجھ پر حکومت جتا رہا ہے، محمد بن مسلمہ نے کہا کہ آپ کے اور ان کے باپ دونوں جہنم کے کندے ہیں، لیکن عمرؓ آپ سے بہتر ہیں، اس کے بعد کچھ سخت گفتگو ہوئی، عمروؓ نے کل مال لاکر سامنے رکھدیا، اُنھوں نے کسی قدر لے کر باقی واپس کر دیا، اور مدینہ چلے آئے[1]،

محمد بن ربیع نے صحابۂ مصر کے حال میں اس واقعہ کو درج کیا ہے، ایک حدیث بھی سنداً پیش کی ہے،

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک مدینہ میں رہے، پھر ربذہ کی سکونت اختیار کی حضرت عثمانؓ کے قتل کے اندوہناک واقعہ میں بالکل الگ تھے، حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کو فتنہ نے کچھ ضرر نہیں پہنچایا اور وہ محمد بن مسلمہؓ ہیں،

چند آدمی ربذہ آئے، دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے، اندر گئے تو محمد بن مسلمہؓ سے ملاقات ہوئی، عزلت نشینی کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا جب تک معاملہ صاف نہ ہو جائے

[1] کنز العمال ص۱۸۴ جلد ۳ سطر ۲ (اصابہ ص۶۳ جلد ۶)

Marfat.com
Marfat.com

ہم کو دخل دینے کی ضرورت نہیں[۱]،

جناب امیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کو طلب فرمایا اور پوچھا میرے ساتھ کیوں نہ شریک ہوئے، عرض کی آپ کے بھائی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تلوار دی تھی، اور فرمایا تھا کہ مشرکین سے لڑنا اور جب مسلمان سرگرم پیکار ہوں تو اُسے احد پر مار کر پاش پاش کر دینا، اور گھر میں بیٹھ رہنا، چنانچہ میں نے یہی کیا[۲]،

جمل اور صفین وغیرہ میں کسی فریق کے ساتھ نہ تھے، اس زمانہ میں ایک لکڑی کی تلوار بنائی تھی، اور کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے[۳]،

وفات امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ۴۶ھ میں وفات پائی، صفر کا مہینہ تھا کہ ایک شامی جو صوبۂ اردن کا رہنے والا تھا، ان کی فکر میں مدینہ آیا، یہ مکان کے اندر تھے، یہ دراتا ہوا اندر چلا گیا، اور ان کا کام تمام کر دیا، قصور یہ تھا کہ انھوں نے امیر معاویہؓ کی طرف سے تلوار کیوں نہ اٹھائی[۴]،

اس زمانہ میں مروان، مدینہ منورہ کا امیر تھا، اس نے نماز جنازہ پڑھائی[۵]، اور مدینہ کے قبرستان میں دفن ہوئے، وفات کے وقت سن مبارک ۷۰ سال کا تھا،

اہل وعیال دس لڑکے اور چھ لڑکیاں یادگار چھوڑیں[۶]، مشہور لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں جعفر، عبداللہ، سعد، عبدالرحمن، عمرؓ، (یہ سب صحابی تھے) محمود،

حلیہ قد دراز، بدن دہرا، رنگ گندم گوں، سر کے بال آگے سے اڑ گئے تھے،

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۳۳۱ جلد ۴ [۲] مسند صفحہ ۲۲۵ جلد ۴ [۳] اسد الغابہ [۴] تہذیب التہذیب
[۵] استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ۱ [۶] اسد الغابہ صفحہ ۳۱۰ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

فضل و کمال | فضلائے صحابہؓ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسوں رہے تھے سیکڑوں حدیثیں سنی تھیں لیکن صرف ۶ روایتیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں[۵۲]،

راویوں میں مشاہیر تابعین ہیں، جن کے نام یہ ہیں،

ذویب، مسور بن مخرمہ، سہل بن ابی حشمہ، ابوبردہ بن ابی موسیٰ، عروہ، اعرج، قبیصہ بن حصن،

اخلاق | اخلاق میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں، حبِ رسول، اور فتنہ سے کنارہ کشی، اور دونوں کے مناظر اوپر گذر چکے ہیں،

---

[۵۲] استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ۱ [۲] تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵۵ جلد ۹،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت معاذ بنؓ عفراء

نام ونسب معاذ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، معاذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام عفراؓ بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھا،

اسلام بیعت عقبہ سے قبل مکہ جاکر مسلمان ہوئے، ۵ آدمی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے، ان چھ آدمیوں کے ناموں میں اختلاف ہے، ہم نے موسیٰ بن عقبہ اور ابو الاسودؒ کی روایت پر اعتبار کیا ہے، جو بالترتیب زہری اور عروہ سے اس واقعہ کی روایت کرتے ہیں[1]

مواخاۃ ہجرت کے بعد معمر بن حارث ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے۔

غزوات بدر میں شریک تھے، جب شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ نے مبارز طلبی کی تو سب سے پہلے یہی تینوں بھائی (معاذ، معوذ، عوف) تیغ بکف میدان میں نکلے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس بلالیا اور حضرت حمزہؓ وغیرہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔

لیکن ولولۂ جہاد کب دب سکتا تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک صف میں کھڑے تھے، ان کے داہنے بائیں دونوں بھائی آکر کھڑے ہوگئے، وہ ان کو پہچانتے نہ تھے، اس بنا پر اپنے گرد دو نوجوانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے، اتنے میں ایک نے آہستہ سے کہا چچا! ابوجہل کہاں ہے؟ انھوں نے کہا برادر زادے! کیا کروگے؟

---

[1] دیکھو فتح الباری ص۱۷۲ جلد ۷،

Marfat.com
Marfat.com

کہا میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہی، اس بناء پر خدا سے عہد کر چکا ہوں کہ اس کو ضرور مارونگا، یا پھر اسی دھن میں اپنی جان بھی قربان کر دونگا، دوسرے نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی، حضرت عبدالرحمٰنؓ نہایت متعجب ہوئے اور اشارہ سے بتایا کہ دیکھو ابوجہل وہ گشت لگا رہا ہے، اتنا سن کر وہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل کو قتل کر ڈالا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی، پوچھا کس نے قتل کیا، دونوں نے جواب دیا ہم نے فرمایا تلوار دکھاؤ، چنانچہ دونوں کی تلواروں میں خون کا اثر موجود تھا[1]،

صحیح مسلم میں ان دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء مذکور ہے لیکن صحیح بخاری میں ابناے عفراء ہے، جس سے صرف معاذؓ اور ان کے بھائی کا مارنا ثابت ہوتا ہے،

ابوجہل پر حملہ کرتے وقت ابن ماعص نے کہ قبیلۂ زریق سے تھا، ان پر حملہ کیا، چنانچہ زخمی ہو کر مدینہ آئے تھے،

وفات بعضوں کے نزدیک تو اسی زخم سے فوت ہو گئے، بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وفات پائی، اور ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ ۳۳ھ میں انتقال کیا، اس زمانہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی چھڑی ہوئی تھی،

اخلاق حسب رسول کا بہترین ثبوت بدر میں ابوجہل کا قتل ہے، اس میں انھوں نے جانبازی کی جو اعلیٰ مثال پیش کی وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت حیرت انگیز ہے،

فرائض کی بجا آوری میں اہتمام تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے علاوہ اور بھی حج کیے، جن میں سے ایک کا تذکرہ سنن نسائی میں آیا ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۸ جلد ۲ و مسلم ص۹۶۲ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت مجمع بن جاریہؓ

نام ونسب | مجمع نام، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے مجمع بن جاریہ بن عامر بن مجمع بن عطاف بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام | ہجرت کے وقت کم سن تھے، اور اسی زمانہ میں اسلام لائے،

غزوات | غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کی[1]

وفات | امیر معاویہؓ کے آخر زمانۂ خلافت میں انتقال کیا[2]

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، یعقوب، یحییٰ، عبیداللہ، بیوی کا نام سلمہ بنت ثابت ابن دحداحہ بن نعیم بن غنم بن ایاس تھا، اور قبیلہ بنو ضباعہ کے خاندان بلی سے تھیں[3]

صاحب طبقات کا بیان ہے کہ ان کی نسل باقی نہیں رہی[4]

فضل وکمال | عہد رسالت میں جن صحابہ نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا تھا، ان میں مجمع بن جاریہ انصاری بھی تھے، لیکن ایک یا دو سورتیں باقی ہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا[5]، اور وہ اس کام کو مکمل نہ کر سکے،

مسند ابن حنبل میں ہے،

کان احد القراء الذین	یعنی وہ ان قاریوں میں تھے جنھوں نے

[1] مسند ابن حنبل ص۴۲۰ ج۳ [2] استیعاب ص۶۶۰ [3] طبقات ص۱۹۰ ج۵ [4] ایضاً ص۳۶ ج۳ [5] اسد الغابہ ص۳۰۳ ج۴

Marfat.com
Marfat.com

قرؤا القرآن[1] قرآن پڑھا تھا،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قرآن کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا تھا[2] حضرت عبداللہؓ بن مسعود بھی وہیں تھے، اُنھوں نے بھی ان سے قرآن پڑھا تھا،

حدیثیں بہت کم روایت کیں، صحیح ترمذی میں ۳ حدیثیں ہیں، جن میں بعض صحیح سند سے ثابت ہیں،

راویوں میں یعقوب، عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ اور عکرمہ بن سلمہ ہیں،

اخلاق | زہد و تقدس کی وجہ سے اپنی قوم کے امام تھے، اور یہ منصب صغر سنی ہی میں حاصل ہو گیا تھا، باپ نے مسجد ضرار بنائی تھی، معصوم بیٹا اس میں نماز پڑھتا تھا، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بیخ کنی متصور ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو جلوا دیا،

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں نے درخواست کی کہ مجمع کو امام بنایا جائے، بولے یہ کبھی نہ ہوگا، وہ مسجد ضرار میں منافقین کی امامت کرتا تھا، مجمع کو خبر ہوئی تو قسم کھا کر کہا کہ مجھے منافقین سے کوئی سروکار نہ تھا، جب ان کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو امامت کی اجازت دی،

---

[1] مسند ج ۳ ص ۴۲۳ و ۵۲، اصابہ ج ۶ ص ۴۷،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت محیصہؓ بن مسعود

نام ونسب محیصہ نام، ابوسعید کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، محیصہ ابن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو ابن مالک بن اوس،

اسلام مسعود بن کعب کے دو بیٹے تھے، حویصہؓ اور محیصہ، حویصہ بڑے تھے، ان کا ذکر صحیحین میں موجود ہے، محیصہ چھوٹے تھے، لیکن ان سے زیادہ عقلمند، ہوشیار اور وقت شناس تھے، ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس مقولہ کے مصداق بنے، بزرگی بعقل ست نہ بسال،

غزوات احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ احد سے قبل کعب بن اشرف یہودی کا قلع قمع ہو چکا تھا، چونکہ اسکو اور اسکی تمام جماعت کو اسلام سے خاص عداوت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیدیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ اس کو فوراً قتل کردو ابن سبینہ ایک یہودی تاجر تھا، حویصہ کے اور اس کے خاص تعلقات تھے محیصہ نے اُس کو موقع پاکر قتل کر دیا، چونکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، نہایت برہم ہوئے مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خدا کے دشمن! تیرے پیٹ میں بہت سی چربی اسی کے مال کی ہے، محیصہ نے ان کے غصہ اور مار کا صرف ایک جواب دیا، کہ "جس شخص نے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا، اگر تمہارے قتل کا حکم دے تو تم کو بھی قتل کر دوں"

Marfat.com
Marfat.com

یہ سنکر سخت متعجب ہوئے، اور حیرت سے پوچھا کیا واقعی اگر وہ میرے مارنے کا حکم دیں تو تم مجھکو مار ڈالوگے؟ اُنھوں نے کہا "خدا کی قسم! ضرور ماروںگا"، حیصہ پر اب غصہ کے بجائے حقانیت طاری ہوئی، بولے جس نے تجھ کو ایسا کر دیا وہ کوئی عجیب مذہب ہی، اور پھر انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، حیصہ نے اپنے بھائی کے اس مکالمہ کو نظم کر دیا ہی جس کو ہم بھی نقل کرتے ہیں،

یلومنی ابن امی لو امرت بقتلہ	لطبقت ذفراہ بابیض قاضب
حسام کلون الملح اخلص عقلہ	متی ما اصوبہ فلیس بکاذب
وما سرنی انی قتلتک طائعا	وان لنا ما بین بصری ومازب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاسیس حکومت کے بعد جب اشاعتِ اسلام کا محکمہ قائم کیا تو انکو مبلغ بنا کر فدک روانہ فرمایا[1]،

وفات | سنہ وفات معلوم نہیں، لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، کیونکہ ان کے پوتے نے ان کو اچھی طرح دیکھا تھا، اور حدیث سنی تھی، اور یہ ثابت ہے کہ ان کے پوتے ۴۳ھ میں پیدا ہوئے تھے،

اولاد | حدیثوں سے ایک لڑکے کا پتہ چلتا ہے، لیکن نام میں اختلاف ہے، مسند میں ساعدہ اور سعد دو نام آئے ہیں، طبقات میں سعد لکھا ہے، کتبِ رجال میں ہے کہ بعض لوگ اُن کے صحابی ہونے کے قائل ہیں، اصل نام حرام تھا،

فضل و کمال | عہد نبوت میں اشاعتِ اسلام جیسے اہم کام پر متعین ہونا، ان کے فضل و کمال کی بیّن دلیل ہے، اس کے علاوہ چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں، جو محمد بن سہل بن

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۳۵ [2] ایضاً ص ۲۳۴،

Marfat.com
Marfat.com

ابی حشمہ اور حرام بن سعد کے سلسلہ سے مروی ہیں،

اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی، اور اطاعت کا جو جذبہ دل میں رکھتے تھے اس کی تفصیل اوپر گذر چکی، بارگاہ نبوی میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا، انھوں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا، جواب خلاف مزاج ملا، تو جب تک ان کو اطمینان نہ ہوگیا، اس کو بار بار پوچھتے رہے[1]،

---

[1] مسند ص۴۳۹ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت منذرؓ بن عمرو

نام ونسب | منذر نام، اعنق لیموت لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الکبیر،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں بیعت کی اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے، حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے[1]،

غزوات، عام حالات اور وفات | طلیب بن عمیر سے مواخاۃ ہوئی، بدر اور احد میں شریک ہوئے، موخرالذکر غزوہ میں میسرہ کے افسر تھے،

غزوۂ احد کے ۴ ماہ بعد صفر کے مہینہ میں انصار کے ستر نوجوان جو قراء کے نام سے مشہور تھے، اشاعت اسلام کی غرض سے نجد بھیجے گئے، حضرت منذرؓ اس جماعت کے امیر تھے، بیر معونہ پہونچے تھے کہ رعل اور ذکوان کے سواروں نے گھیر لیا، ان لوگوں نے ہر چند کہا کہ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے کسی طرف جا رہے ہیں، لیکن ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو قتل کر ڈالا، صرف منذر باقی رہ گئے، ان سے کہا کہ درخواست کرو تو تم کو امان دیجائے، لیکن ان کی حمیت یہ بے غیرتی گوارا نہیں کر سکتی تھی، صاف انکار کر دیا، اور جس مقام پر حضرت حرامؓ شہید ہوئے تھے وہیں پہونچکر لڑے

[1] اسد الغابہ ص۲۱۱ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

اور قتل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا اعنق لیموت! یعنی اُنھوں نے دانستہ موت کی طرف سبقت کی، اس وقت سے ان کا یہ لقب خاص وعام کے زبان زد ہو گیا[1]، یہ اوائل ۷ھ کا واقعہ ہے،

اولاد | کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

فضل وکمال | جاہلیت میں عربی لکھتے تھے، اسلام میں قرآن وحدیث کی جو واقفیت بہم پہنچائی تھی، اسی کی بنا پر اشاعت اسلام کے لئے وہ منتخب ہوئے اور مبلغین کے امیر بنائے گئے

اخلاق | زہد وتقویٰ، عبادت وقیام لیل، یہ تمام قرار کا شیوہ تھا، حضرت منذرؓ بھی انہی اوصاف سے متصف تھے،

---

[1] طبقات ص ۳۶ و ۳۷ جلد ۳ وصحیح بخاری ص ۵۸۶ ج ۲ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۱۸

Marfat.com
Marfat.com

حضرت نعمانؓ بن بشیر

نام و نسب نعمان نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے نعمان ابن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن الخزرج الاکبر، والدہ کا نام عمرۃ بنت رواحہ تھا، جن کا سلسلۂ نسب مالک اغر پر حضرت نعمانؓ کے آبا سے مل جاتا ہے،

حضرت نعمانؓ کے والد بشیر بن سعد بڑے رتبہ کے صحابی تھے، عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ انصار کے ہمراہ مکہ جا کر بیعت کی تھی، بدر، احد اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، سقیفۂ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے انہی نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی تھی، ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ مسیلمۂ کذاب کے مقابلہ کو نکلے، اور واپسی کے وقت عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے،

والدہ بھی جو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مشہور صحابی کی ہمشیر تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کر چکی تھیں، حضرت نعمانؓ ہجرت کے چودھویں مہینے ربیع الثانی ۲ھ میں اس مقدس گھر میں پیدا ہوئے، ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے، ان کی ولادت کے چھ ماہ بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے،

اسلام کی تاریخ میں ۲ھ کو خاص اہمیت حاصل ہے، آغاز سال ہی سے قریش اور دیگر ہمسایہ قبائل سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی، جس کا نتیجہ چند ماہ کے بعد غزوۂ بدر کی صورت

Marfat.com
Marfat.com

میں رونما ہوا، اس سال جو لڑکے پیدا ہوئے، سب میں اس انقلاب انگیز زمانہ کا اثر موجود تھا، چنانچہ نعمان جو بدر کے وقت ۳-۴ مہینے کے تھے، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہ اسی سال پیدا ہوئے، اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے انقلابات کے بانی ہوئے،

عام حالات باپ ماں کو ان سے بڑی محبت تھی، باپ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور دعا کراتے تھے، ماں کو اس قدر محبت تھی کہ اپنی باقی اولاد کو محروم کرکے تمام جائداد واملاک انہی کے نام منتقل کر دینا چاہتی تھیں، ایک روز شوہر کو مجبور کرکے اس پر آمادہ کر لیا اور گواہی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا، حضرت بشیرؓ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے، اور عرض کی کہ آپ گواہ رہیں میں فلان زمین اپنے اس لڑکے کو دیتا ہوں، فرمایا اس کے دوسرے بھائیوں کو بھی حصہ دیا ہے؟ بولے نہیں، ارشاد ہوا تو پھر میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا، یہ سن کر بشیر اپنے ارادہ سے باز آئے[1]،

چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف سے انگور آئے، آپ نے ان کو دو خوشے عنایت کئے اور فرمایا کہ ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا، نعمان راستہ میں دونوں خوشے چٹ کر گئے اور ماں کو خبر تک نہ کی، چند دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنی ماں کو انگور دیدیئے تھے؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے ان کی گوشمالی کی اور کہا یا غدر، کیوں مکر کیا،

اسی زمانہ سے نماز وغیرہ کی طرف توجہ کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات دیکھتے تو ان کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے، منبر کے قریب بیٹھ کر وعظ سنتے[2] ایک مرتبہ انھوں نے دعوے سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق میں اکثر صحابہ سے زیادہ واقف ہوں

[1] مسند ص۲۶۸ جلد ۴ و ۵ استیعاب ص۳۱۰ جلد ۱ و ۵ مسند ص۲۶۷ و ۱ جلد ۴ و ۵ ایضاً ص۲۷۰،

Marfat.com
Marfat.com

شب قدر کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جاگے تھے اور نمازیں پڑھی تھیں،

ربیع الاول ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اس وقت حضرت نعمانؓ کا سن ۸ سال، ۸ ماہ کا تھا،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ سے جنگ چھڑی تو نعمان نے ان ہی کا ساتھ دیا، اور یہ عجیب بات تھی کہ انصار میں یہی ایک دو صاحب امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے، چنانچہ نعمان کے متعلق صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت معاویہؓ کو دوست رکھتے تھے، چنانچہ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

وکان ھوا ومع معاویۃ ویلیہ — یعنی وہ معاویہ اور یزید دونوں کی

الیہ والی ابنہ یزید، — طرف مائل تھے،

امیر معاویہؓ نے اس کے صلہ میں ان کو جلیل القدر عہدے دیئے، عین التمر میں جناب امیر کی طرف سے مالک بن کعب ارحبی حاکم تھے، امیر معاویہؓ نے ان کو بھیجکر وہاں اسلحہ خانہ پر حملہ کرایا، فضالہ بن عبید کے بعد دمشق کا قاضی مقرر کیا، اور جب یمن پر تسلط ہوا، تو عثمان ابن ثقفی کے بعد وہاں کا والی بنایا، اس بنا پر یہ یمن کے (سلطنت بنی امیہ) تیسرے امیر تھے،

۵۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم بنایا، اور تقریباً ۹ ماہ تک اس منصب پر مامور رہے، امیر معاویہؓ کے بعد یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا، اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بیعت کے لئے مجبور کیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے صاف انکار کیا، ادھر کوفہ سے شیعانِ علی کے خطوط پہنچنے لگے، جن میں اُن کی خلافت تسلیم کرنے پر بڑی آمادگی کا اظہار تھا، چنانچہ

۱؎ اسد الغابہ ص۲۳ ج۵ ۲؎ یعقوبی ص۲۲۵ ج۲ ۳؎ ایضاً ص۲۲۶ ۴؎ ایضاً ص۲۲۷،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت امام حسینؓ نے حضرت مسلمؓ بن عقیل کو تفتیش حالات کے لئے کوفہ روانہ فرمایا، مسلم کوفہ پہنچے تو شہر کا بڑا حصہ ان کے ساتھ تھا، ۱۲ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت نعمانؓ کو یہ تمام خبریں پہونچ رہی تھیں، لیکن انھوں نے جگر گوشۂ بتول کے معاملہ میں خاموشی ہی کو ترجیح دی،

لیکن جب مختار بن ابی عبید کے مکان میں شیعوں کا اجتماع ہوا اور نقض بیعت کی تیاریاں ہوئیں تو نعمان نے منبر پر ایک پرزور خطبہ دیا، جو درج ذیل ہے،

اما بعد! فاتقوا اللہ عباد اللہ	لوگو! خدا سے ڈرو اور فتنہ اور اختلاف پیدا
ولا تسارعوا الی الفتنۃ والفرقۃ	کرنے میں جلدی نہ کرو، کیونکہ اس میں
فان فیھا یمدت الرجال و تسفک	آدمی ضائع ہوتے ہیں، خونریزیاں ہوتی
الدماء وتغصب الاموال انی	ہیں اور مال غصب کئے جاتے ہیں، جو شخص
لمہما قاتل من لمہریقاتلنی لا اتب	مجھ سے نہ لڑیگا میں بھی اس سے نہ لڑونگا، تم
علی من یثبثنی ولا اشاتمکم و	کو برا کہونگا نہ آپس میں جنگ و جدل
احرش بکم ولا اخذ بالظنۃ	پر آمادہ کرونگا نہ سوءظن اور تہمت میں ماخوذ
ولا التہمۃ ولکنکم	کرونگا، لیکن اگر تم نے علانیہ میری نافرمانی
ان ابدیتم صفحتکم لی ونکثتم	کی، بیعت توڑی اور بدعہدی شروع
بیعتکم وخالفتم امامکم	شروع کی تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ
فوالله الذی لا الہ غیرہ لاصمنکم	میں تلوار رہے گی تم کو مارونگا اور
بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی	تم میں کا ایک شخص بھی میری مدد نہ
ولو لم یکن لی منکم ناصر انی	کرے، پھر بھی مجھے امید ہے کہ تم میں

Marfat.com
Marfat.com

ارجوان یکون من یعرف الحق منکم	باطل کے بہ نسبت حق کے پہچاننے
اکثر ممن یدریہ الباطل،	والے زیادہ موجود ہیں،

عبداللہ بن مسلم حلیف بنی امیہ بھی مجمع میں موجود تھا، والیِ حکومت کا یہ تساہل دیکھکر جوش میں اٹھا اور کہا کہ" آپ کی رائے اس معاملہ میں نہایت کمزور ہے، یہ نرمی کا وقت نہیں، اس وقت آپ کو دشمن کے مقابلہ میں سخت ہونا چاہئے" حضرت نعمانؓ نے فرمایا میں خدا کی معصیت میں قوی ہونے سے اس کی اطاعت میں کمزور رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں اور جس پردہ کو خدا نے لٹکا دیا ہے، میں اس کو چاک کرنا مناسب نہیں سمجھتا"، عبداللہ نے وہاں سے واپس آکر یزید کو خط لکھا کہ" مسلم نے کوفہ آکر تسلط کر لیا ہے، اگر آپ کو یہاں حکومت کی ضرورت ہے تو کسی قوی شخص کو بھیجئے کہ آپ کے احکام نافذ کر سکے، نعمان بالکل بودے شخص ہیں یا عمداً کمزور بن رہے ہیں"، عبداللہ کے ساتھ عمارہ بن عقبہ، عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی اسی مضمون کے خطوط روانہ کئے، یزید نے نعمان کے بجائے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ شام چلے گئے[1]، یہ ۶۰ھ کا واقعہ ہے،

اس کے بعد حمص کے امیر مقرر ہوئے اور یزید کی وفات تک اسی عہدہ پر قائم رہے، ۶۴ھ میں جب معاویہ بن یزید کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی بیعت کی اہل شام کو دعوت دی، اور اُن کی طرف سے حمص کے حاکم مقرر ہوئے، بعض روایتوں میں ہے، کہ اُنھوں نے پہلے تو ابن زبیر کی بیعت لی، اس کے بعد خود اپنی بیعت[2] لینا شروع کر دی لیکن یہ روایت قرین قیاس نہیں، اگر یہ واقعہ ہوتا تو تاریخ اور رجال میں اس کا تذکرہ ہوتا، لیکن اکثر تذکرے اس ذکر سے بالکل ساکت ہیں،

---

[1] طبری صفحہ ۲۲۸ و ۳۸ و ۳۹ جلد ۷، [2] اصابہ ص ۲۴۰ جلد ۶،

Marfat.com
Marfat.com

نعمان کی طرح اور لوگ بھی شام میں ابن زبیرؓ کے طرفدار ہو گئے تھے، مروان نے یہ دیکھکر شام کا سفر کیا، اور ایک لشکر فراہم کر کے ضحاک بن قیس کے مقابلہ کو بھیجا، ضحاک ابن زبیرؓ کی طرف سے بعض اضلاع شام کے حاکم تھے، نعمان کو خبر ہوئی، تو شرجیل بن ذوالکلاع کے ماتحت کچھ فوج ضحاک کی مدد کے لئے روانہ کی مرج راہط ایک مقام پر لڑائی پیش آئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی، نعمان کو معلوم ہوا تو خوف کی وجہ سے رات کو حمص سے کوچ کیا، مروان نے خالد بن عدی اکلاعی کو چند سوار دیکر تعاقب کے لئے بھیجا،

وفات | حمص کے نواح میں بیران ایک گاؤں ہے، وہاں سامنا ہوا، خالد نے نعمان کو قتل کر کے سر کاٹ لیا، اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے مروان کے پاس حاضر ہوئے بیوی اپنے شوہر کے پُرعبرت انجام کا تماشہ دیکھ چکی تھی، درخواست کی کہ ان کا سر میری گود میں دیدو کیونکہ میں اس کی سب سے زیادہ مستحق ہوں، لوگوں نے سر ان کی گود میں ڈال دیا، یہ اوائل ۶۵ھ کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت نعمانؓ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔

اہل و عیال | ان کی بیوی جن کا ابھی ذکر ہوا خاندان کلب سے تھیں، ان کا عجیب قصہ مشہور ہے وہ امیر معاویہؓ کے محل میں تھیں کہ انھوں نے ایک روز یزید کی ماں میسون سے کہا کہ تم اس عورت کو جا کر دیکھو، میسون نے دیکھ کر بیان کیا کہ حسن و جمال کے لحاظ سے اپنا نظیر نہیں رکھتی لیکن اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے، اس لئے یہ اپنے شوہر کا سر اپنی گود میں لے گی چنانچہ حبیب بن مسلمہ نے ان کا نکاح کیا اور پھر طلاق دیدی، پھر حضرت نعمانؓ نے نکاح کیا اور قتل ہونے کے بعد جیسا کہ میسون نے پیشین گوئی کی تھی ان کا سر ان کی گود میں گھا گیا[1]

اولاد میں تین لڑکے مشہور ہیں اور وہ یہ ہیں، محمد، بشیر، یزید،

---

[1] یہ واقعات یعقوبی ص۳۰۵ جلد ۲ و استیعاب ص۳۱۱ جلد ۳ سے لئے گئے ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

فضل وکمال حضرت نعمانؓ کو حدیث و فقہ سے کامل واقفیت تھی، اور اگرچہ نظم و نسق ملک اقامت امن اور دوسری ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں ان علوم کی خدمت کا موقع نہ ملا تاہم دارالامارت فقہ و حدیث کا مخزن بن گیا تھا، ہزاروں مقدمات فیصلہ کے لئے پیش ہوتے تھے، جن کو انہی علوم کی وساطت سے وہ فیصل کرتے تھے،

حضرت نعمانؓ اگرچہ عہد نبوت میں ہشت سالہ تھے، تاہم بہت سی حدیثیں یاد ہوگئی تھیں، بعد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے، اپنے ماموں حضرت ابن رواحہؓ سے بھی حدیث سنی تھی،

اس معاملہ میں اگرچہ نہایت محتاط تھے، تاہم ان کی سند سے ۱۲۴ روایتیں منقول ہیں،

فیصلہ کے وقت حدیث کا حوالہ دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا، تو فرمایا کہ میں تیرا فیصلہ اسی طرح کروں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا فیصلہ کیا تھا،[1]

بعض وقت مسائل بھی بتلاتے تھے، اور اس کا زیادہ تر خطبوں میں اتفاق ہوتا تھا، خطبے مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کے ہوتے تھے، اور نہایت فصیح و بلیغ ہوتے تھے، طرز ادا و انداز تعبیر پر جو قدرت تھی، اس کو سماک بن حرب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "میں نے جن لوگوں کے خطبے سنے اُن میں نعمان کو سب سے بڑھ کر پایا"[2] خطبہ میں محل و مقام کو مناسب اعضاء کو حرکت دیتے تھے، ایک مرتبہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، تو اس لفظ پر انگلی سے کانوں کی طرف اشارہ کیا،[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے زمانہ کی معاشرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا،

ماکان نبیکم لیشبع منہ الدقل	تم مختلف اقسام کے چھوہاروں اور

[1] مسند ابن حنبل ص۲۷۱ جلد ۴ [2] تہذیب التہذیب ص۴۲۸ جلد ۱۰ [3] مسند ص۲۶۹ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

وما ترضون دون الوان الثمر — کھجور پر بھی راضی نہیں حالانکہ پیغمبر صاحب
والد بدہ[1] — روی چھوہاروں سے بڑھیا سیر نہ ہوئے،

ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا اور اس میں جماعت کو رحمت اور تفریق کو عذاب بتایا کہ عمر نے کیا تو یہ اثر ہوا کہ ابو امام بول اٹھے اور مجمع کو مخاطب کرکے کہا "علیکم بالسواد الاعظم" تم پر سواد اعظم کا اتباع فرض ہے،

ان مواقع پر جن لوگوں کو حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا، ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، لیکن وہ لوگ جو تلامذۂ خاص کا درجہ رکھتے ہیں، حسب ذیل ہیں،

شعبی، حمید بن عبدالرحمٰن، خثیمہ، سماک بن حرب، سالم بن ابی الجعد، ابو اسحٰق سبیعی، عبدالملک بن عمیر، ربیع کندی، حبیب بن سالم (نعمان کے پیر منشی تھے مسند ص۲۶۱ ج۴) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، ابو قلابۃ الجرمی، ابو سلام الاسود، عبیراز بن حریز، مغفل بن مہلب بن ابی صفرہ، ازہر بن عبداللہ حرازی،

نثر کے ساتھ نظم میں بھی دخل تھا، یہ اشعار انہی کی طرف منسوب ہیں،

وانی لاعطی المال من لیس سائلا — وادرات للموفی امانات بالغنم
وانی متی ما یلقنی صابر مالہ — فصابرنا عنہ لشدائد من عزم
فلا تعدد المولی شریکک فی الغنی — ولکنما المولی شریکک فی العدم
اذا مت ذو القربی الیک بحسبۃ — وغسلت واستقی فلبئس ذو الرحم
ومن ذاک للمولی الذی یستحقہ — اذا نابہ من یرتجی النفع والدرء

اخلاق | حضرت نعمان شور و شر، فتنہ و فساد اور دیگر انقلاب انگیز

[1] مسند جلد ۴ ص ۲۷۰ و ۲۷۱ بقیہ ۲۷۲

Marfat.com
Marfat.com

جبر وظلم روا نہیں رکھتے تھے، وہ نہایت نرم دل اور رحیم تھے اور شورش کے مواقع پر سختی کے بجائے لطف وکرم سے کام لیتے تھے، مورخ طبری لکھتے ہیں،

کان حلیماً ناسکا یحب العافیۃ وہ بردبار، عابد اور عافیت پسند تھے،

مسلم بن عقیل کا واقعہ اور اس کے متعلق حضرت نعمانؓ کا خطبہ اوپر نقل ہو چکا، قیس بن الہیثم کو ایک خط لکھا تو اُس میں تحریر فرمایا، "تم نہایت بدبخت بھائی ہو، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی، تم نے نہ دیکھا نہ حدیث سنی، آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب بہت سے تیرہ وتار فتنے اٹھیں گے، جن میں آدمی صبح کو مسلمان ہوگا تو شام تک کافر ہو جائیگا، اور لوگ دنیا کی تھوڑی منفعت کے لئے اپنا مذہب بیچ ڈالیں گے"[1]

لیکن یہ نرمی طبع، جبن وبزدلی کا نتیجہ نہ تھی، وہ علم وتحمل میں جس طرح یکتا تھے، شجاعت وبسالت میں بھی نظیر نہیں رکھتے تھے،

سخاوت کا بھی یہی حال تھا، حمص کے والی ہوئے تو اعشیٰ ہمدانی پہنچا اور کہا کہ میں نے یزید سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے نہ سنی، اب تمھارے پاس آیا ہوں کہ کچھ قرابت کا پاس کرو، اور میرا قرض ادا کرو، نعمانؓ کے پاس کچھ نہ تھا، قسم کھا کر کہا میرے پاس کچھ نہیں، پھر کچھ سوچ کر کہا "ہنہ!" اور منبر پر کھڑے ہو کر ۲۰ ہزار کے مجمع میں ایک خطبہ دیا، جس کا مضمون حسب ذیل ہے،

"لوگو! اعشیٰ ہمدانی تمھارے ابن عم ہیں، مسلمان اور عالی خاندان ہیں، ان کو روپیہ کی ضرورت ہے، اور تمھارے پاس اسی غرض سے وارد ہوئے ہیں، اب تمھاری کیا رائے ہے" تمام مجمع نے یکزبان ہو کر کہا "جو آپ کا حکم ہو" فرمایا، "نہیں، میں کچھ حکم نہیں دیتا"، کہا

---

[1] مسند ص۲۷۶ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

تو نی کس ایک دینار" (۵ روپیے) فرمایا "نہیں دو شخصوں میں ایک دینار" سب نے منظور کیا تو کہا کہ سر دست میں ان کو بیت المال سے دیئے دیتا ہوں جب تنخواہ کا روپیہ برآمد ہوگا تو وضع کر لیا جائیگا" حضرت نعمانؓ نے ۱۰ ہزار دینار[1] (۵۰ ہزار روپیہ) دئے تو اعشیٰ سراپا شکر و امتنان تھا، چنانچہ حسب ذیل اشعار مدح میں کہے،

فلم ار للحاجات عند انکماشها	کنعمان اعنی ذا الندی ابن بشیر
حاجتوں کے پیش آنے کے وقت میں نے	سخی نعمان بن بشیر کی طرح کسی کو نہیں دیکھا
اذا قال اوفی بالمقال و لم یکن	کعبد الی الاقوال حین غروں
جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اپنے قول کو ایفا کرتے ہیں	اس شخص کی طرح نہیں جو لوگوں کو فریب دھوکے کی ڈوری لگاتے ہیں
فلولا اخوالانصار کنت کنازل	نوی لم ینقلب بنقیر
اگر یہ انصاری نہ ہوتے تو میں اس شخص کی طرح	ہوتا جو کہیں اتر کر ٹھہرے اور کچھ لیکر نہ لوٹے
متی اکفر النعمان نعمی اکن امرا	ولا خیر فیمن لم یکن بمشکور

جب میں نعمان کا کفران کروں تو مجھ میں احسانمندی کا مادہ نہیں کہ جو شکر گذار نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں

---

[1] یہ استیعاب کی روایت ہے اسد الغابہ میں ۴۰ ہزار دینار لکھا ہے اس حساب سے دو لاکھ روپئے ہوئے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت نعمان بن عجلانؓ

نام ونسب	نعمان نام، خاندان زریق سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، نعمان بن عجلان بن نعمان ابن عامر بن زریق اپنی قوم کے سردار تھے اور انصار کی عمومی سیادت کی وجہ سے گویا اون کی زبان بن گئے تھے،
حالات	ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بیمار ہوئے، تو آپ خود عیادت کو تشریف لائے اور صحت کی دعا فرمائی،[1]
	جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل تھے، حضرت سعدؓ بن عبادؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی طرح شاید وہ بھی خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے، چنانچہ انکے خاندان کا جو شخص بھی ان کے پاس پہنچتا اسکو انعام واکرام سے مالا مال کر دیتے، ایک شاعر نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے،
وفات	حضرت علیؓ یا امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی،
اہل وعیال	اہل وعیال کی تفصیل معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے، کہ بیوی کا نام خولہ بنت قیس تھا، جو انصار سے تھیں، پہلے حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوب تھیں، ان کی شہادت کے بعد ان کے نکاح میں آئیں،
حلیہ	حلیہ یہ تھا، پست قد، سرخ رنگ، لوگ ان کو کمزور سمجھتے تھے،
فضل وکمال	شاعر تھے اور شعر اچھے کہتے تھے، عہد خلافت راشدہ اور انصار کے نمایاں کارناموں کو نظم کا جامہ پہنایا ہے، جو اور کتابوں میں منقول ہے،

[1] اسد الغابہ ص۲۶ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ہلالؓ بن اُمیہ

نام و نسب | قبیلۂ اوس کے خاندان واقف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہلال بن امیہ بن عامر بن قیس بن عبد الاعلم بن عامر بن کعب بن واقف (مالک) بن امرء القیس بن مالک بن اوس۔

والدہ کا نام اُمیہ تھا، اور حضرت کلثوم بن الہدم کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے بعد قیام کیا تھا، ان کی یہ ہمشیر تھیں،

اسلام | عقبۂ ثانیہ کے بعد مسلمان ہوئے، اور خاندان واقف کے بت توڑنے کی سعادت حاصل کی،

غزوات اور عام حالات | بدر اور اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے، غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو خود ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا، یوں ہی بیٹھا رہ گیا [illegible] ہوسکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمادی تو یہ گھر میں بیٹھ رہے اور شب و روز گریہ و زاری میں لگے گئے، ۵۰ دن گذر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہوجاؤ، ان کی بیوی نے خدمت میں آکر عرض کی کہ ہلال بہت بوڑھے ہیں، اور ان کے پاس خدمت کے لئے کوئی آدمی نہیں کیا میں انکی خدمت کرسکتی ہوں، فرمایا ہاں لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائیں، بولیں وہ

Marfat.com
Marfat.com

تو حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں ۱۰ روز کے بعد جب ۵۰ دن پورے ہوئے تو توبہ قبول ہوئی اور یہ آیت تری "وعلی الثلثۃ الذین خلفوا"[1]

غالباً اس واقعہ کے بعد ہی لعان کا واقعہ پیش آیا، شریک بن سحماء ایک شخص تھے، ہلال نے اپنی بیوی کو ان کے ساتھ متہم کیا اور جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، ارشاد ہوا "کہ دو صورتیں ہیں، یا تو ثبوت پیش کرو یا اپنی پیٹھ پر درے کھاؤ" ہلال نے کہا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس دوسرے کو دیکھے تو کیا اس کے لئے اس کا ثبوت بھی بہم پہنچانا ضروری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثبوت پیش کرو ورنہ سزا ہوگی، تو ہلال بولے "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچا ہوں، اور امید ہے کہ خدا میری برأت میں قرآن نازل کریگا، جس سے میری پیٹھ حد سے بچ جائیگی"، اس کے بعد آیت لعان (والذین یرمون ازواجھم الخ سورۂ نور) اتری، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بلا بھیجا اور ہلال بھی آگئے اور انھوں نے شہادت دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں ایک یقیناً جھوٹا ہے، تو کیا تم سے کوئی توبہ کررہا ہے، پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی شہادت دی، پانچویں مرتبہ لوگوں نے اسکو روکا اور کہا کہ اس قسم کا نتیجہ قطعی برآمد ہوگا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ عورت یہ سنکر ہچکچائی اور پیچھے ہٹ گئی، اور ہم نے یہ سمجھا کہ وہ اعتراف کرے گی، لیکن اس نے کہا کہ "میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کرسکتی"، اور اس نے اپنی شہادت پوری کردی، ارشاد ہوا، خیال رکھنا، اگر سرگیں چشم، پرگوشت سرین اور موٹی پنڈلیوں والا لڑکا ہو تو شریک کا سمجھا جائیگا، چنانچہ شریک کا ہمصورت لڑکا پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم نہ آیا ہوتا، تو میرا اس کے ساتھ کچھ اور سلوک ہوتا۔[2]

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۵ و ۶۳۶ جلد ۲ [2] ایضاً ص ۷۶۹۔

Marfat.com
Marfat.com

اوپر گذر چکا ہے کہ یہی عورت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی خدمتگزاری کی اجازت لینے آئی تھی، تو آپ کے استفسار پر کہا تھا،

واللہ ما بہ حرکۃ الی شی ــــ میرا شوہر کسی قسم کی حرکت کے قابل نہیں،

اس سے قیاس ہوتا ہے، کہ حضرت ہلالؓ کا خیال بالکل صحیح تھا، چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا،

وفات | سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہیں، لیکن، ابن شاہین نے لعان کے قصہ کو جس سلسلہ سے روایت کیا ہے، اس میں اخیر نام عکرمہ کا ہے، جنھوں نے ہلال سے بلا واسطہ اس قصہ کو سنا تھا، اگر یہ صحیح ہے تو حضرت ہلالؓ نے، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی،

اخلاق | صحیح بخاری میں کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہلالؓ اور فلاں دونوں نہایت صالح تھے[1]، اور درحقیقت بنو سلمہ کے بت توڑنا، تبوک میں اور لوگوں کے برخلاف جھوٹ اور بہانہ سے گریز کرنا، اپنی بیوی کے واقعہ میں صاف گوئی سے کام لینا، ان کے جوش ایمان، زہد و تقویٰ اور راست بازی و صداقت کی نہایت روشن علامات ہیں،

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۵ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

حلفائے انصار

یعنی

وہ لوگ جو قبائل انصار کے ہم معاہدہ تھے

حضرت ابو بردہؓ بن نیار

نام و نسب | ہانی نام، ابو بردہ کنیت، قبیلۂ بلی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہانی بن نیار ابن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہیم بن کاہل بن ذال بن بلے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں مسلمان ہوئے،

غزوات | بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ احد میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے، جن میں ایک ابو بردہؓ کا تھا، فتح مکہ میں بنو حارثہ کا علم انہی کے پاس تھا،

عہد نبوت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے،

وفات | امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ۴۱ھ میں وفات پائی،

اولاد | کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

لہ ماخوذ از کتب رجال،

Marfat.com
Marfat.com

فضل و کمال البتہ معنوی اولاد بہت سی ہیں، اور ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں براء بن عازبؓ) بھانجے تھے) جابر بن عبداللہؓ، عبدالرحمٰن بن جابرؓ، کعب بن عمیر بن عقبہ بن نیار، نصر بن سیار، بشیر بن یسار۔

روایتوں کی تعداد (۲۰) ہے،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ثابت بن دحداحؓ

نام و نسب ثابت نام، ابولدحداح کینت، قبیلۂ بلی کے خاندانِ نیف یا عجلان سے تھے، اور عمرو بن عوف کے حلیف تھے، سلسلہ نسب یہ ہے، ثابت بن دحداح بن نعیم ابن غنم بن آباس،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ احد میں نمایاں شرکت کی، جنگ کی شدت سے جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو انھوں نے آگے بڑھکر انصار کو آواز دی، "ادھر! ادھر! ثابت بن دحداح میں ہوں! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہوئے تو خدا موجود ہے، تم کو اپنے دین کے لئے لڑنا چاہیئے، خدا فتح و نصرت عطا فرمائے گا" انصار کے چند جانباز اس دعوتِ حق کے خیر مقدم کے لئے بڑھے، قریش مکہ کی ایک زبردست جماعت جس میں خالد، عمرو ابن عاص، عکرمہ بن ابوجہل، ضرار بن خطاب اور دیگر رؤسائے قریش تھے، قریب کھڑی تھی، انھوں نے گروہ انصار کے ان جانبازوں کے ساتھ اس جماعت پر حملہ کیا، خالدؓ نے بڑھ کر نیزہ مارا، جس سے حضرت ابو دحداحؓ زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے، لوگ اٹھا کر گھر لائے اور علاج شروع کیا، اس وقت تو خون بند ہوگیا اور وہ اچھے ہوگئے، لیکن غزوۂ حدیبیہ کے بعد یکایک زخم پھر پھٹ گیا، اور اس کے صدمہ سے انھوں نے وفات پائی، یہ سنہ کا واقعہ ہے،

Marfat.com
Marfat.com

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے اور دفن کرنے کے بعد گھوڑا منگا کر سوار ہوئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا، جنت میں چھوہارے کی کتنی شاخیں ہیں جو ابن دحداح کے واسطے لٹکائی گئی ہیں[1]،

اس کے بعد عاصم بن عدی کو طلب فرمایا اور پوچھا تم لوگوں سے ان کی کچھ قرابت تھی؟ بولے نہیں، ابو لبابہ بن عبد المنذر ان کے بھانجے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ ان کے حوالہ کیا[2]،

اہل وعیال کوئی اولاد نہ تھی، بیوی کا نام ام دحداح تھا، مسند کی ایک حدیث میں ان کا ذکر ہے،

اخلاق جوشِ ایمان کا یہ عالم تھا کہ جب آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا ہاں، حضرت ابو دحداح نے اپنا مال صدقہ کر دیا[3]،

ایک شخص اپنے باغ کی دیوار اٹھانا چاہتا تھا، بیچ میں دوسرے کا درخت پڑتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ درخت مجھ کو دلوا دیجئے، آپ نے درخت والے کو بلا کر فہمائش کی، اس نے انکار کیا تو فرمایا اس کے عوض جنت میں ایک درخت لو، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا، حضرت ابو دحداح نے سنا تو اس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھ سے دیوار لے لو اور اپنا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو، اس نے منظور کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور اس واقعہ سے آگاہ کیا، آپ نہایت خوش ہوئے اور

---

[1] صحیح مسلم ص۳۵۲ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص۱۸۳ جلد ۵ [3] اسد الغابہ ص۱۸۳ و اصابہ ص۵۸ جلد ۷،

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا ابو دحداحؓ کے لئے جنت میں کتنے درخت ہیں،

حضرت ابو دحداحؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر باغ میں آئے اور بیوی سے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ، میں نے یہ باغ جنت کے ایک درخت کے معاوضہ میں بیچ ڈالا، شوہر کی طرح بیوی بھی نہایت سعادت مند تھیں، خوشی سے اس واقعہ کو سنا اور بولیں کہ یہ نہایت نفع کا سودا ہے،[1]

[1] اصابہ ص۵۵ جلد ۷،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حذیفہؓ بن الیمان

نام ونسب حذیفہ نام، ابو عبداللہ کنیت، صاحب السر لقب، قبیلۂ غطفان کے خاندان عبس ہیں، نسب نامہ یہ ہے، حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فرود ابن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی، والدہ کا نام رباب بنت کعب بن عدی بن عبدالاشہل تھا،

حضرت حذیفہؓ کے والد اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر کے مدینہ گئے تھے، اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی، عبدالاشہل کے خاندان سے حلف کا تعلق ہوا، پھر بعد میں باہم قرابت بھی کر لی، کہتے ہیں کہ اوس و خزرج کا تعلق چونکہ یمن سے تھا، اس لئے ان کی قوم نے ان کا نام یمان رکھدیا، عبداللہ نے جو نکاح کیا تھا، اس سے حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی، حذیفہ، سعد، صفوان، مدرج، لیکن یہ لوگ اولاد یمان کے نام سے مشہور ہوئے،

اسلام والدین نے اسلام کا زمانہ پایا، اور مشرف باسلام ہوئے، بھائی بہنوں میں صرف حذیفہ اور صفوان کو یہ سعادت حاصل ہوئی، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اقامت گزیں تھے، حضرت حذیفہ ہجرت کر کے مکہ پہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت اور نصرت کے متعلق ارشاد طلب کی تو آپ نے ہجرت کے بجائے نصرت کو ان کے لئے تجویز فرمایا،

۱؎ اصابہ ص۳۳۲ جلد ۱ ۲؎ ایضاً ص۲۳۲ جلد ۸ ۳؎ اسد الغابہ ص۳۹۱ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

غزوات | اگرچہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، تاہم اپنے باپ کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلے تھے، لیکن راستہ میں کفار قریش نے روکا کہ محمدؐ کے پاس جانے کی اجازت نہیں، بولے کہ محمد کے پاس نہیں بلکہ مدینہ جاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمدؐ کی طرف سے شریک نہ ہوں، اُنھوں نے خدمت اقدس میں پہونچ کر ساری داستان سنائی ارشاد ہوا کہ اپنے عہد پر قائم رہو اور مکان واپس جاؤ باقی فتح و نصرت تو وہ خدا کے ہاتھ ہے، ہم اسی سے طلب بھی کریں گے۔"[1]

غزوۂ احد میں شریک ہوئے، والد بھی موجود تھے، اور ثابت بن وقش کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر متعین[2] تھے، جب مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو کسی شیطان نے آواز دی، دیکھنا مسلمان پہونچ گئے، چنانچہ مشرکین کا ایک دستہ پلٹ پڑا، جس سے مسلمانوں کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی، حضرت حذیفہؓ کے والد درمیان میں تھے، یہ دیکھ کر کہ ان کی خیر نہیں حضرت حذیفہ نے آواز دی "خدا کے بندو! یہ میرے باپ ہیں" لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سن سکتا تھا ایک مسلمان نے نادانستہ قتل کر دیا، حضرت حذیفہؓ کو معلوم ہوا تو انتہائی حلم و عفو سے کام لیکر کہا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ[3] خدا تم لوگوں کی مغفرت کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہؓ کو دیت عطا کی، اور اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا،[4]

غزوۂ خندق میں نمایاں حصہ لیا، قریش مکہ جس سر و سامان سے اٹھے تھے اس کا یہ اثر تھا کہ مدینہ منورہ کی بنیادیں ہل گئیں، مدینہ کے چاروں طرف کوسوں تک آدمیوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں دعا کی اور مدینہ کی حفاظت کے

---

[1] صحیح مسلم صفحہ ۸۹ جلد ۲، [2] اصابہ صفحہ ۳۱۱ جلد ۲ [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۸۱ جلد ۲ [4] اصابہ صفحہ ۱۴۱ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

لئے خندق کھدوائی، ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا، جو مسلمانون کے حق مین تائید غیبی سے کم نہ تھا، قریش کا لشکر جنگل مین خیمہ زن تھا کہ یکایک نہایت تیز و تند ہوا چلی جس سے خیمون کی طنابین اکھڑ گئین، ہانڈیان الٹ گئین، اور سردی نہایت تیزی سے چمک اٹھی، ابوسفیان نے کہا اب خیر نہین یہان سے فوراً کوچ کرنا چاہیئے[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگون کی بڑی فکر تھی ارشاد ہوا "کوئی جاکر مشرکین کی خبر لائے، تو اس کو قیامت مین اپنی معیت کی بشارت سناتا ہون"، سردی اور پھر ہوا کی شدت، کوئی شخص ہامی نہ بھرتا تھا، آپ نے ۳ مرتبہ یہی جملہ دہرایا، لیکن کسی طرف سے جواب مین کوئی صدا نہ اٹھی، چوتھی بار آپ نے حذیفہ کا نام لیا کہ "تم جاکر خبر لاؤ" چونکہ نام لے کر پکارا تھا، اس لئے تعمیل ارشاد مین اب کیا چارہ تھا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمت اقدس مین آئے، ارشاد ہوا دیکھو "مشرکین کو میری طرف سے خوف نہ دلانا" یعنی موقع پاکر کسی پر حملہ نہ کرنا، حضرت حذیفہ بہت تیز چلے، مشرکین کے پڑاؤ پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوسفیان پیٹھ سینک رہا ہے، چاہا کہ تیر و کمان سے اس کا خاتمہ کر دین، لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا اور اپنے ارادے سے باز آگئے، واپس ہوئے تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب تک نماز مین مصروف ہین، نماز سے فارغ ہوئے تو خبر سنی، اس کے بعد آپ نے حضرت حذیفہ کو کمبل اڑھایا اور وہ یہین شب باش ہوئے، صبح ہوئی تو فرمایا قم یا نومان[2] اے سونے والے اب اٹھ،

خندق کے بعد دیگر غزوات اور واقعات مین بھی شرکت کی،

عام حالات عہد نبوت کے بعد عراق کی سکونت اختیار کی، اور کوفہ، نصیبین اور مدائن مین اقامت گزین ہوئے، نصیبین مین کہ الجزیرہ کا ایک شہر تھا شادی بھی کی[3]،

عراق کے اضلاع فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے وہان بندوبست کا ارادہ کیا، تو دو مہتمم

[1] طبقات ص۵۰ جلد ۲ قسم ۱ [2] صحیح مسلم ص۹۹ جلد ۲ [3] اسد الغابہ ص۳۹۱ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

مقرر کئے، علاقہ فرات کے حضرت عثمان بن حنیفؓ، اور نواحِ دجلہ کے حضرت حذیفہؓ افسر مقرر ہوئے[1]
نواحِ دجلہ کی رعایا نہایت بے ایمان اور شریر تھی، اس نے اپنے مہتمم بندوبست حضرت حذیفہؓ کو
اس کام مین کوئی مدد نہ دی بلکہ الٹے مسخرہ پن کیا،

باین ہمہ حضرت حذیفہؓ نے بندوبست کیا، اور تشخیص ایسی معقول کی، کہ حکومت کی آمدنی
بڑھ گئی[2] چنانچہ جب حضرت عمرؓ سے مدینہ مین ملاقات ہوئی اور انھون نے کہا کہ "شاید زمین پر زیادہ
بوجھ ڈالا گیا ہے" تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا "لقد ترکت فضلہ"[3] مین نے بہت زیادہ چھوڑ
دیا ہے،

سنہ ۱۸ھ[4] مین نہاوند پر فوج کشی کی تیاریان ہوئین، اس وقت حضرت حذیفہؓ کوفہ مین
مقیم تھے، حضرت عمرؓ کا خط ملا کہ کوفہ کی فوج کو لے کر نکلو، اور نعمان بن مقرنؓ کے لشکر سے مل
جاؤ، حضرت نعمانؓ نے نہاوند کے قریب پڑاؤ ڈالا اور فوج کی ترتیب قائم کی، حذیفہ کو میمنہ پر
کیا، لڑائی شروع ہوئی، اور سخت کشت وخون کے بعد مسلمانون کو فتح حاصل ہوئی، اسی مین حضرت
نعمانؓ نے شہادت حاصل کی، حضرت عمرؓ نے سائب بن اقرع سے فرمایا تھا کہ نعمان قتل ہون تو
حذیفہ امیر ہون گے[5] نعمان نے بھی وفات سے قبل ان کی امارت کی وصیت کی تھی، چنانچہ
ان کی شہادت کے بعد جب لوگون کو امیر کی تلاش ہوئی تو معقل نے حذیفہ کی طرف اشارہ کرکے
کہا کہ تمہارے امیر یہ ہین، اور امید ہے کہ خدا ان کی آنکھین فتح وظفر کے ذریعہ سے ٹھنڈی
کرے گا، تمام لشکر نے حضرت حذیفہؓ سے امارت پر بیعت کی اور وہ فوج لے کر نہاوند
کی طرف بڑھے[6]،

نہاوند مین ایک آتش کدہ تھا، اس کا موبد خدمت مین حاضر ہوا، اور درخواست کی

[1] کتاب الخراج ص ۲۱ [2] ایضاً ص ۲۱ [3] طبری ص ۲۶۳۲ [4] ایضاً ص ۲۶۰۱ جلد ۵ [5] اخبار الطوال ص ۱۳۶ [6] طبری ص ۲۶۰۴ و ۲۶۰۵ جلد ۵

Marfat.com
Marfat.com

کہ مجھے امان ملے تو ایک متاع بے بہا کا پتہ دوں، حضرت حذیفہؓ نے امان دی، اور اس نے کسریٰ کے نہایت بیش بہا جواہرات لاکر پیش کئے، حضرت حذیفہؓ نے مالِ غنیمت تقسیم کرکے پانچوان حصّہ مع جواہرات کے حضرت عمرؓ کی خدمت مین بھیج دیا، حضرت عمرؓ جواہرات دیکھکر غصّہ ہوئے اور ابن ملیکہ سے فرمایا فوراً واپس لے جاؤ اور حذیفہ سے کہو کہ ان کو بیچکر فوج مین تقسیم کردین، حضرت حذیفہؓ اُس وقت ماہ (نہاوند) مین مقیم تھے، انھون نے بہم کرور درہم پر جواہرات فروخت کئے[1]،

اس موقع پر حضرت حذیفہؓ نے اہل شہر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ بتمامہ درج کیا جاتا ہے،

هذا ما اعطى حذيفة بن اليمان	حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ کو ان کے جان و مال
اهل ماه دينار اعطاهم الامان	اور جائداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب
على انفسهم واموالهم وارضيهم	سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے
لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم	پر مجبور کئے جائینگے، اور ان مین ہر
وبين شرائعهم ولهم المنعة	بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا
ما ادوا الجزية التي على كل سنة الى	کرے گا، مسافرون کو راستہ بتائے گا، مسلمون
من وليهم من المسلمين على كل	کو دست رکھے گا، اسلامی لشکر کی جو
حالم في ماله ونفسه على قدر	یہان ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت
طاقتهم وما ارشدوا ابن سبيل	کرے گا، رسالت کا خیر خواہ رہے گا
او اصلحوا الطرق وقروا جنود المسلمين	ان صورتون مین ان کی جان و مال اور

[1] طبری صفحہ ۲۶۲۵ و ۲۰ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

من مر بهم فاوی الیهم یوماً ولیلةً ونصحوا فان غشوا وبدلوا فذمتنا منهم بریئة

زمین محفوظ رہے گی، اور اگر انھون نے اس عہد مین خیانت کی اور ان کی روش مین تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہین'

یہ عہد نامہ محرم ۱۹ھ مین لکھا گیا اور اس پر قعقاع، نعیم بن مقرن، سوید بن مقرن کی گواہی ثبت کی گئی[1]، آج مہذب ممالک مین اپنے دشمنون کے ساتھ جو عہد نامے کئے جاتے ہین، اُن کا اس عہد نامہ سے مقابلہ کرو، کیا اس عفو و ترحم، اور اس درگذر و حلم و رواداری کے باوجود بھی مسلمان متعصب، ظالم، جابر، اور سخت گیر کے القاب کے سزاوار ہو سکتے ہین

نہاوند فتح کرنے کے بعد حضرت حذیفہؓ اپنے سابق عہدہ یعنی بندوبست کی افسری پر واپس آگئے[2]،

۲۲ھ مین حسب روایت بلاذری حملۂ آذربائیجان مین فوج کا علم ملا، چنانچہ نہاوند سے چل کر اردبیل پہونچے جو آذربائیجان کا دارالسلطنت تھا، یہان کے رئیس نے، ماجروان، میمنہ، سراۃ، سبز، میانج وغیرہ سے ایک لشکر فراہم کر کے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، پھر ۸ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوئی، حضرت حذیفہؓ وہان سے موقان اور جیلانی کی طرف بڑھے اور فتح حاصل کی، اسی اثنا مین دربارِ خلافت سے ان کی معزولی کا فرمان پہونچا، اور عتبہ بن فرقد اُن کی جگہ پر مقرر ہوئے[3]،

اس کے بعد غالباً مدائن کے والی بنائے گئے، حضرت عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ عاملون کے فرمان تقرری مین اپنے احکام اور ان کے فرائض درج کرتے تھے، لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو

[1] طبری ص ۲۶۳۳ جلد ۵ [2] طبری ص ۲۶۳۸ جلد ۵ [3] یہ تفصیل بلاذری مین ہی، طبری مین حملۂ آذربائیجان اور ۸ لاکھ درہم پر صلح کرنے کا ایک موقع پر ضمناً ذکر آیا ہی، دیکھو صفحہ ۲۸۰۶ جلد ۵ طبری؛

Marfat.com
Marfat.com

فرمان تھا اس مین صرف یہ لکھا کہ "تم لوگ ان کی اطاعت کرنا اور جو طلب کرین دے دینا" حضرت حذیفہؓ مدائن پہونچے تو معززین شہر نے استقبال کیا، اور جب فرمانِ امارت پڑھا تو ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ جو مانگنا ہو مانگئے، ہم لوگ ہر طرح حاضر ہین، حضرت حذیفہؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے قدم بقدم چلتے تھے فرمایا کہ "مجھے صرف اپنے پیٹ کا کھانا اور گدھے کے چارہ کی ضرورت ہے، جب تک یہان رہونگا تم سے اسی کا طلب گار رہونگا" کچھ زمانہ کے بعد حضرت عمرؓ نے دارالخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے، حذیفہؓ اپنی اسی قدیم شان سے نکلے تو حضرت عمرؓ سامنے آکر لپٹ گئے اور فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہون[1]، اس کے بعد اسی عہدہ پر قائم رکھا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت علیؓ کے ابتداے زمانۂ خلافت تک اسی منصب پر فائز رہے[2]، ۳۰ھ عہد حضرت عثمانؓ میں سعید بن عاص کے ہمراہ کوفہ سے غزوۂ خراسان کے لئے نکلے، طبرستان نام ایک بندرگاہ پر لڑائی ہوئی، یہاں سعید بن عاص نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی تو ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کیا ہے[3]، فتح حاصل کر کے رے کی مہم پر روانہ ہوئے، پھر وہاں سے سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے ہمراہ آرمینیہ کا رخ کیا، اس وقت وہ کوفہ کی تمام فوج کے افسر اعلیٰ تھے[4]،

۳۱ھ میں خاقان خزر سے ایک عظیم جنگ پیش آئی، جس میں سلمان اور ۴ ہزار مسلمانوں نے شہادت حاصل کی، حضرت حذیفہؓ سلمان کے بجائے لشکر کے امیر ہوئے[5]، لیکن پھر دوسری مہم میں چلے گئے، اور مغیرہ بن شعبہ کا ان کی جگہ پر تقرر ہوا،

حضرت حذیفہؓ نے باب پر تین مرتبہ[6] حملہ کیا، تیسرا حملہ ۳۴ھ میں ہوا، یہ حضرت عثمانؓ

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۹۲ جلد ۱ [2] اصابہ ص ۳۳۲ جلد ۱ [3] مسند ص ۳۸۵ جلد ۵ و طبری ص ۳۸۳۶ و ۳۷، ۳ جلد ۵،

[4] ایضاً ص ۲۹۳۶ [5] یعقوبی ص ۱۹۳ جلد ۲ [6] طبری ص ۲۸۳۶ [7] ایضاً ص ۲۹۳۶ جلد ۶،

Marfat.com
Marfat.com

کا اخیر عہد خلافت تھا غزوہ ختم کرکے مدائن آئے اور زمام حکومت ہاتھ میں لی،

وفات یہاں پہونچ کر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ سنا[1]، اور اس کے ۴۰ روز کے بعد خود بھی وفات پائی، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے،

وفات سے پہلے ان کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھکو محبوب ہے، لیکن اس لئے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا، اور میرا حشر کیا ہوگا، جس وقت انھوں نے آخری سانس لی تو فرمایا "خدایا اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا، کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں[2]"

جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا، ایک شخص نے اشارہ کرکے کہا کہ میں نے ان سے سنا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کے بیان کرنے میں ہم کو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تم لوگ آمادۂ قتال ہو تو میں اپنے گھر بیٹھ رہونگا، اس پر بھی کوئی وہاں پہونچے گا تو کہونگا کہ آ اور میرے اور اپنے گناہ اپنے سر لے[3]،

وفات کے وقت اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علیؓ سے بیعت کرنا، چنانچہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور صفین میں قتل ہوئے[4]، حضرت حذیفہؓ نے خود بھی حضرت علیؓ سے بیعت کی تھی،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، ابو عبیدہؓ، بلالؓ، صفوان، سعید، صاحب طبقات کے زمانہ میں ان کی اولاد مدائن میں موجود تھی[5]، بیویاں غالباً دو تھیں،

حلیہ صورت سے حجازی معلوم ہوتے تھے، حلیہ یہ تھا، قد متوسط، بدن اکہرا، آگے کے دانت

---

[1] طبقات ص جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص ۳۹۲ جلد ۱ [3] مسند ص ۳۷۰ جلد ۵ [4] استیعاب ص جلد ۱ [5] طبقات جلد ۸

Marfat.com
Marfat.com

خوبصورت[1]، نظر اس قدر تیز تھی کہ صبح کے اندھیرے میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے،

فضل وکمال | حضرت حذیفہؓ علماے کبار میں تھے، فقہ وحدیث کے علاوہ اسلام پر قیامت تک جو انقلابات ہونے والے ہیں، اُن کے بہت بڑے عالم تھے، منافقینِ اسلام کے متعلق جو واقفیت تھی، اس کے لحاظ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تسلیم کئے جاتے تھے،

ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے، اور لوگ بھی تھے، دجال کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق ان سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں[2]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک خطبہ میں قیامت تک کے تمام واقعات صحابہ کے سامنے بیان فرمائے تھے، حضرت حذیفہؓ کو وہ خطبہ یاد تھا، بعض باتیں فراموش ہوگئی تھیں لیکن جب کوئی واقعہ پیش آتا تو یاد آجاتی تھیں، بعینہ اس طرح کہ آدمی کسی شخص کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور پھر اسکو بھول جاتا ہے، لیکن پھر جب کبھی سامنا ہوتا ہے، تو اس کی پہلی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے[3]،

ان کا خود بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام واقعات کی خبر دیدی تھی، صرف ایک بات باقی رہ گئی تھی، اور وہ یہ کہ مدینہ والوں کے مدینہ سے نکلنے کا سبب کیا ہوگا[4]،

صحابہ عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل اعمال، نماز، روزہ اور اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہؓ یہ نہیں پوچھتے تھے، اُن کا قول ہے کہ

کنت اسالہ عن الشر مخافۃ	میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برائیاں
ان یدرکنی[5]	پوچھتا تھا کہ اُن میں مبتلا ہوجاؤں،

صحابہ میں ان کا لقب محرم راز نبوت تھا، حضرت ابودرداؓ کہتے تھے،

---

[1] مسند ص ۴۰۰ و ۴۰۳ جلد ۵ [2] صحیح مسلم ص ۴۰۱ جلد ۲ [3] ایضاً ص ۴۰۱ جلد ۲ [4] ایضاً

[5] صحیح بخاری ص ۱۰۴۹ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

الیس فیکم صاحب السر — کیا تم میں اسرار کا سب سے بڑا عالم موجود نہیں

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس بہت سے صحابہ جمع تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے، حضرت حذیفہؓ نے کہا "مال و دولت، اہل و عیال اور ہمسایہ کے متعلق آدمی سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے، اس کا نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کفارہ ہو جاتا ہے" حضرت عمرؓ نے کہا "یہ پوچھنے کا یہ مقصد نہیں، وہ فتنے بتاؤ جو سمندر کی طرح جوش ماریں گے" حذیفہؓ نے جواب دیا کہ "آپ کے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے، اس لئے آپ کو تردد کی ضرورت نہیں" فرمایا "دروازہ کھولا جائیگا یا توڑا جائیگا" بولے توڑا جائیگا، فرمایا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا، کہا جی ہاں

حضرت حذیفہؓ نے جب ایک مجلس میں یہ حدیث بیان کی تو وہاں شقیق بھی تھے انھوں نے کہا کہ کیا عمرؓ کو دروازہ کی خبر تھی؟ فرمایا ہاں جس طرح تم یہ جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا تو دروازہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا خود عمرؓ[1]

حضرت حذیفہؓ سے اس قسم کی بہت سی روایتیں ثابت ہیں اور اس قسم کے اسرار ان کو بہت معلوم تھے جو زیادہ تر اسلام کی سیاست سے تعلق رکھتے تھے، صحابہ میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ اور بھی ماہرین اسرار تھے، جن کا وجود ہم کو حضرت حذیفہؓ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے، صحیح مسلم میں ان سے روایت ہے[2] کہ

"میں اس وقت سے قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سوا اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک مجلس میں ایک ایک کر یہ باتیں بتلائیں تھیں، اور چھوٹے بڑے تمام واقعات کی خبر دی تھی، چنانچہ ان میں سے میرے سوا اب کوئی باقی نہیں" حضرت حذیفہؓ اپنے علم سے وقتاً فوقتاً کام لیتے اور مسلمانوں کو ان کے مستقبل

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۵۱ جلد ۲ — [2] صحیح مسلم ص ۳۹۰ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

کی نسبت مطلع کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ عامر بن حنظلہ کے گھر میں خطبہ دیا تو فرمایا،

ان ھذا الحی من مضر لا تدع اللہ	قریش ایک زمانہ میں دنیا کے کسی نیک بندہ
فی الارض عبدا صالحا الا افتنتہ	کو نہ چھوڑیں گے، اور اس کو فتنہ سے آلودہ
واھلکتہ حتی یدع کھا اللہ بجنود	کر کے ہلاک کریں گے، اس وقت خدا ان کو
من عبادہ فبذلھا حتی لا متنع	اپنے بندوں کی ایک فوج سے بالکل پامال
ذنب تلقہ	کر دیگا،

لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں، آپ خود بھی تو قریشی ہیں، فرمایا اس کو کیا کروں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے،

ایک مرتبہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو باتیں بیان کی تھیں جن میں ایک کو میں دیکھ چکا، دوسری کا انتظار ہے، اس کے بعد خود کہتے ہیں، کہ مجھ پر ایک وقت تھا، کہ جس امیر سے بیعت کرتا اس کی نسبت مجھ کو کچھ تردد نہ ہوتا تھا، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام کے ذریعہ اور نصرانی ہوتا تو مسلمان عمال کے ذریعہ سے ہم پر حکومت کرتا تھا لیکن اب میں بیعت نہیں کرتا ہوں، میری نگاہ میں اس کے اہل صرف چند اشخاص ہیں، ہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت کر سکوں گا۔

حضرت حذیفہؓ نے اسلام کے مستقبل کی نسبت ایک پیشگوئی فرمائی ہے جو آج ہماری آنکھوں پر بالکل صادق آتی ہے اور وہ یہ ہے،

لا تقوم الساعۃ حتی یسوق کل قبیلۃ من	قیامت اس وقت آئیگی جب قبیلوں کے سردار منافق ہو جائینگے

حضرت حذیفہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کو صاحب خلاصہ نے سو سے اوپر شمار کیا ہے، یہ ذخیرہ حضرت حذیفہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے فراہم کیا تھا،

ان کے راویان حدیث میں متعدد صحابہ ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، جابر، جندب بن عبداللہ بجلی

Marfat.com
Marfat.com

عبداللہؓ بن یزید خطمیؓ، ابو الطفیلؓ، تابعین میں کثیر جماعت ہے، بعض کے نام یہ ہیں قیس بن ابی حازم، ابو وائل، زید بن وہب، ربعی بن خراش، زر بن حبیش، ابو ظبیان، حصین بن جندب، صلہ بن زفر، ابو ادریس خولانی، عبداللہ بن عکیم، اسود بن یزید نخعی، عبدالرحمان بن یزید، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ہمام بن الحارث، یزید بن شریک التیمی،

مہماتِ سلطنت کی وجہ سے اگرچہ بہت کم فرصت رہتی تھی تاہم جب کبھی فرصت ملتی تو حدیث کا درس دیتے تھے، کوفہ کی مسجد میں حلقہ قائم ہوتا اور حضرت حذیفہؓ حدیث بیان فرماتے[1]، شاگردان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے، عسکری ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام مجمع خاموش اور ایک شخص کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں،

کانما قطعت رؤسھم[2] گویا مجمع کے سر کاٹ لئے گئے ہیں،

شاگردوں کے خوف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ جب انھوں نے حضرت عمرؓ سے متعلق فتنہ والی حدیث بیان کی تو باوجود اس کے کہ پوری حدیث رموز و اشارات کا مجموعہ تھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی، چنانچہ انھوں نے مسروق کو جو عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشد تلامذہ میں[3] تھے، اس کے پوچھنے پر آمادہ کیا، اور انھوں نے پوچھا،

ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ معراج کی حدیث بیان کر رہے تھے کہ زر بن حبیش آئے، حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے، زر بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تھے، اور نماز پڑھی تھی، فرمایا گنجے تیرا کیا نام ہے، میں تجھے پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا، انھوں نے نام بتایا تو فرمایا، کہ تمھیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، کہا قرآن سے فرمایا آیت پیش کرو، انھوں نے وہ آیت پڑھی جس میں معراج کا تذکرہ ہے،

---

[1] مسند ص۴۰۳ جلد ۵ [2] ایضاً ص۳۸۶ جلد ۵ [3] صحیح بخاری ص۱۰۵۱ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

سبحان الذی امری لعبدہ الخ (وہ پاک ذات ہے، جو اپنے بندہ کو شب کے وقت لیگیا) حضرت حذیفہؓ نے کہا، اس میں نماز کا کہاں تذکرہ ہے، زر نے لاجواب ہوکر اپنی غلطی کا اعتراف کیا[1]،

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں،

و انا ان سالنا ہ لم یحدثنا[2] ہم ان سے حدیث کی خواہش کرتے

تو نہ بیان کرتے،

اسی وجہ سے لوگ موقع کے منتظر رہتے تھے، جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وہ حدیث بیان کرتے تو تمام مجمع کو نہایت اہتمام سے خاموش کیا جاتا تھا، دہقان کے واقعہ میں جب حدیث بیان کی تو لوگوں نے کہا، اسکتوا اسکتوا[3]، چپ رہو، چپ رہو،

ایک مرتبہ وہ اور حضرت ابومسعودؓ ساتھ تھے، ایک نے دوسرے سے حدیث کی درخواست کی تو ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا کہ بل حدث انت[4] تم ہی بیان کرو،

اخلاق و عادات | زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے زمانہ امارت میں بھی طرز معاشرت میں کوئی تغیر نہ پیدا ہوا، بخم کی آب ہوا میں رہنے، اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود، کوئی ساز و سامان نہیں رکھتے تھے، سواری کے لئے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے، استغنا کا یہ عالم تھا کہ قوت لایموت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ مال بھیجا تو سب اٹھا کر تقسیم کر دیا[5]،

اس استغنا کے ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی میں جو انہماک تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام رات نماز پڑھتے رہ گئے اور رات نہ کی، صبح کے وقت جب حضرت بلالؓ نے اذان پکاری تو اس وقت تک ان بزرگوں کی

[1] مسند ص ۳۸۶ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۳۹۶ جلد ۳ [3] ایضاً ص ۳۹۶ [4] ایضاً ص ۳۹۲ [5] اسد الغابہ ص ۳۹۲ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں[1]،

امر بالمعروف کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے، غایت احتیاط کی بنا پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کیا کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے، ان کو معلوم ہوا تو کہا کہ یہ شدت ٹھیک نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گھورے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا، میں آپ کے ساتھ تھا، ہٹنا چاہا تو ارشاد ہوا کہ قریب رہو، چنانچہ میں بالکل آپ کی پشت کے قریب ہی کھڑا رہا[2]،

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حذیفہؓ آئے اور فرمایا کہ یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق میں شمار کی جاتی تھیں[3]،

ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز پڑھ رہا تھا، حضرت حذیفہؓ آئے تو فرمایا تم کتنے زمانہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہو؟ بولا ۴۰ برس سے، فرمایا، تمہاری ۴۰ سال کی نماز بالکل رائگاں گئی، اور اگر اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے تم مر گئے تو دین محمدی پر نہ مروگے، اس کے بعد اس کو نماز کا طریقہ بتلایا، اور کہا چھوٹی رکعت پڑھو لیکن رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو[4]،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں ربعی زیارت کے لئے مدائن آئے تو پوچھا کہ عثمانؓ کے خروج کن لوگوں نے کیا ہے، ربعی نے نام گنائے تو فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اور امارت کو ذلیل کیا وہ خدا کے نزدیک بالکل بے وقعت ہے[5]،

ایک شخص عباس کے وسط میں بیٹھا تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے[6]،

عرب میں وفات کی خبر نہایت اہتمام سے مشتہر کی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مسند ص۴۰۰ جلد ۵ [2] ایضاً ص۳۸۲ جلد ۵ [3] ایضاً ص۳۸۴ [4] ایضاً ص۳۸۵ [5] ایضاً ص۳۸۶ [6] ایضاً ص۳۹۸،

Marfat.com
Marfat.com

اس کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت حذیفہؓ اس پر اس شدت سے عامل تھے کہ جب کوئی مرتا تو اس کی خبر تک نہ کراتے کہ شاید اس میں بھی وہ صورت پیدا ہو جائے[1]،

راستبازی خاص شعار تھی، ان کے ایک شاگرد ربعی حدیث روایت کرتے تو کہتے،

حدثنی من لم یکذب بنی — مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جو مجھ سے جھوٹ نہ بولتا تھا،

لوگ سمجھ جاتے کہ حذیفہؓ مراد ہیں[2]،

ایک شخص، حضرت عثمانؓ کو ان کی باتیں پہنچاتا تھا، سامنے سے نکلا، تو لوگوں نے کہا کہ یہ امراء کے پاس تمام خبریں لیجاتا ہے، فرمایا ایسا شخص جنت میں نہیں جا سکتا[3]،

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو بتائیے جو آپ سے رفتار و گفتار و مذہب غرض ہر چیز میں مشابہ ہو، فرمایا ایسے شخص ابن مسعود ہیں لیکن جب تک گھر کے باہر رہتے ہیں، باقی گھر میں کیا کرتے ہیں، اس کی مجھکو اطلاع نہیں[4]،

عفو و درگذر جس پیمانہ پر موجود تھا، وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے، ان کے والد کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا، انھوں نے غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کے بجائے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی، عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ عفو و درگذر کی صفت حضرت حذیفہؓ میں آخر وقت تک موجود تھی[5]،

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال غزوۂ خندق کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ میں ایک شخص بھی مشرکین کے لشکر میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا لیکن حضرت حذیفہؓ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت حاصل کی

[1] مسند ص۴۰۳ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۳۸۵ و ۴۰۱ [3] ایضاً ص ۳۸۹ [4] ایضاً ص ۳۹۴ و ۳۹۹ [5] صحیح بخاری ص۵۸۱ جلد ۲،

Marfat.com
Marfat.com

ایک مرتبہ راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، اور آپ ان کی طرف بڑھے، تو بولے میں جنبی ہوں، فرمایا مومن نجس نہیں ہو سکتا،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کھانے کی سعادت حاصل ہوتی، تو پہلے خود نہ شروع کرتے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا فرماتے تھے،[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقرب و خصوصیت کا یہ عالم تھا، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ سے ٹیک لگائی،[3] ایک مرتبہ ازار کی صدتبائی، تو ان کی پنڈلی دست مقدس سے پکڑی،[4] غزوۂ خندق کی رات کو مشرکین کی خبر لائے تو اپنا کمبل اڑھایا، اور اپنی سواری پر بٹھایا،[5] ایک رات اپنے حجرہ میں رکھا، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھے تو سحاف کا ایک کنارہ خود اوڑھے تھے اور دوسرا حضرت عائشہؓ پر پڑا تھا، اور وہ نسوانی مجبوری کی وجہ سے نماز کو نہ اٹھ سکیں،[6]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو بسا اوقات، ظہر، عصر، مغرب، عشا کی نماز آپ کے ساتھ پڑھتے اور اتنے عرصہ تک شرف صحبت سے مشرف رہتے،[7]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے، اور طہارت کے لئے پانی دیتے تھے،[8]

ایک روز ان کی والدہ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب سے نہیں گئے اُنھوں نے مدت بیان کی تو بہت خفا ہوئیں، اور سخت سست کہا، بولے اچھا چھوڑیئے جاتا ہوں اور مغرب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا ہوں، اور اپنے اور آپ کے لئے استغفار کراتا ہوں، چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر آپ کے پیچھے ہو لئے،

---

[1] مسند ص۳۸۴ [2] ایضاً ص۳۸۳ [3] ایضاً ص۳۹۱ [4] ایضاً ص۳۸۲ [5] ایضاً ص۳۹۳ [6] ایضاً ص۳۹۲ [7] ایضاً ص۳۹۲،

Marfat.com
Marfat.com

آپ نے مڑکر دیکھا تو یہ نظر آئے، پوچھا کون حذیفہ! فرمایا غفر اللہ لک ولامک[1] خدا تجھے اور تیری ماں دونوں کو بخشے،

تمام لوگوں سے اچھی طرح ملتے لیکن بیوی سے سخت گفتگو کرتے، اس کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا کہ تم استغفار کیا کرو[2]،

غصہ کم آتا تھا، لیکن جب احکام شرع پامال ہوتے دیکھتے تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی، مدائن میں کسی جگہ پانی مانگا، ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں لاکر پیش کیا، تو انھوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس پر کھینچ مارا اور فرمایا کہ کیا میں نے تم کو تنبیہ نہیں کر دی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے[3]،

بغض و کینہ دیر تک قائم نہ رکھتے، جن لوگوں سے شکر رنجی ہو جاتی تھی، اُن سے صاف ہو جاتے تھے، اصحاب عقبہ میں سے ایک صاحب سے کسی معاملہ میں بگاڑ ہو گیا تھا، اور بول چال ترک ہو گئی تھی، لیکن حضرت حذیفہؓ نے خود ہی چھیڑ کر گفتگو کی، اور بالآخر ان کو بھی اپنا طرز عمل بدلنا پڑا[4]،

استغنا کے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں، طبعاً بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، کوئی گھانے کے وقت پہونچ جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے[5]،

مذکورۂ بالا محاسن و مکارم کی بنا پر حضرت عمرؓ ان کا بڑا احترام کرتے تھے، جس جنازہ پر وہ نماز پڑھتے خود بھی پڑھتے، اور جس پر وہ نماز نہ پڑھتے، حضرت عمرؓ بھی نہ پڑھتے[6]،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنائیں پیش کیجئے، سب نے کہا کہ زر و جواہر سے بھرا ہوا ایک گھر ملتا اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے، حضرت عمرؓ نے کہا میری تمنا تو یہ ہے کہ مجھ کو ابو عبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان جیسے لوگ ملیں اور انکو سلطنت کے عہدے تفویض کر دوں[7]،

---

[1] مسند ص ۳۹۱ ترمذی ص ۲۲۵ [2] مسند ص ۳۹۲ جلد ۵ [3] ایضاً ص ۳۹۲ [4] ایضاً ص ۳۹۵ [5] ایضاً ص ۳۹۸
[6] اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ۱ [7] ایضاً ص ۳۹۲،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت زیدؓ بن سعنہ

زید نام، بنی اسرائیل سے تھے، اور یہود میں بہت بڑے حبر (عالم) شمار ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صورت دیکھتے ہی ان کو آپ کی نبوت کا یقین ہوگیا، توراۃ میں نبوت کی جو علامات مذکور ہیں اُن سے تطبیق دی تو صرف دو باتوں کی کمی محسوس ہوئی جن کا تعلق اخلاق سے تھا، اور انہی کی تحقیق پر ان کا ایمان لانا موقوف تھا،

چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز دربار نبوی میں ایک سوار پہنچا کہ فلاں گاؤں کے لوگ مسلمان ہوگئے ہیں، لیکن قحط زدہ ہیں، آپ سے کچھ امداد ہوسکے، تو دریغ نہ کیجئے، شہنشاہ مدینہ کے پاس نام خدا کے سوا اور کیا تھا، زید کو اب آزمایش کا موقع ملا، توراۃ میں پیغمبر کی دو علامتیں مذکور ہیں، ایک یہ کہ اس کا علم اس کے غیظ و غضب پر سبقت کرتا ہے، اور دوسری یہ کہ جاہلانہ حرکتوں کا جواب تحمل سے دیتا ہے، زید علم کے ساتھ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے، حضور کی خدمت میں آئے اور کہا، محمد! اگر چاہو تو فلاں باغ کے چھوہارے اتنی مدت کے لئے میرے ہاتھ رہن کردو، آپ نے ۸۰ دینار (۴۰۰ روپیے) پر چھوہاروں کی ایک معین مقدار رہن کردی اور روپیہ سوار کے حوالہ کیا، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ تھے، نماز سے فارغ ہوئے تو زید نے میعاد ختم ہونے سے قبل ہی تقاضا شروع کیا اور نہایت سختی کی، چادر اور قمیص کا دامن پکڑا، پھر آپ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا "محمد میرا حق نہ دوگے؟ خدا کی قسم عبدالمطلب کی اولاد ہمیشہ کی نادہند ہے"، یہ جملہ سن کر حضرت عمرؓ

Marfat.com
Marfat.com

کو طیش آگیا، بولے خدا کے دشمن! میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں کہتا ہے، خدا کی قسم وار خالی جانے کا احتمال نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "یہ بات زیبا نہیں، تم ان کا قرض ادا کرنے کی فکر کرو، ان کو لیجا کر روپے دو ۲۰ صاع اور زیادہ دینا جو اس خفگی کا جرمانہ ہے،، زید نے حضرت عمرؓ سے روپیہ لیا، اور چونکہ ان دونوں وصفوں کی اب تصدیق ہو گئی تھی، اس لئے کلمۂ توحید پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گئے۔

غزوات | اکثر غزوات میں شامل ہوئے۔

وفات | غزوۂ تبوک میں مدینہ واپس ہوتے وقت شہادت نصیب ہوئی، اس غزوہ میں نہایت شجاعت سے لڑے تھے، صاحب اصابہ لکھتے ہیں۔ استشهد في غزوة تبوك مقبلا غير مدبر[1]

[1] اصابہ ص۲۸ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سعدؓ بن جثہ

نام ونسب | سعد نام، ابن جثہ عرف، قبیلہ بجلیہ سے ہیں اور عمرو بن عوف کے حلیف ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن بجیر بن معاویہ بن نفیل بن سدوس بن عبد مناف بن ابی اسامہ بن لحمہ ابن سعد بن عبد اللہ بن قذاذ بن معاویہ بن زید بن غوث بن انمار بن اراش،

والدہ کا نام صبۃ بنت مالک تھا، اور قبیلۂ عمرو بن عوف سے تھیں، اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوئیں،

اسلام | حضرت سعدؓ بھی ان کے ساتھ اسلام لائے،

غزوات | غزوۂ بدر اور احد میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے[1]، غزوۂ خندق میں شرکت کی، اس وقت ۱۵ برس کا سن تھا، نہایت جوش سے لڑے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے" بولے" سعد بن جثہ"، فرمایا" سعد اللہ جدک" خدا تمہیں خوش نصیب کرے، پھر پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا[2]،

۶ھ میں غابہ نامی ایک مقام پر غزوہ کے لئے گئے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۰ دنبیاں چرنے کے لئے گئی تھیں، عیینہ بن حصن کے ۴۰ سوار آکر ان کو ہانک لے گئے، ایک شخص دوڑتا ہوا مدینہ آیا، کھڑے ہو کر فریاد کی الفزع الفزع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سن کر سواروں کو امداد کے لئے بھیجا، لیکن سواروں کی روانگی سے قبل عمرو بن عوف میں

[1] استیعاب ص۵۶۹ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص۲۷ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

آواز پہونچ گئی تھی، اور وہاں سے ابو قتادہؓ اور سعد بن جثمہؓ وغیرہ روانہ ہو چکے تھے، موقع پر پہونچ کر مقابلہ ہوا، ابو قتادہ نے سعد پر حملہ کیا اور ابن جثمہ نے اسکو مار کر گرا دیا،[1]

مصنف اصابہ نے اس واقعہ کو احد سے متعلق بتایا ہے، لیکن وہ ابن کلبی کی روایت ہے، اور بخاری و مسلم کے علاوہ تمام کتب سیر کے خلاف ہے، غزوۂ ذی قرد کے (ہیرو) حضرت سلمہؓ بن اکوع ہیں، جن سے صحیح مسلم میں ایک طویل روایت منقول ہے، اسکا ایک فقرہ یہ ہے

فواللہ ما لبثنا الا ثلث لیال حتی	غزوہ ذی قرد کے بعد ۳ دن بھی نہ گذرے
خرجنا الی خیبر مع رسول اللہ	تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
صلی اللہ علیہ وسلم[2]	خیبر کی لڑائی پر ہم لوگ روانہ ہوئے،

صحیح بخاری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، باب غزوہ ذات القرد میں ہے،

وھی الغزوۃ التی اغاروا	ذی قرد، غزوہ ہے، جس میں کفار نے
علی لقاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر
قبل خیبر بثلاث،[3]	خیبر سے ۳ روز قبل لوٹ ڈالی تھی،

مسلم کی روایت میں ایک اور جملہ مذکور ہے،

ثم قدمنا المدینۃ فنبعث	ہم (یعنی سلمہ) حدیبیہ سے مدینہ آئے تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بظھرہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنیاں
مع رباح غلام رسول اللہ صلی اللہ	رباح کے ہاتھ جو آپ کے غلام تھے (غابہ)
علیہ وسلم وانا معہ[4]	روانہ کیں میں بھی رباح کے ساتھ چلا،

ان روایتوں سے حسب ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۵۸ جلد ۴ قسم اول و اصابہ ص۶۰ جلد ۳ [2] مسلم ص۱۰۱ جلد ۲ [3] بخاری ص۶۰۳ جلد ۲ [4] مسلم ص۹۹ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ غزوہ غابہ، حدیبیہ کے بعد ہوا،

۲۔ حضرت سلمہؓ لڑائی اور لوٹ سے پہلے غابہ میں موجود تھے،

۳۔ غزوۂ غابہ کے ۳ دن بعد خیبر کی مہم پیش آئی،

اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ۶ھ یا ۷ھ کا ہے، کیونکہ صلح حدیبیہ ۶ھ اور خیبر اوائل ۷ھ میں پیش آیا تھا، اس لئے اس کو غزوۂ احد سے ملحق سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں،

وفات | عہد نبوت کے بعد کوفہ میں اقامت کی اور یہیں انتقال کیا، حضرت زید بن ارقمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۹ تکبیریں کہیں،

اولاد | ۳ بیٹے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، فقہ حنفی کے دست راست اور اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ انہی کی اولاد میں[1] ہیں،

فضل وکمال | روایتیں بہت کم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے بھی حدیثیں سنی تھیں، راویوں میں ان کے ایک بیٹے نعمان ہیں،

---

[1] اصابہ ص۶۲ جلد ۳،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سمرہؓ بن جندب

نام ونسب | سمرہ نام، ابو عبدالرحمان کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سمرہ بن جندب بن ہلال بن حریج بن مرہ بن حزن بن عمرو بن حابر بن ذوالریاستین حشین بن لای بن عاصم (عصیم) بن شمخ بن فزارہ ابن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان،

حضرت سمرہؓ کے باپ ان کی صغرسنی میں فوت ہوئے، ماں ان کو لیکر مدینہ آئیں، اور انصار میں نکاح کا پیام دیا لیکن شرط یہ پیش کی کہ شوہر پرپیری اور سمرہ دونوں کی کفالت ضروری ہوگی، مری بن سنیان بن تعلبہ نے اس کو منظور کیا، اور عقد ہوگیا، سمرہ نے انہی کے ظلِ عاطفت میں تربیت پائی،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | کم سنی کی وجہ سے بدر میں شرکت نہ کی، احد میں انصار کے لڑکے معائنہ کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو جنگ کے قابل سمجھ کر میدان میں جانے کی اجازت دیدی، اور سمرہ کو واپس کر دیا، سمرہ نے کہا آپ ان کو اجازت دیتے ہیں، حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں، اور یقین نہ ہو تو کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کا حکم دیا، جس میں سمرہ نے اپنے مقابل کو اٹھا کر دے پٹکا، آپ نے یہ دیکھ کر ان کو بھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی،

احد کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے،

عہد نبوی مدینہ میں بسر کیا، بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کی، ۵۰ھ میں جب مغیرہؓ بن شعبہ

Marfat.com
Marfat.com

والی کوفہ کا انتقال ہوگیا، اور زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی ہوگیا، تو اُس نے حضرت سمرہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا، وہ بصرہ اور کوفہ میں ۶-۶ ماہ رہتا تھا، حضرت سمرہؓ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے، وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ پہنچتا تو یہ بصرہ چلے جاتے تھے،

زیاد کا عہد حکومت ہر حیثیت سے یادگار رہے گا، اس کے عہد میں امن وامان کا اس درجہ اہتمام تھا کہ کسی قسم کی شورش بصرہ اور کوفہ میں نشو ونما نہ پاسکی، انقلاب پسندوں کا ایک گروہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھا، اُس نے ایک مرتبہ سر اٹھایا تو اچھی طرح اس کی سرکوبی کی گئی،

خوارج جن کا ظہور جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا، نہایت مفسد اور شورہ پشت تھے، باوجود اس کے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے جنگ نہروان میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے، لیکن پھر بھی پورے طور پر ان کا استیصال نہ ہوسکا، وقتاً فوقتاً سرکشی کرتے اور علم بغاوت بلند کرتے تھے، بصرہ اور کوفہ ان کے مرکز تھے، زیاد کو ان کے قلع قمع کرنے کی بڑی فکر تھی حسن اتفاق سے سمرہ بھی اس کے ہمخیال تھے، اس بنا پر سمرہ نے خوارج کے قتل کا بالکل تہیہ کر لیا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[1]،

کان اذا اتی بواحد منھم قتلہ	سمرہ کے پاس جو خارجی آتا قتل کراتے،
ویقول شر قتلیٰ تحت ادیم السماء	اور کہتے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے بدتر
یکفرون المسلمین و یسفکون	مقتول ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں
الدماء،	اور خونریزی کرتے ہیں،

خوارج اسی شدت اور عداوت کی وجہ سے حضرت سمرہؓ کو برا کہتے اور اُن کی روش پر اعتراض کرتے تھے ان کے مقابلہ میں فضلاے بصرہ کا ایک گروہ جس میں ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ

[1] طبری ص ۹۱ جلد ۷ [2] اسد الغابہ ص ۳۵ جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

بھی شامل تھے، ان کی تعریف کرتا، اور ان کی طرف سے جواب دیتا تھا،

رمضان ۵۳ھ میں جب زیاد نے وفات پائی تو نظام حکومت میں بھی کچھ تغیر ہوا، بصرہ اور کوفہ دو جداگانہ صوبے قرار پائے اور دونوں کے الگ الگ والی مقرر ہوئے، حضرت سمرہؓ بصرہ کے والی مقرر ہوئے، جو کم و بیش ایک سال تک اس منصب پر رہے اور ۵۴ھ میں امیر معاویہؓ کے حکم سے معزول ہوئے،

وفات ۵۴ھ میں انتقال کیا، جسم میں سردی سما گئی تھی، علاج کے لئے گرم پانی کی دیگ پر عرصہ تک بیٹھے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر اس نے مرض الموت کی صورت اختیار کر لی، روز شدت سے سردی محسوس ہوتی، آتشدانوں میں آگ جلوا کر چاروں طرف رکھوائی گئی، کچھ افاقہ نہ ہوا، فرمایا کیا بتلاؤں کہ پیٹ کی کیا حالت ہے، غرض اس بے چینی میں دیگ پر بیٹھے، اور کھولتے پانی میں گر کر انتقال فرما گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ، ابو محذورہؓ اور سمرہؓ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم تینوں میں سب کے بعد مرنے والا آگ میں جل کر مریگا، چنانچہ حضرت سمرہؓ کی وفات سے اس پیشینگوئی کی تصدیق ہو گئی،

اولاد اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، دو لڑکوں کے نام یہ ہیں، سلیمان، سعد،

فضل و کمال حضرت سمرہؓ فضلاے صحابہ میں تھے، اور باوجودیکہ عہد نبوت میں صغیر السن تھے سیکڑوں حدیثیں یاد تھیں، استیعاب میں ہے،

کان من الحفاظ المکثرین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — وہ حدیث کے حافظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر روایت کرتے تھے

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان کی احادیث کا ایک بڑا نسخہ ان کے بیٹے کے پاس تھا،

لہ طبقات ابن سعد ص۲۲ جلد ۶ و اسد الغابہ ص۳۵۵ جلد ۲ و استیعاب ص۵۸ جلد ۲ ۵۲ استیعاب ص۲۷ جلد ۲ ۵۳ تہذیب ص۳۹۳ جلد

Marfat.com
Marfat.com

سیرین کہتے ہیں کہ یہ رسالہ علم کے بہت بڑے حصہ پر مشتمل تھا[۵۱]،

حضرت سمرہؓ کو احادیث یاد رکھنے میں خاص اہتمام تھا، حافظہ غیر معمولی تھا، جس بات کا ارادہ کرتے یاد ہو جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو جگہ ٹھہرا کرتے تھے، ایک تکبیر کے بعد جب سبحانک اللھم پڑھتے، دوسرے "ولا الضالین" کے بعد جب آمین کہتے، یہ حضرت سمرہؓ کو یاد تھا، اور وہ اس پر عامل بھی تھے، حضرت عمران بن حصینؓ جو ان سے معمر تھے بھول گئے تھے، سمرہ نے نماز میں اس پر عمل کیا تو معترض ہوئے، حضرت ابی بن کعبؓ کو مدینہ خط لکھا گیا، انھوں نے جواب دیا سمرہ کو ٹھیک یاد ہے[۵۲]،

اسی طرح خطبہ میں ایک حدیث روایت کی، ثعلبہ بن عباد عبدی موجود تھے، کہتے ہیں کہ جب دوبارہ بیان کی تو الفاظ میں کہیں بھی تفاوت نہ تھا[۵۳]، با اینہمہ قوت حفظ، روایت حدیث میں محتاط تھے، مسند احمد میں ہے،

انه ليمنعني ان اتكلم بكثير مما	میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت
اسمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم	کچھ سنا ہے لیکن اس کو بیان کرنے میں کا یہ
ان هضما من هو اكثر مني وكنت	صحابہ کا ادب مانع ہوتا ہے، یہ لوگ مجھ سے
ليلتئذ غلاما دانی كنت لا احفظ	عمر میں بڑے ہیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ما اسمع منه (مسند ص۱۹ ج ۵)	کے زمانہ میں لڑکا تھا تاہم جو کچھ سنتا تھا یاد رکھتا تھا،

کبھی کبھی احادیث روایت کرتے اور کسی کو کوئی شبہہ ہوتا تو اس کا جواب دیتے تھے، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کو سنا اور پوچھا کہ کیا کھانا زیادہ ہو گیا تھا؟ بولے تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن وہاں (آسمان) کے سوا اور کہیں سے نہیں بڑھا تھا[۵۴]،

---

[۵۱] اسد الغابہ ص۳۵۴ جلد ۲ [۵۲] مسند ص جلد ۵ ص۱۳ [۵۳] ایضاً ص۱۶ [۵۴] ایضاً ص۱۸،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سمرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سے روایتیں کی ہیں، کتابوں میں ان کی سند سے کل (۱۲۳) حدیثیں مندرج ہیں، راویوں کے نام حسب ذیل ہیں،

حضرت عمرانؓ بن حصین، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، علی بن ربیعہ، عبداللہ بن بریدہ، حسن بصری، ابن سیرین، مطرف بن شخیر، ابو العلاء، ابو رجاء، قدامہ بن وبرہ، زید بن عقبہ، ربیع بن عمیلہ، ہلال بن یساف، ابو نضرۃ العبدی، ثعلبہ بن عباد،

اخلاق حضرت سمرہؓ میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں، وہ نہایت امانت دار، راست گو اور دین خواہ اسلام تھے،

کہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس پر عملدرآمد کرتے تھے[۵]

عرب میں احنف نامی ایک شخص نے ایک خاص قسم کی تلوار ایجاد کی تھی، جو حنفیہ کے نام سے مشہور تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی قسم کی تلوار تھی، سمرہ نے اس کی نقل بنوائی، ان کے شاگردوں میں ابن سیرین نے بھی اس کی نقل لی تھی[۵]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا دو جگہ سکوت کرتے تھے حضرت سمرہؓ کا بھی اس پر عمل تھا[۵]،

---

[۵] استیعاب ص۵۶۹ جلد ۲ [۵] مسند ص۱۸ جلد ۵ [۵] ایضاً ص۲۰ [۵] ایضاً ص۲۳ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت طلحہؓ بن البراءؓ

طلحہ نام، قبیلہ عمرو بن عوف کے حلیف اور خاندان بلی سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے،
طلحہ بن براء بن عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن غنم بن سرمی بن سلمہ بن ایمت،

ان کا آغاز شباب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی، طلحہ قریب آئے اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا کہ مجھ کو جو جی چاہے حکم دیجئے تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعجب ہوئے اور تحسین کر فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کرو، وہ اس کے لئے آمادہ ہو گئے، چلنے لگے تو واپس بلایا کہ میں قطع رحم کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں،

وفات | اسی زمانہ میں بیمار پڑے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے، واپس ہوئے تو گھر والوں سے کہا کہ صحت کی طرف سے ناامیدی ہے، مرنے تو فوراً خبر کرنا،

شب کو انتقال ہوا، وفات سے کچھ پہلے گھر والوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں، راستہ کا وقت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے، اسلئے مجھکو تم ہی لوگ دفن کر دینا، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو صحابہؓ کو لیکر قبر پر تشریف لائے، نماز جنازہ پڑھی اور پکار کر کہا خدایا طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں،

وفات کے وقت خود تو نہ تھے، اولاد کیا چھوڑتے؟ ہاں بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ گئے جنکی قسمت میں جوان بیٹے کا صدمہ اٹھانا مقدر ہو چکا تھا،

اخلاق | جوشِ ایمان، جوشِ اطاعت، حبِ رسولؐ اور بارگاہِ نبوت میں مقبولیت کی شہادتیں اوپر گذر چکی ہیں

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عاصم بن ثابت رضی

نام و نسب	عاصم نام، ابو سلیمان کنیت، قبیلہ اوس کی شاخ بنو عجلان سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح بن دعجان بن حارثہ بن ضبیعہ بن عجلان بن حارثہ بن عمرو بن زید بن تمیم بن غنم بن عوف بن عمرو بن عوف۔
قبیلۂ عجلان	قبیلۂ عجلان کے سردار اور حضرت سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی تھے۔
اسلام	ہجرت سے پہلے اسلام لائے۔
غزوات	غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لئے جو لشکر روانہ ہوا تھا اس کے منتظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم ہی کو مقرر فرمایا تھا۔
اور عزت	اور عزت کی امید نہ کر واپس کیا اور ہدایت کی کہ [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
وفات	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]

ابن عوف کو کہ قبیلہ بنو زہرہ کے ممتاز بزرگ اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے، منسوب تھیں[1]،

حلیہ | حلیہ مفصل معلوم نہیں، طبری میں ہے، کہ کوتاہ قد تھے،

فضل و کمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶ حدیثیں روایت کیں، سہل رضؓ بن سعد ساعدی اور صاحبزادے ابوالبداح راویوں میں ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۹ جلد ۳ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ رضؓ بن انیس جہنی

نام و نسب	عبداللہ نام ابو یحییٰ کنیت، قبیلۂ قضاعہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن انیس بن اسعد بن حرام بن ضبیب بن مالک بن عثم بن کعب بن تیم بن نفاثہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن برک بن دبرہ، برک بن دبرہ کی اولاد قبیلہ جہینہ میں مل گئی تھی، اس لیے جہنی کے نام سے مشہور ہوئی، حضرت عبداللہؓ اسی سبب سے جہنی کہلاتے ہیں،
اسلام	عقبۂ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہوئے، اور مکہ جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور وہیں مقیم ہوگئے، پھر مہاجرین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، اس لیے مہاجری انصاری کہلاتے ہیں، جوش ایمان شروع ہی سے بہت تھا، مدینہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہمراہ جاکر بنو سلمہ کے بت توڑے[1]،
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام اور پھر خانۂ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی،
غزوات	بدر، احد اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے، خلد بن شیخ عنبری اسلام کا ایک دشمن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ سے اس کو قتل کرایا[2]،
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، بحر روم کے کنارے عسقلان کے قریب غزہ شام کا ایک ساحلی شہر ہے، جو حدود مصر کے قریب واقع ہے، اسی کو اپنا مسکن بنایا، مصر اور افریقہ بھی گئے، (غالباً جہاد کے سلسلہ میں)

[1] اسد الغابہ ص۱۲۱ جلد ۳ [2] ابوداؤد،

Marfat.com
Marfat.com

وفات | سنہ ۵۲ھ میں حضرت ابوطلحہ کی عمر ۷۰ سال میں انتقال فرمایا، یہ ابوعمار دی کی وفات کے ۵ روز بعد کا

واقعہ ہے، لیکن ابن حبان نے ان کی وفات ۳۴ھ کو سال وفات قرار دیا ہے، امام بخاری نے

تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے، تو ان تینوں سنہ ہائے وفات

میں کوئی تعارض نہیں ہے، ابوطلحہ کی وفات کے وقت حضرت جابر بن

عبداللہ ۵۰ سال کے تھے، ابوطلحہ کے پاس غزوات

کے علاوہ صلبی اولاد بھی ان کے فضل و کمال کی خوشہ چین ہے،

۱؎ بخاری مطبوعہ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن سلمہ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلہ بلی سے تھے، اور قبیلہ اوس میں عمرو بن عوف کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارثہ بن عدی بن اجد بن حارثہ بن سنبیعہ، والدہ کا نام انیسہ بنت عدی تھا،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات بدر میں شرکت کی،

شہادت اور غزوۂ احد میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے، ابن الزبعری نے ان کو قتل کیا، شہداء کی تدفین کے لئے یہ انتظام ہوا کہ دو دو، تین تین اشخاص ایک قبر میں رکھے جائیں، لیکن حضرت عبداللہؓ کی ماں نے خدمت اقدس میں آکر عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں تاکہ مجھے کچھ اطمینان رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو ان کی نعش ایک اونٹ پر رکھی گئی، حضرت منذر بن زیادؓ ان کے بڑے دوست تھے، اور اس سفر آخرت میں بھی ان کے رفیق ثابت ہوئے، اس لئے اسی اونٹ پر ان کی لاش بھی رکھی گئی، اور دونوں کو ایک ہی کفن میں لپیٹ کر مدینہ بھیجا گیا، عبداللہ نہایت صحیم شحیم اور منذر دبلے پتلے آدمی تھے، اونٹ پر برابر اترے تو سب کو بڑا تعجب ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے اعمال کا کرشمہ ہے،

فضل وکمال چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں شہید ہوگئے تھے، اس لئے ان سے کوئی روایت

Marfat.com
Marfat.com

منقول نہیں، شاعر تھے اور ان کی شاعری کی یادگاریں البتہ باقی ہیں،

انا الذی قال اصلی من بلے اطعن بالصعدۃ حتی تنثنی

لوگوں میں میرے ہی متعلق مشہور ہے کہ قبیلۂ بلی ہوں چھوٹے نیزہ سے وار کرتا ہوں یہانتک کہ وہ مڑجاتا ہے

ولا یری مجدز ایضری قرنی

لیکن میں مجذر کو کوئی سخت کام کرتے نہیں دیکھتا،

لہ ماخوذ از اصابہ ص ۸۱ جلد ۴ و اسد الغابہ ص ۱۱۱ جلد ۳ و استیعاب ص ۳۹۵ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن سلام

نام ونسب عبداللہ نام، ابو یوسف کنیت، حرلقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے، جس کا سلسلۂ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن حارث، قبیلۂ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے، حضرت عبداللہؓ اسی قواقل کے حلیف تھے،

اسلام ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا، عبداللہ بن سلام اپنے بچوں کے لئے باغ میں پھل چننے گئے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے، اس کی خبر عبداللہ ابن سلام کو ہوئی، تو پھل لے کر دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب ترکس کا مکان ہے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے قریب رہتا ہوں، یہ میرا گھر ہے، اور یہ دروازہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا، جب آپ کا مستقر متعین ہو گیا تو عبداللہؓ بن سلام دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا تو فوراً پکار اٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے، اور میں عالم ابن عالم اور رئیس ابن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے، لیکن میرے مسلمان ہو جانے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دی، اور کہا عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں. فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہیں جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلام مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے آنحضرت صلعم نے آواز دی. تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے. اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے ڈرو، تمھیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے. اور باایں ہمہ یہ ان کا پر آمادہ نہیں ہوتے. یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کر دیا انھوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو. اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو. اور تمہارا باپ بھی بدتر تھا. حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ آپ نے دیکھا یہود کی فطرت غزوات بدر اور احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے صاحب طبقات سے لے کر ابن ہشام میں وہ شریک تھے، تب سے انھوں نے نصف صدی کے بعد تک یہی صحیح ہے تذکرہ کیا ہے. خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے ان میں بھی شامل ہوئے

حضرت عمر کے عہد خلافت میں انتقال کیا

باغیوں نے جب حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کیا ہے

وعبداللہ بن سلام حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے

ہوں. نزدیک آپ مکان کے اندر سے غیب سے ہو رہی تھی

ہو شریف ہوئے اور ایک تحفہ کی تقریب جس کا آپ نے

ے صحیح بخاری مناقب انصار صفحہ ۔

Marfat.com
Marfat.com

لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا، (یعنی حصین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں، چنانچہ شھد شاھد من بنی اسرائیل اور قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب میرے ہی شان میں اتری ہیں، خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے، اور فرشتوں نے تمھارے شہر کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت گاہ ہے، اپنا نشیمن بنالیا ہے، پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو خدا کی قسم! اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے، تو تمھارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے، اور خدا کی قسم تلوار نکل پڑے گی جو اس وقت تک نیام میں بند ہے، اور جو پھر قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی،

لیکن سنگدلوں پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلاف ان کی شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی بولے کہ "اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کر ڈالو"[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ کو دارالخلافہ بنایا، تو انھوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر نہ چھوڑیئے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے، حضرت علیؓ نے فرمایا وہ بیچارے نہایت نیک آدمی ہیں[2]،

وفات	امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ۴۳ھ میں مدینۂ منورہ میں انتقال کیا،
اولاد	دو بیٹے یادگار چھوڑے یوسف اور محمد، دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا[3]،
حلیہ	مفصل حلیہ معلوم نہیں، بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لیکر چلتے تھے، اور اس پر

[1] صحیح ترمذی ص ۶۲۵ [2] اصابہ جلد ۲ ص ۳۲۱ [3] مسند ص ۳۵ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

ٹیک لگاتے تھے، چہرہ پر خشوع کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے۔

فضل وکمال تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ان کا سینہ لبریز تھا، تورات پر جو عبور رکھتا تھا، اس کے متعلق علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں،

کان عبداللہ بن سلام عالم المدینۃ من الکتاب وافاضلھم فی زمانہ با	عبداللہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے،

مسلمان ہو کر قرآن و حدیث پر توجہ کی اور حدیث میں مرجع کل بن گئے، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ جو تمام صحابہ میں حدیث کے سب سے بڑے راوی تھے، ان سے حدیثیں دریافت کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ ایک بار شام گئے، اور کعب احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس میں خدا سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور دیتا ہے، اس پر کعب نے کچھ رد و قدح کی یہانتک کہ اخیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے موافق ہو گئے، حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ آکر عبداللہ بن سلام سے یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے کہا کہ کعب نے جھوٹ کہا، حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ انھوں نے میرے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، پھر فرمایا جانتے ہو وہ وقت کون سا ہے، یہ سن کر ابوہریرہؓ ان کے پیچھے پڑ گئے تو کہا کہ جلد بتلائیے، فرمایا عصر اور مغرب کے درمیان، ابوہریرہؓ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور مغرب کے درمیان کوئی نماز ہی نہیں، فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے

باایں ہمہ جلالت قدر ان سے صرف دو سو تینتیس حدیثیں منقول ہیں، اور جن کے نام نامی یہ ہیں، انس بن مالکؓ، زید بن ثابتؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ

۱؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۲، اصابہ ج ۲ ص ۳۲۲، ۲؎ مسند دارمی ص ۳۹۳ باب ۵۔

Marfat.com
Marfat.com

عبداللہؓ بن حنظلہ، تلامذۂ خاص کے نام حسب ذیل ہیں، حنظلہ بن الحر، قیس بن عباد، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حمزہ بن یوسف (پوتے) عمر بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابوبردہ بن ابوموسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادہ الزرقی، عطاء بن یسار، عبیداللہ بن حبیش غفاری،

حضرت عبداللہؓ سے ایک خاص حدیث منقول ہے، جس کے اخیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جمع کرکے سبح للہ کی چند آیتیں پڑھیں، حضرت عبداللہؓ نے اپنے شاگردوں کے سامنے وہی آیتیں پڑھیں اور پھر بالترتیب عطاء بن یسار، ہلال بن ابی میمونہ یحییٰ بن ابی کثیر نے اپنے زمانہ میں اس سنت کو قائم رکھا، لیکن یحییٰ کے شاگرد اوزاعی پر پہونچکر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا[1]،

اخلاق | اخلاقی حیثیت سے حضرت عبداللہؓ کا پایۂ عظمت بہت بلند ہے، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زمین پر چلنے والے شخص کو جنتی نہیں فرمایا، البتہ عبداللہ بن سلام کو فرمایا تھا[2]، صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذؓ ابن جبل کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں دنیا سے اٹھ رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھتا، جو شخص اس کی جستجو کریگا، پالے گا،، اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنائے جنمیں ایک عبداللہ بن سلامؓ تھے، فرمایا[3]،

کان یھودیا فاسلم فانی سمعت	پہلے وہ یہودی تھے، پھر مسلمان ہوئے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ،	سنا ہے کہ وہ گیارہویں جنتی ہیں،

باینہمہ فضیلت بڑے منکسر المزاج تھے، مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لئے آئے اور لوگوں نے کہا کہ یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جس بات کو آدمی جانتا نہ ہو اس کو زبان سے

---

[1] مسند ص۴۵۲ جلد ۵ [2] صحیح بخاری ص۵۳۸ جلد ۱ [3] جامع ترمذی ص۲۲۶ [4] صحیح بخاری ص۵۳۸ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

نکالنا نہ چاہیئے۔ اس کے بعد اپنے اُس خواب کا ذکر کیا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے[۱]

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا نہایت مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے، ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے خدا نے مستغنی کیا ہے، فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قمع کرنا چاہتا ہوں[۲]

حق و صداقت کا جوش بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ ہم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اُس وقت اگر مجھ میں قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھ کو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا[۳]

---

[۱] صحیح بخاری ص۵۳۸ جلد ۱ [۲] تذکرۃ الحفاظ ص۲۳ جلد ۱ [۳] استیعاب ص۳۲۲ جلد ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن طارق

نام ونسب عبداللہ نام تھا قبیلۂ بلی سے تھے، اور انصار میں قبیلۂ ظفر کے حلیف تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک مصنفین رجال کو ان کی نسبت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض لوگ ان کو ظفری کہتے ہیں، ابن سعد کے نزدیک ظفری اور بلوی دو جداگانہ اشخاص ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ظفری اور بلوی دو الگ الگ شخص نہیں بلکہ ایک ہی مسمیٰ کے دو نام ہیں، بلوی اپنے قبیلہ کی نسبت سے اور ظفری حلف کی نسبت سے مشہور تھے، اور یہ عرب میں عام طور پر رائج تھا، اوپر اس کی متعدد مثالیں گذر چکی ہیں،

والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا پتہ چلتا ہے کہ معتب بن عبید اور یہ دونوں حیانی بھائی تھے،

اسلام ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات بدر اور احد میں شرکت کی،

وفات ۳ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ۱۰ آدمیوں کو قبیلہ عضل اور قارہ میں اشاعت اسلام کے لئے روانہ کیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن طارق بھی تھے، یہ لوگ مقام رجیع پہونچے تو قبیلۂ ہذیل نے سرکشی کرکے ان کا محاصرہ کر لیا، مرثد بن ابی مرثدؓ، خالدؓ ابن کبیر اور عاصمؓ بن ثابت تین بزرگ وہیں لڑکر قتل ہوئے، خبیبؓ بن عدی، عبداللہ بن طارقؓ اور زیدؓ بن دثنہ کفار کے ہاتھ آگئے اور قید ہو گئے، کفار ان کو لے کر مکہ چلے تو ظہران نام ایک مقام پر پہونچ کر حضرت عبداللہؓ نے اپنے کو قید و بند سے چھڑا لیا، اور تلوار کھینچ کر پیچھے ہٹے، کفار نے یہ دیکھکر ان کو پتھر مارنا شروع کیا جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے،

Marfat.com
Marfat.com

بارگاہ نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے اور ان بزرگوں کے نام گنائے ہیں، جس شعر میں حضرت عبداللہؓ کا نام نامی ہے، وہ یہ ہے،

وابن الذئنہ وابن طارق منھم　　وانا لہ ثم حامۃ المکتوب

اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے،

صلی الالہ علی الذین تتابعوا　　یوم الرجیع فاکرموا واثیبوا

حضرت عبداللہؓ کی قبر، ظہران میں موجود ہے اور آج تک اس واقعہ ہائلہ کی یاد کو تازہ کرتی ہے،

فضل وکمال قرآن وحدیث میں حضرت عبداللہؓ کو جو دستگاہ تھی، وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشاعت اسلام کا کام سپرد فرمایا تھا، وہ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ نومسلموں کو قرآن، مسائل دین اور ارکان اسلام کی باقاعدہ تعلیم بھی دیتے تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

بعثھم رسول اللہ ..... لیفقھوھم　　یعنی، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فی الدین ویعلموھم القرآن　　اسلئے بھیجا تھا کہ مسائل دین کی تعلیم دیں،

وشرائع الاسلام، ....　　قرآن پڑھائیں اور اسلام کی ضروری باتیں سکھائیں[1]

---

[1] ماخوذ از اصابہ ص۸۸ جلد ۴ و اسد الغابہ ص۱۰۸ جلد ۳ و استیعاب ص۳۲۹ جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عدیؓ بن ابی الزغباء

نام ونسب عدی نام، قبیلۂ جہینہ سے ہیں، انصار میں بنو نجار کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے عدی بن ابی الزغباء سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن زہرہ بن بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نضر بن مالک بن عطفان بن قیس بن جہینہ،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے ارادے سے نکلے تو مشرکین کی خبر معلوم کرنے کے لئے جن دو شخصوں کو آگے بھیجا گیا تھا، ان میں عدی بھی تھے، چاہ بدر کے قریب جا کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دی،[1]

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا،

---

[1] طبقات ابن سعد ص جلد ۲ قسم ۱،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عقبہؓ بن وہب

نام و نسب عقبہ نام تھا، قبیلۂ غطفان سے تھے۔ اور بنو سالم کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، عقبہ بن وہب بن کلدہ بن الجعدہ بن ہلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم ابن عوف بن بہثہ بن عبد اللہ بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان۔

اسلام عقبہؓ اولی میں اسلام سے مشرف ہوئے، عقبۂ ثانیہ کی بیعت میں بھی شرکت کی، بعض کا خیال ہے کہ انصار میں یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں، اسلام لاکر مکہ میں مقیم ہوئے، اور مہاجرین کے ہمراہ ہجرت نبوی سے قبل مدینہ آئے، اس بنا پر یہ مہاجر بھی ہیں اور انصار بھی۔

غزوات بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں خود کی چند کڑیاں گھس گئیں تو عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے دانت سے کھینچیں، لیکن بعض کا خیال ہے کہ اس میں عقبہؓ بھی ان کے مددگار تھے۔[1]

---

[1] ماخوذ از اصابہ ص۵۵۸ ج۴، و اسد الغابہ ص۲۳۱ و ۲۳۲ ج۳، و استیعاب ص۵۱۰ ج۳۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت کعبؓ بن عجرہ

نام ونسب | کعب نام، ابو محمد کنیت، خاندان بلی سے تھے، اور قواقل کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن خالد بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد ابن مری بن ارانۃ بن عامر بن عبیلہ بن قسیل بن قرآن بن بلی بن عمرو بن حارثہ بن قضاعہ، واقدی نے ان کو انصار میں داخل کیا ہے، اور حلف کے منکر ہیں، لیکن ابن سعد نے اس کی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ میں نے انصار کے نسب نامہ میں ان کا نام تلاش کیا، لیکن کہیں نہ ملا[1]،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، عمرۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، سر میں اس کثرت سے جوئیں پڑ گئی تھیں کہ چہرہ پر آ آ کر گرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تم کو سخت تکلیف ہے، اپنا سر منڈوا دو، حضرت کعبؓ اگرچہ احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن انھوں نے متابعت حکم رسول میں سر منڈوا دیا، اور اس تکلیف سے نجات پا گئے، روزہ کے فدیہ کے متعلق آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ سے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے تین صورتیں ہیں یا تو ایک بکری ذبح کرو، یا تین روزے[2] رکھو، یا مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، جس کی مقدار فی مسکین نصف صاع ہو، معلوم نہیں حضرت کعبؓ نے ان میں سے کون سی صورت اختیار کی، بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی

Marfat.com
Marfat.com

کی مقدرت نہ تھی اس کے بعد صرف دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، اب اُنھوں نے جس کو اختیار کیا ہو روایت سے صاف پتہ نہیں چلتا،

عام حالات | عہد نبوت کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی،

وفات | اور ۵۱ھ میں مدینہ آکر انتقال کیا، اس وقت ۷۵ برس کا سن تھا،

اولاد | چار بیٹے چھوڑے، جو حدیث کے راویوں میں ہیں، ان کے نام یہ ہیں، اسحاق، عبدالملک، محمدؒ ربیع،

حلیہ | ایک ہاتھ کسی غزوہ میں کٹ گیا تھا[1]، سر پر گھنے بال تھے[2]،

فضل و کمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت کی، راویوں میں حسب ذیل حضرات ہیں،

ابن عمرؓ، جابرؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن عاص، ابن عباسؓ، عبداللہؓ بن معقل، ابن مغفلؓ مزنی، طارق بن شہاب، ابو وائل، زید بن وہب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابن سیرین، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، محمد بن کعب قرظی، ابو تمامہ حناط، سعید مقبری، عاصم عدوی، موسیٰ بن وردان

روایتوں کی تعداد (۴۷) ہے،

اخلاق | حمایت حق اور حب رسولؐ دو چیزیں حضرت کعبؓ کے اخلاق میں نہایت روشن ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا، جس میں مسلمانوں کی ایک آئندہ خانہ جنگی کا تذکرہ بھی تھا، کعب بیٹھے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ وقت سامنے آگیا ہے، اتنے میں ایک شخص چادر اوڑھے سامنے سے گذرا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اُس روز یہ شخص حق پر ہوگا، کعب فوراً اٹھے، اور اس کے بازو پکڑ کر کہا یا رسول اللہ!

---

[1] ابن سعد ص جلد قسم [2] مسند ص ۲۴۲ جلد ۴،

Marfat.com
Marfat.com

یہ شخص ؟ فرمایا، ہاں، کعب نے چہرہ دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے،[۱]

طبرانی کی کتاب الاوسط میں ہے کہ ایک روز کعبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، چہرۂ مبارک (بھوک کی وجہ سے) متغیر دیکھ کر جلدی سے واپس چلے گئے، راستہ میں ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا تھا، اُنھوں نے فی ڈول ایک چھوہارے کے حساب سے کچھ دیر مزدوری کی، کچھ چھوہارے جمع ہو گئے تو خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوئے اور پیش کئے،[۲]

---

[۱] مسند ص ۲۴۲ جلد ۴ [۲] اصابہ ص ۳۰۴ جلد ۵،

Marfat.com
Marfat.com

حضرت مجذرؓ بن زیاد

نام ونسب عبداللہ نام، مجذر لقب، قبیلۂ بلی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، مجذر بن زیاد ابن عمرو بن اخرم بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن عمرو بن تیترہ بن شنوء بن قشیر بن کعب بن عبد ابن ہاج بن تیم بن اسامہ بن عامر بن قبیلہ بن غنم بن قربان بن بلی،

اسلام غالباً ہجرت کے بعد اسلام لائے،

غزوات غزوۂ بدر میں شرکت کی، ابوالبختری مکہ میں یکہ و تنہا رہ گئے تھے، قیام مکہ کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے کافی تکلیفیں پہنچی تھیں، تو دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفینہ سپرد ہوتا، نوٹ تم کے مقاطعہ کا جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا، اس کے لانے والے ابوالبختری کا قاصر حصہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں صحابہ کو تاکید کر دی تھی کہ اس کو پائیں تو قتل نہ کریں، حضرت مجذرؓ میدان میں آئے تو اس سے سامنا ہو گیا، اونٹ پر سوار تھا، پیچھے ایک شخص بھی بیٹھا تھا جو اس کے مال و متاع کا نگران تھا، مجذرؓ نے کہا کہ تمہارے قتل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے، لیکن دوسرے شخص کے لئے کوئی ہدایت نہیں ہے اس لئے اس کو تو کسی طرح نہ چھوڑ سکتا، ابوالبختری بولا یہ تو میرے ساتھ رہے، بات بڑھی کہ اس کو تو قتل کرا دوں اور خود زندہ رہوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، عورتیں طعنہ دیں گی، کہ چچا کی بڑی ہوس تھی، ساتھی کو قتل کرا دیا، اور خود مزے کر رہے ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

سے اترا اور داد شجاعت دیتے ہوئے جان دی، حضرت مجذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس کو لانا چاہتا تھا، لیکن وہ لڑائی کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہوا

وفات بدر کے بعد احد میں شریک ہوئے، اور جام شہادت نوش فرمایا، ایام جاہلیت میں انھوں نے سوید بن صامت کو قتل کیا تھا جس سے جنگ بعاث کی نوبت آئی تھی، فریقین کے مسلمان ہو جانے کے بعد اگرچہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا تھا لیکن سوید کے بیٹے حارث کے دل میں مسلمان ہونے کے باوجود ان کی طرف سے غبار تھا، اس نے موقع پا کر ان کو اپنے باپ کے عوض قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا، ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو دوبارہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذر کے عوض اس کے قتل کا حکم دیا[1]

[1] اصابہ ص۴۲۳ جلد۴، اسد الغابہ ص۳۰۲ جلد۴، استیعاب ص۲۹۰ جلد۱،

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ دارالمصنفین کے حق میں محفوظ ہیں مہتمم صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت معنؓ بن عدی

نام ونسب معن نام، قبیلۂ بلی سے ہین، عمرؓ بن عوف کے حلیف تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، معن بن عدی بن الجد بن عجلان، حضرت عاصمؓ بن عدی کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہین معن انھین کے بھائی تھے،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زیدؓ سے مواخاۃ ہوئی، غزوۂ بدر مین شریک ہوئے[1]، احد، خندق اور تمام دوسرے غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو صحابہ کہنے لگے کہ کاش ہم آپ کے ساتھ مرجاتے، اور یہ وقت نہ دیکھتے، خدا ہی بہتر جانتا ہے، کہ آیندہ کن بلاؤن اور مصیبتون کا سامنا ہو، حضرت معنؓ نے سنا تو کہا، "مجھے اس کی آرزو نہین، مین تو یہ چاہتا ہون کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین مین نے آپ کی تصدیق کی تھی، وفات کے بعد بھی آپ کی اسی طرح تصدیق کرون[2]،

سقیفۂ بنی ساعدہ کے واقعہ مین حضرت عمرؓ نے جن دو سالح شخصون سے ملنے کا ذکر کیا ہے[3]، ان مین ایک یہ بھی تھے، انھون نے حضرت عمرؓ وغیرہ کو انصار کے ارادہ سے آگاہ کیا، اور مشورہ دیا کہ آپ لوگ وہان نہ جائین، بلکہ اپنی جگہ پر رہ کر فیصلہ کرین[4]،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۶۴ جلد۲ [2] فتح الباری ص۱۳۳ جلد۱۲ [3] صحیح بخاری ص۱۰۵۵ جلد۲ [4] ایضاً ص۱۰۱۱ جلد۲

Marfat.com
Marfat.com

	حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت مین حضرت خالدؓ، مرتدین کی مہم پر روانہ ہوئے، تو یہ بھی ہمراہ تھے، وہان سے دو سو سوار[1] لیکر مرتدین کی دیکھ بھال کے لئے یمامہ آئے،
وفات	مسیلمہ سے جنگ چھڑی تو اس مین جام شہادت سے سیراب ہوئے،
اولاد	مادّی یادگار کوئی نہین چھوڑی، البتہ روحانی یادگارین بہت ہین، اور اب تک زندہ ہین

[1] اصابہ جلد ۶ ص ۱۲۹

Marfat.com
Marfat.com